

اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ اَقْوَمُ
بلاشبہ یہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تَفْسِيْرُ

هٰذَا الْقُرْآنُ

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کرے گی

جلد ششم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب النور
شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احوالِ واقعی

اس تفسیر کی تقریباً پچاس سال پہلے حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کاشف الہامی قدس سرہ نے بسم اللہ کی تھی، آپ دیوبند کے قریب قریہ راجوپور کے باشندے تھے اور دیوبند میں مقیم ہو گئے تھے، انھوں نے دس سال کے عرصہ میں دس پارے لکھے، آخری پارہ اور شروع سے پارہ نہم تک۔ پھر چالیس سال پہلے راقم الحروف دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس آیا، مکتبہ حجاز کے مالک میرے ہم سبق جناب قاضی انوار صاحب زید مجدد تھے، مولانا کاشف صاحب لکھتے تھے اور قاضی صاحب چھاپتے تھے، جب وہ تھک گئے اور لکھنا بند کر دیا تو میرے رفیق نے اصرار کیا کہ میں اس کو لکھوں، میں متردد تھا، مولانا کاشف صاحب اردو کے ادیب تھے، شاعر بھی تھے، اور میں گجراتی: ادب نا آشنا اور علمی صلاحیت بھی میری فروتر تھی، مگر رفیق محترم کا اصرار بڑھا تو میں نے قلم پکڑا، اور دسواں پارہ لکھا، جب یہ پارہ قاضی صاحب نے مولانا کاشف رحمہ اللہ کو بھیجا تو انھوں نے پڑھ کر تبصرہ کیا: پیوند کچھ برا تو نہیں! اس سے میرا حوصلہ بڑھا، اور میں نے وقفہ وقفہ سے لکھنا شروع کیا، تا آنکہ قاضی صاحب نے اقتصادی مجبوری سے مکتبہ حجاز میرے ہاتھ فروخت کر دیا، اب کام میں تیزی آنی چاہئے تھی، مگر رفتار سست ہو گئی، کیونکہ کوئی سرپے مسلط نہیں تھا، لٹم و لٹم کئی سال میں سورۃ المؤمنون کے ختم تک پہنچا، پھر سلسلہ رک گیا، رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجتہ اللہ البالغہ کا کام شروع ہو گیا، پانچ ضخیم جلدوں میں وہ شرح مکمل ہوئی، پھر تحفۃ اللمعی شرح سنن الترمذی کا کام شروع ہو گیا، آٹھ جلدوں میں یہ شرح بھی مع شرح علل و شمائل پوری ہوئی۔ پھر تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری کا کام چھڑ گیا، وہ کام بھی بارہ جلدوں میں تکمیل پذیر ہو گیا، اب بلا توقف تفسیر کی تکمیل میں لگ گیا ہوں، اور عزم یہ ہے کہ کوئی اور کام نہ چھیڑوں، کیونکہ عمر ڈھل چکی ہے، ایک اندازے کے مطابق ۱۹۴۰ء کی پیدائش ہے، پس اب کیا باقی رہ گیا ہے! مگر مولیٰ کریم سے بھیک مانگی ہے کہ تفسیر کی تکمیل تک عمر دراز فرمائیں، اور امید ہے کہ میری یہ دعا ضرور قبول فرمائیں گے، انھوں نے مجھے کبھی نامراد نہیں کیا، اس تفسیر کا خاص امتیاز آیات اور آیت کے اجزاء میں ربط کا بیان ہے، مطالعہ کرنے والے اس نقطہ نظر سے قرآن پاک کی تلاوت کریں، ان شاء اللہ یہ تفسیر قارئین کرام کو قرآن سے قریب کرے گی۔ حقائق و دقائق کے لئے بڑی تفسیریں دیکھیں، یہ تفسیر تو عبارت انصاف پیش نظر رکھ کر لکھ رہا ہوں۔ و ما توفیقی

إلا باللہ، علیہ توکل و إلیہ أنیب، و صلی اللہ علی النبی الکریم، و علی آلہ و صحبہ أجمعین!

فہرست مضامین

سورہ نور

- سورت کا نام اور موضوع: ۱۹
- سورت کے مضامین کا خلاصہ: ۱۹

سورت کا آغاز

- زنا سے متعلق تین احکام: ۲۳
- پانچ سنگین جرائم: زنا، چوری، راہ زنی، شراب نوشی، زنا کی تہمت لگانا ۲۴
- زانیہ کے ذکر کی تقدیم کی وجہ: اجرائے حد پر تحریض: ۲۵
- حدود میں جسمانی ایذا کے ساتھ عار کی بات ملائی گئی ہے: محسن کے لئے رجم کی سزا: ۲۶
- محسن کے لئے رجم کی سزا اور وجہ سے ہے: آیت رجم کی تلاوت منسوخ اور حکم باقی ہے: ۲۷
- جو سزا سخت ہے اس کا ثبوت بھی مشکل ہے: سزا سے سزا کا ہوا بہتر ہے: ۲۹
- حدود صرف چار ہیں: نام نہاد مسلمان اسلامی سزاؤں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ ۳۰
- زنا انتہائی درجہ کی برائی ہے اس لئے حرام ہے: ۳۱
- بیوی کے علاوہ مرد و زن پر تہمت زنا کی سزا ۳۳
- مردوں پر تہمت لگانے کا بھی وہی حکم ہے جو عورتوں پر تہمت لگانے کا ہے ۳۳
- احسانِ قذف کیا ہے؟ ۳۴
- ثبوت زنا کے لئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟ ۳۴
- چار کی گواہی شرط ہونے سے مجرم کو راحت نہیں ملے گی ۳۴
- محدود در قذف کے مرد و اشد شہادۃ ہونے کی وجہ ۳۵
- توبہ کے بعد محدود در قذف کی گواہی کا حکم ۳۵
- بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم ۳۷
- لعان کے معنی ۳۸
- لعان کا طریقہ ۳۸
- لعان کے ضروری مسائل: ۳۸

- عدالت میں لعان کی کاروائی: ۳۹
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ ۴۳
- اور اس واقعہ میں خیر کھتین پہلو، اور صدیقہ کی سات خصوصیات ۴۷
- مسلمانوں کو آپس میں محسن ظن قائم رکھنا چاہئے ۵۰
- تہمت لگانے والے گواہ پیش نہ کر سکیں تو قانون کی نظر میں وہی جھوٹے ہیں ۵۱
- آیت حد قذف کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب بھی ہے: ۵۱
- کبھی رحمت خداوندی سے عذاب ٹل جاتا ہے ۵۲
- معمولی سمجھی جانے والی بعض باتیں حقیقت میں سنگین ہوتی ہیں ۵۲
- الزام تراشی کی اول وہلہ ہی میں تردید ہونی چاہئے ۵۲
- آئندہ کبھی ایسی بات زبان سے مت نکالنا ۵۲
- فواحش (بے حیائی کی باتوں) کا چرچا بھی معاشرہ کو خراب کرتا ہے ۵۳
- اللہ تعالیٰ ہی گناہوں سے بچاتے ہیں، شیطان تو گناہوں کی دلدل میں پھنساتا ہے ۵۷
- شیطان کے نقش قدم پر مت چلو ۵۷
- بڑوں کا ظرف بڑا اور ان کے اخلاق بلند ہونے چاہئیں ۵۸
- الزام تراشی کرنے والے دونوں جہانوں میں ملعون ہیں، اور ان کو بڑی سخت سزا قیامت کے دن ملے گی، اور اس دن جرم کے گواہ خود ان کے اعضاء ہونگے ۵۹
- اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر جوڑ رکھا ہے ۶۰
- ملاقات کے لئے جاؤ تو پہلے اجازت لو، بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل مت ہوؤ! ۶۳
- اجازت لے کر داخل ہونے میں متعدد فوائد ہیں: ۶۴
- اجازت ہر حال میں لینا ضروری ہے، اور لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جائے، برائے مانے ۶۵
- اور حدیثوں میں اجازت طلبی کے سلسلہ میں تین مسائل اور آئے ہیں: ۶۶
- رفاہ عام کی جگہوں میں اجازت لئے بغیر داخل ہونا جائز ہے ۶۶
- نظریں نیچی رکھو، اور ہر وقت ساتھ رہنے والے محارم وغیرہ کے درمیان سلیقہ سے رہو (اہم آیت) ۶۹
- جو بھی مرد یا عورت بے نکاحی ہو، خواہ آزاد ہو یا غلام، اس کا نکاح کر دیا جائے ۷۵
- جو غلام باندی کتابت کے خواہاں ہوں ان کو مکاتب بنادیا جائے ۷۷
- مال و منال کی خاطر باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کیا جائے ۷۸

- تین احکام اور ان میں باہمی ربط ۷۹
- ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے ۸۲
- ایمان قوی التاثر ہے: ۸۲
- معاشرہ کی اصلاح کے لئے ایمان اور مسجد سے تعلق ضروری ہے ۸۲
- نور ہدایت کی مثال: ۸۲
- نور ایمان کس پاور ہاؤس میں تیار ہوتا ہے؟ ۸۳
- وہ مشینیں کیا ہیں جو نور ہدایت پیدا کرتی ہیں؟ ۸۳
- رجال میں اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضری دراصل مردوں کے لئے ہے، عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے ۸۵
- خاص بندے عبادت میں کیوں لگے رہتے ہیں؟ ۸۵
- قیامت کا دن کس لئے ہے؟ ۸۵
- غیر مسلموں کے اعمال دو قسم کے ہیں: اچھے اور بُرے، دونوں قسم کے اعمال کی مثالیں ۸۶
- جنت درحقیقت ایمان کا صلہ ہے اور جہنم شرک و کفر کی سزا ہے ۸۷
- منکرین اس دنیا میں بھی عذاب کی زد میں آسکتے ہیں ۹۰
- تمام حیوانات کا مادہ تخلیق ایک ہے مگر احوال مختلف ہیں ۹۲
- منافقین کا ذکر اور نفاق کی دو مثالیں ۹۶
- منافقین کو آخری نصیحت: ۹۷
- کامل اصلاح معاشرہ اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی حکومت ہو ۹۹
- اسلامی حکومت میں مسلمانوں کے کام ۱۰۰
- جو نعمت خداوندی کی ناشکری کرے اس کا حکم ۱۰۰
- مملوکوں اور نابالغوں کے لئے اجازت طلبی کے حکم میں تخفیف ۱۰۳
- بوڑھی عورتوں کے لئے رہن سہن کے احکام میں تخفیف ۱۰۵
- معذور اور غیر معذور: رشتہ دار وغیرہ کے گھروں سے بے تکلف کھا سکتے ہیں ۱۰۶
- اپنے لوگوں کے گھروں میں جائے تب بھی سلام کرے ۱۰۸
- کبھی واپس جانے کے لئے بھی اجازت ضروری ہوتی ہے ۱۱۰
- واپس جانے کے لئے اجازت طلبی کی وجہ: ۱۱۱

- ۱۱۱ منافقین کا رویہ:
 ۱۱۱ منافقین کو تہدید:
 ۱۱۱ منافقین کو آخری فہمائش:

سورة الفرقان

- ۱۱۲ سورت کا نام اور مضامین کی فہرست
 ۱۱۴ اثباتِ توحید و ابطالِ شرک
 ۱۱۵ توحید کی چار دلیلیں
 ۱۱۶ بطلانِ شرک کی تین دلیلیں
 ۱۱۸ دلیلِ رسالت اور ذاتِ رسول پر اعتراض کے جوابات
 ۱۱۹ ذاتِ رسول کے بارے میں طرح طرح کی باتیں
 ۱۲۲ مشرکوں کے اعتراضات کے تفصیلی جوابات
 ۱۲۵ مشرکین کے معبود آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے
 ۱۲۶ ہمیشہ انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں
 ۱۳۰ قیامت کے تین مناظر
 ۱۳۳ قرآن سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟
 ۱۳۵ انکارِ رسالت کا عبرتناک انجام
 ۱۳۸ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منکرین کا معاملہ
 ۱۴۰ آخرت کا بیان
 ۱۴۱ ۱- آخرت مشیتِ الہی کا فیصلہ ہے
 ۱۴۱ ۲- آخرت لوگوں کی ضرورت ہے
 ۱۴۲ ۳- وقوعِ آخرت کا نمونہ
 ۱۴۴ نبوت کے عالم گیر ہونے پر اعتراض کا جواب
 ۱۴۷ رسالت و توحید کا بیان
 ۱۴۹ رحمن کے بندوں کے احوال کی تمہید
 ۱۵۲ رحمن کے خاص بندوں کی نو خوبیاں
 ۱۵۸ عباد الرحمن کی جزائے خیر اور منکرین کے لئے پیشین گوئی

سورة الشعراء

- سورت کا موضوع اور مضامین ۱۵۹
- سورت کی تمہید اور کفار کو انتباہ کہ یہی آبادز میں تمہیں نکل سکتی ہے! ۱۶۱
- پہلا قصہ قوم فرعون کا ۱۶۶
- کارِ نبوت میں مددگار کی درخواست ۱۶۶
- درخواست قبول ہوئی ۱۶۷
- دو پیغام دے کر بھیجا ۱۶۷
- فرعون نے کس طرح داعیوں کا استقبال کیا؟ ۱۶۷
- موسیٰ علیہ السلام کا جواب ۱۶۷
- اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال و جواب ۱۶۸
- فرعون کی دھمکی ۱۶۹
- فرعون معجزات کا مقابلہ کرتا ہے ۱۷۲
- فرعون اور اس کی قوم کا آخری انجام ۱۷۵
- دوسرا قصہ قوم ابراہیم علیہ السلام کا ۱۸۰
- اگر کسی مصلحت سے منکرین پر دنیا میں عذاب نہ آئے تو آخرت کا عذاب ان کے لئے تیار ہے ۱۸۰
- ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں تین مضمون ہیں: بطلان شرک، توحید کا اثبات اور معبود حقیقی کی صفات ۱۸۱
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پانچ دعائیں ۱۸۲
- تیسرا قصہ قوم نوح کا ۱۸۷
- چوتھا قصہ قوم عاد کا ۱۹۰
- عاد اولیٰ کی تین برائیاں: ۱۹۱
- پانچواں قصہ قوم ثمود کا ۱۹۴
- چھٹا قصہ قوم لوط کا ۱۹۷
- ساتواں قصہ ایکہ والوں کا ۲۰۱
- ۱- قرآن کی حقانیت کا بیان، اس کے نزول کا مقصد، اور اس کے کلام الہی ہونے کے دلائل ۲۰۴
- ۲- اس اشکال کا جواب کہ حامل قرآن (محمد ﷺ) عربی اور فصیح ہیں، پس ممکن ہے قرآن انہی کا بنایا ہوا ہو۔ اگر کوئی غیر عربی یہ قرآن پیش کرتا تو ہم مان لیتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے ۲۰۴

- ۲۰۶ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی دو دلیلیں: داخلی اور خارجی
- ۲۰۸ مشرکین مکہ ایمان کب لائیں گے؟ اور عذاب کا ضابطہ کیا ہے؟
- ۲۱۰ نزول قرآن میں شیاطین کا کچھ دخل نہیں
- ۲۱۰ تعلیمات قرآن پر عمل کیا جائے اور قرآن کی دعوت عام کی جائے
- ۲۱۱ دعوت کی ترتیب:
- ۲۱۱ ایمان لانے والوں کے ساتھ نرم برتاؤ
- ۲۱۱ منکرین کے اعمال سے بے تعلقی اختیار کی جائے
- ۲۱۱ اللہ پر بھروسہ کر کے دعوت کا کام شروع کیا جائے: انفرادی بھی اور اجتماعی بھی
- ۲۱۳ نبی ﷺ کا ہن نہیں تھے
- ۲۱۴ نبی ﷺ شاعر نہیں تھے
- ۲۱۵ عام شعراء کی مذمت اور مسلمان شعراء کا استثناء

سورۃ النمل

- ۲۱۶ سورت کا موضوع اور مضامین
- ۲۱۸ قرآن کریم مؤمنین کے لئے راہ نما اور مودہ ہے
- ۲۱۸ مؤمنین کون ہیں؟
- ۲۱۹ منکرین ایمان کیوں نہیں لاتے؟
- ۲۲۰ منکرین کا انجام
- ۲۲۰ قرآن حکیم و علیم کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے
- ۲۲۲ منکرین ظلم و تکبر کی وجہ سے قرآن کا دانستہ انکار کرتے ہیں
- ۲۲۳ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ (موسیٰ علیہ السلام نے کہاں کے لئے رخصت سفر باندھا تھا؟)
- ۲۲۷ سبا کی رانی بغیر معجزہ کے ایمان لائی (تمہید میں داؤد و سلیمان علیہما السلام کا ذکر)
- ۲۲۸ سلیمان علیہ السلام حشرات کی بولی جانتے تھے
- ۲۲۹ فرط مسرت سے ادائے شکر کا جذبہ جوش میں آیا
- ۲۳۱ سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی جانتے تھے
- ۲۳۲ سورج کی تابانی اس کا اپنا کمال نہیں
- ۲۳۳ سلیمان علیہ السلام رانی کو خط لکھتے ہیں

- ۲۳۴ رانی ارکانِ دولت سے مشورہ کرتی ہے
- ۲۳۶ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دکھتی رگِ دبائی
- ۲۳۸ رانی بارگاہِ سلیمانی میں باریاب ہوئی، اور سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت کا سامان کیا
- ۲۳۹ رانی کو سامانِ ہدایت سے ہدایت نہیں ملی اور اللہ تعالیٰ نے جہاں سے چاہا ہدایت دیدی
- ۲۴۲ ثمود کے واقعہ میں مکہ والوں کے لئے نشانی ہے
- ۲۴۵ قوم لوط کے واقعہ میں بھی عبرت کا سامان ہے
- ۲۴۷ توحید پر خطبہ (جو پانچ آیات پر مشتمل ہے)
- ۲۵۰ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں
- ۲۵۱ آخرت کے بارے میں شک اور اندھاپن
- ۲۵۲ تکذیب رسول کا وبال آنے ہی والا ہے!
- ۲۵۳ قرآنِ کریم فیصل، ہدایت اور رحمت ہے
- ۲۵۵ قرآن سے نفع اسی کو پہنچتا ہے جو اس کی باتیں مانتا ہے
- ۲۵۸ بعث بعد الموت (آخرت) کا تذکرہ
- ۲۵۸ شب و روز کا نظام دلیلِ آخرت ہے
- ۲۵۹ اللہ کی ذات مرجعِ خلائق ہے
- ۲۵۹ جزا و سزا کا ضابطہ
- ۲۶۰ داعیِ خود کو اپنی دعوت کا نمونہ بنائے
- ۲۶۱ دعوت کا عمل مسلسل جاری رکھا جائے
- ۲۶۱ دعوت کا نتیجہ ایک دن ضرور ظاہر ہوگا

سورۃ القصص

- ۲۶۲ سورت کا نام اور مضامین
- ۲۶۴ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مفصل واقعہ
- ۲۶۶ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں
- ۲۶۸ موسیٰ علیہ السلام آغوشِ مادر میں
- ۲۷۱ قبطی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا
- ۲۷۴ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر سے بے گھر ہوئے

- ۲۷۶ موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے
- ۲۷۸ موسیٰ علیہ السلام مدین میں ایک خوش معاملہ آدمی کے گھر پہنچے
- ۲۸۲ موسیٰ علیہ السلام مدین سے شام (بیت المقدس) جاتے ہوئے راستہ بھول کر طور پر پہنچے
- ۲۸۵ موسیٰ علیہ السلام فرعونوں کے پاس پہنچے، انھوں نے بات نہیں مانی، اور ان کا پارا چڑھ گیا
- ۲۸۸ جب انسانیت پیاسی ہوتی ہے تو قدرت بارش برساتی ہے
- قرونِ اولیٰ کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی، اسی طرح اب نبی ﷺ کو قرآن دیا ہے دونوں ہی کتابیں بصیرت افروز، ہدایت اور رحمت ہیں
- ۲۸۸ رسول بھیجنے کا اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد اتمامِ حجت بھی ہے
- ۲۹۱ جب لوگوں کو دین حق پہنچا تو مشرکین نے اس کو کس طرح لیا؟
- ۲۹۱ جب لوگوں کو دین حق پہنچا تو اہل کتاب نے اس کو کس طرح لیا؟
- ۲۹۳ جس جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھائے پر لگے گا اس سے کنارہ ہی بہتر ہے (موضح)
- ۲۹۵ ایک ہوا جو مشرکین مکہ کے لئے قبولِ حق سے مانع بنا
- ۲۹۷ مکہ کے مشرکوں کی تباہی سے سبق لو
- ۲۹۷ مکہ کے مشرک! تمہاری ہلاکت کا سامان ہو چکا ہے، تمہاری شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے
- ۲۹۸ مؤمن اور کافر انجام کے اعتبار سے برابر نہیں
- ۳۰۰ قیامت کے دن مشرکوں سے دو سوال
- کامیابی کا راستہ ایمان و عمل صالح کا ہے اور مؤمنین ہی اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں مگر وہ لوگ خدائی میں شریک نہیں، مقامِ حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے
- ۳۰۲ آخرت کی ضرورت اور اس کا کچھ حال
- ۳۰۵ نادار مسلمان صبر کریں ظفر مندی قریب ہے
- ۳۰۷ قارون کا تعارف اور اس کا انجام
- ۳۰۸ جنت کس کے لئے ہے..... آخرت میں جزا و سزا کا ضابطہ
- ۳۱۳ جنت میں پہنچنے کیلئے قرآن پر عمل ضروری ہے..... نبی ﷺ برحق نبی ہیں اور منکرین صریح گمراہی میں ہیں

سورة العنكبوت

- ۳۱۵ سورت کا تعارف، موضوع اور مضامین
- ۳۱۷ استقامت علی الدین کا بیان

- ۳۱۸ ﴿لِیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ﴾ سے حدوث علم کے وہم کا جواب
- ۳۱۹ ظالموں کو دھمکی مجاہدہ پر مودہ! مجاہدہ میں لوگوں کا اپنا نفع ہے! ایمان کا صلہ
- ۳۲۰ مجاہدہ کی مثال: ماں باپ شرک کے لئے دباؤ ڈالیں تو ان کی بات مت مانو:
- ۳۲۲ ان لوگوں کا تذکرہ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ایمان دلوں میں راسخ نہیں
- ۳۲۳ ضعیف الایمان مسلمانوں کو کافر چمکھ نہ دیں، کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں
- ۳۲۴ ظالم اقوام کی تباہی: نوح علیہ السلام کی قوم کا واقعہ
- ۳۲۶ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا واقعہ
- ۳۲۸ آخرت کے امکان و وقوع پر استدلال
- ۳۳۱ ابراہیم علیہ السلام کا باقی قصہ
- ۳۳۶ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی
- ۳۳۹ مدین والوں کا انجام
- ۳۴۰ عاد و ثمود اور قارون و فرعون و ہامان کا انجام
- ۳۴۲ مضبوط محل طوفانِ باد و باراں سے بچا سکتا ہے، مکڑی کا جلا نہیں بچا سکتا
- ۳۴۲ مخلوق خالق کے سامنے بے قدر ہے
- ۳۴۳ مکڑی کے جانے کی مثال مثلاً کے حسب حال ہے
- ۳۴۳ کائنات حکمت کے مقتضی کے مطابق پیدا کی گئی ہے
- ۳۴۳ قرآن کریم تخلیق کائنات کے مقصد کو بیان کرتا ہے
- ۳۴۴ قرآن کریم تمام انسانوں کی طرف اتارا گیا ہے:
- ۳۴۴ دو امر ونہی:
- ۳۴۵ نماز کا بڑا فائدہ اللہ کی یاد ہے:
- ۳۴۷ قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے
- ۳۴۷ اہل کتاب کے ساتھ گفتگو کا انداز
- ۳۴۷ قرآن کی حقانیت کی پہلی دلیل: اہل کتاب کا ایمان لا نا
- ۳۴۸ قرآن کی حقانیت کی دوسری اور تیسری دلیل
- ۳۵۰ اس سوال کے تین جواب کہ نشانیاں دکھاؤ تو ہم قرآن کی حقانیت پر ایمان لائیں
- ۳۵۲ نیک مومنین کا بہترین انجام

- ۳۵۴ اسباب رزق اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں، پس وہی معبود ہیں
- ۳۵۴ اسباب رزق اختیار کرنے پر سب کو روزی حسب خواہش یا یکساں کیوں نہیں ملتی؟
- ۳۵۵ اسباب معیشت کی اللہ تعالیٰ تجدید کرتے ہیں
- ۳۵۷ کائنات کی تجدید ہوگی، اور دوسری زندگی اصل زندگی ہوگی
- ۳۵۷ دنیا کی زینت کفر سے ہے، اور آخرت کی ایمان سے
- ۳۵۷ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان کہ حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا
- ۳۵۸ شرک کرنے والوں کا یا دین حق کو جھٹلانے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے
- ۳۵۸ دین کے لئے مشقتیں برداشت کرنے والوں کی نصرت

سورۃ الروم

- ۳۵۹ سورت کا تعارف اور مضامین
- ۳۶۱ رومیوں کے غلبہ کی پیشین گوئی قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے، اور اس میں مہاجرین کے لئے اشارہ ہے
- ۳۶۳ آخرت سے غفلت کیوں؟ آخرت تو برحق ہے (غور کرنے کے دو نقطے)
- ۳۶۶ وقوع آخرت کا تذکرہ
- ۳۶۷ جو جنت چاہتا ہے پابندی سے پانچ نمازیں پڑھے
- ۳۶۹ آخرت کی آٹھ دلیلیں (اہم آیات)
- ۳۷۳ ابطال شرک
- ۳۷۵ توحید کا بیان
- ۳۷۶ مثبت پہلو سے تین باتوں کا حکم اور منفی پہلو سے دو باتوں کی ممانعت (اہم آیت)
- ۳۷۸ مشرکین کے بے ہنگم (غیر موزوں) حالات
- ۳۷۹ شرک کا نظریہ بے سند ہے..... اسباب کا سر اللہ کے ہاتھ میں ہے: ایک مثال
- ۳۸۰ اللہ نے جس کے لئے روزی کشادہ کی ہے وہ خیرات کرے، لون (سودی قرض) نہ دے (اہم مضمون)
- ۳۸۳ سودی نظام تباہ کن معاشی نظام ہے
- ۳۸۶ اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کے حلال ذرائع تجارت اور زراعت پیدا کئے ہیں
- ۳۸۷ سمندر پار کی تجارت مقامی تجارت سے زیادہ مفید ہے..... اللہ کی نعمت کی ناشکری کرنے والوں کو سزا ملتی ہے
- ۳۸۷ زراعت بھی ایک اہم ذریعہ معاش ہے
- ۳۸۸ اللہ تعالیٰ کھیتی خراب بھی کر سکتے ہیں..... بات اسی کے لئے مفید ہے جو گوش ہوش سے سنتا ہے

- آخرت کا تذکرہ اور آخری پانچ باتیں ۳۹۱
- ۱- دنیا میں انسان کا بدن ضعیف بنایا ہے ۳۹۱
- ۲- قیامت کے دن گنہ گاروں کو دنیا کی زندگی مختصر معلوم ہوگی ۳۹۱
- ۳- قیامت کے دن مجرموں کی نہ معذرت قبول کی جائے گی نہ ان کو اصلاح حال کا موقعہ دیا جائے گا ۳۹۲
- ۴- اسلام کی صداقت جانچنے کے لئے قرآن کافی ہے، کسی اور معجزہ کی ضرورت نہیں ۳۹۲
- ۵- صبر سے کام لو بے برداشت مت ہو جاؤ، اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا ۳۹۲

سورہ لقمان

- سورت کا تعارف اور مضامین ۳۹۳
- قرآن کریم سرمایہ ہدایت و رحمت ہے ۳۹۵
- اللہ کے علاوہ کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، پھر شرکاء کہاں سے آگئے! ۳۹۷
- اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری تو حید ہے، اور کفران (ناشکری) شرک! ۳۹۹
- شرک بھاری ظلم ہے ۴۰۰
- اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کا حق ہے ۴۰۰
- شرک اتنی بری چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اس کو اختیار نہیں کیا جاسکتا ۴۰۱
- عقائد، اعمال اور اخلاق حسنہ جو ایک مسلمان میں ہونے چاہئیں ۴۰۳
- اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان و انعام یاد دلایا تو حید کی طرف متوجہ کیا ۴۰۵
- توحید میں اختلاف محض بے دلیل اور آباء کی اندھی تقلید ہے..... موحداور مشرک کا انجام ۴۰۶
- اللہ تعالیٰ ہی برحق معبود ہیں، باقی سب بے بنیاد ہیں ۴۰۸
- کائنات کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا علم بے انتہا ہے، اور وہ کائنات کی تجدید کریں گے: اس لئے وہی معبود ہیں ۴۰۸
- کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں:..... کائنات کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں: ۴۰۸
- اللہ تعالیٰ کا علم بے انتہا ہے:..... کائنات دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے: ۴۰۹
- اللہ تعالیٰ کائنات کی تجدید کریں گے:..... مذکورہ شئون و صفات والی ہستی ہی معبود ہے: ۴۰۹
- توحید فطرت کی آواز ہے، کشتی جب سمندر میں جھکولے کھاتی ہے تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں ۴۱۰
- آفات میں اقرباء ہمدردی کر سکتے ہیں، مگر قیامت کے بھونچال میں کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کر سکے گا ۴۱۲
- قیامت کب آئے گی؟ یہ بات اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں (پانچوں باتوں میں ارتباط) ۴۱۳

- دوسوالوں کے جواب: (۱) موسمیات والے بارش کی پیشین گوئی کرتے ہیں (۲) مشین بتاتی ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ ۴۱۴

سورة السجدة

- سورت کا تعارف اور مضامین ۴۱۵
- قرآن کی حقانیت اور اس کے نزول کی غرض ۴۱۶
- عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کا انتظام ہے، پس وہی رب العالمین ہیں ۴۱۸
- تخت نشیں ہونا محاورہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا عرش سے تعلق ہے، عرش مکان نہیں ۴۱۸
- انسان اشرف المخلوقات ہے، اس لئے اس کی روح کا بھی ایک تقاضہ ہے ۴۲۰
- قرآن کریم نے آخرت کی خبر دی تو منکرین کو بڑا تعجب ہوا ۴۲۱
- قرآن کا انکار کرنے والوں کا حال و مال ۴۲۳
- قرآن پر ایمان لانے والوں کا حال و مال ۴۲۶
- ایمان دار اور بے ایمان برابر نہیں ہو سکتے ۴۲۷
- منکرین قرآن کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی سزا ملے گی ۴۲۷
- قرآن کریم جہانوں کے لئے راہ نما ہے، اور اس کی نشر و اشاعت علماء کریں گے (اہم آیت) ۴۲۸
- علماء کی ذمہ داری..... پیشوائی کا مقام کب ملتا ہے؟ ۴۳۰
- جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے ان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھ لیں گے! ۴۳۲
- جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے ان کو دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے ۴۳۲
- اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ مردہ دلوں کو زندہ کریں گے، جیسے بارش سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے ۴۳۲
- ضد و عناد کا جواب بے رخی برتا ہے ۴۳۳

سورة الاحزاب

- سورت کا تعارف اور مضامین ۴۳۴
- کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ سنیں ۴۳۵
- سینہ میں کسی کے دو دل نہیں ہوتے اور بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی، اور منہ بولے بیٹے/بیٹیاں حقیقی اولاد نہیں ۴۳۷
- روحانی قربت اور دینی اخوت پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے ۴۴۰

- ۴۴۱ مؤمنین نے بہ توسط انبیاء اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ وہ احکام پر عمل کریں گے
- ۴۴۲ غزوہ احزاب یا غزوہ خندق (مع غزوہ بنو قریظہ) واقعات کا تسلسل
- ۴۴۸ غزوہ احزاب میں مشرکین کے تمام جتھوں نے مدینہ پر حملہ بول دیا
- ۴۵۲ غزوہ احزاب میں منافقین کا کردار
- اصلاح میں سست فساد میں چست اپنا عہد پس پشت ڈال دیا بھاگ کر موت یا قتل سے
- ۴۵۳ نہیں بچ سکتے اللہ سے کون بچا سکتا ہے؟
- کبھی میدان میں اترتے ہیں تو مالِ غنیمت کے لئے خوف میں حال اور، اور امن میں حال
- ۴۵۴ اور اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے احزاب منافقین کے لئے ہوا:
- ۴۵۶ غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کے عظیم کارنامے
- آغازِ جنگ میں صحابہ کا حال جنگ کے بعد صحابہ کا حال مخلص سرخ رو ہو گئے اور منافقین کو
- ۴۵۶ اللہ دیکھیں گے مؤمنین کی طرف سے جنگ اللہ تعالیٰ نے لڑی!
- ۴۵۸ غزوہ احزاب میں کافروں کے ہاتھ کچھ نہ آیا، اور مسلمان آسودہ ہو گئے
- ۴۵۹ غزوہ بنو قریظہ کا مفصل واقعہ
- ۴۶۲ غزوہ بنو قریظہ بہ حکم الہی ہوا
- نبی ﷺ نے آسودگی سے استفادہ نہیں کیا، ازواج نے چاہا بھی، مگر آپؐ ناراض ہو گئے اور ایک ماہ تک
- ۴۶۳ ازواج سے علاحدہ ہو گئے (آیاتِ تحجیر)
- ۴۶۶ نبی ﷺ کو اختیار کرنے کے بعد ازواج کا طرزِ عمل دیکھا جائے گا
- ۴۶۶ ازواج کی حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں
- ۴۶۸ چارتن کی اہل البیت میں شمولیت دعائے نبوی کی برکت سے ہے
- ۴۶۹ ازواجِ مطہرات اور مسلمان خواتین کی دس خوبیاں
- ۴۷۳ مسلمان کی بڑی خوبی فرمان برداری
- ۴۷۴ نکاحِ زینب رضی اللہ عنہا اور منافقین کی ہرزہ سرائیاں
- ۴۷۷ کافروں اور منافقوں کے بعد مؤمنین کا تذکرہ
- ۴۷۸ نمازوں کا دنیوی فائدہ آخرت میں نماز کا صلہ
- نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ اور آپ ﷺ کے پانچ اوصاف ایسی عظیم نعمت کے قدر
- ۴۷۹ داں اور ناقدرے

- ۴۸۲ نکاح میں مہر مقرر نہ ہوا ہو، اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہو جائے تو عدت واجب نہیں اور متعہ واجب ہے
- ۴۸۳ نبی ﷺ کے لئے حلال عورتیں
- ۴۸۴ نبی ﷺ کے لئے نکاح میں چار کی تحدید نہ ہونے کی وجہ
- ۴۸۴ نبی ﷺ نے آخر عمر میں جو نکاح کئے وہ ملتی، ہلکی اور شخصی مصالح سے کئے ہیں
- ۴۸۵ نبی ﷺ پر ازواج میں باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا
- ۴۸۵ ازواج کی دلداری کے لئے نبی ﷺ پر ایک پابندی
- ۴۸۶ حسن و جمال میں فرق
- ۴۸۸ بڑوں کے پاس ناوقت مت جاؤ ان کے پاس کرنے کے بہت کام ہیں (آیاتِ حجاب کی ابتداء)
- ۴۹۰ مسلمانوں پر نبی ﷺ کی تعظیم غایت درجہ لازم ہے (درود شریف کی آیت)
- ۴۹۱ درود شریف بھیجنے کی حکمتیں
- ۴۹۳ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون
- ۴۹۳ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا پہنچانا بھی جائز نہیں
- ۴۹۵ مسلمان عورتیں کسی ضرورت سے ٹکلیں تو چہرہ چھپا کر ٹکلیں (آیتِ حجاب)
- ۴۹۷ قیامت قریب ہے
- ۵۰۰ اس امت کے مؤمنین بنی اسرائیل کے مؤمنین کی راہ نہ اپنائیں
- ۵۰۰ سیدھی سچی بات کہنے سے معاملات سنور جاتے ہیں
- ۵۰۱ انسان نے بارامانت اٹھایا ہے تو اس کی لاج رکھے! (اہم آیت)
- ۵۰۲ بارامانت اٹھانے کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

سورہ سبا

- ۵۰۳ سورت کا تعارف اور مضامین
- ۵۰۵ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہیں اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی
- ۵۰۸ قیامت کا بیان..... آخرت کیوں ضروری ہے؟..... آخرت اور قرآن کے متعلق اہل علم کا خیال:
- ۵۰۸ آخرت کا انکار ہلے درجہ کی گمراہی ہے:
- ۵۰۹ منکرین کو اللہ تعالیٰ سزا دے سکتے ہیں:
- ۵۱۱ اللہ کی طرف رجوع ہونے والے دو بندوں: داؤد و سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ (اہم آیات)
- ۵۱۱ داؤد علیہ السلام پر اللہ کے دو انعام

- ۵۱۲ سلیمان علیہ السلام پر اللہ کے دو انعام
- ۵۱۳ سلیمان علیہ السلام خدائی اختیارات کے مالک نہیں تھے، نہ جنات غیب داں ہیں
- ۵۱۴ سلیمان علیہ السلام لاشعری کے سہارے کتنی دیر کھڑے رہے تھے؟
- ۵۱۶ ناشکری قوم سبا کا تذکرہ اور ان پر اللہ کی دو نعمتیں: مقامی خوش حالی اور سفر میں آسانی
- ۵۱۷ نعمتوں کی ناشکری اور اس کا نتیجہ..... شیطان کا نام، انسان کا کام
- ۵۲۰ ابطال شرک جو نہ مالک ہو، نہ شریک، نہ مددگار وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟
- ۵۲۰ مشرکین اپنی صورتوں کو اللہ کے یہاں سفارشی سمجھتے ہیں
- ۵۲۰ جب آسمانوں میں وحی نازل ہوتی ہے تو فرشتے تھڑا جاتے ہیں
- ۵۲۱ روزی صرف اللہ دیتا ہے، پس اسی کی عبادت کرو
- ۵۲۲ ابھی سوچنے کا وقت ہے، سوچ کر فیصلہ کرو، کل جب اللہ فیصلہ کریں گے تو سوچنے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا
- رسالت کا بیان..... عموم بعثت..... مقصد بعثت..... نتائج اعمال کی گھڑی کب آئے گی؟..... دلیل
- ۵۲۳ رسالت کا انکار
- ۵۲۷ دولت و ثروت اور آل اولاد کا نشہ انکار قرآن کا سبب
- ۵۲۹ قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب بیان
- ۵۲۹ منکرین قرآن جب دوزخ میں پکڑے ہوئے لائے جائیں گے تو وہاں ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا
- ۵۳۱ رسول، قرآن اور اس کی تعلیمات پر کفار کا تبصرہ اور اس کا جواب
- ۵۳۲ نبی ﷺ کچھ دیوانے نہیں
- ۵۳۲ انبیاء علیہم السلام بے غرض کام کرتے ہیں
- ۵۳۲ دین اسلام غالب ہو کر رہے گا
- ۵۳۲ حق کے سامنے باطل ٹھہر نہیں سکتا
- ۵۳۵ نبی ﷺ بہ برکت وحی راہ یاب ہیں
- ۵۳۵ ایمان لانے کا اب وقت نہیں رہا

سورہ فاطر

- ۵۳۶ سورت کا تعارف اور مضامین
- ۵۳۸ توحید کا بیان..... فرشتے پیغام رساں..... فرشتوں کی ہیئت کدائی
- ۵۳۹ قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب بیان

- ۵۳۹ نکاح میں چار سے زیادہ ازواج کو جمع کرنا جائز نہیں
- ۵۴۲ رسالت اور قیامت کا بیان..... رسول اللہ کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ دیکھ لیں گے
- ۵۴۲ قیامت کا وعدہ سچا ہے، اس کی تیاری کرو..... قیامت کے دن ہیر اور خنزف برابر نہیں ہونگے
- ۵۴۶ مقام عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس لئے وہی معبود ہیں کیونکہ معبود ہونا سب سے بڑی عزت ہے
- ۵۴۶ ایمان تصدیق کا نام ہے اور اس کی رونق نیک اعمال سے ہے
- ۵۴۷ جو ہستی انسان کے سارے احوال سے واقف ہو وہی معبود ہو سکتی ہے
- ۵۴۷ قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب
- ۵۴۸ معبود برحق کے شکون اور صورتوں کے احوال میں غور کرنے سے اندازہ ہوگا کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ ہیں
- ۵۵۱ اللہ پر ایمان لاؤ، ورنہ کوئی دوسری قوم تمہاری جگہ لے لیگی
- ۵۵۲ جو ایمان نہیں لائے گا وہ آخرت میں اپنے گناہ کا خود ذمہ دار ہوگا
- ۵۵۲ نبی ﷺ کا کام صرف انداز و تبشیر ہے، اور ایمان اسی کو ملتا ہے جس میں بالقوۃ اس کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس کا صلہ آخرت میں ملے گا
- ۵۵۳ آخرت میں صلہ کی طرف اشارہ
- ۵۵۳ رسولوں کو بھیجنے کا سلسلہ زمانہ قدیم سے جاری ہے، اور تکذیب بھی، اور تکذیب کرنے والوں کو ہمیشہ سزا ملتی رہی ہے
- ۵۵۵ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بوقلموں (رنگارنگ) بنائی ہے، اسی میں سے ہیرے نکلتے ہیں
- ۵۵۶ مومنین کا کام اور ان کا انجام
- ۵۵۸ قرآن برحق کتاب ہے، اور قرآن کے تعلق سے امت کی تین قسمیں
- ۵۵۹ سابقین کی جزائے خیر
- ۵۶۱ قرآن کریم کا انکار کرنے والوں کی سزا
- ۵۶۳ شرک کی نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی، مشرکین کے بڑے: چھوٹوں کو فریب ہی دیتے آرہے ہیں
- ۵۶۳ آسمانوں اور زمین کو اللہ نے تھام رکھا ہے، اگر وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو تھام نہیں سکتا، پس وہی معبود ہیں
- ۵۶۵ لوگ رسول کے منتظر تھے، پھر جب وہ آئے تو لوگ بدک گئے، اور لگے بری بری چالیں چلنے!
- ۵۶۶ منکرین رسالت کو فہمائش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ النور

نمبر شمار ۲۴ نزول کا نمبر ۱۰۲ نزول کی نوعیت مدنی آیات ۶۴ رکوع ۹

سورت کا نام اور موضوع:

اس سورت کا نام آیت ۳۵ سے ماخوذ ہے، اس آیت میں نور ہدایت کے قوی تاثیر ہونے کی تمثیل آئی ہے۔ اور اس سورت کا موضوع اصلاح معاشرہ ہے۔ اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اگر لوگ اس سورت کے احکام پر عمل کریں تو پورا معاشرہ سنور سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ایک مرسل روایت میں آیا ہے کہ مردوں کو سورۃ المائدۃ اور عورتوں کو سورۃ النور سکھاؤ (درمنثور) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک والا نامے میں لکھا تھا کہ سورۃ النساء، سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور سیکھو (درمنثور)

سورت کے مضامین کا خلاصہ:

معاشرہ کو گندہ کرنے والی سب سے بری چیز زنا ہے، چنانچہ سورت کا آغاز زنا کی سزا سے ہوا ہے، پھر یہ بیان ہے کہ زنا چونکہ انتہائی درجہ کی برائی ہے اس لئے اس کو اللہ کی شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے، پھر بیوی کے علاوہ پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا بیان کی گئی ہے، وہ سزا اسی کوڑے ہے، پھر بیوی پر تہمت لگانے کا حکم بیان کیا ہے۔

پھر تہمت زنا کا ایک واقعہ بیان کیا ہے، جس سے لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ زنا کی تہمت کوئی معمولی چیز نہیں اس سے اسلامی معاشرہ تہ وبالا ہو سکتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا ہے، اور واقعہ کے شروع میں چار باتیں بیان کی ہیں، پھر واقعہ افک کے تعلق سے سات باتیں بیان کی ہیں۔ پھر اگلے رکوع میں اسی سلسلہ کی چار باتوں کا عمومی انداز میں تذکرہ کیا ہے۔

اور چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا کا سبب بنتا ہے، اس لئے آیت ۲۷ اور اس کے بعد کی آیات میں اجازت طلبی کا حکم ہے، تاکہ فساد معاشرہ کا یہ سوراخ بند ہو جائے۔ اور جس طرح بغیر اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا تک مفطی ہو سکتا ہے، اسی طرح نظریں لڑانا بھی زنا کا سبب بنتا ہے، چنانچہ مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا۔

اسی طرح جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کارہنا سہنا ہے، خواہ وہ محرم ہوں یا غیر محرم، اگر ان کے درمیان سلیقہ سے نہ رہا جائے تو فساد کا اندیشہ ہے، اس لئے خاص طور پر عورتوں کو اپنے گھر والوں کے درمیان سلیقہ سے رہنے کی تعلیم دی، تاکہ بے حیائی اور بدکاری پر روک لگے۔

اور معاشرہ میں فواحش کے پھیلنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ کچھ جوان مرد اور کچھ جوان عورتیں بے نکاح ہوتی ہیں، اس لئے آیت ۳۲ میں حکم دیا کہ کوئی بے نکاح نہ رہے، حتیٰ کہ غلام باندیوں کا بھی نکاح کر دیا جائے۔

اس کے بعد نصیحت آمیز مضامین شروع ہوئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ معاشرہ کی اصلاح صرف قوانین سے نہیں ہوتی، بلکہ ایمان و عمل صالح سے ہوتی ہے۔ اور نور ایمان اللہ ہی کے پاس ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جس کو بھی نور ہدایت ملا ہے اللہ ہی نے دیا ہے۔ اور یہ نور بہت طاقتور ہے، زندگیوں کو بدل دیتا ہے، مگر ایمان کی بالیدگی اور اعمالِ صالحہ سے دلچسپی کے لئے مسجد سے رابطہ رکھنا ضروری ہے، جن گھروں کے تار مسجد کے پاور ہاؤس سے جڑے ہوئے نہیں ہیں ان گھروں میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔

پھر مومنین کے تذکرے کے بعد کفار کا تذکرہ شروع کیا ہے، اور ان کے اچھے برے اعمال کی مثالیں بیان کی ہیں۔ ان کے اچھے اعمال سراپ (چمکتی ریت) کی طرح ہیں، اور ان کے برے اعمال گھٹا ٹوپ تاریکی ہیں اور دنیا و آخرت میں وبال جان ہیں۔ پھر کفار کو دوسری کائنات کا حال سنایا ہے کہ وہ ہر وقت تشیع خواں ہے، اور تم غفلت کا شکار ہو۔ اس کے بعد منکرین کو کھڑکھڑایا ہے کہ تم کسی بھی وقت عذاب کی زد میں آ سکتے ہو۔

پھر آیت ۲۷ سے منافقین کا تذکرہ شروع ہوا ہے، اور ان کی دو مثالیں دی ہیں، پھر منکرین و منافقین کو ایک وعدہ سنایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے کیا ہے، اور اس کے ذریعہ اشارہ کیا ہے کہ معاشرہ کی خاطر خواہ اصلاح اسلامی حکومت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

پھر آیت ۵۸ میں مملوکوں اور نابالغوں کے لئے اجازت طلبی کے حکم میں تخفیف کی ہے اور آیت ۶۰ میں بہت بوڑھی عورتوں کے لئے رہن سہن کے احکام میں تخفیف کی ہے۔ پھر آیت ۶۱ میں یہ مضمون ہے کہ معذور اور غیر معذور اپنے رشتہ دار وغیرہ کے گھروں سے بے تکلف کھاپی سکتے ہیں، اور یہ مضمون اس لئے بیان کیا ہے کہ استیذان کے حکم سے معاشرہ گھٹن محسوس نہ کرے، پھر سورت کا آخری مضمون یہ ہے کہ جس طرح گھر میں جاتے ہوئے اجازت لینا ضروری ہے، اسی طرح کبھی واپس لوٹنے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔



ابا نھا ۲۴ سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲) کوعا نھا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَةُ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ الزَّانِيَةُ
وَالزَّانِي فَاَجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ ۝۲ وَلَا تَاْخُذْ كُمْ فِيْهَا رَافَةٌ ۝۳
اللّٰهُ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَيْشَهِدْ عَذَابُهَا طَآئِفَةً مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴
اَلْزَانِي لَا يُنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۝۵ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۝۶
وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۷

پِسْمِ	نام سے	اٰیٰتِ	احکام	مِائَةً	سو (۱۰۰)
اللّٰهُ	اللہ کے	بَيِّنٰتٍ	واضح	جَلْدَةٍ	کوڑے
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	لِّعَلَّكُمْ	تا کہ تم	وَلَا	اور نہ
الرَّحِیْمِ	بڑے رحم والے	تَذَكَّرُوْنَ	یاد کرو	تَاْخُذْ كُمْ	پکڑے تمہیں
سُوْرَةُ (۱)	(یہ) ایک سورت ہے	اَلْزَانِيَةُ	زنا کرنی والی عورت	بِهَا (۲)	دونوں کے بارے میں
اَنْزَلْنٰهَا	اتارا ہم نے اس کو	وَالزَّانِي	اور زنا کرنے والا مرد	رَافَةٌ	مہربانی
وَفَرَضْنٰهَا (۲)	اور مقرر کیا ہم نے اس کو	فَاَجْلِدُوْا (۳)	پس کوڑے مارو	فِيْ دِيْنٍ (۵)	دین میں
وَاَنْزَلْنَا	اور اتارے ہم نے	كُلَّ وَاحِدٍ	ہر ایک کو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ کے
فِيْهَا	اس میں	مِّنْهُمَا	دونوں میں سے	اِنْ	اگر

(۱) سورۃ: ہذہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے، اور اَنْزَلْنَا: مع مطوفات سورۃ نکرہ کی صفت ہے (۲) فَرَضَ (ض) فَرَضًا: مقرر
و معین کرنا یعنی یہ احکام اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں (۳) فَاَجْلِدُوْا: میں ف زائد ہے۔ وَعَمِ کلام کے لئے آئی ہے یعنی سہارا دینے
کے لئے اور نیک لگانے کے لئے ہے، اس کو سیف خطیب (مقرر کی تلوار) بھی کہتے ہیں اور کُلَّ واحد: مفعول بہ ہے، اور مائۃ
جلدۃ: مفعول مطلق ہے (۴) بہما: رافۃ سے متعلق ہے، اور معمول چونکہ ظرف ہے اس لئے عامل مصدر پر اس کی تقدیم جائز
ہے (روح) رَافٌ (ف) رَافَةٌ: بہت مہربانی کرنا، صفت رَءُوفٌ (۵) فی دین اللہ: اُی فی إقامة دین اللہ والعمل بہ

کُنْتُمْ	ہو تم	مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کی	لَا يَنْكِحَهَا	نہیں نکاح کرتا اس سے
تُؤْمِنُونَ	ایمان رکھتے	الزَّانِي	زنا کار مرد	إِلَّا	مگر
بِاللَّهِ	اللہ پر	لَا يَنْكِحُ ^(۲)	نہیں نکاح کرتا	زَانٍ	زنا کار مرد
وَالْيَوْمِ	اور دن پر	إِلَّا	مگر	أَوْ	یا
الْأَخِيرِ	پچھلے	زَانِيَةً	زنا کار عورت سے	مُشْرِكٌ	مشرک آدمی
وَلْيَشْهَدْ ^(۱)	اور چاہئے کہ دیکھے	أَوْ	یا	وَحُرٌّ	اور حرام کیا گیا
عَذَابَهُمَا	دونوں کی سزا کو	مُشْرِكَةً	مشرک عورت سے	ذَلِكَ ^(۳)	وہ
طَائِفَةٌ	ایک جماعت	وَالزَّانِيَةُ	اور زنا کار عورت	عَلَى الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین پر

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

گذشتہ سورت اس مضمون پر ختم ہوئی تھی کہ انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔ اس کی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے جس کی تکمیل کر کے اس کو اللہ کے حضور میں حاضر ہونا ہے، اور زندگی کا حساب دینا ہے اور دلیل یہ دی تھی کہ دنیا کے مجازی بادشاہ اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے قانون بناتے ہیں، اور ان کو احکام کا پابند کرتے ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حقیقی بادشاہ لوگوں کو بس یونہی چھوڑ دے! یہ بات قطعاً ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی مخلوق کے لئے حکومتی قوانین بنائے ہیں اور ان کو احکام کا پابند کیا ہے۔ اس سورت میں انہی قوانین کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہبودی کے لئے مقرر فرمائے ہیں — نیز گذشتہ سورت کے شروع میں مؤمنین کی سات صفات (خوبیاں) بیان ہوئی ہیں، ان میں ایک خاص صفت ناموس کی حفاظت بھی ہے۔ اب اس سورت میں عفت و عصمت کی حفاظت کے احکام دیئے جا رہے ہیں تاکہ مؤمنین اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کر سکیں۔ اور ان کا معاشرتی نظام درست ہو، پس اس سورت کا خاص موضوع ”اصلاح معاشرہ“ ہے۔

(۱) شَهِدَ (س) شَهِدَا الشَّيْءَ: دیکھنا، معائنہ کرنا (۲) لَا يَنْكِحُ اور لَا يَنْكِحُهَا: دونوں فعل مضارع منفی ہیں، فعل نہیں ہیں۔ دونوں میں لفظاً فرق یہ ہے کہ مضارع منفی پر مضارع والا اعراب (ضمہ وغیرہ) آتا ہے، اور فعل نہیں مجزوم ہوتا ہے اور معنی فرق یہ ہے کہ فعل مضارع منفی خبر دیتا ہے اور فعل نہیں انشاء یعنی اول سے اصلہ خبر دینا مقصود ہوتا ہے، حکم دینا مقصود نہیں ہوتا اور ثانی سے ممانعت مقصود ہوتی ہے۔ (۳) ذَلِكَ (اسم اشارہ بعید) کا مشار الیہ فعل زنا ہے۔ جو الزانی اور الزانیۃ سے مفہوم ہوتا ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ مشار الیہ نکاح ہے جو لا ینکح سے مفہوم ہوتا ہے۔

یہ سورت ایک تمہید سے شروع ہوئی ہے۔ ارشاد ہے: — یہ ایک ایسی سورت ہے جس کو ہم نے اتارا ہے، اور جس کے احکام ہم نے مقرر کئے ہیں، اور جس میں ہم نے واضح آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو! — قرآن مجید ظاہر ہے سارا حق تعالیٰ ہی کا نازل کیا ہوا ہے، اور اس کے احکام اسی کے مقرر کئے ہوئے ہیں، پھر یہاں خصوصیت کے ساتھ سورت کو اپنی طرف منسوب کرنے کے معنی بجز اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اس سورت اور اس میں مندرج احکام کی اہمیت خاص طور پر ذہن نشین کرائی جائے، اور لوگوں کو بتایا جائے کہ یہ احکام بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے لائق ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان احکام سے بے اعتنائی نہ برتیں۔ ان احکام کو سیکھیں سکھائیں اور مضبوطی سے اس پر عمل پیرا ہوں، اور صرف مردوں ہی کو نہیں عورتوں کو بھی اس کی تعلیم دیں، مشہور تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مرسل مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اپنے مردوں کو سورۃ المائدہ کی اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو“ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبیلہ کو والا نامہ بھیجا تھا کہ ”سورۃ النساء، سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کو سیکھو“

زنا سے متعلق تین احکام:

پہلے رکوع میں زنا سے تعلق رکھنے والے تین احکام بیان فرمائے ہیں: اول: جب زنا کا ثبوت ہو جائے تو زانیہ اور زانی پر سزا جاری کی جائے، اگر وہ کنوارے ہوں تو ان کو بر ملا سو کوڑے مارے جائیں۔ دوم: اگر کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو چاہئے کہ چار عینی گواہ پیش کرے، اور اگر ثابت نہ کر سکے تو اس کو اسی کوڑے مارے جائیں، اور ہمیشہ کے لئے اس کو مردود الشہادہ ٹھہرایا جائے۔ سوم: اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ بھی چار عینی گواہوں سے ان کو ثابت کرے۔ اگر ثابت نہ کر سکے تو زوجین میں لعان کرایا جائے، اور لعان کے بعد نکاح ختم کر دیا جائے۔

پہلا حکم: — زنا کی سزا — زنا کار عورت اور زنا کار مرد: پس تم دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور تم کو اللہ کے دین کے معاملے میں دونوں پر ترس نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ حاضر رہے — یہ سزا اس زانیہ اور زانی کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں، اور نکاح کئے ہوئے نہ ہوں، یا نکاح تو ہو گیا ہو مگر ہم بستری نہ ہوئی ہو۔ اور جو آزاد نہ ہو یعنی غلام یا باندی ہو تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہے، خواہ ان کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو — اور جو مسلمان آزاد، عاقل، بالغ ہو، اور ایسی ہی عورت (آزاد، عاقلہ، بالغہ) سے نکاح صحیح کر کے ہم بستری کر چکا ہو، وہ مخصن (صاد کے زیر کے ساتھ) اور مخصنة (صاد کے زیر کے ساتھ) کہلاتی ہیں، اور ان کی سزا رجم (سنگساری) ہے، اور اگر ایک شادی شدہ اور ایک غیر شادی شدہ ہو تو شادی شدہ کی سزا رجم اور غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہے۔ اور رجم کی سزا حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور اس کی بنیاد ایک

منسوخ التلاوة محکم الحکم آیت ہے، پس جو شخص اس کا انکار کرے وہ آخری درجہ کا گمراہ ہے۔ البتہ یہ سزائیں اسلامی حکومت میں امیر کے حکم ہی سے نافذ ہو سکتی ہیں۔ غیر اسلامی ملک میں یا لوگ اپنے طور پر یہ سزائیں نہیں دے سکتے۔ اور ان سزاؤں میں تخفیف و رحم کا اختیار امیر کو بھی حاصل نہیں۔

کیونکہ زنا کی یہ سزائیں حد ہیں۔ حدود وہ سزائیں ہیں جو قرآن، حدیث یا اجماع امت سے ثابت ہیں، اور جو حق اللہ کے طور پر واجب ہوتی ہیں۔ اور ”حق اللہ“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ سزائیں مفاد عامہ کے لئے مشروع کی گئی ہیں۔ یعنی لوگوں کے انساب، اموال، عقول اور اعراض (آبرو) کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ یہ سزائیں گناہ سے پہلے گناہ سے روکنے والی اور گناہ کے بعد سرزنش ہوتی ہیں۔ یہ نہ معاف کی جاسکتی ہیں، نہ ان میں سفارش کی گنجائش ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ چند جرائم ایسے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے سزائیں مقرر فرمائی ہیں، اس لئے ان میں کسی قسم کی تبدیلی کا کسی کو حق نہیں۔ یہ وہ جرائم ہیں جن میں مختلف جہتوں سے مفاسد جمع ہیں۔ ان سے زمین میں بگاڑ پھیلتا ہے۔ معاشرہ کا چین غارت ہوتا ہے۔ اور ان جرائم کے جذبات لوگوں کے دلوں میں برابر ابھرتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ دل میں رچ بس جاتے ہیں تو لوگ ان سے بچ نہیں سکتے۔ ان میں ایسا ضرر ہے کہ مظلوم مجرم کو اپنی ذات سے ہٹا نہیں سکتا۔ اور وہ جرائم کثیر الوقوع ہیں۔ اس قسم کے جرائم میں محض عذابِ آخرت سے ڈرنا کافی نہیں۔ مجرموں کو سخت ملامت کرنا اور دردناک سزا دینا ضروری ہے، تاکہ وہ سزا لوگوں کی نگاہوں کے سامنے رہے اور وہ ان کو ارتکابِ جرم سے باز رکھے۔

پانچ سنگین جرائم:

پہلا جرم: زنا ہے۔ یہ گناہ شہوت کی زیادتی اور عورتوں کی خوبصورتی میں دلچسپی سے صادر ہوتا ہے۔ بدکاروں کے دلوں میں اس کی آرز (حرص) ہوتی ہے۔ عورت کے خاندان کے لئے اس میں سخت عار ہے۔ اور بیوی میں دوسرے کی مزاحمت انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اس سے قتل و قتال اور جنگ و جدال کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور زنا عام طور پر باہمی رضامندی اور تنہائی میں ہوتا ہے، جس سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہو سکتے کہ وہ روک ٹوک کریں، پس اگر اس کے لئے دردناک سزا مقرر نہیں کی جائے گی تو لوگ اس سے باز نہیں آئیں گے۔

دوسرا جرم: چوری ہے۔ کچھ لوگوں کو کمائی کا اچھا راستہ نہیں ملتا اس لئے وہ چوری کا دھندا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر جب چوری کی عادت پڑ جاتی ہے تو اس کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ اور یہ کام اس طرح مخفی طور پر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کو نہیں دیکھتے کہ روکیں، اس لئے اس جرم کی بھی سخت سزا ضروری ہے تاکہ لوگوں کے اموال محفوظ رہیں۔

تیسرا جرم: راہ زنی ہے۔ مظلوم راہ زن کو اپنی ذات اور اپنے مال سے ہٹا نہیں سکتا، کیونکہ راہ زنی صرف مسلمانوں

کے شہروں میں اور ان کے دبدبہ والے علاقوں میں ہی نہیں ہوتی کہ لوگ یا پولیس مدد کرے، اس لئے ڈاکہ زنی کے لئے چوری سے بھی بھاری سزا ضروری ہے۔

چوتھا جرم: شراب نوشی ہے۔ شرابی: شراب کا رسیا ہوتا ہے۔ اس سے زمین میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، اور لوگوں کی عقلیں ازکار رفتہ ہو جاتی ہیں، جبکہ عقل ہی پر دنیا و آخرت کی صلاح موقوف ہے، اس لئے یہ جرم بھی قابل سزا ہے۔

پانچواں جرم: زنا کی تہمت لگانا ہے، جس پر زنا کی تہمت لگائی جاتی ہے اس کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اور وہ تہمت لگانے والے کو دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ اس کو قتل کرے تو قصاصاً مارا جائے گا، اور مار پٹائی کرے تو ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے گا، پس اس جرم کے لئے بھی سخت سزا ضروری ہے۔

شراب نوشی کی سزا حدیثوں سے ثابت ہے۔ باقی چار سزائیں قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اور انہیں پانچ جرائم کی سزائیں ”حدود“ کہلاتی ہیں۔ باقی چھوٹے بڑے جرائم کی سزائیں ”تعزیرات“ کہلاتی ہیں، جو قاضی کی صوابدید پر موقوف ہیں۔ اور قصاص میں چونکہ معاف کرنے کا اختیار ہے اس لئے وہ حدود میں شامل نہیں۔

زانیہ کے ذکر کی تقدیم کی وجہ

قرآن کریم کا قاعدہ بیان احکام میں یہ ہے کہ اکثر مردوں کو مخاطب بنا کر احکام دیئے جاتے ہیں۔ عورتیں ان میں ضمناً شامل ہوتی ہیں۔ چنانچہ جگہ جگہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ سے خطاب کیا ہے۔ مگر کہیں خاص مواقع میں خاص مصالح کی بنا پر مردوں کے بعد عورتوں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ الاحزاب (آیت ۳۵) میں دس مرتبہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مگر ان کا تذکرہ دوسرے نمبر پر کیا جاتا ہے۔ حد سرقہ کے بیان میں بھی چوری کرنے والی عورت کا تذکرہ: چوری کرنے والے مرد کے بعد کیا گیا ہے، مگر یہاں زنا کی سزا کے بیان میں زانیہ کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

اس سلسلہ میں اولاً یہ بات جانی چاہئے کہ عام طور پر عورتوں کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا جاتا کہ وہ ”مستورات“ ہیں۔ لوگوں کے سامنے ان کا تذکرہ پردے کے منافی ہے۔ اور عربوں کا مزاج بھی یہی ہے، وہ مجالس میں عورتوں کا تذکرہ نہیں کرتے، صحابہ و تابعین کے سوانح (حالات) پڑھیں ان کے لڑکوں کا تذکرہ آئے گا، مگر لڑکیوں کا تذکرہ شاذ و نادر ہی آئے گا۔ مگر کبھی عورتوں کی دلدادہ یا حوصلہ افزائی کے لئے مردوں کے بعد ان کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ روایات میں یہ بات آئی ہے کہ خواتین اسلام نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم عورتوں کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے؟ اس پر سورۃ الاحزاب کی آیت (۳۵) نازل ہوئی، اور دس بار مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی تذکرہ کیا گیا۔ اسی طرح جہاں غلط فہمی کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں بھی عورتوں کا صراحتاً ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے سزاؤں کے بیان میں یہ اندیشہ تھا کہ عورتوں کو قابل رحم

سمجھ لیا جائے اور ان پر سزا جاری نہ کی جائے، اس لئے ان کی صراحت ضروری ہوئی، مگر ان کا تذکرہ مردوں کے بعد کیا جاتا ہے۔ صرف یہاں زانیہ کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے، اس کی وجہ درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ: وہی ہے جو ابھی بیان کی گئی کہ عورت طبعی طور پر کمزور اور قابل رحم سمجھی جاتی ہے، اگر اس کا صراحتاً ذکر نہ کیا جاتا تو اس غلط فہمی کا موقع تھا کہ شاید عورت اس سزا سے مستثنیٰ ہو، اس لئے اس کی صراحت ضروری ہوئی کہ عورت کو بھی سزا دی جائے، بلکہ وہ مقدم ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ زنا ایک ایسی بے حیائی ہے جس کا صدور عورت کی طرف سے ہونا انتہائی بے باکی اور لاپرواہی کی علامت ہے۔ کیونکہ قدرت نے اس کے مزاج میں حیاء کا مادہ رکھا ہے، اور اس کو عفت کی حفاظت کا قوی جذبہ عطا فرمایا ہے، اس لئے اس کی طرف سے اس فعل کا صدور مرد کی بہ نسبت زیادہ سنگین جرم ہے، اس لئے وہ سزا کی زیادہ مستحق ہے۔

تیسری وجہ: اس فعل شنیع کی محرک زیادہ تر عورت ہوتی ہے۔ اگر عورت کی رضامندی نہ ہو تو مرد زبردستی تو کر سکتا ہے، اور اس صورت میں عورت پر کوئی سزا نہیں ہوتی، مگر باہمی رضامندی سے اس فعل کا وجود اسی وقت ممکن ہے جب عورت ڈورے ڈالے یا کم از کم راضی ہو۔ اس لئے وہی سزا کی زیادہ مستحق ہے، اور اسی لئے اس کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

اجرائے حد پر تحریر:

اور یہ جو فرمایا کہ: ”تم کو اللہ کے دین کے معاملے میں دونوں پر ترس نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت کے دن) پر ایمان رکھتے ہو“ یہ جد جاری کرنے پر مثبت و منفی پہلو سے تحریر (ابھارنا) ہے۔ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت ہے، اس لئے احتمال تھا کہ سزا دینے والوں کو زانیہ پر رحم آجائے، اور وہ سزا نہ دیں یا کم کر دیں۔ اس لئے سزا کے ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ دین کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں مجرموں پر رحم اور ترس کھانا جائز نہیں۔ مہربانی اور درگزر ہر جگہ محمود ہے، مگر مجرموں پر رحم کھانے کا نتیجہ خلق خدا کے ساتھ بے رحمی ہے، اس لئے وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ یہ منفی پہلو سے تحریر ہے اور مثبت پہلو سے یہ ارشاد ہے کہ جب تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو تو تمہیں اس حکم پر ضرور عمل کرنا چاہئے، تم عمل نہیں کرو گے تو اور کون عمل کرے گا؟ اور تم عمل نہیں کرو گے تو قیامت کا دن سامنے ہے، اس دن تمہاری پکڑ ہوگی۔

حدود میں جسمانی ایذا کے ساتھ عار کی بات ملائی گئی ہے:

اور یہ جو فرمایا کہ: ”دونوں کی سزا کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ حاضر رہے“ یہ جسمانی سزا کے ساتھ عار کی بات ملائی گئی ہے۔ کیونکہ نفس دو طرح سے متاثر ہوتا ہے:

۱۔ جو نفس بہیمیت (حیوانیت) میں غلطاں پیچاں ہوتا ہے اس کو جسمانی ایذا اور تکاب جرم سے روکتی ہے۔ جیسے منہ

زور تیل اور اونٹ کو سخت مار شرارت سے روکتی ہے۔

۲- اور جو نفس جاہ پسند اور عزت کا طالب ہوتا ہے اس کو ایسی عار جو گلے کا ہار بن جائے جسمانی ایذا سے بھی زیادہ گناہ سے روکتی ہے۔ اور جس پر حد جاری کی جاتی ہے اس کا حال معلوم نہیں کہ اس کا نفس کس قسم کا ہے، اس لئے حدود میں جسمانی تکلیف کے ساتھ عار کی بات بھی ملائی گئی تاکہ کسی کو یہ چیز گناہ سے روکے اور کسی کو وہ چیز۔ جب زانی زانیہ کو برملا کوڑے مارے جائیں گے تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے، یہ چیز ایک شریف آدمی کے لئے کوڑوں سے بھی زیادہ سخت سزا ہے۔ علاوہ ازیں اجرائے حد کا مشاہدہ لوگوں کے لئے بھی سامانِ عبرت بنے گا۔

محسن کے لئے رجم کی سزا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اور آپؐ پر اپنی کتاب نازل فرمائی، پس اللہ تعالیٰ نے جو آیات اتاریں ان میں آیتِ رجم بھی تھی۔ اور خود رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا، اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اور رجم اللہ کی شریعت میں برحق سزا ہے، اس پر جس نے زنا کیا جبکہ وہ شادی شدہ ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، جب گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ہو یا اقرار (متفق علیہ، مشکوٰۃ حدیث ۳۵۵۷) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھادیا تو میں قرآن کے کسی گوشے میں اس کو لکھ دیتا۔ آیتِ رجم: جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے اور حکم باقی ہے: یہ ہے: الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنِيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ، نَكَالًا مِنَ اللَّهِ، وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ یعنی محسن مرد اور محسن عورت: جب دونوں زنا کریں تو دونوں کو قطعی طور پر سنگسار کر دو، یہ اللہ کی طرف سے عبرتِ ناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں۔ یہ آیت سورۃ الاحزاب میں تھی (فتح الباری ۱۲: ۱۴۳)۔

اور محسن کے لئے رجم کی سزا دو وجہ سے ہے:

پہلی وجہ: بچپن اور بلوغ کے احکام مختلف ہوتے ہیں۔ بلوغ سے پہلے عقل نا تمام اور جسم ناتواں ہوتا ہے، اور انسان بچہ شمار ہوتا ہے، مرد نہیں ہوتا، اس لئے وہ احکام شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا۔ اور بلوغ کے بعد عقل تام اور جسم طاقتور ہو جاتا ہے، اور انسان مرد کہلانے لگتا ہے، اس لئے اس پر احکام شرعیہ لازم ہوتے ہیں۔ اسی طرح شادی سے پہلے اور شادی کے بعد احوال مختلف ہوتے ہیں، شادی سے پہلے اگرچہ آدمی: عاقل، بالغ اور مرد ہوتا ہے، مگر نا تجربہ کار اور دوسرے کے ماتحت ہوتا ہے، اور شادی کے بعد صورتِ حال بدل جاتی ہے، اس لئے دونوں کے احکام مختلف ہیں۔ غیر شادی شدہ کا زنا بھی اگرچہ جرم ہے مگر ہلکا، اس لئے اس کے لئے کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی۔ اور شادی شدہ کا زنا سنگین جرم ہے اس لئے

اس کی سزا سنگسار کرنا مقرر کی گئی۔

دوسری وجہ: انسان کے لئے انسانیت ہی سب سے بڑا شرف ہے، پھر آزاد متزوج کو اللہ تعالیٰ نے مزید پانچ نعمتوں سے سرفراز کیا ہے۔ اس کو آزادی، عقل، بلوغ اور دولتِ اسلام سے سرفراز کیا، اور ایسی ہی بیوی بھی عنایت فرمائی جس کی صحبت سے سیری ہو جاتی ہے، پھر بھی اس کا حرمتِ خداوندی کی پردہ وری کرنا ایسا جرم اور کفرانِ نعمت ہے کہ اس کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا ہی مناسب ہے۔

آیتِ رجم کی تلاوت منسوخ اور حکم باقی ہے:

قرآن کریم میں نسخ ہوا ہے۔ سورۃ البقرۃ (آیت ۱۰۶) میں اس کا ذکر ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ پھر نسخ کی تین صورتیں ہیں: اول: بعض آیتوں کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوئے ہیں۔ دوم: بعض آیتوں کی صرف تلاوت منسوخ ہوئی ہے اور حکم باقی ہے۔ سوم: بعض آیتوں کی تلاوت باقی ہے اور ان کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

پہلی قسم کی وجہ تو ظاہر ہے، باقی دو قسموں کی وجہ یہ ہے کہ کبھی کسی آیت کا قرآن کریم میں باقی رکھنا مصلحت نہیں ہوتا مگر اس کا حکم باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اس لئے پہلے آیت نازل کی جاتی ہے اور اس پر عمل شروع کر دیا جاتا ہے، پھر اس کی تلاوت منسوخ کر دی جاتی ہے۔ جیسے نمازیں پہلے چار فرض کی گئی تھیں، پھر ان کو منسوخ کر کے پانچ باقی رکھیں۔ اس میں مصلحت تھی، رجم کی آیت بھی اسی قبیل کی ہے۔ اور بعض آیات میں مذکور حکم اگرچہ عمومی احوال میں ختم کر دیا جاتا ہے مگر خصوصی احوال میں یا کھلی کے بعض افراد میں باقی ہوتا ہے اس لئے ان کی تلاوت باقی رکھی جاتی ہے۔ ایسی آیتیں پندرہ ہیں ہیں۔ جیسے ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنے کا حکم (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۰) اس آیت پر عمل اس وقت ضروری ہے جب مرنے والے کو اندیشہ ہو کہ اس کے بعد ورثاء ترکہ صحیح تقسیم نہیں کریں گے، زبردست سارے مال پر قبضہ کر لیں گے۔ ایسی صورت میں معروف طریقہ پر یعنی حسب حصص شرعیہ وصیت نامہ لکھ کر رجسٹرڈ کرانا ضروری ہے تاکہ بعد میں بدعنوانی نہ ہو، یہ خصوصی احوال میں آیت پر عمل کی مثال ہے، اور جیسے روزوں کے فدیہ کا حکم (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۴) شیخ فانی کے حق میں باقی ہے، یہ بعض افراد میں حکم باقی ہونے کی مثال ہے، غرض ان دونوں صورتوں میں آیت کی تلاوت باقی رکھی جاتی ہے اور عمومی احوال میں اس کا حکم ختم کر دیا جاتا ہے۔

اور دوسری قسم میں نسخ کی مصلحت یہ ہے کہ قرآن کریم صرف کتاب احکام نہیں، بلکہ کتاب دعوت بھی ہے، مسلم اور غیر مسلم سب اس کو پڑھتے ہیں۔ پس اگر اس میں رجم جیسی سخت سزا کا تذکرہ ہوگا تو جو غیر مسلم اس کا مطالعہ کرے گا: بہم جائے گا، وہ آیت اس کے ایمان میں رکاوٹ بن جائے گی۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے قرآن کی دعوت قبول کی اور ایمان لے آیا تو فوراً سنگسار کر دیا جاؤں گا، کیونکہ وہ شادی شدہ اور زنا کار ہے، اس کے خیال میں اس کے لئے زنا سے بچنا ممکن

نہیں۔ روایات میں حضرت ابو بکر ہندلی رضی اللہ عنہ کا واقعہ آیا ہے۔ جب انھوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو زنا کی اجازت طلب کی۔ نبی ﷺ نے ان سے سوال کیا: اگر کوئی شخص تمہاری بیٹی یا بہن سے زنا کرے تو تم اس کو پسند کرو گے؟ انھوں نے کہا: ہرگز نہیں! آپؐ نے فرمایا: ”پھر تم جن عورتوں سے زنا کرتے ہو وہ بھی تو کسی کی بیٹی یا بہن ہیں، اور ان کو بھی اس حرکت سے ویسی ہی اذیت پہنچتی ہے جیسی تمہیں پہنچتی ہے!“ بات ابو بکر کی سمجھ میں آگئی، عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے دل سے زنا کا ہوا (شدید خواہش) نکال دیں — یا جیسے غیر مسلم کو شراب کا چسکا لگا ہوا ہوتا ہے، اب اگر شراب نوشی کی سزا کا تذکرہ کتاب دعوت میں ہوگا تو یہ بات دعوت کی راہ میں مانع بنے گی، حالانکہ اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دل پھیر دیتے ہیں اور ایسی بری عادتیں چھوٹ جاتی ہیں، مگر قبول اسلام سے پہلے تک اندیشہ لگا رہتا ہے۔ چنانچہ شراب نوشی کی سزا کا بھی تذکرہ قرآن کریم میں نہیں کیا گیا، حدیثوں میں اس کی سزا کا بیان ہے، اور اسی حکمت سے رجم کی سزا کا تذکرہ قرآن کریم میں سے حذف کر دیا گیا۔

جو سزا سخت ہے اس کا ثبوت بھی مشکل ہے:

زنا کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے، اس لئے قانون میں اس کے ثبوت کے لئے شرائط بھی سخت رکھی گئی ہیں۔ اگر ثبوت جرم میں ذرا بھی کمی رہ جائے یا شبہ پیدا ہو جائے تو حد اٹھ جاتی ہے، صرف تعزیری سزا بقدر جرم دی جاتی ہے چنانچہ تمام معاملات میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ثبوت کے لئے کافی ہوتی ہے، مگر حد زنا جاری کرنے کے لئے چار مرد گواہوں کی عینی شہادت ضروری ہے، جس میں کوئی التباس نہ ہو، گواہوں نے واضح طور پر زنا دیکھا ہو، یہ نہایت مشکل امر ہے۔ پھر یہ بھی احتیاط برتی گئی ہے کہ اگر شہادت کا نصاب پورا نہ ہو یا گواہی صاف نہ ہو تو گواہوں کی خیر نہیں۔ ان کو حد قذف (جھوٹی تہمت لگانے کی سزا) اسی کوڑے لگائی جائے گی، یہ بھی ایک ایسی سخت احتیاط ہے کہ شبہ کی صورت میں کوئی شہادت زنا پر اقدام نہیں کر سکتا۔

سزا سے سزا کا ہوا بہتر ہے:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب زنا کا ثبوت مشکل ہے تو سزا مقرر کرنے کا کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ سزا سے سزا کا ہوا (مہیب صورت) بہتر ہے۔ خطرے کی تلوار کا لٹکارنا معاشرہ کو برائیوں سے روکنے میں وہ کردار ادا کرتا ہے جو سزا کا جاری کرنا نہیں کرتا۔ غیر مسلم ممالک (امریکہ، برطانیہ وغیرہ) کی صورت حال اور اسلامی ملک (سعودیہ) کی صورت حال میں موازنہ کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی۔ سورت (گجرات) کے ایک پروفیسر میرے پاس آئے، وہ لندن سے شائع ہونے والا ایک میگزین لے کر آئے تھے۔ اس میں اسلامی سزائوں پر تنقید کی گئی تھی، پروفیسر صاحب نے کہا: میں اس کا جواب لکھنا چاہتا ہوں، مجھے معلومات درکار ہیں۔ میں نے کہا: یہ اعتراض واقعی ہے، اسلام میں تین

چار جرائم کی سزائیں سخت ہیں، آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ وہ حیران رہ گئے۔ پھر میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ امریکہ اور سعودیہ کے ایک سال کے اعداد و شمار لائیں کہ وہاں زنا، قتل ناحق اور چوری کی صورت حال کیا رہی؟ وہ ایک ہفتہ کے بعد دونوں ملکوں کا دس سالہ چارٹ بنا کر لائے، جس سے یہ بات سامنے آئی کہ امریکہ میں ہر چار منٹ میں ایک قتل ناحق ہوتا ہے، اور زنا اور چوری کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اور سعودیہ میں دس سال میں سنگساری کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا، چند لوگوں کو کوڑے مارے گئے اور چند لوگوں کو قصاصاً قتل کیا گیا یا چوری میں ہاتھ کاٹے گئے۔ تب میں نے کہا یہ اُس مضمون کا جواب ہے۔ سزا سے سزا کا ہوا بہتر ہے۔ سعودیہ میں چونکہ اسلامی سزاؤں کی تلواریں لوگوں کے سروں پر لٹکی ہوئی ہے اس لئے وہاں عورتوں کی عزت محفوظ ہے۔ قیمتی مال کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا، اور لوگوں کے خون رائیگاں نہیں جاتے، کیونکہ سر عام کوڑے کھانے سے ہر شخص ڈرتا ہے، اپنا ہاتھ ہر ایک کو پیارا ہے اور قتل پر اقدام کرنے والا پہلے سوچ لیتا ہے کہ قتل کے بعد میری بھی باری آئے گی۔ اور امریکہ میں چونکہ سزائیں ہلکی ہیں، اس لئے وہ جرائم کی روک تھام نہیں کر سکتیں۔

حدود صرف چار ہیں:

حدود: یعنی وہ سزائیں جو قرآن، حدیث یا اجماع امت سے ثابت ہیں، اور وہ مفاد عامہ کے لئے مشروع کی گئی ہیں، جو نہ معاف کی جاسکتی ہیں اور نہ ان میں سفارش کی گنجائش ہے، ایسی اسلامی سزائیں صرف چار ہیں: زنا کی سزا، چوری کی سزا، زنا کی تہمت لگانے کی سزا اور شراب نوشی کی سزا۔ ڈاکہ زنی کی سزا چوری کی سزا کے ساتھ لاحق ہے، اور قصاص کو چونکہ مقتول کے ورثاء معاف کر سکتے ہیں اس لئے وہ حدود میں شمار نہیں۔

یہی وہ سزائیں ہیں جن سے دشمنان اسلام اور نام نہاد مسلمان لرزہ بر اندام ہیں۔ کفار ان حدود کے ذریعہ اسلام کی شبیہ بگاڑتے ہیں۔ باقی جرائم کی سزائیں شریعت نے مقرر نہیں کیں، قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دی ہیں۔ اور ان چار گناہوں کی سزائیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے متعین کی ہیں کہ یہ جرائم کثیر الوقوع ہیں۔ اگر لوگ ان سے بچ جائیں تو باقی گناہوں سے بچنا ان کے لئے آسان ہے۔ سعودیہ کی عدالتوں میں جائیں وہاں مقدمات جمع نہیں رہتے، نہ جیلیں مجرموں سے بھری پڑی ہیں۔ اور غیر اسلامی ممالک کا جائزہ لیں: مقدمات کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور جیلیں مجرموں سے بھری پڑی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے بنیادی جرائم کی روک تھام کر دی ہے اس لئے دوسرے جرائم بہت کم واقع ہوتے ہیں، اور غیر مسلموں نے اس کا انتظام نہیں کیا، اس لئے ان کے یہاں جرائم بے حساب ہیں۔

نام نہاد مسلمان اسلامی سزاؤں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلامی سزائیں ایسی مفید، کارآمد اور بابرکت ہیں تو مسلمانوں کے ملکوں میں نام نہاد

مسلمان ان سزاؤں کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دو وجہ سے اس کی مخالفت کرتے ہیں: پہلی وجہ: کچھ موہوم اندیشے ہیں جو ان کو مخالفت پر مجبور کرتے ہیں۔ وہ لوگ خود ان جرائم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ شراب کا دوران کی محفلوں میں چلتا رہتا ہے، بے پردگی ان کے معاشرہ میں عام ہے جس کی وجہ سے وہ فاحشہ سے نہیں بچ سکتے۔ رشوت ستانی ان کے یہاں بہترین ذریعہ معاش ہے، اور رشوت ستانی مہذب ڈاکہ ہے، اور اتہام لگانا ان کا رات دن کا مشغلہ ہے، اس لئے وہ سوچتے ہیں کہ اگر اسلامی سزائیں جاری ہو گئیں تو سب سے پہلے ان کی گردن پنے گی، اس لئے وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں، ورنہ آزا کہ حساب بے باک است از کسے چہ باک!

دوسری وجہ: وہ یہ کہتے ہیں کہ معاشرہ بگڑا ہوا ہے، اگر اسلامی سزائیں نافذ کی جائیں گی تو بے شمار لوگ سزا پائیں گے اور ملک میں کھلبلی مچ جائے گی۔ یہ بات ایک درجہ میں صحیح ہے، مگر اس کا حل موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسلامی سزائیں مرحلہ وار نافذ کی جائیں، پہلے فاحش کی روک تھام کی جائے، شراب کی صنعت اور درآمد پر روک لگائی جائے، سینما اور ٹی وی کے فحش مناظر پر پابندی لگائی جائے اور مثبت پہلو سے اسلامی تعلیمات کی اشاعت کی جائے اور لوگوں کی دینی تربیت کی جائے، پھر اسلامی سزائیں نافذ کی جائیں، یکدم نافذ نہ کی جائیں اور عبوری مرحلہ میں زنا کی وہ سزا بھی دی جاسکتی ہے جو سورۃ النساء (آیت ۱۶ و ۱۵) میں آئی ہے اور شراب نوشی میں ہاتھوں، چپلوں اور چھڑیوں سے مارا جائے، پھر آخری مرحلہ میں اسلامی سزائیں جاری کی جائیں تو ملک میں کوئی خفاشا نہیں ہوگا۔ بلکہ تجربہ یہ ہے کہ پہلے ہی مرحلہ میں اسلامی سزائیں نافذ کر دی جائیں تو بھی دو چار پر حد جاری ہوتے ہی مجرموں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں، اور وہ یکدم جرائم سے باز آ جاتے ہیں، کوئی اقدام کر کے دیکھے تو!

زنا انتہائی درجہ کی برائی ہے اس لئے حرام ہے:

اس کے بعد ارشاد پاک ہے — بدکار مرد صرف بدکار عورت سے یا مشرک عورت سے نکاح کرتا ہے، اور بدکار عورت سے صرف بدکار مرد یا مشرک نکاح کرتا ہے، اور وہ (زنا) مومنین پر حرام کیا گیا ہے — اس آیت میں زنا کی برائی ظاہر کی گئی ہے۔ مسئلہ بیان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ لایسکح اور لایسکحھا: دونوں فعل مضارع منفی ہیں، فعل نہیں ہیں، یعنی ایک بات کی خبر دی گئی ہے، ممانعت نہیں کی گئی۔ اس آیت کے ذریعہ یہ بتلایا ہے کہ زنا اس قدر برا کام ہے کہ جن لوگوں کی اس فعل شنیع کی طرف رغبت ہوتی ہے ان کا نیک لوگوں سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا۔ ان کا جوڑ اپنے ہی جیسے برے لوگوں سے ہوتا ہے یا ان سے بھی ہر لے درجہ کے بُرے لوگوں سے ہوتا ہے۔ جو مرد زنا کا خوگر ہوتا ہے وہ بھلا کسی نیک خاتون سے نکاح کیوں کرے گا، اس کی رغبت ایسی ہی بدقماش عورت کی طرف ہوگی یا مشرک عورت کی طرف ہوگی جس کا کوئی دین و مذہب نہیں، اسی طرح آوارہ عورت کسی نیک آدمی کا حرم بن کر رہنا کیوں پسند کرے گی، وہ تو کوئی ذلت

(بھڑوا) ڈھونڈھے گی یا اس سے بھی بڑے درجہ کا اداوی مشرک تلاش کرے گی۔

زنا کی اسی انتہائی درجہ کی برائی کی وجہ سے یہ فعل شنیع مومنین پر حرام کیا گیا ہے، اور اس کی روک تھام کے لئے مذکورہ سزا تجویز کی گئی ہے۔

ملفوظہ: یہ مضمون ایک اور طرح سے آیت ۲۶ میں بھی آ رہا ہے۔ فرمایا: ”گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں!“

مشرک مرد اور مشرک عورت سے تو نکاح کسی حال میں جائز نہیں، اور مسلمان زانی اور زانیہ سے نکاح جائز ہے، نبی ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کا ایسی عورتوں سے نکاح کرنا ثابت ہے

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ ^(۱)	اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں	شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ	گواہ پس کوڑے مارو ان کو	شَهَادَةً ^(۲)	کوئی گواہی کبھی بھی
الْمُحْصَنَاتِ ^(۲)	پاک دامن عورتوں پر	ثَمَانِينَ جَلْدَةً	اسی کوڑے	وَأُولَٰئِكَ ^(۵)	اور یہ لوگ ہی
ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا	پھر نہ لائیں وہ	وَلَا تَقْبَلُوا	اور قبول نہ کرو	الْفَاسِقُونَ	اطاعت سے نکلنے والے ہیں
بِأَرْبَعَةٍ ^(۳)	چار	لَهُمْ	ان کی	إِلَّا	مگر

(۱) رَمَى (ض) فلانا بامر: کسی پر الزام لگانا، تہمت لگانا۔ یہاں صلہ بالنزاکہ گذشتہ آیات کے قرینہ سے محذوف ہے
(۲) الْمُحْصَنَاتُ: اسم مفعول از باب افعال، أَحْصَنَ الرَّجُلُ کے دو معنی ہیں: شادی شدہ ہونا اور پاک دامن ہونا، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں..... (۳) بأربعة: میں باء صلہ کی ہے اتنی بہ: لانا۔ (۴) أبداً: کا ترجمہ کلام مثبت میں ”ہمیشہ“ ہوتا ہے، جیسے خالدین فیہا أبداً اور کلام منفی میں ”ہرگز نہیں“ ”کبھی نہیں“ ہوتا ہے، جیسے لا آتیک أبداً..... فاجلدوا اور لا تقبلوا: امر ونہی یعنی انشاء ہیں اور خطاب حکام سے ہے (۵) أولئك: جملہ خبریہ مستأنفہ ہے اور اسی سے إلا کا استثناء ہے۔

اللہ تعالیٰ	اللہ	اس کے	ذَلِكَ	جنہوں نے	الَّذِينَ
بڑے بخشے والے	عَفُورٌ	اور اپنی اصلاح کی	وَاصْلَحُوا ^(۲)	توبہ کی	تَابُوا ^(۱)
بڑے رحم والے ہیں	رَحِيمٌ	پس بیشک	فَإِنَّ	بعد	مِنْ بَعْدٍ

زنا چونکہ انتہائی درجہ کی بُرائی ہے اس لئے اس کی سزا سب جرائم سے سخت تجویز کی گئی ہے، مگر ساتھ ہی اس کے ثبوت کے معاملہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ چار عینی مرد گواہوں کی شرط لگائی گئی ہے۔ اور بغیر شرعی ثبوت کے کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنے کو سنگین جرم قرار دیا ہے، اور اس جرم کی سزا مقرر کی ہے۔ ان آیات میں اسی تہمت زنا کی سزا کا ذکر ہے۔

دوسرا حکم: — بیوی کے علاوہ مرد و زن پر تہمت زنا کی سزا — اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں، پھر وہ چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اتنی کوڑے مارو، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق (حد اطاعت سے نکلنے والے) ہیں، مگر جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کر لیں، اور اپنی حالت سنواریں تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

اس آیت میں مذکور تہمت زنا کی سزا کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے چھ باتیں سمجھنی ضروری ہیں:

پہلی بات: — مردوں پر تہمت لگانے کا بھی وہی حکم ہے جو عورتوں پر تہمت لگانے کا ہے — آیت کریمہ میں خاص شان نزول کی بنا پر یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی بنا پر (جس کا تذکرہ اگلے رکوع میں آرہا ہے) تہمت زنا اور اس کی سزا کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ تہمت لگانے والے مرد ہوں، اور جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ پاک دامن عورت ہو، مگر حکم اشتراک علت کی بنا پر عام ہے، کوئی عورت دوسری عورت پر یا مرد پر یا کوئی مرد دوسرے مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے، پھر شرعی ثبوت (چار گواہ) پیش نہ کر سکے تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ اور حکم کا یہ عموم اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور اجماع کا مستند (مدار) ایک دوسرے معاملہ میں خلفائے راشدین کا عمل ہے۔ سورۃ النساء (آیت ۲۵) میں باندیوں کے لئے حد زنا میں تنصیف (آدھا کرنے) کا حکم ہے، خلفائے راشدین نے وہ حکم غلاموں پر بھی جاری کیا ہے، وہ غلاموں کو بھی پچاس کوڑے مارتے تھے، اسی طرح حد قذف کا یہ حکم بھی مردوں کو شامل ہے — اور یہ سزا صرف زنا کی تہمت لگانے کی ہے، کیونکہ آیت میں یَوْمُون کا صلہ بالزنا محذوف ہے۔ دوسری کوئی تہمت لگانے کی

(۱) تَابَ (ن) تَوَابًا وَقَوِيَّةً: گناہ سے باز آنا، اصل معنی ہیں: لوٹنا، رجوع کرنا۔ تاب العبد: بندے کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا یعنی گناہ چھوڑ دینا اور تاب اللہ علی عبدہ: اللہ کا اپنے بندے کی طرف متوجہ ہونا یعنی اس پر رحم فرمانا اور اس کے گناہ کو معاف کر دینا

(۲) أَصْلَحَ فِي عَمَلِهِ أَوْ أَمْرِهِ: کام ٹھیک کر لینا، معاملہ درست کرنا۔ یہاں بھی أَصْلَحُوا کا ظرف فی عملہم محذوف ہے۔

سزا تعزیر ہے یعنی کوئی اور سزا جو قاضی مناسب سمجھے گا دے گا۔

دوسری بات: — احسانِ قذف کیا ہے؟ — احسان کی دو قسمیں ہیں: احسانِ رجم اور احسانِ قذف۔ احسانِ رجم کا تذکرہ پہلے آچکا ہے کہ مرد اور عورت دونوں عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہوں، اور نکاح صحیح کر کے ہم بستر ہو چکے ہوں۔ اور احسانِ قذف یہ ہے کہ جس پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے وہ عاقل، بالغ، آزاد، مسلمان اور عقیف (پاک دامن) ہو یعنی پہلے کبھی اس پر زنا کا ثبوت نہ ہوا ہو، ایسا مرد اور ایسی عورت بابِ قذف میں مُحصِن اور مُحصَنۃ ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اگر کوئی زنا کی بات کہے تو شرعی ثبوت ثبوت کرے، ورنہ حدِ قذف لگے گی، اور اگر کوئی شخص پاگل، بچے، غلام، غیر مسلم یا غیر عقیف پر تہمت لگائے تو حدِ قذف جاری نہ ہوگی، دوسری کوئی سزا دی جائے گی۔

تیسری بات: — ثبوتِ زنا کے لئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟ — زنا اور تہمتِ زنا کے سرے ملے ہوئے ہیں۔ زنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ اس کو مٹانا، اس پر حد جاری کرنا اور اس پر دارو گیر کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی کبیرہ گناہ ہے، اس سے مقدوف کی سخت بدنامی ہوتی ہے، اس لئے اس پر بھی دارو گیر ضروری ہے۔

اور زنا کی تہمت اور زنا کی گواہی کی سرحدیں بھی ملی ہوئی ہیں۔ کیونکہ اگر تہمت لگانے والے کی گرفت کی جائے تاکہ اس پر حد جاری کی جائے تو وہ کہے گا: ”میں زنا کا گواہ ہوں، تہمت نہیں لگا رہا“ اس طرح وہ حدِ قذف سے بچ جائے گا۔ اور اگر کوئی زنا کی گواہی دے تو مشہود علیہ یہ کہہ کر جان بچالے گا کہ: ”یہ تہمت لگا رہا ہے، اس کو حدِ قذف ماری جائے“

پس جب حکام کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہم شکل ہیں تو ضروری ہے کہ کسی واضح بات کے ذریعے ان میں امتیاز کیا جائے۔ اور وہ واضح بات مخبرین (خبر دینے والوں) کی کثرت ہے۔ جب کسی بات کی خبر دینے والے زیادہ ہوتے ہیں تو گواہی اور سچائی کا گمان قوی ہو جاتا ہے، اور تہمت کا گمان ضعیف ہو جاتا ہے یعنی جب بہت سے لوگ زنا کی خبر دیں تو ظن غالب یہ قائم ہوگا کہ یہ لوگ گواہ ہیں، تہمت لگانے والے نہیں ہیں۔ اور سچے ہیں، جھوٹے نہیں ہیں۔ کیونکہ تہمت لگانے والے میں دو باتیں پائی جاتی ہیں: ایک: دین کی کمزوری۔ دوسری: مقدوف سے دشمنی، کیونکہ دیندار آدمی اتہام تراشی نہیں کرتا، یہ حرکت بد دین لوگ ہی کرتے ہیں، اور وہ بھی اس وقت کرتے ہیں جب ان کے دل میں مقدوف سے کینہ ہوتا ہے۔ اور ان دونوں باتوں کا مسلمانوں کی جماعت میں جمع ہونا عقل سے بعید ہے، پس چار شخصوں کی گواہی میں تہمت کا احتمال باقی نہیں رہتا، بلکہ گواہی کا پہلو متعین ہو جاتا ہے (رحمۃ اللہ: ۵: ۳۱۳)

چوتھی بات: — چار کی گواہی شرط ہونے سے مجرم کو راحت نہیں ملے گی — اگر کوئی خیال کرے کہ جب ثبوتِ زنا کے لئے چار کی گواہی شرط ہوگی تو مجرموں کو کھلی چھوٹ مل جائے گی، وہ زنا کریں گے اور اس کا ثبوت دشوار ہوگا، کیونکہ چار یعنی گواہوں کا ملنا سخت دشوار ہے، اور اس کے بغیر زبان کھولنے پر حدِ قذف لگے گی تو کون زبان کھولے گا؟

— ایسا سوچنا صحیح نہیں۔ کیونکہ زنا کی حد شرعی جاری کرنے کے لئے تو بیشک چار گواہ ضروری ہیں، مگر غیر محرم مرد و زن کو ایک جا قابل اعتراض حالت میں دیکھنے کی یا بے حیائی کی باتیں کرنے کی گواہی دینے میں چار کی گواہی شرط نہیں۔ اور وہ امور جو زنا کے مقدمات ہیں وہ بھی قابلِ تعزیر جرائم ہیں۔ قاضی اپنی صوابدید سے ان کی بھی سزا دے گا۔ پس جب چار گواہ نہ ہوں تو لفظ زنا سے شہادت نہ دے، بلکہ ناجائز تعلقات اور بے حجابانہ میل جول کی گواہی دے تاکہ قاضی مجرم کا علاج کرے، اور اس صورت میں گواہوں پر حد قذف نہیں لگے گی۔

پانچویں بات: — محدود در قذف کے مردود اہل شہادۃ ہونے کی وجہ — آیت کریمہ میں حد قذف کا تکملہ ردّ شہادت کو بنایا ہے۔ اور اس کی وجہ زنا کی سزا میں بیان کی جا چکی ہیں کہ جسمانی ایذا رسانی کے ساتھ رسوائی کا ملانا ضروری ہے۔ کیونکہ تکلیف دینے کی دو صورتیں ہیں: جسمانی اور نفسانی۔ کوڑے جسمانی سزا ہیں اور گواہی قبول نہ کرنا نفسانی۔ یہ ایک ایسی عار کی بات ہے جو تہمت لگانے والوں سے کبھی جدا نہ ہوگی۔

چھٹی بات: — توبہ کے بعد محدود در قذف کی گواہی کا حکم — محدود در قذف اگر گناہ سے توبہ کر لے، یعنی مقذوف سے معافی مانگ کر توبہ کر لے تو اب اس کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اب بھی اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے مردود اہل شہادۃ ٹھہرا دیا گیا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شہادت قبول کی جائے گی، کیونکہ جب توبہ سے اس کا فسق (گناہ) ختم ہو گیا تو اس کا اثر بھی ختم ہو جائے گا۔ اور اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ: ﴿إِلَّا الَّذِينَ﴾ کا استثناء سابقہ دونوں جملوں سے ہے یا صرف آخری جملہ سے؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں جملوں کی طرف استثناء راجع ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صرف جملہ اخیرہ کی طرف۔ یعنی توبہ سے اس کا صرف فسق ختم ہو جائے گا اور آخرت میں سزا نہیں پائے گا، رہا دنیا میں ردّ شہادت کا معاملہ تو وہ بدستور باقی رہے گا۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ فاجلدوا اور لا تقبلوا دونوں جملے انشائیہ ہیں اور دونوں کے مخاطب حکام ہیں، اس لئے لا تقبلوا کا حکم فاجلدوا کا متمم ہے، اور وہ جملہ انشائیہ ہونے کی وجہ سے تکملہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اولئک جملہ خبریہ ہے اور واو کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے جو فی الجملہ مغائرۃ کو مقتضی ہے، اس لئے وہ حد کا تکملہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، نہ حکام اس جملہ کے مخاطب ہیں، پس الا کا استثناء دونوں جملوں کی طرف راجع نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا تعلق صرف قریبی جملہ سے ہے۔

علاوہ ازیں: ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ جب لا تقبلوا کے ساتھ اَبَدًا کی قید لگ گئی تو اب اس سے استثناء ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے استثناء کا تعلق صرف دوسرے جملے سے ہے۔

مسئلہ: حد قذف میں چونکہ بندے کا حق بھی شامل ہے، اس لئے حد اس وقت لگائی جائے گی جب مقدوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ حد جاری کرنے کا مطالبہ کرے، ورنہ حد ساقط ہو جائے گی (ہدایہ) اور حد زنا خالص اللہ کا حق ہے اس لئے خواہ کوئی مطالبہ کرے یا نہ کرے جرم ثابت ہونے پر حد زنا جاری کی جائے گی۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَذَّابِينَ ۝ وَيَذَرُهَا الْعَذَابَ إِنْ تَشْهَدُ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَذَّابِينَ ۝ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَلَوْ لَا فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ۝

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ ^(۱)	اور جو لوگ تہمت لگائیں	أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ ^(۲)	چار گواہیاں (ہیں)	إِنْ كَانَ ^(۳)	اگر ہو وہ
أَزْوَاجَهُمْ	اپنی بیویوں پر	بِاللَّهِ	اللہ کی (قسم کیساتھ)	مِنَ الْكَذَّابِينَ	جمہوٹوں میں سے
وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ	اور نہ ہوں	إِنَّهُ	پیشک وہ	وَيَذَرُهَا ^(۴)	اور ہٹائے گی
لَهُمْ	ان کے پاس	لَمِنَ الصَّادِقِينَ	بچوں میں سے ہے	عَنْهَا	عورت سے
شَهَادَةُ	گواہ	وَالْخَامِسَةَ ^(۵)	اور پانچویں بار	الْعَذَابَ	سزا کو
إِلَّا أَنْفُسُهُمْ ^(۶)	مگر	أَنَّ	کہ	أَنَّ ^(۷)	یہ بات کہ
فَشَهَادَةُ ^(۸)	ان کی ذاتیں	لَعْنَتَ	پھٹکار	تَشْهَدُ	گواہی دے وہ
أَحَدِهِمْ	پس گواہی	اللَّهُ	اللہ کی	أَرْبَعُ	چار
	ان کے ایک کی	عَلَيْهِ	اس پر	شَهَدَاتٍ	گواہیاں

(۱) یرمون: کا صلہ بالنون محذوف ہے (۲) أنفسهم: شہداء سے بدل ہے، کیونکہ استثناء کلام غیر موجب میں ہے۔
(۳) فشہادۃ: مبتدا اور أربع خبر ہے (۴) باللہ: شہادۃ سے متعلق ہے، اور معمول چونکہ ظرف ہے اس لئے فصل کے باوجود مصدر کا عمل جائز ہے (۵) والخامسة: مبتدا اور ان لعنة اللہ خبر ہے (۶) ذرأ (ف) ذرأ عنه الشیء بکذا: کسی چیز کے ذریعہ کسی سے کوئی چیز ہٹانا، دور کرنا (۷) ان ای بان: باء جارہ محذوف ہے۔

بِاللّٰهِ	اللہ کی (قسم کیساتھ)	اللہ	اللہ کا	عَلَيْكُمْ	تم پر
لَا اِنَّهُ	بیشک وہ (شوہر)	عَلَيْهَا	اس (عورت) پر	وَرَحْمَتُهُ	اور اس کی مہربانی
لَمِنَ الْكَذِبِيْنَ	جھوٹوں میں سے ہے	لَا اِنْ كَانَ	اگر ہو وہ (شوہر)	وَ اَنَّ اللّٰهَ	اور یہ کہ اللہ
وَالْخَامِسَةَ ^(۱)	اور پانچویں بار	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے	تَوَّابٌ	توبہ قبول کرنے والے
اَنَّ	بایں طور کہ	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتا	حَكِيْمٌ	حکمت والے ہیں
غَضَبَ	غضب	فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل		(تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے) ^(۲)

زنا کی تہمت لگانے کا جو حکم ابھی مذکور ہوا کہ قاذف (تہمت لگانے والا) چار یعنی گواہ پیش کرے، ورنہ اس کو حد قذف لگائی جائے، یہ حکم عام لوگوں کے حق میں تو ممکن العمل ہے، کیونکہ ان کو اگر چار گواہ میسر نہیں ہونگے تو خاموش رہیں گے تاکہ حد قذف سے بچ جائیں، مگر شوہر کے حق میں یہ حکم ممکن العمل نہیں۔ کیونکہ زنا تنہائی میں ہوتا ہے، اور شوہر اپنے گھر کے احوال سے واقف ہوتا ہے۔ اور اس کے سامنے ایسے قرائن آتے ہیں جو دوسروں کے سامنے نہیں آتے، پس اس خانگی معاملہ پر شوہر سے گواہ کیسے طلب کئے جاسکتے ہیں؟ — پھر زمانہ نبوت میں حد قذف کا حکم نازل ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے دو واقعے پیش آئے: ایک: حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا۔ دوسرا: عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا۔ دونوں نے اپنی بیویوں سے غیر مرد کو بد فعلی کرتے ہوئے دیکھا اور نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا جس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور شوہر کا حکم عام لوگوں سے علاحدہ کر دیا۔

تیسرا حکم: — بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم — اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں، اور ان کے پاس اپنی ذاتوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں، تو ان کی گواہی کی صورت یہ ہے کہ شوہر چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا! وہ یقیناً سچا ہے، اور پانچویں بار کہے: اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی پھٹکار! — اور عورت سے سزا کو یہ بات ہٹائے گی کہ وہ چار مرتبہ گواہی دے کہ بخدا! شوہر یقیناً جھوٹا ہے، اور پانچویں بار کہے: اگر وہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب! — اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والے، حکمت والے ہیں — تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے! یعنی اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لئے یہ حکم نازل فرما کر لوگوں پر بڑا کرم کیا، اور ان کو بڑی مضرتوں سے بچالیا۔

ان آیات میں مذکور حکم کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے پہلے دو باتیں سمجھ لی جائیں، پھر ضروری مسائل ذکر کئے جائیں گے:

(۱) والخامسة: کا عطف اربع پر ہے، اس لئے منصوب ہے۔ (۲) یہ لولا کا جواب ہے جو محذوف ہے۔

پہلی بات: — لعان کے معنی — ان آیات میں میاں بیوی کے لئے جو حکم ہے اس کا نام لعان ہے۔ کیونکہ شوہر کی قسموں میں لعنت کا لفظ آیا ہے، اور عورت کی قسموں میں جو غضب کا لفظ آیا ہے وہ بھی لعنت ہی کی ایک صورت ہے۔ اور لعان: باب مفاعله کا مصدر ہے، جس کا خاصہ اشتراک ہے یعنی دو شخصوں کا مل کر کوئی فعل کرنا۔ پس لَا عَن مَّلَا عَنَةٍ وَلَعَانًا کے معنی ہیں: میاں بیوی کا باہم لعن طعن کرنا، یعنی شوہر کا بصورت کذب اپنی ذات پر لعنت بھیجنا اور عورت کا شوہر کے سچے ہونے کی صورت میں اپنے لئے اللہ کے غضب کو دعوت دینا۔

دوسری بات: — لعان کا طریقہ — لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی: شوہر سے لعان کا آغاز کرے، پہلے شوہر چار مرتبہ کہے: أَشْهَدُ بِاللَّهِ إِنِّي لَمِنَ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَمَيْتُهَا بِهِ مِنَ الزُّنَا: میں گواہی دیتا ہوں: بخدا! میں یقیناً سچا ہوں اس زنا کی تہمت میں جو میں نے اس عورت (اور عورت کی طرف اشارہ کرے) پر لگائی ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ إِنْ كُنْتُ مِنَ الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمَيْتُهَا بِهِ مِنَ الزُّنَا: مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، اگر میں جھوٹا ہوں اس زنا کی تہمت میں جو میں نے اس عورت پر (اور عورت کی طرف اشارہ کرے) لگائی ہے۔

پھر عورت چار گواہیاں دے اور کہے: أَشْهَدُ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمَانِي بِهِ مِنَ الزُّنَا: میں گواہی دیتی ہوں: بخدا! یقیناً وہ (اور شوہر کی طرف اشارہ کرے) جھوٹا ہے اس زنا کی تہمت میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے۔ پھر پانچویں مرتبہ کہے: غَضَبُ اللَّهِ عَلَىٰ إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَمَانِي بِهِ مِنَ الزُّنَا: اللہ کا غضب نازل ہو مجھ پر اگر وہ (اور شوہر کی طرف اشارہ کرے) سچا ہو اس زنا کی تہمت میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے — لعان مکمل ہو گیا۔ اور میاں بیوی عربی نہ جانتے ہوں تو اپنی زبان میں مفہوم ادا کریں۔

لعان کے ضروری مسائل:

۱- لعان: اسلامی حکومت میں مقرر قاضی ہی کر سکتا ہے۔ غیر مسلم ممالک میں امارتیں اور شرعی پنچائیتیں لعان نہیں کر سکتیں، کیونکہ ان کے پاس قوت نافذہ نہیں۔ قولہ: فِي دَارِ الْإِسْلَامِ: أَخْرَجَ دَارَ الْحَرْبِ، لَانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ (شامی: ۲: ۶۳۵ باب اللعان)

۲- لعان: دو ہی صورتوں میں ہوتا ہے: ایک: جب شوہر بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت لگائے۔ دوم: جب شوہر بچے کی ولادت کے وقت نسب کی نفی کرے اور کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں، یا حمل کی نفی کرے کہ یہ میرا حمل نہیں۔

۳- لعان: چونکہ ایسی گواہیاں ہیں جو قسم کے ساتھ قوی کی گئیں ہیں، اور مرد کی جانب میں لعنت کے ساتھ ملائی گئی ہیں، جو شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے، اور عورت کی جانب میں غضب کے ساتھ ملائی گئی ہیں، جو اس کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے، اس لئے ضروری ہے کہ زوجین اہل شہادت ہوں، اگر کسی میں گواہ بننے کی صلاحیت نہیں

ہے تو لعان نہیں ہو سکتا۔ اور عورت کا پاک دامن ہونا ضروری ہے یعنی ایسا ہونا ضروری ہے کہ اس پر تہمت لگانے والے کو حد قذف لگائی جاسکے۔

۴- لعان کے لئے ضروری ہے کہ عورت قاضی کے پاس فریاد کرے اور شوہر پر حد قذف کا مطالبہ کرے۔ اس کے مطالبہ کے بغیر لعان نہیں کرایا جائے گا۔

۵- جب لعان مکمل ہو جائے تو اس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت حرام ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دیدی تو بہتر ہے، ورنہ قاضی ان میں تفریق کر دے یعنی کہہ دے کہ میں نے دونوں میں جدائی کر دی، چاہے دونوں رضامند ہوں یا نہ ہوں، اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی، پھر ان میں تجدید نکاح بھی نہ ہو سکے گی، جب تک دونوں میں سے ایک اپنی خطا کا مقرر اور دوسرے کا مصدق نہ ہو جائے۔ اگر شوہر اپنی غلطی کا اقرار کر لے تو اس کو حد قذف لگائی جائے اور عورت اپنی غلطی کا اقرار کرے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے، اس کے بعد تجدید نکاح ہو سکتی ہے۔

اور آخری آیت میں: یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا اور تہمت لگانے کے عام قاعدہ کے مطابق شوہر کو حد قذف لگتی، یا وہ خاموش رہتا اور خون کے گھونٹ پیتا تو کیسی دشواری پیش آتی! اس لئے شوہر کے لئے قسمیں مشروع کیں، جن کے ذریعہ وہ حد قذف سے بچ گیا۔ دوسری طرف اگر شوہر کے قسم کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جاتا تو عورت سخت مصیبت میں پھنس جاتی، شوہر جب چاہتا جھوٹی قسمیں کھا کر عورت کو سولی پر چڑھا دیتا۔ چنانچہ عورت کے لئے بھی قسمیں مشروع کیں تاکہ وہ بھی حد زنا سے بچ جائے۔ پس لعان کی مشروعیت حق تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی ہے اور جھوٹے کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کر سکتا ہے۔

عدالت میں لعان کی کاروائی:

جب کوئی شوہر اپنی پاک دامن بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا بچے کی نفی کرے، اور عورت جس پر الزام لگایا گیا ہے شوہر کو جھٹلائے اور قاضی سے مطالبہ کرے کہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی گئی ہے پس شوہر پر حد قذف جاری کی جائے، تو قاضی عورت سے مطالبہ کرے کہ وہ تہمت لگانے کو گواہوں سے ثابت کرے، جب وہ گواہوں سے یہ بات ثابت کر دے یا شوہر تہمت لگانے کا اقرار کر لے تو قاضی شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ زنا پر چار گواہ پیش کرے، اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے تو عورت پر حد زنا جاری کی جائے۔ اور اگر وہ چار گواہ نہ لاسکے تو دونوں میں مذکورہ طریقہ پر لعان کرایا جائے۔ اگر شوہر لعان کرنے سے انکار کرے تو اس کو قید کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے یا قسمیں کھائے، پھر اگر وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے تو اس پر حد قذف لگائی جائے۔ اور قسمیں کھالے تو پھر اسی طرح عورت قسمیں کھائے، اگر وہ لعان کرنے سے انکار کرے تو اس کو قید کر دیا جائے تاکہ وہ شوہر کے سچا ہونے کا اقرار کرے یا قسمیں کھائے۔ اگر

وہ شوہر کے سچا ہونے کا اقرار کرے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے اور قسمیں کھالے تو لعان پورا ہوا، اور دونوں سزا سے بچ گئے اور آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

جب لعان ہو گیا تو زوجین ایک دوسرے پر (جب تک دونوں صفت لعان پر باقی ہیں) حرام ہو گئے، اب نہ جماع جائز ہے نہ دوائی جماع۔ شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے، اور اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے جو نکاح طلاق ہوگی۔ اس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور عدت کا خرچہ عورت کو نہیں ملے گا۔ اور اگر بچہ کی یا حمل کی نفی کا واقعہ ہے تو قاضی بچے کا نسب باپ سے منقطع کر دے، اب اس کی نسبت ماں کی طرف ہوگی، اور وہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے، شوہر سے اس کا کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا۔

اور لعان کے بعد نہ بیوی کو زانیہ کہنا جائز ہے نہ بچے کو ولد الزنا۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہی فیصلہ فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ١٠ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۚ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشَّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَذِبُونَ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ۚ وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۚ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا ۚ سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۚ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ زَوُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

انہوں کے بارے میں	بِأَنفُسِهِمْ ^(۶)	جو کمایا اس نے	مَّا أَكْتَسَبَ	پیشک	إِنَّ
نیک	حَيًّا	گناہ سے	مِنَ الْإِثْمِ	جو لوگ	الَّذِينَ
اور (کیوں نہ) کہا {	وَقَالُوا	اور جو شخص	وَالَّذِي ^(۴)	لائے وہ	جَاءُوا
انہوں نے		ذمہ دار بنا	تَوَلَّى	بہتان	بِالْإِفْكِ
یہ	هَذَا	اس کے بڑے حصہ کا	كِبْرَةٌ	ایک گروہ ہے	عُصْبَةٌ ^(۱)
بہتان ہے	إِفْكَ	ان میں سے	مِنْهُمْ	تم میں سے	مِّنْكُمْ
صریح	مُبِينٌ	اس کے لئے	لَهُ	نہ گمان کرو اس کو	لَا تَحْصِبُوهُ
کیوں نہ	لَوْ لَا	سزا ہے	عَذَابٌ	برا	شَدِيدٌ ^(۲)
لائے	جَاءُوا	درناک	عَظِيمٌ	اپنے لئے	لَكُمْ
اس (بہتان) پر	عَلَيْهِ	کیوں نہ	لَوْ لَا ^(۵)	بلکہ	بَلْ
چار	بِأَرْبَعَةٍ	جب	إِذْ	وہ	هُوَ
گواہ	شُهَدَاءُ	ساتم نے اس کو	سَمِعْتُمُوهُ	بہتر ہے	خَيْرٌ
پس جب	فَإِذَا	گمان کیا	ظَنَّ	تمہارے لئے	لَكُمْ
نہیں لائے وہ	لَمْ يَأْتُوا	مسلمان مردوں نے	الْمُؤْمِنُونَ	ہر شخص کے لئے ہے	بِكُلِّ امْرِيٍّ ^(۳)
گواہ	بِالشُّهَدَاءِ	اور مسلمان عورتوں نے	وَالْمُؤْمِنَاتِ	ان میں سے	مِنْهُمْ

(۱) عصبۃ: ان کی خبر ہے (۲) شرأ: لا تحسبوا کا مفعول ثانی ہے (۳) لکل امری: خبر مقدم اور ما اکتسب: مبتدا مؤخر ہے
 (۴) الذی مع صلہ: مبتدا اور لہ عذاب الیم: جملہ اسمیہ خبریہ: خبر ہے..... کیوں: اسم مصدر: بڑا حصہ، بڑا بوجھ، کبر کے معنی
 غرور بھی ہیں، وہ یہاں مراد نہیں (۵) ان آیات میں پانچ جگہ لولا آیا ہے۔ تین جگہ تفضیضیہ ہے اور دو جگہ امتناعیہ۔ تفضیض کے
 معنی ہیں: بختی کے ساتھ فعل (کام) پر ابھارنا۔ وہ تین جگہ یہ ہیں: ۱- آیت ۱۲ میں جہاں لولا کا مفعول ظن ہے۔ ۲- آیت ۱۳ میں۔
 ۳- آیت ۱۶ میں جہاں لولا کا مفعول قلتم ہے۔ اور لولا امتناعیہ حرف شرط اور لانا فیہ سے مرکب ہوتا ہے، اور پہلی جگہ (آیت ۱۴
 میں) جزاء لمسکم ہے اور دوسری جگہ (آیت ۲۰ میں) جزاء محذوف ہے جو ترجمہ میں نکالی گئی ہے۔ (۶) بأنفسہم: ای
 باہل ملتہم۔ یعنی مسلمانوں کے حق میں۔

فَاُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمْ الْكَاذِبُونَ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَكُنْتُمْ فِي مَا أَقْضَيْتُمْ ^(۱) فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ ^(۲)	تو وہ لوگ اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی مہربانی دنیا میں اور آخرت میں تو ضرور چھوٹا تم کو اس میں جو مشغول ہوئے تم اس میں عذاب بڑا (یاد کرو) جب حاصل کر رہے تھے { تم اس کو	بِالْإِسْتِخْلَامِ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُونَهُ هَيِّئْنَا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا	اپنی زبانوں سے اور کہہ رہے تھے تم اپنے منہوں سے (وہ بات) جو نہیں تھا تمہارے لئے اس کے بارے میں کچھ علم اور گمان کرتے تھے { تم اس کو معمولی بات حالاً لکھو وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے اور کیوں نہ جب سنائے تم نے اس کو کہا تم نے زیبا نہیں ہمارے لئے	أَنْ تَتَكَلَّمُوا بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ يَعْظُمُكُمْ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا بِثُلَّةٍ ^(۳) أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَيَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الآيَاتِ	کہ منہ سے بات نکالیں یہ پاک ذات ہے آپ کی! یہ بہتان ہے بڑا نصیحت کرتے ہیں تم کو اللہ تعالیٰ کہ (نہ) لوگو تم اس بات کی طرف ہرگز اگر ہو تم ایمان والے اور کھول کر بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں
--	--	--	---	--	--

(۱) أَفَاضَ الْقَوْمُ فِي الْحَدِيثِ: مفصل گفتگو کرنا، گفتگو میں مشغول ہونا۔ (۲) تَلَقَّى الشَّيْءَ: پانا، حاصل کرنا۔ تلقى بالشيء: کسی چیز کے ذریعہ حاصل کرنا، جیسے تَلَقَّى الْكُرَةَ بِالْيَدِ: ہاتھ سے گیند پکڑی، پس بالاستخْلَامِ کا مطلب ہے: ایک شخص کہے اور دوسرا سنے، پھر دوسرا کہے اور تیسرا سنے، اسی طرح نقل و نقل ہوتی رہے۔ (۳) لَمْثَلَه میں مفل زائد ہے۔

وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	اٰمَنُوْا	ایمان لائے ہیں	وَلَوْ لَا	اور اگر نہ ہوتا
عَلَيْهِمْ	خوب جاننے والے	لَهُمْ	ان کے لئے	فَضْلٌ	فضل
حَكِيْمٌ	بڑی حکمت والے ہیں	عَذَابٌ	سزا ہے	اللّٰهُ	اللہ کا
لَاۤ اِنَّ	پیشک	اَلَيْهِمْ	دردناک	عَلَيْكُمْ	تم پر
اَلَّذِيْنَ	جو لوگ	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں	وَرَحْمَتُهُ	اور اس کی مہربانی
يُجَنَّبُوْنَ	پسند کرتے ہیں	وَالْاٰخِرَةِ	اور آخرت میں	وَاَنَّ	اور یہ کہ
اَنَّ	کہ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
تَشِيْعٌ	چرچا ہو	يَعْلَمُ	جانتے ہیں	رُءُوْفٌ	بڑے شفیع
اَلْفَاحِشَةُ	بے حیائی کا	وَاَنْتُمْ	اور تم	رَحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں
فِي الَّذِيْنَ	ان میں جو	لَا تَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے	(تو کیا کچھ نہ ہو جاتا)	(۱)

ما قبل سے ربط: اوپر زنا کی سزا کے بعد تہمت زنا کی سزا کا بیان تھا۔ کسی پر زنا کا الزام لگایا جائے اور اس کو الزام لگانے والا چار عینی گواہوں سے ثابت نہ کر سکے تو اس کو حد قذف کے اتنی کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہ سزا ممکن ہے کسی کو بہت زیادہ معلوم ہو کہ کسی کو زانی کہنے پر اتنی بڑی سزا دینا کیسے قرین مصلحت ہے؟ اس لئے اب تہمت زنا کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ معمولی بات نہیں، بہت بھاری بات ہے، اور یہ سزا زیادہ نہیں بالکل واجبی ہے۔

یہ واقعہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا ہے۔ غزوہ خندق کے بعد غزوہ مہربہ یا غزوہ بنی المصطلق پیش آیا۔ نبی ﷺ کا دستور تھا کہ آپ سفر میں جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہ کا نام نکلا چنانچہ وہ ساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی میں ایک جگہ لشکر نے پڑاؤ کیا۔ جب روانگی کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہ قضاے حاجت کے لئے گئیں، اور اپنی بہن کا ہار جسے عاریۃ لے گئی تھیں کھو بیٹھیں۔ احساس ہوتے ہی اس جگہ واپس گئیں۔ اس دوران ہودج اٹھانے والے آئے اور انھوں نے ہودج اونٹ پر باندھ کر اس کو قطار میں روانہ کر دیا۔ انھوں نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ اندر ہیں۔ وہ ہودج کے ہلکے پن پر اس لئے نہ چو نکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نو عمر اور ہلکے پھلکے بدن کی تھیں۔ نیز ہودج کئی آدمی مل کر اٹھاتے ہیں اس لئے بھی ہلکے پن کا احساس نہ ہوا۔ — بہر حال جب حضرت عائشہ ہار ڈھونڈ کر جائے قیام پر پہنچیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور

وہاں ہو کا عالم تھا۔ وہ اس خیال سے وہیں رُک گئیں کہ جب لوگ ان کو نہ پائیں گے تو تلاش کرتے ہوئے وہیں آئیں گے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھ لگ گئی۔ دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ قافلہ کے پیچھے چلنے پر مقرر کئے گئے تھے تاکہ گری پڑی چیز اٹھاتے آئیں۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے۔ ابھی روشنی پوری نہ ہوئی تھی۔ انھوں نے دور سے دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے۔ قریب پہنچے تو حضرت صدیقہؓ کو پہچان لیا، کیونکہ انھوں نے پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا تھا۔ انھوں نے زور سے پڑھا: **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** ایہ آواز سن کر حضرت عائشہؓ بیدار ہو گئیں اور خود کو سنبھال لیا اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھایا اور اونٹ کے پیر پر پیر رکھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہو گئیں، حضرت صفوانؓ نے ان سے کچھ نہ پوچھا، چپ چاپ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ لشکر پر اوڈال چکا تھا قافلہ میں جا ملے۔

اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی لہعہ اللہ کو ایک بات ہاتھ لگ گئی، وہ اس سے پہلے اسی غزوہ میں وہ دو باتیں کہہ چکا تھا جو سورۃ المنافقون (آیات ۷ و ۸) میں مذکور ہیں: ایک: یہ کہ مہاجرین کا تعاون بند کر دیا جائے۔ دوم: یہ کہ مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال دیا جائے۔ اس اللہ کے دشمن کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا اور اس نے واہی جا ہی بکنا شروع کیا۔ مدینہ پہنچ کر وہ مجلس جماتا اور یہ موضوع چھیرو پتا۔ خود خاموش رہتا اور دوسروں سے تہمت کے خاکے میں رنگ بھرواتا، اور اس کو پھیلاتا بڑھاتا۔ اس کی اس پروپیگنڈہ مہم میں دو مخلص مرد اور ایک مخلص عورت بھی حصہ دار بن گئے: ایک: حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے شاعر تھے اور ہمیشہ آپ کی اور اسلام کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ دوم: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن کے لڑکے تھے۔ اور نادار تھے اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی کفالت کرتے تھے۔ سوم: حضرت حمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو نبی ﷺ کی سالی، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی بیوی تھیں۔ ان لوگوں نے اس تہمت کا جم کر پروپیگنڈہ کیا۔

ادھر حضرت عائشہؓ کا حال یہ تھا کہ وہ غزوہ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں اور ایک مہینہ تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ البتہ انہیں یہ بات کھٹکی تھی کہ بیماری کی حالت میں نبی ﷺ کی طرف سے جو ملاطفت و عنایات ہوا کرتی تھیں اب وہ نظر نہیں آ رہی تھیں۔ بیماری سے اٹھنے کے بعد وہ ایک رات مسطح کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے جنگل گئیں۔ اتفاق سے ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑیں۔ ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا: ”سطح تباہ ہو!“ حضرت عائشہؓ نے ان کو ٹوکا کہ آپ ایک بدری صحابی کو بددعا دے رہی ہیں! وہ کہنے لگیں: ”اری نادان! کیا تو نے اس کی باتیں نہیں سنیں؟“ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: ”اس کی باتیں کیا ہیں؟“ مسطح کی ماں نے

تہمت کا واقعہ کہہ سنایا۔ بس سنتے ہی ان کا مرض بڑھ گیا۔ گھر لوٹ کر انھوں نے خبر کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی، آپؐ نے اجازت دیدی۔ میکے جا کر والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ: ”امی! لوگ کیا باتیں کرتے ہیں؟“ والدہ نے کہا: ”بیٹی! زیادہ اثر قبول نہ کر، بخدا! ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی شوہر کی محبوبہ ہو اور اس کی سونکیں ہوں مگر ایسی باتیں بکثرت پیش آتی ہیں“ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صورتِ حال کا یقینی طور پر علم ہو گیا تو وہ بے اختیار روئے لگیں اور پھر دورات اور ایک دن روتے روتے گذر گئے، اس درمیان نہ نیند کا سرمہ لگایا نہ آنسوؤں کی جھڑی رکی، ان کے والدین کو اندیشہ لاحق ہو گیا کہ روتے روتے کلیجہ شق نہ ہو جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے میکے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے گھر کے لوگوں سے تحقیق شروع کی، سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا جن کی بہن اس طوفان میں شریک تھیں کہ ”تم عائشہ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟“ انھوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں ان کے اندر بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی“ پھر آپؐ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انھوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! آپؐ اپنی اہلیہ کو زوجیت میں برقرار رکھیں، ہم خیر کے سوا کوئی بات نہیں جانتے“ پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: انھوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں کی، اور عورتیں ان کے علاوہ بہت ہیں، اور آپؐ خادمہ سے دریافت کریں وہ صحیح بات بتا دے گی“ آخر میں آپؐ نے خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ”اے بریرہ! کیا تم نے کوئی شبہ کی بات دیکھی ہے؟“ اس نے کہا: ”اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر انگلی رکھی جاسکے، البتہ یہ بات ہے کہ نوعمر لڑکی ہیں آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر کھا جاتی ہے!“

تحقیق حال سے جب عائشہؓ کی بے گناہی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی تو آپؐ نے تقریر فرمائی۔ ارشاد فرمایا: ”مسلمانو! کون ہے جو مجھے اس شخص کے حملوں سے بچائے جس نے میرے گھر والوں پر تہمت لگا کر مجھے اذیت پہنچائی! بخدا! میں نے نہ تو اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی نہ اس شخص میں جس کے تعلق سے تہمت لگائی جاتی ہے، وہ شخص میری غیر موجودگی میں کبھی میرے گھر میں نہیں آیا“ — اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یا رسول اللہ! اگر وہ ہمارے قبیلہ کا ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے، اور اگر ہمارے بھائی خزر جیوں میں سے ہے تو آپؐ ہمیں حکم دیں ہم اس کی تعمیل کریں گے“ — یہ سن کر رئیس خزر ج حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ”بخدا! تم اسے قتل نہیں کر سکتے“ اس پر حضرت اسید بن حنفیر رضی اللہ عنہ جو حضرت سعد کے چچا زاد بھائی تھے کھڑے ہوئے اور کہا: ”بخدا! تم جھوٹ کہتے ہو، ہم ضرور اس کو قتل کریں گے، اور تم منافق ہو، منافقوں کی حمایت کرتے ہو!“ اس پر مسجد نبوی میں ایک

ہنگامہ بپا ہو گیا اور اس و خزر ج قریب تھے کہ دست و گریباں ہو جائیں۔ نبی ﷺ نے مشکل سے حالات پر قابو پایا اور منبر سے اتر آئے۔

اُدھر حضرت عائشہ کو ان کے والدین تسلی دے رہے تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ کلمہ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا اور فرمایا: ”عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں ایسی اور ایسی باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری براءت ظاہر فرمادیں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو توبہ کرو اور اللہ سے مغفرت مانگو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں“۔ یہ بات سنتے ہی حضرت عائشہ کے آنسو ٹھم گئے، اور اب انہیں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”ابا! آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں“ انہوں نے کہا: ”بیٹی! میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا جواب دوں!“ یہی بات انہوں نے اپنی امی ام رومان سے کہی، انہوں نے بھی یہی جواب دیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی کہا: ”واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ باتیں سننے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہیں، اور آپ لوگوں نے ان کا یقین کر لیا ہے، اب اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں، اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں، تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے۔ اور اگر میں جرم کا اعتراف کر لوں، حالانکہ اللہ خوب جانتے ہیں کہ میں اس سے بری ہوں، تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے، ایسی صورت میں میرے لئے اور آپ لوگوں کے لئے وہی منسل (مضمون) ہے جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی ہے: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۚ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ﴾ یعنی صبر بہتر ہے! اور اللہ تعالیٰ ہی مدد خواستہ ہیں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو!“۔ یہ کہہ کر حضرت عائشہ اپنے بستر پر جالیٹیں اور منہ دوسری طرف کر لیا۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو ناقابل بیان بوجھ پڑتا تھا اور سخت سردی کے زمانہ میں آپ کی پیشانی سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگتا تھا۔ جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے، اور آپ نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ: ”عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہیں بری کر دیا!“ ان کی والدہ نے کہا: ”بیٹی! اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو!“ انہوں نے ناز سے کہا: ”میں کسی کا شکریہ ادا نہیں کرتی، میں صرف اپنے اللہ کا احسان مانتی ہوں!“۔ یہ وہ واقعہ ہے جس میں یہ دس آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تہمت زنا کوئی معمولی جرم نہیں۔ وہ ایسا سنگین جرم ہے کہ اس سے پورا اسلامی معاشرہ متاثر ہوتا ہے، جس پر تہمت لگائی جاتی ہے اس کا برا حال ہو جاتا ہے، اور اس کے متعلقین کے لئے یہ الزام سواہن روح بن جاتا ہے، اس لئے اگر اس کی سزا اسی کوڑے تجویز کی گئی ہے تو وہ ہر طرح قرین صواب ہے۔ اس ضروری تفصیل کے بعد آیات پاک کی تفسیر شروع کی جاتی ہے۔

پہلی آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی بات: — جن لوگوں نے یہ بہتان باندھا ہے وہ بالیقین تم میں سے ایک گروہ ہے — اِفْک: کے اصلی معنی ہیں: پلٹ دینا اور بدل دینا۔ اور اِفْک سے مراد وہ بدترین قسم کا جھوٹ ہے جو حق کو باطل سے بدل دے اور متقی کو فاسق بنادے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی براءت کے شروع ہی میں یہ لفظ لا کر معاملہ کی ساری پول کھول دی — اور عصبہ کی معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ تین سے چالیس تک اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لفظ میں اشارہ ہے کہ بہت معمولی تعداد ہے جو اس طوفان میں حصہ دار بنی ہے عام لوگ اس سے کنارہ کش ہیں — اور منکم سے مراد مؤمنین کی جماعت ہے۔ اس تہمت کا اصل گھڑنے والا اگرچہ عبداللہ بن ابی تھا جو مسلمان نہیں تھا بلکہ منافق تھا، مگر چونکہ وہ اسلام کا دعوے دار تھا اس لئے بظاہر وہ بھی منکم میں شامل تھا۔ اُس کے علاوہ جو دو مرد اور ایک عورت اس طوفان میں شریک ہو گئے تھے وہ یقیناً منکم میں شامل تھے، اس طرح اس پہلی ہی آیت میں ان لوگوں کی تسلی کر دی کہ وہ اس بری حرکت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو گئے، وہ مسلمانوں کی جماعت میں بدستور شامل ہیں، وہ اطمینان رکھیں۔ قرآن کریم کا یہ خاص اسلوب ہے: جب وہ کوئی شدید وعید سناتا ہے تو جو اس کے مستحق نہیں ان کا پہلے ہی استثناء کر دیتا ہے۔ سورۃ الانفال (آیت ۱۶) میں میدانِ جہاد سے بھاگنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے پس پتہ ابد لے کے طور پر میدان سے ہٹنے والوں کا پہلے ہی استثناء کر دیا۔ اور سورۃ النحل (آیت ۱۰۶) میں بصورتِ اکراہ دین سے پھرنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے پس پہلے ہی اس شخص کو متشنی کر دیا جو صرف زبانی جمع خرچ کرتا ہے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ اسی طرح یہاں بھی آگے تہمت لگانے والوں کو سخت وعید سنائی جائے گی اس لئے پہلے ہی ان کی گونہ تسلی کر دی کہ وہ اس حرکت سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے، وہ اب بھی مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہیں۔

دوسری بات: — تم اس (تہمت کے واقعہ) کو اپنے حق میں برا مت سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے — یہ مسلمانوں کا غصہ ہلکا کیا۔ صحابہ اس طوفان بدتمیزی سے ناقابلِ بیان حد تک پریشان تھے، وہ براءت نازل ہونے کے بعد نہ معلوم مبتلی بہ افراد کے ساتھ کیا معاملہ کرتے، ممکن تھا وہ ان کی ہکا بولی کر دیتے۔ اس لئے پہلے ہی ان کو بتادیا کہ اس شر میں بھی خیر کا پہلو ہے، صحابہ کو چاہئے کہ وہ اس کو پیشِ نظر رکھیں۔

اور اس واقعہ میں خیر کے موئے پہلو تین ہیں:

پہلا پہلو: قانون سازی کا ہے۔ زمانہ نبوت میں جو اس قسم کے واقعات پیش آئے ہیں وہ کچھ خبثِ نفس کی وجہ سے پیش نہیں آئے۔ زنا کرنے کے، شراب پینے کے، تہمت لگانے کے اور ظہار کرنے کے جو بھی واقعات پیش آئے

ہیں وہ نگوینی طور پر رونما کئے گئے ہیں۔ آپ زمانہ نبوت میں زنا کرنے والے مردوں اور عورتوں کے حالات روایات میں پڑھیں، یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ ان کے دل صاف تھے اور وہ گناہ سے ایسی توبہ کرتے تھے کہ اگر ایک امت یا ایک شہر پر وہ بانٹ دی جائے تو سب کی بخششیں ہو جائے۔ بلکہ وہ واقعات تشریع (قانون سازی) کے مقصد سے رونما کئے جاتے تھے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام کی آیتوں کے نزول سے پہلے کوئی واقعہ رونما ہوتا تھا، اور اس کا خوب چرچا ہوتا تھا، اور لوگ اس کے حکم کے منظر ہو جاتے تھے تب متعلقہ آیات نازل ہوتی تھیں۔ جیسے شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو لعان کا حکم ہے۔ اس حکم کے نزول سے پہلے حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت عویر عجلانی رضی اللہ عنہما کے واقعات پیش آئے۔ انھوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ غیر مرد کو نازیبا حرکت کرتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انھوں نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی تو آپؐ نے فرمایا: ”گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگے گی“ وہ سخت پریشان ہوئے۔ اسلامی معاشرہ بھی الجھن کا شکار ہو گیا کہ شوہر کی غیرت کیسے گوارہ کرے گی کہ وہ ایسی صورت پیش آنے پر گواہ تلاش کرے، اور اگر جائے بھی تو حاصل کیا؟ لوگوں کے آنے تک زانی نمٹ کر سرک جائے گا۔ پھر جب ان واقعات نے لوگوں کو بے تاب کر دیا تو لعان کی آیتیں نازل ہوئیں، اور رسول اللہ ﷺ نے ان آیتوں پر عمل کر کے دکھایا، چنانچہ صحابہ ان آیات میں مذکور حکم کو مع اس کی حکمت کے بخوبی سمجھ گئے۔ اسی طرح تہمت زنا کی سزا کو قابل فہم بنانے کے لئے یہ واقعہ پیش آیا۔ پھر اگر عام مسلمانوں میں یہ واقعہ پیش آتا تو معاملہ کی سنگینی اتنی واضح نہ ہوتی جتنی نبی ﷺ کے گھر میں آپؐ کی چہیتی بیوی کے ساتھ واقعہ پیش آنے سے واضح ہوئی۔ یہ اس واقعہ میں خیر کا پہلو ہے۔

دوسرا پہلو: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا ہے، اس واقعہ سے پھر آپؐ کی براءت نازل ہونے سے آپؐ کا مقام ثریا تک بلند ہو گیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی ایک خصوصیت نہیں اور بھی متعدد خصوصیات ہیں۔

اول: تمام ازواج رضی اللہ عنہن سے نکاح آپ ﷺ نے خود کئے ہیں، صرف دو بیویوں سے نکاح اللہ تعالیٰ نے کرایا ہے۔ ایک: صدیقہ عائشہؓ اور دوسری: حضرت زینب بنت جحشؓ، ان کے نکاح کا حکم آسمان سے نازل ہوا ہے، حضرت زینبؓ کے سلسلہ میں تو جی متلو (قرآن کریم) نازل ہوئی ہے، جو سورہ احزاب میں ہے، اور حضرت صدیقہؓ کے سلسلہ میں جی غیر متلو آئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام خواب میں ایک ریشمی کپڑے میں ان کی تصویر لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، اور آپؐ کو خبر دی کہ یہ آپؐ کی زوجہ ہیں، چنانچہ اس وحی کی بنا پر آپؐ نے ان سے نکاح کیا۔

دوم: رسول اللہ ﷺ نے صدیقہ کے علاوہ کسی بھی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

سوم: رسول اللہ ﷺ کی وفات اُن کی گود میں ہوئی۔ بوقت وفات وہ نبی ﷺ کو اپنے سینے سے لگائے

ہوئے تھیں۔

چہارم: آپ ﷺ کی تدفین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں ہوئی۔
 پنجم: آپ ﷺ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی، جب آپ ﷺ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک لحاف میں لپیٹے ہوئے ہوتے تھے، کسی بھی دوسری بیوی صاحبہ کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔
 ششم: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے ذریعہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہلویا، یہ فضیلت بھی کسی اور بیوی صاحبہ کو حاصل نہیں۔

ہفتم: یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی نے تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کو گویائی دے کر اُن کی براءت ظاہر فرمائی۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عزت پر لوگوں نے حملہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گویا کیا اور ان کی شہادت سے حضرت مریم کو بری کیا۔ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی براءت کا اعلان کیا، جس سے اُن کی عزت میں اور اضافہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں: آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، اور خود بھی صدیقہ ہیں، اور ان سے دنیا ہی میں مغفرت اور رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

تیسرا پہلو: مسلمانوں کے لئے برکت کا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہمارا اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ اور بھی گم ہوا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ ایک سفر میں میرا ہار گم ہو گیا۔ قافلہ اس کی تلاش میں رک گیا، یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا، لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، انھوں نے حضرت عائشہ کو سرزنش کی۔ اس واقعہ میں یتیم کا حکم نازل ہوا، اس وقت حضرت اسید بن حنیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ماہی باول برکتکم یا آل ابی بکر: اے عائشہ! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں! یعنی اس سے پہلے بھی ہار کے گم ہونے کی وجہ سے آیتیں نازل ہو چکی ہیں، جو مسلمانوں کے لئے بابرکت ثابت ہوئیں، اب یہ دوسری برکت ہے، پھر جب قافلہ روانہ ہوا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ کھڑا ہوا تو ہار اس کے نیچے سے ملا (مجمع الزوائد حدیث ۵۲۸۲)۔

تیسری بات: — ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا — یہ ایک اصولی بات ہے: تہمت میں حصہ لینے والے سب ایک درجہ کے نہیں ہوتے، پس ہر شخص اپنے جرم کے مطابق سزا کا مستحق ہوگا، رہی یہ بات کہ واقعہ کا اصل کردار کون تھا؟ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بکر مجرم تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اصل تھے۔ واللہ اعلم

چوتھی بات: — اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصہ کا ذمہ دار بنا ہے اس کے لئے دردناک سزا ہے — یہ سوال مقدر کا جواب ہے کہ واقعہ کا اصل مجرم تو سزا سے بچ گیا! فرمایا: بچا نہیں! اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے، کیونکہ دنیا کی سزا ہلکی ہوتی ہے اور آخرت کی سزا سخت۔

ان چار تمہیدی باتوں کے بعد واقعہ اِفک کے تعلق سے مزید سات باتیں بیان کی ہیں: پہلی بات: — مسلمانوں کو آپس میں حسن ظن قائم رکھنا چاہئے (اصلاح معاشرہ کا خاص گُر) فرمایا: — جب

تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں کیوں اچھا گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے! — یہ حسن ظن کی تعلیم ہے، اسلامی معاشرہ میں ہر مرد و زن کو دوسروں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے جب تک کسی کے خلاف کوئی قطعی شہادت اور کافی ثبوت نہ مل جائے زبان نہیں کھولنی چاہئے، اور جو شخص بغیر شرعی ثبوت کے کسی پر الزام لگائے اس کی بات رد کرنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”جو کوئی مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے مد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پیٹھ پیچھے مد کریں گے“ — اور حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اس آیت کی بہترین مثال ہے۔ ایک روز ان کی بیوی نے کہا: ”لوگ عائشہ کی نسبت ایسا ایسا کہتے ہیں!“ انھوں نے فوراً کہا: ”جھوٹے ہیں! کیا تم ایسا کام کر سکتی ہو؟“ انھوں نے کہا: ”ہرگز نہیں!“ حضرت ابویوبؓ نے کہا: ”پس عائشہ بخدا! تم سے افضل ہیں!“ پھر ان کی نسبت بے وجہ ایسا گمان کیوں کیا جائے؟!

اور بَانْفُسِهِمْ کے معنی ہیں: اپنے لوگوں کے بارے میں یعنی مسلمانوں کے بارے میں۔ اور اس تعبیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بدنام اور رسوا کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ کو رسوا کرتا ہے، کیونکہ اسلام نے سب مسلمانوں کو ایک رشتہ میں جوڑ دیا ہے۔

اور یہ تعبیر قرآن کریم میں متعدد جگہ آئی ہے، فرمایا: ﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ﴾: ایک دوسرے کو طعنہ مت دو (الحجرات ۱۱) اور ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾: ایک دوسرے کو قتل مت کرو (النساء ۲۹) اور ﴿فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ﴾: اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو (النور ۶۱)

ایک سوال:

یہاں ایک سوال ہے: جب ہر مسلمان کو دوسرے مسلمانوں سے حسن ظن قائم رکھنے کا حکم ہے اور بے دلیل بات کی تردید واجب ہے تو نبی ﷺ نے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اس بات کی تردید کیوں نہ کر دی، ایک ماہ تک تردید کی حالت میں کیوں رہے؟

اس کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب: یہ ہے کہ آیت اس واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس سے پہلے ایسی کوئی ہدایت نازل نہیں ہوئی تھی۔
دوسرا جواب: یہ ہے کہ شوہر اور والدین کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ شوہر اگر تردید کرے گا بھی تو باتیں بنانے والوں کی زبان نہیں رُکے گی، وہ کہیں گے: ”میاں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں! ان کو بیوی کا عیب نظر نہیں آتا!“ اسی طرح وہ کہیں گے: ”باپ اگر بیٹی کی حمایت نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا؟“ غرض گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل والا معاملہ ہوگا، اس لئے تردید لا حاصل ہوگی، ورنہ نبی ﷺ نے جو خطبہ دیا ہے اس میں صاف فرمایا ہے: ”میں اپنی اہلیہ کے بارے میں بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا“ اور ام رومان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو بات کہی ہے کہ خوبصورت عورت جب کسی آدمی کی چپیتی بیوی ہوتی ہے اور اس کی سونکیں ہوتی ہیں تو اکثر ایسی باتیں پیش آتی ہیں: یہ باتیں دلیل ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہ کے والدین کے ذہنوں میں قطعاً کوئی شبہ نہیں تھا۔

دوسری بات: — تہمت لگانے والے گواہ پیش نہ کر سکیں تو قانون کی نظر میں وہی جھوٹے ہیں: — وہ لوگ اُس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پس جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں — ”اللہ کے نزدیک“ یعنی قانونِ اسلامی کی نظر میں وہی جھوٹے قرار دیئے جائیں گے، اور ان پر حد قذف لگے گی، اگرچہ یہ احتمال ہے کہ وہ سچے ہوں، مگر احکام ظاہر پر دائر ہوتے ہیں، کیونکہ حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔

یہ آیت حد قذف کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب بھی ہے۔
سوال: چار گواہوں سے الزام ثابت نہ کر سکنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ تہمت لگانے والا یقیناً جھوٹا ہے؟ ممکن ہے وہ سچا ہو، زنا کا معاملہ خود اس نے آنکھوں سے دیکھا ہو، مگر گواہ موجود نہ ہوں، اس لئے وہ پیش نہ کر سکا، پھر اس کو اتنی سخت سزا (اسی کوڑے) کیوں دی گئی؟

جواب: بیشک یہ بات ممکن ہے، مگر قانون سازی میں اس کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ قانون کا مدار ظاہری احوال پر ہوتا ہے، نفس الامری احوال پر مدار نہیں ہوتا، جیسے قاضی مدعی کے گواہوں پر اور مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ کرتا ہے، حالانکہ مدعی کے گواہ جھوٹے ہو سکتے ہیں اور مدعی علیہ جھوٹی قسم کھا سکتا ہے، مگر چونکہ فیصلہ کرنے کی اور کوئی صورت نہیں، اس لئے فیصلہ اسی طرح کیا جاتا ہے۔

اسی طرح الزام تراشی پر بھی گواہ قائم کرنے ضروری ہیں، اگر صرف الزام لگانے والے کی بات مان لی جائے گی تو مجرم پر بغیر گواہوں کے سزا جاری کرنا لازم آئے گا۔

رہا تہمت لگانے والے کا معاملہ تو وہ بولنے پر مجبور نہیں، اس کے پاس اگر گواہ نہیں ہیں تو خاموش رہے۔ البتہ شوہر اپنی

بیوی کے معاملہ میں بولنے پر مجبور ہے، کیونکہ حرم (بیوی) کی حفاظت اس پر لازم ہے، اس لئے اس سے گواہوں کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ لعان کرایا جاتا ہے۔

تیسری بات: — کبھی رحمتِ خداوندی سے عذاب نل جاتا ہے — ارشادِ پاک ہے: اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ضرور تم اس معاملہ میں جس میں تم مشغول ہوئے تھے بڑا عذاب پہنچتا! — یعنی جو جرم تم سے سرزد ہوا اور جس شغل میں تم پڑے، وہ بہت بڑا جرم تھا، اس پر دنیا میں بھی عذاب آسکتا تھا، اور آخرت میں بھی، مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہمیشہ مؤمنین کے ساتھ فضل و کرم کا رہا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس لئے عذاب تم سے نل گیا، مخلصین کو توبہ کی توفیق دی اور ان کی خطا معاف کر دی، ورنہ منافقین کی طرح وہ بھی قیامت کے دن عذابِ عظیم میں گرفتار ہوتے۔

یہ آیت اُن مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اس الزام تراشی میں کسی بھی درجہ میں ملوث ہو گئے تھے، پھر انھوں نے توبہ کر لی، اور بعض پر سزا بھی جاری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے سب کو معاف کر دیا۔

چوتھی بات: — معمولی سچی جانے والی بعض باتیں حقیقت میں سنگین ہوتی ہیں: — فرماتے ہیں: (یاد کرو) جب تم اس (تہمت) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے — اس کو سن کر بے تحقیق آگے بڑھا رہے تھے — اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کی حقیقت تمہیں معلوم نہیں تھی — بس گپ اڑا رہے تھے — اور تم اس کو معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ بات اللہ کے نزدیک سنگین تھی — کیونکہ اس سے صاحبِ معاملہ کو سخت تکلیف پہنچی، اُس کی رسوائی ہوئی، اس کے لئے زندگی دو بھر ہو گئی، اور اللہ کے رسول ﷺ سخت گھٹن میں مبتلا ہو گئے۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ ”بندہ کبھی اللہ کو ناراض کرنے والی بات بولتا ہے، اور وہ اس کو معمولی بات سمجھتا ہے: وہ اس بات کی وجہ سے جہنم میں جا پڑتا ہے“ (مشکوٰۃ حدیث ۴۸۱۳)

پانچویں بات: — الزام تراشی کی اول وہلہ ہی میں تردید ہونی چاہئے تھی — ارشاد فرماتے ہیں: اور جب تم نے اس (الزام تراشی) کو سنا تو کیوں نہ کہہ دیا: ”ہمارے لئے زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات زبان سے نکالیں۔ معاذ اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے!“ سوچو! جس پاک باز خاتون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی زوجیت کے لئے چنا: کیا وہ خود بے آبرو ہو کر سید الانبیاء ﷺ کی آبرو کو بے لگائے گی؟ یہ منافقوں نے ایک بے قصور پر بہتان باندھا ہے، تم نے اول وہلہ ہی میں اس کی تردید کیوں نہ کر دی؟ اس بات کو تم نے آگے کیوں چلایا؟

چھٹی بات: — آئندہ کبھی ایسی بات زبان سے مت نکالنا — ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت

فرماتے ہیں: اگر تم ایماندار ہو تو آئندہ کبھی ایسی بات زبان سے مت نکالنا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔

قوله تعالى لِمَنْ لِحَالِهِ: یعنی یہی الزام نہیں اس جیسی کوئی اور بات آئندہ صدیقہ کی شان میں زبان سے مت نکالنا: ورنہ انجام بخیر نہ ہوگا۔ یہ صاف صریح حکم ہے، اس کی خلاف روزی کفر ہے۔ شامی (۱۸۳:۳) میں ہے: من المعلوم ضرورة: ان من قذف أم المؤمنين عائشة رضي الله تعالى عنها كفر، سواء كان سراً أو جهرًا: یہ بات بدلیہ معلوم ہے یعنی دلیل کی محتاج نہیں کہ جو شخص ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے: وہ کافر ہے، خواہ سراً لگائے یا جہراً یعنی بر ملا۔

قوله تعالى: ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے:

سوال: جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ اتہام اتنا سنگین جرم تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس کا موقع کیوں دیا؟ نکوئی طور پر ان کو روک کیوں نہیں دیا؟ امور کی باگ ڈور اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ قادر مطلق ہیں، جو چیز وہ چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے، اور جو چیز وہ نہ چاہیں نہیں ہو سکتی!

جواب: اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔ اس واقعہ میں حکمت تھی اور اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے تھے، اس لئے یہ واقعہ رونما ہونے دیا۔ اور اس حکمت کا تذکرہ پہلے آچکا ہے کہ اس واقعہ کے ذریعہ حد قذف کو معقول بنانا مقصود تھا، اب ہر شخص سمجھ لے گا کہ زنا کی تہمت کوئی معمولی جرم نہیں، بلکہ وہ ایسا سنگین جرم ہے کہ اس سے اسلامی معاشرہ تہ وبالا ہو سکتا ہے، جیسا کہ حرم نبوی میں یہ واقعہ رونما ہونے سے سب لوگوں نے یہ بات سمجھ لی۔

یہاں ایک سوال و جواب ہے:

سوال: جس طرح کسی بات کا سچا ہونا بے دلیل معلوم نہیں ہو سکتا، اسی طرح کسی بات کا جھوٹا ہونا بھی بے دلیل معلوم نہیں ہو سکتا، پھر اس کو بہتان عظیم کیسے کہہ دیا جائے؟

جواب: ہر مسلمان کو بے گناہ سمجھنا اصل شرعی ہے، جو دلیل سے ثابت ہے، پس اس کے خلاف جو بھی بات بغیر دلیل کے کہی جائے، اس کو جھوٹا سمجھنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ ایک مومن مسلمان پر بغیر دلیل شرعی کے الزام لگایا گیا ہے، اس لئے یہ بہتان ہے! (معارف القرآن)

ساتویں بات: — فواحش (بے حیائی کی باتوں) کا چرچا بھی معاشرہ کو خراب کرتا ہے — ارشاد

فرماتے ہیں: جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پسند کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک

سزا ہے، اور اللہ تعالیٰ (باتوں کے عواقب کو) جانتے ہیں، اور تم نہیں جانتے! — فواحش (زنا، اغلام وغیرہ) کا تذکرہ اس کی سزا کے ساتھ ایک معنی رکھتا ہے، مگر محض بے حیائی کی خبروں کو شہرت دینا طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے فواحش کی نفرت کو کم کرتا ہے اور جرائم پر اقدام کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ جس کا مشاہدہ آج کل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے جو ان اخبار میں اس طرح کی خبریں ڈھونڈھ کر پڑھتے ہیں، پھر ان جرائم پر سزاؤں کا تذکرہ اخباروں میں بہت ہی کم آتا ہے، اس کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے، چنانچہ اس آیت میں فواحش کی تشہیر پر روک لگائی ہے، اور اس پر دردناک سزا کی خبر دی ہے اور آخر آیت میں اس کی دلیل بیان کی ہے کہ اس قسم کی باتوں کے عواقب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، بندے نہیں جانتے، پس ان کو چاہئے کہ اللہ کے ارشاد پر عمل کریں تاکہ دنیا و آخرت میں ضرر سے بچ جائیں۔

آخری آیت: شروع سورت سے حدود کا بیان شروع ہوا ہے۔ اُس سلسلہ کی دسویں آیت تھی: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ﴾ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور ان کی مہربانی نہ ہوتی، اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے حکمت والے ہیں (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے!)

پھر حد قذف کی معقولیت سمجھانے کے لئے اقل (الزام تراشی) کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کو بھی اسی مضمون پر پورا کیا جا رہا ہے، ارشاد پاک ہے: — اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور ان کی مہربانی نہ ہوتی، اور نہ یہ بات ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بڑے شفیق بڑے مہربان ہیں (تو معلوم نہیں کیا ہو جاتا!) یعنی طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نذر ہو جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت اور شفقت و مہربانی سے تم میں سے تائبین کی توبہ قبول فرمائی اور بعض کو حد شرعی جاری کر کے پاک کیا، اور جو زیادہ خبیث تھے ان کو ایک گونہ مہلت دی (نوائد عثمانی)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا ۚ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٥٠ وَلَا يَأْتِلُ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۚ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٥١ إِنَّ الَّذِينَ

يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ٥٧
يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥٨ يَوْمَ يَدْعِيهِمُ اللَّهُ دَعِيَهِمْ الْحَقُّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ٥٩
لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتِ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ
مَبْرُؤُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ٦٠

۵۷

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے	وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ	اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر	يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ	پاک صاف کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں
لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ	نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی	وَرَحْمَتُهُ مَّا رَكِي	اور اس کی مہربانی (تو) نہ پاک صاف ہوتا	وَلَا يَأْتِلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ	اور نہ قسم کھائیں بزرگی والے تم میں سے
فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ	تو بیشک وہ حکم دے گا بے حیائی والے کاموں کا اور ناجائز کاموں کا	مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهُ	کوئی کبھی بھی مگر اللہ تعالیٰ	وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا	اور گنجائش والے کہ (نہیں) دیں گے وہ

(۱) اتبع الشيء: پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔ (۲) خطوات: خطوۃ کی جمع: قدم (۳) فإِنَّهُ: مَنْ کی جزاء نہیں ہے، بلکہ جزاء کے قائم مقام ہے، جزاء: فقد غوى ہے یعنی وہ گمراہ ہو گیا (۴) المنکر: ما یُنکِرہ الشرع: ناجائز کام (۵) زَكَا الشيء (ن) زَكَاء و زكوة: نشوونما پانا، بڑھنا۔ زَكَا الرجل: گناہوں سے پاک صاف ہونا، یہی معنی زَكَّى الشيء / الرجل کے ہیں۔ (۶) مَنْ أَحَدٍ: فاعل پر مِنْ زائدہ ہے (۷) لَا يَأْتِلِ: اصل میں لَا يَأْتِلِي تھا، مجزوم ہونے کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔ مجرد: الی یألو (ن) أَلُوا و أَلُوا: باز رہنا، کی کرنا۔ إِبْلَاء (افعال) إِبْلَاء (تفعّل) کے معنی ہیں: قسم کھانا۔ (۸) أَنْ مصدر یہ سے پہلے مِنْ یؤْتُوا سے پہلے لا پوشیدہ ہے یعنی وہ نہیں دیں گے۔

اور ان کے ہاتھ	وَأَيُّدِيهِمْ	پیشک جو لوگ	لَاَ الَّذِينَ	رشتہ داروں کو	أُولَى الْقُرْبَىٰ
اور ان کے پیر	وَأَنْجُلُهُمْ	(زنا کی) تہمت لگاتے ہیں	يَرْمُونَ ^(۱)	اور غریبوں کو	وَالْمَسْكِينِ
ان کاموں کی جو	بِمَا	پاک دامن	الْمُحْصَنَاتِ	اور ہجرت کرنے والوں کو	وَالْمُهَاجِرِينَ
وہ کیا کرتے تھے	كَأَنَّهُمْ يَعْمَلُونَ	گناہ سے بے خبر	الْغَفْلَاتِ	راہِ خدا میں	فِي سَبِيلِ اللَّهِ
جس دن	يَوْمَ يَذَّ	ایمان والی عورتوں پر	الْمُؤْمِنَاتِ	اور چاہئے کہ معاف کریں	وَلْيَعْفُوا
پورا پورا دیں گے ان کو	يُوقَّعِيهِمْ ^(۳)	لعنت بھیجے گئے ہیں وہ	لُعِنُوا	اور چاہئے کہ درگزر کریں	وَلْيَصْفَحُوا
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	دنیا میں	فِي الدُّنْيَا	کیا نہیں	أَلَا
ان کا بدلہ	دِيْنَهُمْ ^(۵)	اور آخرت میں	وَالْآخِرَةِ	پسند کرتے تم	تُحِبُّونَ
برحق (واجبی)	الْحَقِّ ^(۶)	اور ان کے لئے	وَلَهُمْ	کہ	أَنْ
اور جان لیں گے وہ	وَيَعْلَمُونَ	سزا ہے	عَذَابٌ	معاف کر دیں	يَعْفَرُ
کہ اللہ تعالیٰ	أَنَّ اللَّهَ	بہت بڑی	عَظِيمٌ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ
ہی برحق بات	هُوَ الْحَقُّ ^(۷)	جس دن	يَوْمَ ^(۲)	تم کو؟	نَكُمُ
بیان کرنے والے ہیں	الْمُبِينُ ^(۸)	گواہی دیں گے	تَشْهَدُ	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ
گندی عورتیں	الْخَبِيثَاتِ	ان کے خلاف	عَلَيْهِمْ	بڑے بخشنے والے	عَفُورٌ
گندے مردوں کیلئے	لِلْخَبِيثِينَ	ان کی زبانیں	أَلَسِنَتُهُمْ	بڑے مہربان ہیں	سَرِيمٌ

(۱) یرمون کے بعد صلہ بالزنا محذوف ہے (۲) یوم کا ناصب ٹکائین ہے، جو لہم کا متعلق ہے یعنی یہ بڑا عذاب اس دن ہوگا جب ان کے خلاف گواہی دیں گے الی آخرہ یعنی قیامت کے دن ہوگا۔ اور عذاب (مصدر) کو بھی ناصب بنا سکتے ہیں اور مطلب اس صورت میں بھی یہی ہوگا۔ (۳) یومئذ: یوم سے بدل ہے۔ (۴) وَلَقَدْ فَلَانَا حَقُّهُ: پورا حق دینا۔ (۵) الذین کے بہت سے معافی ہیں، یہاں جزاء اور بدلہ کے معنی ہیں: جیسے محاورہ ہے: کَمَا تُدِينُ قُدَانُ: لوگوں کے ساتھ جیسا سلوک کرو گے ویسا ہی بدلہ دیئے جاؤ گے یعنی ویسا ہی لوگ تمہارے ساتھ سلوک کریں گے۔ (۶) الْحَقُّ: دین (مضاف) کی صفت ہے۔ حَقُّ کے اصلی معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں، اور اس کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے۔ یہاں معنی ہیں: وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو، جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے، قول حق اور فعل حق اسی معنی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ (۷) الْحَقُّ: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مراد وہ ہستی ہے جس کا وجود واقعی ہے، فرضی نہیں اور الحق اور الحق میں جناس تام ہے یعنی لفظ ایک ہیں اور معنی مختلف۔ (۸) الْمُبِين بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اُنْہَا سے اسم فاعل ہے: ظاہر کرنے والا، کھول کر بیان کرنے والا۔

وَالْخَبِيثُونَ لِالْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتِ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ	اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کیلئے اور ستھرے مرد	لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُكْرَمُونَ ^(۱) مِمَّا يَقُولُونَ	ستھری عورتوں کے لئے یہ لوگ پاک ہیں ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں	لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ	ان کے لئے بخشش اور روزی ہے عزت والی
--	--	---	---	---	--

رابط: گذشتہ رکوع کی دس آیتوں کا راست تعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت سے تھا۔ اب اس رکوع کی چھ آیتوں میں اسی سلسلہ کی چار باتوں کا عمومی انداز میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

پہلی بات: — اللہ تعالیٰ ہی گناہوں سے بچاتے ہیں، شیطان تو گناہوں کی دلدل میں پھنساتا ہے —

ارشاد فرماتے ہیں: اے مومنو! شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے (وہ گمراہ ہو جاتا ہے) کیونکہ وہ بے حیائی اور ناجائز کاموں کا علم دیتا ہے — اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان کی مہربانی نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک صاف کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

شیطان کے نقش قدم پر مت چلو: یعنی شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہو، مسلمان کا یہ کام نہیں کہ شیطاں الانس والجن کے قدم بہ قدم چلے، ان ملعونوں کا تو مشن ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور ناجائز کاموں کی طرف لے جائیں، تم جان بوجھ کر ان کے فریب میں کیوں آتے ہو! اس کی راہ اپناؤ گے تو وہ تمہیں گمراہ کر کے چھوڑے گا۔

اگر تم سنو رہا چاہتے ہو، اپنی اصلاح کے آرزو مند ہو اور اپنی عاقبت درست کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف آؤ، اس کے رسول ﷺ کا دامن پکڑو، ان کے لائے ہوئے دین کی پیروی کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے حقدار بن سکتے ہو۔ اللہ کا فضل اور ان کی رحمت ہی ان کے مخلص بندوں کی دستگیری کرتی ہے، اقلک کے معاملہ میں انھوں نے اکثر صحابہ کو محفوظ رکھا، اور بعض جو مبتلا ہوئے تو ان کو توبہ کی توفیق دی!

اور اللہ تعالیٰ اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتے ہیں کہ کون بندہ سنور نے کے قابل ہے، اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے، اور کون جہنم میں جانے کے لائق ہے! چنانچہ دنیا میں اس کے پیچھے رسوائی لگادی اور آخرت میں اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۱) مُكْرَمُونَ: اسم مفعول (باب تفعیل) مصدر كَرَمَ: بری کئے ہوئے، اللہ کی طرف سے بری قرار دیتے ہوئے۔

دوسری بات: — بڑوں کا ظرف بڑا اور ان کے اخلاق بلند ہونے چاہئیں — حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض صحابہ بھی بھولے پن سے شریک ہو گئے تھے، ان میں سے ایک حضرت مسطحؓ تھے، جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے، واقعہ اُنک سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ ان کی امداد کیا کرتے تھے، جب یہ واقعہ پیش آیا، اور صدیقہؓ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی مدد نہیں کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی — اور تم میں سے دینی کمال اور مالی وسعت رکھنے والے قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، غریبوں اور اہل خدا میں ہجرت کرنے والوں کو (مدد) نہیں دیں گے — بلکہ ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں — ان کو چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں — یعنی جواں مردی یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں، اپنے غریب رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی امداد بند نہ کر دیں، بزرگوں اور مالی وسعت رکھنے والوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، ان کے شایان شان یہ ہے کہ خطا کاروں کی لغزش سے چشم پوشی اور ان کی حرکت سے درگزر کریں — کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دیں! اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں — ہر مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کی امید رکھتا ہے، پس بندوں کو چاہئے کہ وہ بھی دوسروں کے ساتھ یہی معاملہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے: ”مہربانی کرنے والوں پر رحمان مہربانی کرتے ہیں، زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربانی کرے گا“ — چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت سنی تو فوراً جواب دیا: ”پیشک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں کہ آپ ہماری مغفرت فرمائیں، اور انھوں نے حضرت مسطحؓ کی امداد جاری کر دی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ دو گنی کر دی۔

مسئلہ: اگر کوئی قسم کھائی، پھر اس کے علاوہ بات میں بھلائی نظر آئی تو اس قسم کو پورا نہیں کرنا چاہئے، اس کو توڑ دینا چاہئے اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہئے، مثلاً: غصہ میں قسم کھالی کہ باپ سے یا ماں سے نہیں بولے گا، پھر ہوش آیا تو قسم توڑ دے اور کفارہ دیدے (یہ مسئلہ حدیث میں آیا ہے)

فائدہ: کسی خاص فقیر کی مالی مدد کرنا کسی خاص مسلمان پر علی التبعین واجب نہیں، پس جس کی مالی مدد کوئی کرتا ہے اگر وہ اس کو روک دے تو کوئی گناہ نہیں، مگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے معاشرہ کو ایک مثالی معاشرہ بنانا چاہتے ہیں، اس لئے اس آیت میں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی کہ اگر کسی بڑے آدمی نے جس کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت بھی دی ہے، طبعی رنج و ملال کی وجہ سے کسی خاص غریب فقیر کی مدد نہ کرنے کی قسم کھالی تو اس کو توڑ دینا چاہئے، اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہئے، اور اس کا

مالی تعاون شروع کر دینا چاہئے، اس کی مالی امداد سے دست کش ہو جانا بڑے لوگوں کے مقام بلند کے مناسب نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سے تم غفودر گذر کی امید رکھتے ہو، اسی طرح تمہیں بھی غفودر گذر سے کام لینا چاہئے۔

تیسری بات: — الزام تراشی کرنے والے دونوں جہانوں میں ملعون ہیں، اور ان کو بڑی سخت سزا قیامت کے دن ملے گی، اور اس دن جرم کے گواہ خود ان کے اعضاء ہونگے — ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ پاک دامن (بے حیائی والے گناہ سے) بے خبر، ایماندار عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں: وہ بالیقین دنیا و آخرت میں ملعون ہیں! اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے، اُس دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کا واجب بدلہ پورا پورا دیں گے، اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق بیان کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں اور اسی سورت کی آیت چار میں قذف کے تعلق سے پاک دامن عورتوں کی تخصیص بہ چند وجوہ ہے:

۱- افسوس کا واقعہ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا تھا: اس لئے بیان میں عورتوں کی تخصیص کی ہے۔

۲- عورتیں کمزور صنف ہیں، اس لئے ان کو تہمت لگانے پر صدمہ بہت پہنچتا ہے، اور وہ جلدی سے شرم کے مارے قاضی کے پاس نہیں جاسکتیں، اور مرد باہمت ہوتے ہیں، وہ فوراً استغاثہ کر کے بدلہ لے سکتے ہیں۔

۳- تہمت زنا خواہ کسی پر لگائی جائے، مرد پر یا عورت پر: کبیرہ گناہ اور موجب حد ہے، مگر پاک دامن، گناہ کے تصور سے بھی پاک ایماندار عورت پر تہمت لگانا تباہ کرنے والا کبیرہ گناہ ہے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے: ”سات تباہ کن گناہوں سے بچو: ایک: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ دوسرا: جادو کرنا۔ تیسرا: کسی کو ناحق قتل کرنا۔ چوتھا: سود کھانا۔ پانچواں: یتیم کا مال کھانا۔ چھٹا: جنگ کے دوران پیٹھ پھیرنا۔ ساتواں: پاک دامن، گناہ سے محض بے خبر ایماندار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا (مشکوٰۃ حدیث ۵۲) اور طبرانی کی روایت میں ہے: ”محضہ پر تہمت لگانا سو سال کے عمل کو ڈھا دیتا ہے“ (نوائد)

لعنت کے معنی: خیر سے دور اور محروم کرنا، کسی سے سخت ناراض ہو جانا اور پھٹکار دینا — اور لعنت کا اثر دنیا و آخرت میں مختلف طرح سے ظاہر ہوتا ہے، مگر دنیا میں اسباب دنیوی کی رعایت کے ساتھ اثر ظاہر ہوتا ہے۔ جب اسباب متعارض ہوتے ہیں تو اثر دیر میں ظاہر ہوتا ہے، اور آخرت میں چونکہ اسباب کا تعارض ختم ہو جاتا ہے اس لئے اثر فوری ظاہر ہوتا ہے (اس کی تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ ۱: ۳۶۱ میں ہے)

جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پیر گواہی دیں گے: یعنی قیامت کے میدان میں عدالت قائم ہوگی، اور اظہارات سنے جائیں گے، اس دن الزام تراشی کرنے والے اپنے جرم کا خود اقرار کریں گے، ان کی

زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی، اور ان کے دو ہاتھ اور دو پیر بھی ان کے خلاف گواہی دیں گے، وہ دنیا میں تہمت پر چار گواہ پیش نہیں کر سکے تھے، اب ان کے جھوٹے ہونے پر انہیں کے چار اعضاء گواہی دیں گے، اس وقت عدالتِ عالی واجبہ سزا کا فیصلہ سنائے گی، اور وہ سزا ان کو پوری پوری ملے گی۔

اس دن مجرموں کو دو باتوں کا حق البیقین حاصل ہو جائے گا:

۱۔ اللہ تعالیٰ برحق ذات ہیں، ان کا وجود محض خیالی نہیں، بلکہ وہ واقعی حقیقت ہے۔

۲۔ انھوں نے دنیا میں احکام صاف صاف کھول کر بیان کر دیئے تھے، مگر بہت سے لوگ خام خیالی میں مبتلا رہے، ان کو اب پتہ چل گیا کہ وہ واقعی احکام تھے، فرضی نہیں تھے۔

یہاں ایک سوال ہے: ینس شریف (آیت ۶۵) میں ہے: ”آج ہم ان کے منہ ہوں پر مہر لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے، اور ان کے پاؤں اُن کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے“ اور یہاں ہے کہ ان کی زبانیں بھی گواہی دیں گی: یہ تعارض ہے۔

اس کا جواب: یہ ہے کہ ینس شریف کی آیت کافروں کے حق میں ہے۔ وہ قیامت کے دن عدالتِ عالی میں اپنے کفر و شرک کا انکار کریں گے، پس ان کے منہ ہوں پر مہر کر کے اعضاء سے پوچھا جائے گا، وہ اقرار کریں گے۔ اور یہاں الزام لگانے والے مومنوں اور منافقوں کا ذکر ہے۔ یہ جرم کا انکار نہیں کریں گے، بلکہ اقرار کریں گے، اس لئے منہ ہوں پر مہر لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

چوتھی بات: — اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر جوڑ رکھا ہے — ارشاد فرماتے ہیں: گندی عورتیں

گندے مردوں کے لئے ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔ اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں، اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ لوگ (ستھرے مرد و زن) ان باتوں سے پاک ہیں جو وہ (الزام لگانے والے) کہتے ہیں۔ ان (ستھرے لوگوں) کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے!

اس آخری آیت میں یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر جوڑ رکھا ہے۔ فارسی کی مشہور مثل ہے: ”کند ہم جنس با ہم جنس پرواز! اور اسی معنی میں عربی کی مثل ہے: إِنَّ الطَّيْرَ عَلَى أَشْبَاهِهَا تَقَعُ: یعنی کبوتروں کی ڈار میں کبوتر ہی ہوتے ہیں، کوا نہیں ہوتا، اور کتوں کی ڈار میں کتے ہی ہوتے ہیں، کبوتر نہیں ہوتا۔ یہ قدرتی قانون ہے، اس قانون کی رو سے گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔

اور یہ مضمون اسی سورت کی آیت تین میں بھی دوسرے انداز پر آیا ہے۔ ارشاد پاک ہے: ”بدکار مرد صرف بدکار عورت سے یا مشرک عورت سے نکاح کرتا ہے۔ اور بدکار عورت سے صرف بدکار مرد یا مشرک نکاح کرتا ہے“

مگر دورِ اول کے اسلامی معاشرہ میں ان بدکاروں کا نام و نشان بھی نہیں تھا، وہ معاشرہ تو دودھ سے دھلا ہوا تھا، پھر انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں پاکی اور صفائی میں مثالی شخصیتیں تھیں ان کو اللہ تعالیٰ نے ازواج بھی ان کے مناسب عطا فرمائی تھیں، ان کے حق میں افتراء پر دازی کیا معنی رکھتی ہے! ان کے لئے تو دوسرا ضابطہ ہے: ”اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں، اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لئے ہیں!“ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو سب ازواج میں ممتاز تھیں، اور آپ ﷺ سید الانبیاء ہیں۔ پس صدیقہ کے بارے میں شک و شبہ وہی کر سکتا ہے جس کا خود رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں۔ صدیقہ اور تمام ازواج مطہرات ان باتوں سے قطعی پاک ہیں جو منافقین کہتے ہیں۔ ان کے لئے آخرت میں مغفرت اور عزت کی روزی یعنی جنت ہے، اور تہمت تراشنے والے جہنم کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی پیغمبر کی بیوی بدکار نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ناموس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

کسی نبی کی بیوی کافر ہو یہ ممکن ہے، مگر بدکار فاحشہ نہیں ہو سکتی کیونکہ بدکاری سے طبعی طور پر عوام کو نفرت ہوتی ہے، اور کفر طبعی نفرت کا موجب نہیں (بیان القرآن)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَٰ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ كَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	غَيْرَ بُيُوتِكُمْ	جو علاوہ ہیں تمہارے گھروں کے	وَتَسَلِّمُوا	اور سلام کرلو ان کے رہنے والوں کو
حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا	مست داخل ہوؤ ایسے گھروں میں	حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا	یہاں تک کہ تم انس پیدا کرلو	ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ	یہ (اجازت لینا) بہتر ہے
فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا		فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا		وَتَسَلِّمُوا	

(۱) غیر بیوتکم: مرکب اضافی بیوتاً کی صفت ہے (۲) خیر: اسم تفضیل ہے، خلاف قیاس، اور مفضل منہ من الدخول بغیر استدلال محذوف ہے یعنی بغیر اجازت لئے داخل ہونے سے۔

لَكُمْ	تمہارے لئے	لَكُمْ	تم سے	اَنْ	(اس میں) کہ
لَعَلَّكُمْ ^(۱)	تاکہ تم	ارْجِعُوا	لوٹ جاؤ	تَدْخُلُوا	داخل ہوؤ
تَذَكَّرُونَ	یاد کرو	فَارْجِعُوا	تو لوٹ جاؤ	بَيُوتًا	ایسے گھروں میں
فَاِنْ	پس اگر	هُوَ	وہ (لوٹ جانا)	غَيْرَ ^(۲)	جو نہیں ہیں
لَمْ تَجِدُوا	نہ پاؤ تم	اَزْكَى ^(۲)	زیادہ سہرا (بہتر) ہے	مَسْكُونَةً	رہنے کے گھر
فِيْهَا	ان گھروں میں	لَكُمْ	تمہارے لئے	فِيْهَا	ان گھروں میں
اَحَدًا	کسی کو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	مَتَاعٌ ^(۳)	نفع ہے
فَلَا تَدْخُلُوْهَا	تو نہ داخل ہوؤ ان میں	بِمَا	ان کاموں کو جو	لَكُمْ	تمہارے لئے
حَتّٰى	یہاں تک کہ	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
يُؤْذَنَ	اجازت دی جائے	عَلَيْكُمْ	خوب جاننے والے ہیں	يَعْلَمُ	جاننے ہیں
لَكُمْ	تمہارے لئے	كَيْسَ	نہیں ہے	مَا	ان باتوں کو جو
وَلَا	اور اگر	عَلَيْكُمْ	تم پر	تُبْدُوْنَ	ظاہر کرتے ہو تم
قِيْلَ	کہا جائے	جُنَاحٌ	کوئی گناہ	وَمَا تَكْتُمُوْنَ	اور انکو جو چھپاتے ہو تم

رابط: سورۃ النور کا موضوع اصلاح معاشرہ ہے، اور معاشرہ کو خراب کرنے والی سب سے بری چیز زنا ہے۔ اس سے نسب گڈمڈ ہو جاتے ہیں، رقابتیں پیدا ہوتی ہیں، اور کشت و خون کا بازار گرم ہوتا ہے، جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور معاشرہ تہ و بالا ہو جاتا ہے۔ یورپ و امریکہ میں جہاں باہمی رضامندی سے زنا ایک جائز فعل ہے ان خرابیوں کا رات دن مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے سورت کا آغاز احکام زنا و قذف سے ہوا ہے، پھر قذف کی سنگینی سمجھانے کے لئے واقعہ افک کا تذکرہ کیا ہے۔ اور چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا کا سبب بنتا ہے اس لئے اب ان آیات میں اجازت طلبی کا حکم دیا جاتا ہے، تاکہ فساد معاشرہ کا یہ سوراخ بند ہو جائے۔

(۱) لعلکم: محذوف: ارشدتم الی ذلک کی تعلیل ہے یعنی تمہاری اس مفید بات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے تاکہ تم یاد کرو اس بات کو جو تمہارے لئے مفید ہے۔ تذکرون کا مفعول: منفعتہ بھی محذوف ہے۔ (۲) ازکی: اسم تفضیل: زیادہ سہرا، زکاۃ سے جس کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں۔ (۳) غیر مسکونۃ: مرکب اضافی بیوتا کی صفت ہے۔ (۴) متاع: اسم مفرد، جمع امتعة: معین و متحد وقت تک برتنے اور فائدہ اٹھانے کی چیز اور قابل استفادہ چیز۔

ملاقات کے لئے جاؤ تو پہلے اجازت لو، بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل مت ہوؤ!

ارشاد پاک ہے: — اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل مت ہوؤ، یہاں تک کہ (اجازت لے کر) اُنس پیدا کر لو، اور ان میں رہنے والوں کو سلام کر لو۔ یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے (اور یہ بات تم کو اس لئے بتائی) تاکہ تم (اپنا فائدہ) یاد کرو — اس آیت کے ذیل میں چند باتیں سمجھ لینی چاہئیں:

۱- اجازت طلبی کا حکم مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، آیت میں خطاب اگرچہ مردوں سے ہے، مگر عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ قرآن کریم کا یہ عام اسلوب ہے کہ مردوں کو مخاطب بنایا جاتا ہے، اور عورتیں اس میں شامل رہتی ہیں۔ پس دوسرے کے گھر میں جانے کے لئے اجازت طلب کرنا واجب ہے۔ عورت کسی عورت کے پاس جائے یا مرد کسی مرد کے پاس جائے سب کو اجازت لینی چاہئے، حتیٰ کہ اگر اپنی ماں، بہن یا دوسری محرم عورتوں کے گھر میں جائے تب بھی اجازت لے کر جائے۔

موطا مالک میں روایت ہے: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنی والدہ کے گھر میں جاؤں تو اجازت طلب کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: میں تو ہر وقت ان کی خدمت میں رہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر بھی اجازت لئے بغیر گھر میں مت جاؤ، کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اپنی ماں کو نگا دیکھو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پس اجازت لو، کیونکہ ممکن ہے وہ کسی ضرورت سے اپنا ستر کھولے ہوئے ہو (معارف)

اور اگر گھر میں بیوی بچے ہی ہوں تو اجازت لینا ضروری نہیں، مستحب ہے، کیونکہ احتمال ہے: پڑوس کی کوئی عورت گھر میں آئی ہوئی ہو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اپنے گھر میں جانے کے لئے بھی اجازت لیتے تھے، اور وجہ یہ بتائی کہ ممکن ہے گھر میں پاس پڑوس کی کوئی خاتون آئی ہوئی ہو۔

اور اگر اپنا گھر بالکل خالی ہو تو اجازت طلبی کا حکم باقی نہیں رہتا۔ البتہ سلام اب بھی کرنا چاہئے، اور اس صورت میں سلام ان لفظوں سے کرے: السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین: ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام! میرے استاذ حضرت شیخ محمود عبدالوہاب مصری قدس سرہ دارالعلوم دیوبند میں مسجد کی بائیں جانب میں بالائی منزل پر اس حجرہ میں قیام پذیر تھے جس میں آج کل حضرت مہتمم صاحب رہتے ہیں، وہ جب نماز کے لئے نیچے اترتے تھے تو کمرہ بند کر کے آتے تھے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو کر لوٹتے تھے تو میں ساتھ ہوتا تھا، جب وہ کمرہ کھولتے تو مذکورہ لفظوں سے سلام کرتے تھے، پھر اندر داخل ہوتے تھے۔

۲- آیت کریمہ میں تستانسوا ہے یعنی تم انیسیت پیدا کر لو، جبکہ ہونا چاہئے تھا: تستأذنوا: تم اجازت لے لو، یہ

تبدیلی اس لئے ہے کہ اجازت طلبی کی حکمت و مصلحت کی طرف اشارہ ہو جائے، پس آیت میں اقتضاء انص سے تستاذنوا محذوف ہوگا، اور تقدیر عبارت ہوگی: حتی تستاذنوا لتستأنسوا: یہاں تک کہ اجازت لے لو، تاکہ ایک دوسرے سے مانوس ہو جاؤ۔

جب کوئی شخص کسی کی ملاقات کے لئے جاتا ہے تو اگر اجازت لے کر مہذب انسان کی طرح ملے تو مخاطب اس کی بات توجہ سے سنتا ہے، اور اس کی کوئی حاجت ہو تو اس کو پورا کرتا ہے، اور اگر غیر مہذب طریقہ پر اجازت لئے بغیر مسلط ہو جائے تو مخاطب اس کو بلائے ناگہانی سمجھتا ہے اور اس کی بات توجہ سے نہیں سنتا، نہ اس کی حاجت روائی کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے، اور آنے والے کو ایذائے مسلم کا گناہ الگ ہوتا ہے۔

۳- آنے والے کو دو کام کرنے ہیں: اجازت لینا ہے اور سلام کرنا ہے: ان میں مقدم کون ہو؟ پہلے اجازت لینا چاہئے، پھر سلام کرنا چاہئے یا اس کے برعکس ہونا چاہئے، اس سلسلہ میں مفسرین کرام میں اختلاف ہے: ایک رائے یہ ہے کہ پہلے اجازت لے، پھر سلام کرے یہ حضرات کہتے ہیں: آیت کریمہ سے یہی ترتیب مفہوم ہوتی ہے، حالانکہ آیت میں واو کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے، اور واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے، وہ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے۔ متعدد روایات میں یہی ترتیب آئی ہے۔ السلام قبل الکلام مشہور حدیث ہے، اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں ہے کہ جو شخص سلام سے پہلے اجازت طلب کرے اس کو اجازت مت دو۔

اور تطبیق یہ سمجھ میں آتی ہے کہ سلام دو طرح کے ہیں: سلام استیذان اور سلام تحیہ۔ اگر صاحب خانہ قریب ہو، اور بات سن رہا ہو تو پہلے سلام کرے، یہ سلام استیذان بھی ہے اور سلام تحیہ بھی۔ پھر اجازت ملنے کے بعد جب گھر میں داخل ہو تو دوبارہ سلام تحیہ کرنا ضروری نہیں — اور اگر صاحب خانہ دور ہو، گھنٹی بجانے کی ضرورت ہو یا دروازہ کھٹکھٹانے کی، تو پہلے استیذان ان کرے، جب اجازت مل جائے، اور گھر میں داخل ہو تو سلام تحیہ کرے۔ واللہ اعلم

۴- فرمایا: ”یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے“ یعنی اجازت لئے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونے سے بہتر ہے۔

اجازت لے کر داخل ہونے میں متعدد فوائد ہیں:

پہلا فائدہ: وہ ہے جس کی طرف ﴿تَسْتَأْنِسُوا﴾ میں اشارہ کیا ہے کہ صاحب خانہ آنے والے سے مانوس ہو جاتا ہے اور ملاقات خوشگوار ہوتی ہے۔

دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے آدمی کے گھر کو سکون و راحت کی جگہ بنایا ہے، اور یہ بات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی خواہ مخواہ کی مداخلت نہ کرے، پس بے اجازت داخل ہو کر کسی کے سکون میں خلل ڈالنا گھر کی مصلحت کو فوت کرنا ہے،

اس لئے ناجائز ہے۔

تیسرا فائدہ: فواحش کا انسداد ہے۔ بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل ہونے میں احتمال ہے کہ گھر کی عورت پر نظر پڑ جائے اور شیطان دل میں کوئی برا خیال پیدا کر دے۔

چوتھا فائدہ: آدمی کبھی اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتا ہے، یا ایسے کام میں مشغول ہوتا ہے کہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس پر مطلع ہو، اس لئے اجازت لے کر داخل ہونا ضروری ہے۔

۵۔ اور آخر آیت میں ارشاد ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ تاکہ تم اپنا فائدہ یاد کرو۔ یہ اجازت طلبی کی ترغیب ہے کہ چونکہ یہ بات تمہارے لئے مفید ہے، اس میں فوائد ہیں اس لئے اس کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔

اجازت ہر حال میں لینا ضروری ہے، اور لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جائے، برائے مانے

ارشاد فرماتے ہیں: پس اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ، تو (بھی) ان میں داخل مت ہوؤ، یہاں تک کہ تمہیں

اجازت دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔ وہ تمہارے لئے زیادہ ستھری بات ہے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے! — اس آیت میں دو مسئلے ہیں، اور آخر میں دو باتیں ہیں:

پہلا مسئلہ: اگر یہ معلوم ہو جائے کہ گھر میں کوئی موجود نہیں، تب بھی دوسرے کے گھر میں مالک کی اجازت کے بغیر مت جاؤ، کیونکہ ملک غیر میں بدوں اجازت تصرف کا کوئی حق نہیں۔ نہ معلوم بے اجازت داخل ہونے سے کیا جھگڑا کھڑا ہو یا کیا الزام لگ جائے — ہاں صراحۃً یا دلالتاً اجازت ہو تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ﴿حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

دوسرا مسئلہ: اور اگر گھر میں صاحب خانہ ہو، مگر وہ کسی وجہ سے فی الحال ملاقات نہیں کرنا چاہتا، چنانچہ گھر میں سے کہا جائے کہ ملاقات سے فی الوقت معذوری ہے تو لوٹ جانا چاہئے، بُرائی نہیں ماننا چاہئے۔ کبھی آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی، یا کام کا حرج ہوتا ہے، یا وہ کوئی ایسا کام یا بات کر رہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں کرتا، پس کیا ضروری ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ بن جائے! اس طرح بارِ خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے۔

پھر آیت میں دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں:

پہلی بات: ﴿هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ﴾ وہ تمہارے لئے زیادہ ستھری بات ہے۔ اس کا تعلق دونوں مسئلوں سے ہے یعنی یہ دونوں مسئلوں کی مصلحت کا بیان ہے۔ گھر میں کوئی موجود نہ ہو اور بے اجازت داخل ہوؤ تو کوئی بھی الزام لگ سکتا ہے، اس لئے اس سے بہتر بات یہ ہے کہ داخل مت ہوؤ۔ اسی طرح ملاقات سے معذرت پر لوٹ جانا بھی قلوب کی صفائی کا سبب ہے، کیونکہ صاحب خانہ پر بوجھ بن جانا پر لے درجہ کی دنائت (کمینہ پن) ہے۔

دوسری بات: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾: اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔ یہ دونوں مسئلوں کی وجہ بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے تمام ظاہری اور باطنی احوال کی خبر ہے۔ انھوں نے اپنے علم محیط سے تمام امور کی رعایت کر کے یہ احکام دیئے ہیں، پس ان کی تعمیل میں تمہارا سراسر فائدہ ہے۔ اور حدیثوں میں اجازت طلبی کے سلسلہ میں تین مسائل اور آئے ہیں:

پہلا مسئلہ: وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ اجازت طلب کرے، اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ ملے تو لوٹ جائے، اور یہ سمجھ لے کہ گھر میں کوئی نہیں ہے یا کوئی مشغولیت ہے، پس دروازے پر جمار ہٹا اور مسلسل دستک دینا ایذا کا سبب بنتا ہے، جس سے بچنا واجب ہے۔

دوسرا مسئلہ: اگر دروازہ کھلا ہے تو دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دائیں بائیں کھڑے ہو کر سلام کرے، گھنٹی بجائے یا دستک دے، تاکہ اجازت ملنے سے پہلے ناگاہ نظر نہ پڑ جائے، حدیث میں ہے: **إِنَّمَا يُجْعَلُ الْاِسْتِیْذَانُ لِأَجْلِ النَّظَرِ**: اجازت طلبی کا حکم نظر (دیکھنے) ہی کی وجہ سے ہے۔ اگر اجازت ملنے سے پہلے گھر میں دیکھ لیا تو اجازت طلبی کا مقصد فوت ہو گیا۔

تیسرا مسئلہ: جب گھر میں سے پوچھا جائے کہ کون؟ تو ایسا جواب دے جس سے آنے والے کا تعارف ہو جائے، مجمل جواب نہ دے کہ میں! اور صرف نام نہ بتائے، بلکہ اپنا لقب یا عرف وغیرہ ہو تو وہ بھی ذکر کرے، یہی حکم ٹیلیفون پر جواب دینے کا ہے۔

رفاہ عام کی جگہوں میں اجازت لئے بغیر داخل ہونا جائز ہے

ارشاد فرمایا: اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (بغیر اجازت لئے) ایسے گھروں میں داخل ہوؤ جن میں کوئی نہیں رہتا، جن میں تمہارے لئے منفعت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وہ باتیں جانتے ہیں جو تم علانیہ کرتے ہو اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو! جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا اور وہ عام لوگوں کے استعمال کی جگہیں ہیں، اور وہاں جانے میں کوئی روک ٹوک نہیں، مثلاً: مسجد، مدرسہ، خانقاہ، سرائے وغیرہ۔ وہاں اگر کسی ضرورت سے جانا پڑے تو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ کسی کی ملکیت نہیں، نہ وہاں جانے میں کسی کو ڈسٹرپ (پریشان) کرنا لازم آتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان جگہوں میں آدمی کیوں جا رہا ہے؟ چوری وغیرہ کی نیت سے تو نہیں جا رہا؟ اگر ایسی کوئی بری نیت ہے تو وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمام کھلے اور چھپے حالات کو جانتے ہیں، وہ اس کی ضرور سزا دیں گے۔

مسئلہ: رفاہ عام کی وہ مخصوص جگہیں آفس وغیرہ جہاں منتظمین کی طرف سے بے اجازت داخلے کی ممانعت ہے وہاں اجازت لینی ضروری ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۚ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ الشَّعْبَ الَّذِينَ غَيْرَ أُولِي الْأَرْبَابَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوَاتِ النِّسَاءِ ۚ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

قُلْ	کہیں	آز کے	زیادہ تھری ہے	لِّلْمُؤْمِنَاتِ	مومن عورتوں سے
لِّلْمُؤْمِنِينَ	مومن مردوں سے:	لَهُمْ	ان کے لئے	يَغْضُضْنَ (۵)	نچی رکھیں
يَغُضُّوا (۱)	نچی رکھیں	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مِنْ أَبْصَارِهِنَّ	اپنی نظریں
مِنْ أَبْصَارِهِمْ (۲)	اپنی نظریں	خَبِيرٌ	پورے باخبر ہیں	وَيَحْفَظْنَ (۱)	اور محفوظ رکھیں
وَيَحْفَظُوا (۳)	اور محفوظ رکھیں	بِمَا	ان کاموں سے جو	فُرُوجَهُنَّ	اپنی شرمگاہیں
فُرُوجَهُمْ	اپنی شرمگاہیں	يَصْنَعُونَ	وہ کرتے ہیں	وَلَا يُبْدِينَ	اور نہ ظاہر کریں
ذَٰلِكَ (۴)	وہ بات	وَقُلْ	اور کہیں	زِينَتَهُنَّ (۷)	اپنی زیبائش

(۱) يَغُضُّوا: فعل امر، صیغہ جمع مذکر غائب، غَضَّ (ن) جھکانا، نچا کرنا..... (۲) مِنْ: صلہ (زائدہ) ہے، اور تعبیضیہ بھی ہو سکتا ہے، بلکہ عام طور پر تعبیضیہ لیا گیا ہے، مگر بہتر صلہ قرار دینا ہے، کیونکہ تعبیضیہ ہونے کی صورت میں معنی بنانے میں بڑا تکلف ہے۔ (۳) يَحْفَظُوا: فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب..... (۴) ذَٰلِكَ: اسم اشارہ بعید ہے، اور مشار الیہ غرض بصر ہے..... (۵) يَغْضُضْنَ: فعل امر، صیغہ جمع مؤنث غائب ہے..... (۶) يَحْفَظْنَ: فعل مضارع، صیغہ جمع مؤنث غائب ہے۔ (۷) زِينَتُہُنَّ: زیبائش، ہر قسم کی خلق اور کسی آرائش۔

بُعُولَتِهِنَّ	اپنے شوہروں کے	لَمْ يَظْهَرُوا	نہیں واقف ہوئے
أَوْ إِخْوَانِهِنَّ	یا اپنے بھائیوں کے	عَلَى عَوْرَتِ	پردے کی باتوں سے
أَوْ بَنِي	یا بیٹیوں	النِّسَاءِ	عورتوں کے
إِخْوَانِهِنَّ	اپنے بھائیوں کے	وَلَا يَضْرِبْنَ	اور نہ پٹھیں
أَوْ بَنِي	یا بیٹیوں	بِأَرْجُلِهِنَّ	اپنے پیر
أَخَوَاتِهِنَّ	اپنی بہنوں کے	لِيُعْلَمَ	تاکہ جان لی جائے
أَوْ نِسَائِهِنَّ	یا اپنی عورتوں کے	مَا	جو
أَوْ مَا	یا جن کے	يُخْفَيْنَ	چھپاتی ہیں وہ
مَلَكَتْ	مالک ہیں	مِنْ زِينَتِهِنَّ	اپنی زیبائش سے
أَيَّمَانُهُنَّ	ان کے دائیں ہاتھ	وَتُؤْبَوْنَ	اور توجہ کرو
أَوِ الشَّيْعِينَ	یا ٹھہلوانو کروں کے	إِلَى اللَّهِ	اللہ تعالیٰ کی طرف
غَيْرِ	جو نہیں	جَمِيعًا	سبھی
أُولَى الْأَرْبَةِ	خواہش رکھنے والے	آيَةُ	اے
مِنَ الرِّجَالِ	مردوں میں سے	الْمُؤْمِنُونَ	مؤمنو!
أَوِ الْوَلَدِ	یا ان بچوں کے	لَعَلَّكُمْ	تاکہ
الَّذِينَ	جو	تَقْلِحُونَ	تم کامیاب ہوؤ

(۱) دونوں جگہ الاحرف استثناء ہے، اور ایک ہی مستثنیٰ منہ سے دو استثناء ہیں، مگر ایسا کرنا نجات کے نزدیک ضعیف ہے، کیونکہ اس سے عبارت میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے، اور کلام فصاحت سے خارج ہو جاتا ہے۔ ابن حابط رحمہ اللہ نے کافیہ میں غیر منصرف کی بحث کے آخر میں ایسا کیا ہے، جس سے بات بہت دقیق ہو گئی ہے۔ قرآن کریم جب ایسی ضرورت پیش آتی ہے تو مستثنیٰ منہ کو مکرر لاتا ہے یہاں مستثنیٰ منہ ﴿وَلَا يُدْنِينَ زِينَتَهُنَّ﴾ ہے، اس کو مکرر لایا گیا ہے۔ پس ﴿مَّا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا تعلق دوسرے استثناء میں جن بارہ قسم کے لوگوں کا ذکر ہے: انہی سے ہے یعنی انہی کے سامنے چہرہ وغیرہ کھلا رکھا جاسکتا ہے (۲) منها: ای من الزينة (۳) جُبُوب: جیب کی جمع: گریبان۔ پہلے بھی اور اب بھی عموماً گریبان آگے بناتے ہیں، پس مراد سینہ ہے۔ (۴) التابع: ساتھ لگا رہنے والا، گھر کا ٹھہلوانو کر (۵) الربة: مطلق حاجت، اور ایسی سخت حاجت جس کو دور کرنے کے لئے حیلہ اور تدبیر سے کام لینا پڑے، اور آیت میں نکاح کی حاجت مراد ہے..... غیر اولی الاربة: مرکب اضافی التابعین کی صفت ہے، اور من الرجال: التابعین سے متعلق ہے۔

رابطہ: جس طرح بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا زنا تک مفسد ہو سکتا ہے، اسی طرح نظر بھر کر دیکھنا بھی زنا کا سبب بنتا ہے، اس لئے اب اس کا سد باب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کارہنا سہنا ہے، اگر ان کے درمیان سلیقہ سے نہ رہا جائے تو بھی فساد کا اندیشہ ہے۔ باپ بیٹی، بھائی بہن، بھابھی جیٹھ دیور، ساس داماد اور سالی بہنوئی کے بدکاری کے واقعات ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں، یہ سب نظر بھر کر دیکھنے اور بے سلیقہ زندگی گزارنے کے نتائج ہیں، اس لئے دوسری آیت میں عورتوں کو محارم اور محارم جیسوں کے درمیان رہنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔

نظریں نیچی رکھو، اور ہر وقت ساتھ رہنے والے محارم وغیرہ کے درمیان سلیقہ سے رہو

پہلی آیت: — آپ مومن مردوں سے کہیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ بات ان کے لئے زیادہ ستھری ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔

بد نظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے، اس سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا یہ دروازہ بند کر دیا۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا کہ بد نظری سے بچیں، کیونکہ جب نظریں لڑتی ہیں تو دل بے قابو ہو جاتا ہے، اور آدمی نا کردنی کر گزرتا ہے۔ علاوہ ازیں: اگر آدمی نظر نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے، اور اختیار وارادے سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے۔

اور آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوری کو جانتے ہیں، اور ان باتوں کو بھی جانتے ہیں جو سینوں میں پوشیدہ ہیں (المومن آیت ۱۹) اس لئے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو، ورنہ آخرت میں سزا پاؤ گے!

مسئلہ: ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر، یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو فوراً نگاہ ہٹالے اور یہ پہلی نظر معاف ہے، مگر دوبارہ ارادے سے اس کی طرف نظر نہ کرے، کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا (یہ مسئلہ حدیث میں صراحتہ آیا ہے)

فائدہ: ﴿وَيَحْفَظُوا أَعْيُنَهُمْ﴾: اور اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھیں، یہ نظریں نیچی رکھنے کا فائدہ ہے۔ یعنی بد نظری سے بچو گے تو زنا سے بچ جاؤ گے۔ اور اس کو مستقل جملہ کی صورت میں اس لئے لایا گیا ہے کہ حکم عام ہو جائے، یعنی شرمگاہ کی ہر حرام کاری سے حفاظت ضروری ہے، زنا، اغلام، سحاقہ (دو عورتوں کی چپٹی) اور ہاتھ سے شہوت پوری کرنا: یہ سب آیت کا مصداق ہیں۔ اور چونکہ یہ حکم پہلے حکم کے بعد موصول آیا ہے، اس لئے یہ اس حکم کی غایت بھی ہے۔

دوسری آیت میں پانچ احکام ہیں:

پہلا حکم: — اور آپ مومن عورتوں سے کہیں کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں —

یہ وہی حکم ہے جو مردوں کو دیا تھا، اور عورتیں اگرچہ احکام میں مردوں کے تابع ہوتی ہیں، مگر ان کو مکرر یہ حکم دو وجہ سے دیا ہے: ایک: اس وجہ سے کہ کہیں یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے، عورتیں برقعے میں آزاد ہیں، جس کو چاہیں دیکھیں۔ دوم: آگے اور بھی چند احکام عورتوں کو دینے ہیں، جو اسی حکم کے قبیل سے ہیں، اس لئے تمہید میں یہ حکم بھی ذکر کر دیا۔

دوسرا حکم: — اور وہ اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے کھلی رہتی ہے — زیبائش: ہر قسم کی خلقی اور کسی آرائش، خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو، یا پوشاک وغیرہ خارجی امور سے متعلق ہو، عورتوں کو کسی قسم کی زیبائش کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔

اور ﴿إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر احادیث و آثار میں چہرے اور ہتھیلیوں سے آئی ہے، اور فقہاء نے پیروں کو ان کے ساتھ لاحق کیا ہے یعنی جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کارہنا سہنا ہے، وہ اگرچہ محارم ہوں، اور وہ اگرچہ شوہر ہو: سب کے سامنے یہی تین اعضاء اور ان میں پہنا جانے والا زیور کھلا رہے، باقی تمام بدن کپڑوں میں چھپا رہے۔

تیسرا حکم: — اور چاہئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں — یعنی صرف یہی نہیں کہ باقی بدن چھپا رہے، بلکہ سینے کا ابھار بھی نظر نہ آئے، اس پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔

جاننا چاہئے کہ چہرہ عشق آفریں ہے، اور عورت کی چھاتی کا ابھار، اور مردوزن کے بدن کا پچھلا حصہ فریفتگی کا باعث بنتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی نے بدتمیزی کی، اس نے کہا: ”آپ کی ماں کے سرین بہت بڑے تھے!“ حضرت معاویہؓ نے بردباری اختیار کی اور جواب دیا: ”میرے ابا کو میری امی کی یہی چیز پسند تھی!“ اس سے ثابت ہوا کہ یہ چیز فریفتگی کا باعث ہے، پس جو عورتیں پتلون یا پتلون نما پاجامہ پہنیں وہ اوپر گھٹنوں تک گرتا بھی پہنیں۔ اور یہی حکم مردوں کے لئے بھی ہے، وہ بھی اپنی محرم عورتوں کے سامنے پتلون یا پتلون نما پاجامہ نہ پہنیں، اور اگر پہنیں تو اوپر گھٹنوں تک گرتا بھی پہنیں، تا کہ سرین کا ابھار نظر نہ آئے اور فساد نہ پھیلے۔

چوتھا حکم: — دوسرے حکم میں جو مستثنیٰ منہ تھا، اس کو مکرر لا کر ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ اپنی زیبائش ظاہر نہ کریں مگر: ۱۔ اپنے شوہروں کے سامنے — شوہر سے کسی عضو کا پردہ نہیں، مگر اس کے سامنے بھی بیوی کو سلیقہ سے رہنا چاہئے، عام حالات میں صرف چہرہ، ہتھیلیاں اور پاؤں کھلے رہیں، باقی بدن چھپا رہے۔

دوسری وجہ اس زمرہ میں شوہر کو شامل کرنے کی یہ ہے کہ حجاب میں تخفیف کا حکم شوہر والی عورت کے لئے ہے، کنواری اور بیوہ عورت کے لئے نہیں، انہیں بہر حال پردہ نشین رہنا چاہئے — پھر شوہر والی عورت کے لئے بھی تخفیف اس صورت میں

ہے جب شوہر گھر پر موجود ہو، لمبے سفر میں گیا ہو، نہ ہو۔ جس عورت کا شوہر لمبے سفر میں گیا ہو، اس کے پاس غیر محارم کے لئے تنہائی میں جانا جائز نہیں۔ کیونکہ جب شوہر گھر پر موجود نہیں تو عورت کی طبیعت بے جوش ہوگی، اور جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے، اس لئے فتنہ پیش آنے میں دیر نہیں لگتی۔

۲- یا اپنے باپوں کے سامنے — دادا، نانا بھی اس میں شامل ہیں۔

۳- یا اپنے خسرؤں کے سامنے — خسر کے باپ دادا بھی اس میں شامل ہیں۔

۴- یا اپنے بیٹوں کے سامنے — خواہ موجودہ شوہر کے بیٹے ہوں یا سابقہ شوہر کے۔

۵- یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے — شوہروں: جمع اس لئے لائے ہیں کہ موجودہ شوہر کا دوسری بیوی سے لڑکا، اور سابقہ شوہروں کے دوسری بیویوں سے لڑکے بھی اس میں شامل ہو جائیں۔

۶-۸- یا اپنے بھائیوں کے سامنے، یا اپنے بھتیجیوں کے سامنے، یا اپنے بھانجیوں کے سامنے۔

۹- یا اپنی خواتین کے سامنے — یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے۔

۱۰- یا ان کے سامنے جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ — یعنی اپنی مملوکہ باندیوں کے سامنے، اگرچہ وہ باندیاں غیر مسلم ہوں..... ما اگرچہ عام ہے، مگر اس کا ذکر ﴿فمساہن﴾ کے بعد آیا ہے، اس لئے باندیوں کے ساتھ خاص ہے، اور اب عموم بایں اعتبار ہے کہ باندی خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس سے پردہ نہیں۔

۱۱- یا مردوں میں سے ٹہلوانو کروں کے سامنے جو خواہش رکھنے والے نہیں — ٹہلوا: کھیت، باغ وغیرہ میں کام کرنے والے مستقل نوکر جن کو عقل کم ہونے کی وجہ سے یا بوڑھے پھونس ہو جانے کی وجہ سے عورتوں سے کچھ غرض نہ رہی ہو۔

۱۲- یا ایسے بچوں کے سامنے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں — یعنی بچے خواہ کسی کے ہوں، مگر ابھی وہ بلوغ کے قریب نہیں پہنچے: ان کے سامنے۔

ان بارہ قسم کے لوگوں کے ساتھ ہر وقت رہنا سہنا ہوتا ہے۔ اور چچا ماموں اگرچہ محرم ہیں، مگر ان کے ساتھ ہر وقت رہنا نہیں ہوتا، اس لئے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ ان لوگوں کے درمیان عورتوں کو سلیقہ سے رہنا چاہئے، اپنا سارا جسم چھپائے رکھیں، صرف چہرہ، ہتھیلیاں اور پیر کھلے رکھیں، کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔

پانچواں حکم: — اور وہ اپنے پیر نہ پنچیں کہ اس زیبائش کا پتہ چل جائے جو وہ چھپاتی ہیں — یعنی وہ زیور جو کپڑوں کے نیچے ہے۔ غرض جس طرح چھاتی کا ابھاراؤڑھنی سے چھپانا ضروری ہے، اسی طرح مخفی زیور کا پتہ بھی نہ چلے۔ آخری نصیحت: اور اے مومنو! تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم کامیاب ہوؤ — یعنی کچھ نہ کچھ قصور تو

مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی ہو ہی جاتا ہے، اس لئے ہمیشہ توبہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والے ہیں، وہ آخرت کی کامیابی سے تمہیں ہمکنار کریں گے۔

خلاصہ: اس آیت میں پانچ احکام دیئے ہیں، اور ان کا خلاصہ دو باتیں ہیں:

اول: ہر وقت نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے، اور اس کا فائدہ بیان کیا ہے کہ زنا وغیرہ تمام حرام امور سے حفاظت رہے گی۔
دوم: جن لوگوں کے ساتھ ہر وقت کارہنا سہنا ہے: ان کے درمیان عورتوں کو اور مردوں کو تہذیب سے رہنا چاہئے، تاکہ برائیوں کا سد باب ہو جائے، صرف تین اعضاء کھلے رہیں کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔
اب چند باتیں اور جان لینی چاہئیں:

۱- یہ آیت: حجاب (پردے) کی آیت نہیں۔ حجاب کا حکم سورۃ الاحزاب (آیت ۵۹) میں ہے، وہاں چہرے کے حجاب کی صراحت ہے، اور کوئی بھی عورت اس سے مستثنیٰ نہیں۔

۲- نسائین کا مطلب عام طور پر: مسلمان عورتیں لیا گیا ہے، پھر اس پر یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ کافر عورتوں سے پردہ واجب ہے، وہ غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں لیکن ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہرات کے پاس آنا مروی ہے، اس لئے اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کافر عورتوں کو غیر محرم مردوں کی طرح قرار دیا اور بعض نے اس معاملہ میں مسلمان اور کافر دونوں قسم کی عورتوں کا ایک ہی حکم رکھا کہ ان سے پردہ نہیں، اور امام رازی رحمہ اللہ نے کافر عورتوں سے پردہ کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ اور علامہ آلوسیؒ نے روح البعانی میں لکھا ہے: ”یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے، کیونکہ اس زمانہ میں مسلمان عورتوں کا کافر عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن ہو گیا ہے“ (معارف القرآن)

۳- ما ملکیت میں جو ما ہے: اس میں غلام داخل ہیں یا نہیں؟ عام طور پر ما سے باندیاں ہی مراد لی گئی ہیں۔ اور بعض سلف کے نزدیک مملوک غلام بھی اس میں داخل ہے، اور ظاہر قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے (فوائد) اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ہے: نبی ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کے مکاتب کے پاس وہ مال ہو جسے وہ بدل کتابت میں ادا کرے گا تو وہ عورت اس سے (ابھی سے) پردہ کرے“ (ترمذی حدیث ۲۴۶۶ تحفۃ اللمعی ۴: ۱۸۴) اور یہاں تو پردے کا مسئلہ زیر بحث ہے ہی نہیں، بلکہ جن کے ساتھ ہر وقت کارہنا سہنا ہے: ان سے پردے میں تخفیف کا بیان ہے۔ پس غلام غیر محرم ہے، کیونکہ آزادی کے بعد وہ اپنی مالکہ سے نکاح کر سکتا ہے، مگر ہر وقت کا ساتھ ہونے کی وجہ سے اس کے پردے میں تخفیف کی گئی ہے۔

۴- جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا ماموں اور پھوپھی خالہ کے لڑکے بھی غیر محرم ہیں، کیونکہ ان سے نکاح جائز ہے، مگر ہمارے معاشرہ میں ان سے کامل پردہ مشکل ہے، اول تو ہندوستانی مسلمانوں کی معیشت کمزور ہے، ہر ایک کا گھر علاحدہ نہیں ہو سکتا۔ دوم: ہندو معاشرہ کا مسلمانوں کے معاشرہ پر اثر پڑا ہے، اور اختلاط عام ہو گیا ہے، اس لئے ان کے معاملہ

میں بھی دو شرطوں کے ساتھ تخفیف مناسب معلوم ہوتی ہے۔

اول: بغیر اجازت لئے یہ لوگ اچانک گھر میں نہ آئیں، جب بھی آئیں پہلے آگاہ کریں، تاکہ عورت خود کو سنبھال لے اور مذکورہ اعضاء کے علاوہ باقی جسم کو ڈھانک لے۔

دوم: یہ لوگ تنہائی میں جمع نہ ہوں، اور بے تکلفی سے باتیں نہ کریں۔ حدیث میں ہے کہ عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو! ایک انصاری نے پوچھا: جیٹھ دیور کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جیٹھ دیور موت ہیں!“ یعنی بڑا فتنہ ہیں۔ کیونکہ جیٹھ دیور کی بھالہ سے بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آنے میں دیر نہیں لگتی۔ اور یہی حکم سالیوں کا ہے، ان کے ساتھ بھی بہنوئی کی بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آتا ہے (تحفۃ الامعی ۳: ۷۱۰)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیٹھ دیور اگرچہ غیر محرم ہیں، مگر چونکہ ان کے ساتھ ہر وقت کا رہنا ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ تنہائی اور بے تکلفی تو جائز نہیں، باقی پردے میں تخفیف ہے۔ واللہ اعلم

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ وَلِيَسْتَعْفِفَ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ لَا يَتَّبِعُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۚ وَآتُوهُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ وَلَا تَكْرَهُوا قِتْلَيتَكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ ۚ إِنْ أَرَدْتُمْ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِمْ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا لِّلَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝

بَیِّنَاتٍ

وَأَنْكِحُوا	اور نکاح کرو	مِنْكُمْ	تم میں سے	مِنْ عِبَادِكُمْ	تمہارے غلاموں میں سے
وَالصَّالِحِينَ ^(۱)	بے نکاحوں کا	وَالصَّالِحِينَ ^(۲)	اور نیکوں کا	وَأِمَائِكُمْ	اور تمہاری باندیوں میں سے

(۱) ایامی: ایام کی جمع ہے: بے نکاح، بغیر بیوی والا مرد اور بغیر شوہر والی عورت..... دراصل ایام اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ۔ اور مردوں کے لئے اس کا استعمال بطور توسع ہے۔ (۲) صالحین کے شرعی معنی: نیک بندے ہیں، روح المعانی میں اسی کو اختیار کیا ہے اور لغوی معنی کو یعنی جن میں نکاح کی صلاحیت ہے اور اسباب نکاح مہیا ہیں: یہ معنی قبیل سے بیان کئے ہیں۔ اور بیان القرآن میں اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔

اِنْ يَكُونُوا	اگر ہوں وہ	مِنْ فَضْلِهِ	اپنے فضل (کرم) سے	فَتَبْتَكَم	اپنی باندیوں کو
فُقَرَاءَ	نادر	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	عَلَى الْبَغَاءِ ^(۴)	بدکاری پر
يُغْنِيهِمْ	(تو) بے نیاز کر دیں گے ان کو	يَنْتَعُونَ	چاہتے ہیں	اِنْ	اگر
		الْكِتَابِ ^(۳)	مکاتبت	اَرَدَنَ	چاہیں وہ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مِمَّا	ان لوگوں میں سے جسکے	تَحَصَّنَا ^(۵)	پاک دامنی
مِنْ فَضْلِهِ	اپنے فضل (کرم) سے	مَلَكَتْ	مالک ہوئے ہیں	لَتَبْتَغُوا ^(۶)	تا کہ حاصل کرو تم
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	اَيِّمَانُكُمْ	تمہارے دامن ہاتھ	عَرَضَ	سامان
وَاسِعٌ	گنجائش والے	فَكَاتَبُوهُمْ	تو ان سے مکاتبت کر لو	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	دنوی زندگی کا
عَلِيمٌ	بڑے جاننے والے ہیں	اِنْ	اگر	وَمَنْ	اور جو شخص
وَلَيْسْتَغْفِرَ ^(۱)	اور چاہے کہ پاک دامنی	عَلِمْتُمْ	جانو تم	يُكْرِهْتُمْ	ان کو مجبور کرے گا
	طلب کریں	فِيهِمْ	ان میں	فَاِنَّ اللَّهَ	تو بیشک اللہ تعالیٰ
الَّذِينَ	جو لوگ	خَيْرًا	خیر	مِنْ بَعْدِ	بعد
لَا يَجِدُونَ	نہیں پاتے	وَاَنْوَهُمْ	اور رو تم ان کو	لَا كُرَاهِيَةً ^(۷)	انکے مجبور کئے جانے کے
نِكَاحًا ^(۲)	(اسباب) نکاح	مِنْ مَّالِ اللَّهِ	اللہ کے مال سے	عَفْوٌ	بڑے بخشنے والے
حَتَّى	یہاں تک کہ	الَّذِي	جو	رَحِيمٌ	بڑے مہربان ہیں
يُغْنِيَهُمْ	بے نیاز کر دیں ان کو	اِنْشَكُرْ	دیا ہے تم کو	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	وَلَا تَكْرَهُوا	اور نہ مجبور کرو	اَنْزَلْنَا	اتارے ہم نے

(۱) يَسْتَغْفِرُ: فعل امر، صیغہ واحد مذکر غائب۔ استغفار: باب استفعال: عفت چاہنا، پاک دامن ہونے کی خواہش رکھنا۔
 عفت: پاک دامنی، پارسائی، خواہشات نفسانی سے بچنے کا ملکہ۔ (۲) نکاحاً میں مجاز بالحذف ہے، ای اسباب نکاح
 (۳) الكتاب: باب مفاعله کا مصدر بمعنی مکاتبتہ ہے، جیسے عتاب بمعنی معاتبہ اور رہان بمعنی مراہنہ ہے، اور باب مفاعله میں
 اشتراک کے معنی ہوتے ہیں یعنی آقا اور غلام مل کر بالعوض آزادی کا معاملہ کریں، پھر اس کو لکھ لیں، یہ مکاتبت ہے (۴) البغاء:
 عورتوں کے زنا کے لئے خاص لفظ ہے (۵) تَحَصَّنَ: مصدر باب تفعّل، حِصْن (قلعہ) سے ماخوذ، اصل معنی قلعہ بند ہونا، پھر ہر
 طرح کی حفاظت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ یہاں پاک دامنی اور عفت کے معنی ہیں (۶) لَتَبْتَغُوا کا تعلق لامکرہوا کے
 ساتھ ہے۔ (۷) اِكرَاه: مصدر مجہول ہے، اس لئے اس کا ترجمہ مجبور کیا جاتا ہے۔

إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ ^(۱)	تمہاری طرف احکام کھلے کھلے	وَمَثَلًا ^(۲) مِّنَ الَّذِينَ خَلَقُوا	اور عجیب مضمون ان لوگوں کا جو گزر چکے	مِّن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ	تم سے پہلے اور دل پذیر نصیحت پرہیزگاروں کے لئے
--	----------------------------------	---	---	--	--

رابطہ: زنا کے تعلق سے اجازت طلبی اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا، پھر عورتوں کو محارم وغیرہ کے درمیان رہنے کا سلیقہ سکھایا، تاکہ بے حیائی اور بدکاری پر روک لگے۔ اب اس سلسلہ کا آخری حکم دیا جاتا ہے، پھر معاشرہ کی اصلاح کی باقی تدبیریں بیان کی جائیں گی، اس کے بعد باقی احکام آئیں گے۔

معاشرہ میں فواحش پھیلنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے جواں مرد اور جواں عورتیں بے نکاح ہوتی ہیں۔ بلوغ کے بعد عرصہ گزر جاتا ہے اور نکاح نہیں ہوتا، ایسی صورت میں تاک جھانک کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور وہ بدکاری تک مقفی ہوتا ہے، اس لئے معاشرہ میں کوئی بھی شخص بے نکاح نہیں رہنا چاہئے، جب کوئی بھی جوڑے کے بغیر نہیں ہوگا، ہر شخص کو خواہش پوری کرنے کے لئے جائز محل مل جائے گا تو فواحش کا سلسلہ خود بخود رک جائے گا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ شروع کی دو آیتوں میں تین حکم ہیں، جن میں گہرا ربط ہے، پھر تیسری آیت ہمارے درمیان کا اعلیٰ جوہر ہے جو اس سلسلہ بیان کی آخری آیت اور آئندہ رکوع کے مضمون کی تمہید ہے۔

پہلا حکم: — جو بھی مرد یا عورت بے نکاحی ہو، خواہ آزاد ہو یا غلام، اس کا نکاح کر دیا جائے — ارشاد فرماتے

ہیں: اور تم میں سے جو بے نکاح ہیں ان کا، اور تمہارے غلام باندیوں میں سے جو نیک ہیں: ان کا نکاح کر دو — جن کا نکاح نہیں ہوا، یا ہو کر بیوہ اور رنڈو ہو گئے: مناسب موقع ملنے پر ان کا نکاح کر دیا جائے، نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تین کاموں میں دیر مت کرو: فرض نماز کا وقت ہو جائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے یعنی کسی کی وفات ہو جائے، اور بیوہ عورت: جب اس کا جوڑا مل جائے“

اور غلام باندیوں کے ساتھ نیک ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ صالح غلام باندیوں کے ساتھ مولیٰ کو قلبی تعلق ہوتا ہے (روح المعانی) نیز ان کی نیکی کی حفاظت نکاح سے ہوگی، جو نکاح کر لیتا ہے اس کا آدھا دین محفوظ ہو جاتا ہے، اس لئے نیک غلام باندیوں کا نکاح بدرجہ اولیٰ کر دینا چاہئے۔

بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کرتے ہیں کہ نکاح کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھائیں گے؟ پس اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں: — اگر وہ نادار ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے بے نیاز کر دیں گے —

(۱) مہینہ: اسم فاعل کی جمع: کھلے ہوئے واضح۔ (۲) مثل: عجیب مضمون، تشبیہی واقعہ، تمثیلات،

انہیں سمجھا دیا کہ ایسے موہوم خطرات سے نکاح سے مت رکو، روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کر دیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اللہ تعالیٰ وسعت والے خوب جاننے والے ہیں — جس کے حق میں مناسب جانتے ہیں کشائش کر دیتے ہیں، ان کے خزانے میں کسی بات کی کمی نہیں۔

اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہی بات معقول ہے۔ کیونکہ نکاح کر لینے سے یا نکاح کا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے، اور وہ پہلے سے زیادہ کمائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے — پھر بیوی اور اولاد ہو جائے تو وہ آدمی کے مددگار بنتے ہیں، اور آمدنی بڑھ جاتی ہے — اور بعض اوقات بیوی کے کنبے والے کسبِ معاش میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں — اور دنیا میں جو آتا ہے وہ قسمت کی محنتی کوری لے کر نہیں آتا، ہر ایک تقدیر میں رزق لکھوا کر آتا ہے، پھر جب چند تقدیریں اکٹھا ہوتی ہیں تو رزق میں بھی فراوانی ہو جاتی ہے، جب تک آدمی مجرد ہوتا ہے آمدنی کم ہوتی ہے، پھر جوں جوں کنبہ بڑھتا ہے رزق میں بھی کشائش ہوتی ہے — بہر حال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں، پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں بنے؟

ہاں جن کو فی الحال اتنا مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لائیں، ان کے بارے میں ارشاد ہے — اور چاہئے کہ عفت طلب کریں وہ لوگ جو نہیں پاتے اسباب نکاح، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے بے نیاز کر دیں — یعنی جب تک اللہ تعالیٰ اسباب مہیا کریں: ان کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں، اور پاک دامن رہنے کی کوشش کریں۔

اور اس کا طریقہ: حدیث میں آیا ہے۔ نبی ﷺ نے نو جوانوں سے خطاب فرمایا کہ اے جوانو! گھر بسانے کو لازم پکڑو یعنی جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کر لے، اس لئے کہ نکاح نگاہ کو بہت زیادہ پست کرنے والا اور شرم گاہ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو گھر بنانے کی یعنی نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزوں کو لازم پکڑے، اس لئے کہ روزہ اس کے لئے آہستگی ہے (ترمذی حدیث ۱۰۶۴)

روزوں میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے نفس کی تیزی ٹوٹی ہے، اور جوانی کا جوش ٹھنڈا پڑتا ہے، کیونکہ روزوں سے مادہ کی فراوانی کم ہوتی ہے، پس وہ برے اخلاق جو خون کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں بدل جاتے ہیں۔

مگر روزے کم سحری کے ساتھ رکھے جائیں، اور مسلسل رکھے جائیں، چند روزوں سے فائدہ نہیں ہوگا۔ البتہ روزے زہریلی دواء کی طرح ہیں، پس بے حد نہ رکھے جائیں، زیادہ سے زیادہ دو ماہ تک رکھے جائیں، پھر بند کر دیئے جائیں،

ضرورت رہے تو کچھ وقفہ کے بعد پھر شروع کر دیئے جائیں (تحفۃ اللمعی ۳: ۴۹۷)

دوسرا حکم: — جو غلام باندی کتابت کے خواہاں ہیں اگر یہ معاملہ ان کے مناسب حال ہو تو ان کو مکاتب بنادیا جائے، پھر ان کا مالی تعاون کیا جائے — ارشاد فرماتے ہیں: اور جو لوگ مکاتب تابت چاہتے ہیں، ان (غلام باندیوں) میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ تو ان کو مکاتب بنادو، اگر تم ان میں خیر جانو۔

کتابت اور مکاتب تبت: غلام باندیوں کی آزادی کی ایک خاص صورت کا نام ہے۔ کہتے ہیں: اس کی ابتداء اسلام نے کی ہے، اسلام سے پہلے اس کا رواج نہیں تھا، کبھی باصلاحیت غلام آزاد ہونا چاہتا ہے، وہ آقا کے ساتھ معاملہ کرتا ہے کہ وہ ایک معین رقم کما کر مولیٰ کو بھرے گا، پھر آزاد ہو جائے گا۔ چونکہ یہ طویل المیعاد معاہدہ ہوتا ہے، اس لئے اس کو لکھ لیا جاتا ہے، اسی لئے اس کا نام کتابت اور مکاتب تبت پڑ گیا۔

جب طرفین میں یہ معاملہ طے ہو جاتا ہے تو غلام تصرف (کمانے) کے اعتبار سے آزاد ہو جاتا ہے، اب وہ جو کچھ کمائے گا اس کا ہوگا، مگر وہ رقبہ (گردن، ملکیت) کے اعتبار سے غلام رہتا ہے۔ پھر جب غلام حسب معاہدہ رقم ادا کر دے تو وہ مکمل آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر خدا نخواستہ عاجز رہ جائے، اور حسب معاملہ رقم ادا نہ کر سکے تو وہ غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا یعنی اب وہ مکمل غلام ہو جائے گا، تصرف کے اعتبار سے بھی آزاد نہیں رہے گا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ غلامی کا رواج اسلام نے نہیں ڈالا، نہ اسلام کو اس پر اصرار ہے۔ یہ رواج پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اور جنگی قیدیوں کے مسئلہ کے حل کے طور پر یہ بات چلی تھی، اسلام نے اس کو باقی رکھا ہے مگر غلاموں کی آزادی کی راہیں کھول دی ہیں، پہلے جو ایک مرتبہ غلام بن جاتا تھا وہ ہمیشہ کے لئے غلام بن جاتا تھا، اور نسلوں تک غلام رہتا تھا۔ اسلام نے آزادی کی راہیں تجویز کیں، اور غلامی سے رستگاری کی شکلیں نکالیں۔ متعدد کفارات میں مودوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا، اور بغیر کسی وجہ کے لوجہ اللہ غلام آزاد کرنے پر بڑے ثواب کا وعدہ کیا، اس طرح غلام آزاد ہوتے چلے گئے۔

اور کبھی کوئی غلام سمجھ دار کماؤ (مختی) ہوتا ہے، اور وہ آزاد ہونا چاہتا ہے، اور چاہتا ہے کہ مولیٰ اس سے کچھ مال لے کر آزاد کر دے تو مولیٰ کو اس آیت میں ہدایت دی کہ ایسا کرو۔ وہ کمانا شروع کر دے گا، اور بدل کتابت کی قسطیں بھرے گا، پھر ساتھ ہی عام مسلمانوں کو اور خود مولیٰ کو بھی حکم دیا کہ اس کا مالی تعاون کرو، زکوٰۃ بھی اس کو دے سکتے ہیں، اور مولیٰ کا تعاون یہ بھی ہے کہ بدل کتابت گھٹا دے تاکہ وہ جلدی بوجھ تلے سے نکل جائے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اللہ نے تم کو دیا ہے — اللہ کے مال سے زکات ہی نہیں، عام مال مراد ہے، اگرچہ زکات بھی اس کو دے سکتے ہیں، مگر اس کا تذکرہ ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ [التوبہ آیت ۶۰] میں ہے۔

اور خیر ایک جامع لفظ ہے، متعدد معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور دراصل 'خیر' اس خوبی کو کہتے ہیں جس میں ذاتی حسن ہو۔ اور یہاں خیر سے مراد یہ ہے کہ غلام سمجھ دار کماؤ ہو، امید ہو کہ محنت سے کمائے گا اور بدل کتابت ادا کرے گا، پھر آزاد ہو کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والا کام نہیں کرے گا، بلکہ مسلمانوں کے لئے مفید کاموں میں لگ جائے گا، ایسے غلام کے بارے میں ہدایت دی کہ اس کو مکاتب بنادو۔ اور جو غلام نکٹھو (ناکارہ، نکما) ہو، اس کو مکاتب بنایا جائے گا تو وہ مٹر گشتی کرے گا، اور آخر میں سپر ڈال دے گا، خود کو عاجز کر دے گا، ایسے غلام کو مکاتب بنانے سے کیا فائدہ؟ — اسی طرح جو غلام چال باز فریبی ہے اس کو مکاتب بنایا جائے گا تو وہ آزاد ہو کر معلوم نہیں کیا کرے گا، اس لئے اس کا غلامی میں مقید رہنا ہی مفید ہے۔

تیسرا حکم: — مال و منال کی خاطر باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کیا جائے — ارشاد فرماتے ہیں: اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں، تاکہ تم دنیوی زندگی کا مال سامان حاصل کرو۔ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی باندیوں سے کمائی کراتے تھے، رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے پاس چھ لونڈیاں تھیں، جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا، ان میں سے بعض مسلمان ہو گئیں تو انھوں نے اس بُرے کام کے کرنے سے انکار کیا، اس پر وہ ملعون زدو کو بگڑتا تھا، اسی قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور شان نزول کی رعایت سے مزید تفسیح کے لئے: ﴿إِنْ أَرَدْتُمْ تَحْصِنَ﴾ اور ﴿لَتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ کی قیود بڑھائیں، ان کا مفہوم مخالف نہیں ہے، باندیوں سے بدکاری کرانا بہر حال حرام ہے، خواہ لونڈیاں یہ کام رضا و رغبت سے کریں یا ناخوشی سے، اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے۔

اور تفسیح اس طرح ہے کہ اگر باندی نہ چاہے، اور مولیٰ محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے مجبور کرے تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی وقاحت اور بے شرمی کی بات ہے۔

اور جس طرح نیکی کی طرف راہ نمائی کرنے والا آخرت میں نیکی کرنے والے کی طرح اجر پاتا ہے، اسی طرح بُرائی پر مجبور کرنے والا بھی بُرائی کرنے والے کی طرح آخرت میں سزا پائے گا۔ اور اس باندی کو جس کو گناہ پر مجبور کیا گیا ہے معاف کر دیا جائے گا، اس کو دنیا و آخرت میں کوئی سزا نہیں ملے گی، ارشاد فرماتے ہیں: اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو مجبور کئے جانے کے بعد بڑے بخشنے والے، بڑی مہربانی فرمانے والے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی عورت سے زبردستی زنا کرے تو عورت پر سزا جاری نہ ہوگی، حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ اور برعکس صورت میں مرد پر سزا جاری ہوگی، کیونکہ مرد کی جانب سے زنا کا صدور انتشار آگاہ پر موقوف ہے، اور یہ بات کسی درجہ میں رضا کے بغیر ممکن نہیں۔

تینوں حکموں کا باہمی ربط: معاشرہ کی صفائی کے لئے جس طرح مردوزن کا نکاح کر لینا ضروری ہے، اسی طرح غلام باندیوں کا بھی نکاح کر دینا ضروری ہے، چنانچہ پہلا حکم دیا — پھر اگر غلاموں میں سے بعض آزاد ہو کر نکاح کرنا چاہیں، تاکہ آزادانہ زندگی گذاریں، اور مولیٰ مفت آزاد کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اس لئے غلام مکاتبہ کر کے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہونا چاہے تو مولیٰ کو ایسا کرنا چاہئے، یہ دوسرا حکم ہے — البتہ باندی اگر ایسا کرنا چاہے تو اس کو مکاتبہ بنانا مناسب نہیں، عورت بے چاری کیا کمائی کر سکتی ہے، وہ تو قبحہ گیری کر کے پیسے پیدا کرے گی، پس اس کو مکاتبہ بنانا گویا زنا پر مجبور کرنا ہے، اور جب حقیقتہً زنا پر مجبور کرنا جائز نہیں تو یہ احتمالی صورت بھی مناسب نہیں۔ پس یہ تیسرا حکم دیا۔

مسئلہ: باندی کو مکاتبہ بنانا جائز ہے، بعض مرتبہ اس کا تعاون کرنے والے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ غلام مولیٰ کے گھر، کھیت یا باغ وغیرہ کا کام کرتا ہے، اور اگر کسی آقا کے پاس یہ مشاغل نہ ہوں تو وہ غلام سے کمائی کراتا ہے، یومیہ، ہفتہ واری یا ماہانہ رقم وغیرہ طے کرتا ہے، جو غلام کو کمادینی ہوتی ہے۔

اور باندی مولیٰ کے گھر کا کام کان کرتی ہے، اور اگر آقا کے گھر میں کام نہ ہو یا متعدد باندیاں ہوں تو زمانہ جاہلیت میں ان سے بھی کمائی کرائی جاتی تھی، مگر عورت ذات بیچارہ کیا کر سکتی ہے؟ کسی کے گھر میں کپڑے برتن دھو کر معمولی رقم لاسکتی ہے، لیکن دنیا کے بھوکے آقا بھاری رقم کا مطالبہ کرتے تھے، اور کمادینے تو زور و کوب کرتے تھے، اس مجبوری میں باندیاں غلط کاری کے ذریعہ کمادلاتی تھیں، تیسرے حکم میں اسی کا تذکرہ ہے۔

آخری آیت: — جو گذشتہ بیان کا مکملہ اور آئندہ کی تمہید ہے — ارشاد پاک ہے: اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ ہم نے تمہاری طرف واضح احکام، اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے عجیب احوال، اور پرہیزگاروں کے لئے دل پذیر نصیحتیں نازل کی ہیں — پس ان سے فائدہ اٹھاؤ! — اس سورت کے احکام بھی واضح ہیں اور پورے قرآن کے احکام بھی — اور قرآن کریم میں جگہ جگہ گذشتہ لوگوں کی عبرت آمیز واقعات ذکر کئے گئے ہیں — اور جو پرہیزگار بننا چاہتے ہیں ان کے لئے دل میں اتر جانے والی نصیحتیں بھی ہیں۔ اب لوگوں کا کام ہے کہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مِثْلُ نَوْرِ كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَى نَوْرِ بَيْهِدَى اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ

يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ فِي بُيُوتٍ أُذِنَ
لِللَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ۖ يُسَمَّى لَهَا فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۖ رِجَالٌ
لَا تُلْهِيمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۖ يَخَافُونَ
يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ
مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اللہ	اللہ تعالیٰ	دُرِّی	چمکدار	عَلَى نُورٍ	بالائے نور
نور ^(۱)	نور ہیں	يُوقَدُ	روشن کیا جاتا ہے	بِهَدْيٍ	راہ دکھاتے ہیں
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کے	مِنْ شَجَرَةٍ	درخت سے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَالْأَرْضِ	اور زمین کے	مُبْرَكَةٍ	بابرکت	لِنُورِهِ	اپنے نور کی
مَثَلُ	حالت عجیبہ	زَيْتُونَةٍ ^(۲)	زیتون کے	مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں
نُورِهِ	ان کے نور کی	لَا شَرْقِيَّةٍ	نہ مشرقی رخ ہے	وَيَضْرِبُ	اور بیان کرتے ہیں
كَشَكْوَةٍ	جیسے طاقچہ	وَلَا غَرْبِيَّةٍ	اور نہ مغربی رخ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
فِيهَا	اس میں	يَكَادُ	قریب ہے	الْأَمْثَالَ	عجیب مضامین
مِصْبَاحٍ	چراغ ہے	زَيْبُهَا	اس کا تیل	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
أَلْمِصْبَاحِ	وہ چراغ	يُضَيُّ	جل جائے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
فِي زُجَاجَةٍ	شیشہ میں ہے	وَلَوْ	اگرچہ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
الزُّجَاجَةِ	وہ شیشہ	لَمْ تَنْسَسْهُ	نہ چھو یا ہو اس کو	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں
كَأَنَّهَُا	گویا وہ	نَارٌ	آگ نے	فِي بُيُوتٍ ^(۳)	(وہ نور) ایسے گھروں {
كَوْكَبٌ	ستارہ ہے	نُورٌ	نور		میں ہے

(۱) نور سے نور ہدایت مراد ہے، اور ”نور ہدایت“ میں اضافت بیانہ ہے، یعنی نور اور ہدایت ایک چیز ہیں۔ (۲) زیتونہ: شجرہ سے بدل یا عطف بیان ہے۔ (۳) فی بیوت: کائنات محذوف سے متعلق ہو کر ہو مبتدا محذوف کی خبر ہے، اور ہو کا مرجع نور ہے۔

أَذِنَ	(کہ) اجازت دی ہے	تِجَارَةً ^(۳)	کاروبار	لِيَجْزِيَهُمْ ^(۴)	تا کہ بدلہ دیں ان کو
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے	وَلَا بَيْعٍ	اور نہ خرید و فروخت	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
أَنْ	کہ	عَنْ ذَكَرٍ	یاد سے	أَحْسَنَ ^(۵)	بہتر کاموں
تَرْفَعُ	بلند کئے جائیں وہ	اللَّهُ	اللہ کی	مَا	جو
وَيُذَكِّرُ	اور لیا جائے	وَأَقَامِ	اور قائم کرنے سے	عَمِلُوا	کئے انھوں نے
فِيهَا	ان میں	الصَّلَاةِ	نماز کو	وَيَزِيدَهُمْ	اور زیادہ دیں ان کو
أَسْمُهُ	اللہ کا نام	وَابْتِئَاءِ	اور دینے سے	مَنْ قَضَاهُ	اپنے فضل سے
يُسَبِّحُ	پاکی بیان کرتے ہیں	الزَّكَاةِ	زکوٰۃ کو	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
لَهُ	ان کی	يَخَافُونَ	ڈرتے ہیں وہ	يَرْزُقُ	روزی دیتے ہیں
فِيهَا	ان گھروں میں	يَوْمًا	ایسے دن سے	مَنْ	جس کو
بِالْعُدُوِّ	صبح میں	تَتَقَلَّبُ	الٹ جائیں گے	يَشَاءُ	چاہے ہیں
وَالْأَصَالِ	اور زوال سے رات تک	فِيهِ	جس میں	بَغَيْرِ	بے
رِجَالٍ ^(۱)	ایسے مرد	الْقُلُوبُ	دل	حِسَابٍ	گنے
لَا تُلْهِيهِمْ ^(۲)	جن کو غافل نہیں کرتا	وَالْأَبْصَارُ	اور آنکھیں		

رابطہ: معاشرہ کی اصلاح صرف حدود (سزاؤں) سے نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے پہلے مثبت پہلو سے ذہن سازی کرنی پڑتی ہے، وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کی تربیت کرنی ہوتی ہے۔ اور گزشتہ سلسلہ بیان کی آخری آیت کے آخر میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے لئے قرآن کریم میں نصیحتیں نازل کی ہیں، پرہیزگاروں سے مراد بالفعل پرہیزگار نہیں، بلکہ بالقوۃ پرہیزگار ہیں۔ یعنی جو لوگ ابھی پرہیزگار نہیں، مگر پرہیزگار بننے کا جذبہ رکھتے ہیں، اگر وہ قرآن کی

(۱) رجال: یسبح کا فاعل ہے، اور مؤخر اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کی صفت بہت لمبی ہے۔ (۲) لَا تُلْهِيْ: فعل مضارع منفی، صیغہ واحد مؤنث غائب، باب افعال، اَلْهَىٰ فَلَانًا عَنِ الشَّيْءِ: فاعل کرنا۔ (۳) تجارت: عام ہے ہر کاروبار کے لئے اور بیع خاص ہے خرید و فروخت کے لئے (۴) لیجزیہم: محذوف سے متعلق ہے، اور لام اجلیہ ہے، تقدیر عبارت ہے: قَدْزْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ لِيَجْزِيَهُمُ اللہ یعنی قیامت کا دن اس لئے تجویز کیا ہے کہ نیک بندوں کا عمل رانگاں نہ جائے، ان کو جزائے خیر ملے۔ (۵) أحسن: مضاف ہے ما عملوا (موصول صلہ) کی طرف یعنی ان کے کئے ہوئے کاموں میں سے بہترین کاموں کا بدلہ۔

نصیحتوں پر عمل کریں تو پرہیزگار بن جائیں گے۔ قرآن کی نصیحتیں انہی کے لئے مفید ہیں۔ چنانچہ اب لوگوں کی تربیت کے لئے نصیحت آمیز مضامین شروع ہوتے ہیں۔

معاشرہ کی اصلاح درحقیقت ایمان و عمل صالح سے ہوتی ہے۔ ایمان کی بڑی تاثیر ہے اور عمل صالح زندگی کو سنوار دیتا ہے، پس اگر لوگ ایمان لے آئیں، مسجد سے رابطہ رکھیں، اعمال صالحہ کو اختیار کریں اور اعمال سیئہ سے بچ جائیں تو معاشرہ خود بخود سنور جائے گا، اس لئے اب ایمان و اعمال صالحہ کا بیان شروع کرتے ہیں۔

ایمان قوی تاثیر ہے: ایمان قبول کرنے والوں کے واقعات پڑھیں، کس طرح ان کی زندگیوں میں انقلاب آتا ہے۔ وہ ہر مصیبت جھیل لیتے ہیں۔ خاندان سے کٹ جاتے ہیں، دشمنوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں، مگر وہ ان آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ ایمان ہی کی طاقت ہے جو سخت سے سخت حالات میں ان کا سہارا بنتی ہے۔ ایمان کے اس قوی تاثیر ہونے کو ایک عجیب مثال سے سمجھایا ہے۔ اور مشاہدہ بھی ہے کہ مومن کی دنیا ہی الگ ہے، اس کا حال فرشتوں جیسا ہوتا ہے، وہ ہر برائی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

پھر اگر مومن مسجد سے رابطہ قائم رکھے تو وہ اعلیٰ درجہ کا پارسا انسان بن جاتا ہے، اور فواحش سے کوسوں دور ہو جاتا ہے، کیونکہ نماز فواحش سے اور ناجائز کاموں سے روکتی ہے، اس طرح پورا معاشرہ سنور جاتا ہے، اور حدود قائم کرنے کی بہت کم نوبت آتی ہے۔

معاشرہ کی اصلاح کے لئے ایمان اور مسجد سے تعلق ضروری ہے

ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے: ارشاد پاک ہے: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہیں — یعنی آسمانوں اور زمین میں جسے بھی ہدایت ملی ہے: اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو ہدایت دی ہے۔ پس نور سے مراد نور ہدایت ہے، اور زمین و آسمان سے کل عالم مراد ہے (بیان القرآن) غرض اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ہدایت دینے والا نہیں، گو مذاہب باطلہ والے اپنے دھرم کو ہدایت سمجھیں، مگر وہ حقیقت میں گمراہی ہیں۔

نور ہدایت کی مثال: — اللہ کے نور کی عجیب حالت: جیسے ایک طاقیہ، اس میں چراغ ہے، وہ چراغ شیشہ میں ہے، وہ شیشہ گویا چمکدار ستارہ ہے۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے بابرکت درخت زیتون کے تیل سے۔ وہ درخت نہ باغ کی مشرقی جانب ہے، نہ مغربی جانب۔ اس کا تیل بس جلنے ہی کو ہے، اگرچہ نہ چھوئے اس کو آگ، نور علیٰ نور!

آپ ایک چراغ لیں، اس میں زیتون کا تیل بھریں، زیتون کا درخت برکت والا درخت ہے۔ اس کا تیل صاف شفاف ہوتا ہے۔ اس کے تیل سے چراغ جلایا جائے تو اس میں دھواں بالکل نہیں ہوتا، اور وہ آتش گیر ہوتا ہے۔ پھر وہ تیل

جس درخت کا ہے وہ نہ باغ کی مشرقی جانب میں ہے نہ مغربی جانب میں، بلکہ باغ کے درمیان میں ہے۔ مشرقی جانب میں جو درخت ہوتا ہے اس پر آدھے دن راست دھوپ پڑتی ہے، جس سے پھل ماند پڑ جاتا ہے، یہی حال اس درخت کا ہے جو مغربی جانب میں ہے، اور جب پھل عمدہ نہیں ہوگا تو اس کا تیل بھی شاندار نہیں ہوگا۔

غرض چراغ میں بہترین زیتون کا تیل بھر کر اس کو روشن کریں، پھر اس چراغ کو ستارے کی طرح چمکدار کانچ کے فانوس میں رکھیں، روشنی بڑھ جائے گی، پھر اس فانوس کو طاقچے میں رکھیں تو تین طرف سے روشنی سمٹ کر سامنے پڑے گی اور روشنی کئی گنا بڑھ جائے گی، نور علی نور ہو جائے گی۔ اسی طرح نور ایمان بھی نہایت قوی ہے، مگر وہ ایک معنوی چیز ہے، اس کو اس محسوس مثال ہی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

مگر یہ نور ایمان ہر کسی کو دستیاب نہیں — اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے نور کی راہ دکھاتے ہیں — اور اسی کو دکھاتے ہیں جو راہ دیکھنا چاہتا ہے۔ دنیا میں کتنے ہیں جن کے پاس عقل کی کمی نہیں، مگر انہیں یہ دولت نصیب نہیں ہوئی، کیونکہ وہ ایمان سے بہرہ ور ہونا ہی نہیں چاہتے، اور اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کے سر ایمان نہیں منڈھتے!

اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے عجیب مضامین بیان فرماتے ہیں — تاکہ استعداد رکھنے والوں کو ان سے بصیرت حاصل ہو — اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں — اس لئے بالکل فٹ مثال بیان فرماتے ہیں، کسی دوسرے کو یہ قدرت کہاں کہ ایسی موزون مثال پیش کر سکے، اور معقول کو محسوس بنا کر دکھا دے!

نور ایمان کس پاور ہاؤس میں تیار ہوتا ہے؟ — وہ نور ایسے گھروں میں تیار ہوتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ بلند کئے جائیں، اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے — یعنی اس نور کے پاور ہاؤس مسجدیں ہیں، یہ نور وہاں پیدا ہوتا ہے، پس جس کے گھر کا تار مسجد سے جڑا ہوا ہوگا اس میں نور ہدایت پہنچے گا، اس کے گھر کا ماحول دینی بنے گا۔ اور جس نے مسجد سے اپنے گھر کا تار نہیں جوڑا اس میں گھپ اندھیرا ہوگا۔ بیوی بچے غلط راہوں پر پڑ جائیں گے اور خانہ خراب ہو جائے گا۔

فائدہ: اس آیت میں مسجدوں کے تعلق سے دو باتیں فرمائی ہیں:

پہلی بات: اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ مسجدیں بلند کی جائیں۔ اس میں رفعت ظاہری و باطنی دونوں شامل ہیں۔ رفعت ظاہری یہ ہے کہ مسجدوں کو شاندار اور لوگوں کے گھروں سے بہتر بنایا جائے۔ میناروں کا رواج غالباً اسی لئے پڑا ہے کہ مسجدیں سب مکاناتوں سے بلند نظر آئیں۔ اور یہ حکم غالباً پچھلی امتوں کے لئے بھی ہوگا، چنانچہ عیسائیوں کے چرچ اور ہندوؤں کے مندر مینارہ نما بنائے جاتے ہیں، تاکہ دور سے نظر آئیں۔

اور رفعت باطنی سے مراد یہ ہے کہ مسجدوں کو ہر بری چیز سے پاک صاف رکھا جائے، ان کا ادب و احترام کیا جائے، اور ان کو انہی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے جس کے لئے وہ بنائی گئی ہیں۔

اور یہ دونوں باتیں لفظ ﴿أَذِنَ﴾ سے بیان کرنے کا مقصد حکم کو ہلکا کرنا ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ مسلمانوں کے حالات ایسے نہیں ہوتے کہ وہ مسجدوں کو شاندار بنائیں، اس وقت جھونپڑا بھی مسجد کا کام دیدے گا۔ مسجد نبوی شروع میں جھونپڑا ہی تھی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو شاندار بنایا۔

البتہ مساجد کی غیر ضروری ٹیپ ٹاپ اور نقش و نگار کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اور یہ تو بہت ہی نامناسب طریقہ ہے کہ دنیا بھر میں چندہ کر کے مسجدوں کو عالیشان بنایا جائے، بلکہ چاہئے یہ کہ جس طرح بستی والے اپنے گھر بناتے ہیں: سب مل کر اللہ کا گھر اپنے گھروں سے بہتر بنائیں، اسی حد تک رفعت مطلوب ہے۔

دوسری بات: مسجدوں کا بنیادی مقصد اللہ کا ذکر ہے، اس کی جو بھی صورت ہو، پس مساجد میں دینی تعلیم، وعظ و نصیحت اور ذکر کے حلقے منعقد کئے جاسکتے ہیں۔ البتہ جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو دوسرے کام موقوف کر دیئے جائیں۔ حدیث میں جمعہ سے پہلے جامع مسجد میں تعلیم وغیرہ کے حلقے لگانے کی ممانعت آئی ہے۔ اور فقہاء نے اُس وقت ذکر جہری کو مکروہ لکھا ہے جب لوگوں کی نماز میں خلل پڑے۔ پس فضائل کی تعلیم بھی جب لوگ سنتوں میں مشغول ہوں شروع نہ کی جائے، اس سے بھی نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے۔

وہ مشینیں کیا ہیں جو نور ہدایت پیدا کرتی ہیں؟ — ان گھروں میں اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں صبح و شام ایسے مرد جن کو غافل نہیں کرتا کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے، اور نماز کا اہتمام کرنے سے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے — یعنی مسجدوں میں ذکر کا ماحول بنا رہتا ہے، اور عبادت گزاروں کے انوار منعکس ہوتے ہیں یعنی ایک دوسرے پر پڑتے ہیں، اس طرح مئے خانے کا محروم بھی محروم نہیں رہتا، کمزور ایمان والوں کو بھی انوار سے حاصل جاتا ہے، یہی عبادت گزار بندے وہ مشینیں ہیں جو انوار پیدا کرتے ہیں، پھر وہاں سے نور ہدایت محلہ کے ان گھروں میں سپلائی ہوتا ہے جن کے تار مسجد سے جڑے ہوئے ہیں۔

الْغَدَاةُ: الْغَدَاةُ کی جمع ہے: طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان کا وقت، اس میں فجر کی نماز رکھی ہے — اور آصال: أَصْل کی جمع ہے، جیسے أعناق: عُنُق (گردن) کی جمع ہے۔ اور أَصْل اور أَصِيل کے معنی ہیں: شام یعنی زوال سے صبح تک کا وقت، اس میں چار نمازیں رکھی ہیں، بلکہ تہجد بھی اس میں آ جاتی ہے۔ اور یہ نمازیں چونکہ مسلسل ہیں اس لئے ان اوقات میں مساجد خالی نہیں رہتیں، کوئی نہ کوئی عبادت کرنے والا مسجد میں موجود رہتا ہے اور ایک ماحول بنا رہتا ہے۔

اور نماز کے اہتمام اور زکات کی ادائیگی سے سارا دین مراد ہے۔ بیان میں ایک اہم عبادت بدنی اور ایک اہم عبادت

مالی کی تخصیص اہتمام شان کے لئے ہے۔

رجال میں اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضری دراصل مردوں

کے لئے ہے، عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے

یہ بندے عبادت میں کیوں لگے رہتے ہیں؟ — وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی — یعنی قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔ قیامت کا دن ایسا ہولناک دن ہے کہ آنکھیں پتھر جانیں گی، دل الٹ جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ اس دن ہر شخص کی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی، اور سب حساب بے باق کیا جائے گا۔ اس دن کی یہ بندے تیاری کرتے ہیں، اور شب و روز عبادت میں لگے رہتے ہیں۔

قیامت کا دن کس لئے ہے؟ — اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اُن اچھے کاموں کا بدلہ دیں جو انھوں نے کئے ہیں، اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے گنے روزی عطا فرماتے ہیں! — یعنی قیامت کے دن صرف عمل کا بدلہ دینے پر اکتفا نہیں کیا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مزید انعامات سے نوازیں گے، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کچھ کی نہیں، وہ جب دینے پر آتے ہیں تو بے انتہا روزی عنایت فرماتے ہیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّانُّ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ
لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابُهُ ۖ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ أَوْ
كُظُمْتُ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ۖ ظَلَمْتُ
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۖ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكْدِ بِرُيْهَاءٍ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ
نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ ۝

وَالَّذِينَ ^(۱)	اور جن لوگوں نے	کسراب	جیسے چمکتی ریت	الظَّانُّ	پہلا
كَفَرُوا	انکار کیا	بِقِيعَةٍ ^(۲)	چٹیل میدان میں	مَاءً	پانی
أَعْمَالُهُمْ	ان کے کام	يَحْسَبُهُ	گمان کرتا ہے اس کو	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ

(۱) الذین: پہلا مبتدا..... أعمالہم: دوسرا مبتدا..... کسراب: دوسرے مبتدا کی خبر..... پھر جملہ پہلے مبتدا کی خبر۔ (۲) بقاء بمعنی فی..... قیعة: چٹیل میدان: جمع قیعان اور اقواع۔

اِذَا	جب	كَظَلُمْتُ	جیسے تاریکیاں	اِذَا	جب
جَاءَهُ	آیا وہ اس کے پاس	فِي بَحْرٍ	سمندر میں	اِذَا	جب
لَمْ يَجِدْهُ	نہیں پایا اس کو	لُجِّي ^(۳)	بہت گہرے	اِذَا	جب
شَيْئًا	کچھ بھی	يَغْشَاهُ	ڈھانکتی ہے اس کو	اِذَا	جب
وَوَجَدَ	اور پایا	مَوْجٌ	ایک موج	اِذَا	جب
اللَّهُ	اللہ کو	مِنْ فَوْقِهِ	اس کے اوپر	اِذَا	جب
عِنْدَهُ	اس کے پاس	مَوْجٌ	دوسری موج ہے	اِذَا	جب
فَوْقَهُ ^(۱)	پس پورا پورا چکا یا اس کو	مِنْ فَوْقِهِ	اور اس کے اوپر	اِذَا	جب
حِسَابُهُ	اس کا حساب	سَحَابٌ	بادل ہے	اِذَا	جب
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	ظَلَمْتُ	تاریکیاں	اِذَا	جب
سَرِيعٌ	جلد لینے والے ہیں	بَعْضُهَا	ان کی بعض	اِذَا	جب
الْحِسَابِ	حساب	فَوْقَ	بعض کے	اِذَا	جب
أَوْ ^(۲)	یا	بَعْضِ		اِذَا	جب

رابطہ: قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے تذکرے کے بعد غیر مسلموں کا تذکرہ کرتا ہے، اور اس کے برعکس بھی تاکہ ایک ضد سے دوسری ضد پہنچانی جائے — علاوہ ازیں: یہ آیات ایک سوال مقدر کا جواب بھی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بعض غیر مسلم اچھے اچھے کام کرتے ہیں، پس کیا ان کو قیامت کے دن ان کے اچھے اعمال کا صلہ نہیں ملے گا؟ جواب یہ ہے کہ آخرت میں ان کے اچھے اعمال رائگاں جائیں گے۔ کیونکہ غیر مسلموں کے اعمال دو قسم کے ہیں: اچھے اور بُرے، دونوں قسم کے اعمال کی مثالیں سنو!

پہلی مثال: غیر مسلموں کے اچھے اعمال جن سے وہ بڑی امید وابستہ کئے ہوئے ہیں، آخرت کے تعلق سے ان کی مثال یہ ہے: — اور جن لوگوں نے (نور ہدایت کا) انکار کیا: ان کے (اچھے) اعمال جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ریت، جس کو پیسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس (سراب) کے پاس پہنچا تو اس کو کچھ بھی نہیں پایا — یعنی وہاں (۱) کو فی توفیۃ: پورا پورا دینا۔ (۲) او: حرف عطف ہے اور معطوف علیہ کسر اب ہے، اور او دو چیزوں میں سے ایک کے لئے ہے۔ یعنی کفار کے اعمال کی مثال یا تو وہ ہے یا یہ۔ وہ مثال اس کے نیک اعمال کی ہے، اور یہ برے اعمال کی۔ (۳) لَجِی: میں یاں سبیتی ہے: بہت پانی والا دریا۔ لُج: موج در موج۔

پانی دانی کچھ نہیں تھا۔ اور اس (سراب) کے پاس اللہ تعالیٰ کو پایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا پورا حساب چکایا۔
یعنی جب کافر امید باندھ کر آخرت میں پہنچا تو وہاں اس کا دان پون کچھ کام نہ آیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی
بد اعمالیوں کا پورا پورا بدلہ چکایا۔

اور اگر کوئی خام خیال کہے کہ معلوم نہیں قیامت کب آئے گی؟ اور حساب سے سابقہ کب پڑے گا؟ تو وہ جان لے
— اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں — قیامت دور نہیں، وہ آیا ہی چاہتی ہے، جو چیز آنے والی ہے وہ
جلدی آنے والی ہے۔

فائدہ: غیر مسلم کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے۔ مسلم شریف میں حدیث (نمبر ۲۸۰۸) ہے
کہ غیر مسلم کو دنیا ہی میں اس کے اچھے کاموں کا بدلہ دیدیا جاتا ہے، اس لئے آخرت میں اس کے پلے کوئی ایسی نیکی نہیں
ہوگی، جس کا بدلہ دیا جائے۔

دوسری مثال: — غیر مسلموں کے برے کاموں کی — یا جیسے گہرے سمندر کی تاریکیاں، جس پر ایک موج
(چڑھتی) ہے، اس کے اوپر دوسری موج (چڑھتی) ہے، اس کے اوپر بادل گھٹا ہے، اس طرح تاریکیاں ہی تاریکیاں جمع
ہیں، اگر وہ اپنا ہاتھ نکالے تو شاید ہی وہ اس کو دیکھ سکے۔ یعنی ایک تو سمندر کی تہ میں اندھیرا ہوتا ہے، پھر اس پر طوفانی
لہریں، جو ایک پر ایک چڑھی آتی ہیں، پھر سب کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا، اندھیرے پر اندھیرا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی
دے۔ یہ غیر مسلموں کے برے اعمال کا حال ہے — اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نور نہ گرا دیں، اس کے لئے کچھ بھی
نور نہیں! — یعنی نور ہدایت بس اللہ کے پاس سے مل سکتا ہے، رجوع کریں، اور نور ایمان سے منور ہوں، اپنے مذاہب
باطلہ کے چکر سے نکلیں۔ وہ تو گمراہیاں ہی گمراہیاں ہیں!

فائدہ: جنت درحقیقت ایمان کا صلہ ہے۔ اور ایمان ایک مستمر حقیقت ہے۔ اس لئے اس کا بدلہ بھی دائمی ہے، اور مومن
کی نیکیاں قیامت کے دن اس کے ایمان کے تابع کر دی جائیں گی، کیونکہ وہ ایمان کی ہم جنس ہیں، چنانچہ مومن جنت میں
اپنے اعمال صالحہ کی جزا سے ابد تک متمتع ہوگا — اور مومن کی برائیاں ایمان کے تابع نہیں ہو سکتیں، اس لئے کہ وہ خلاف
جنس ہیں۔ اس لئے اس کو اس کی برائیوں کی سزا دنیا میں دی جاتی ہے، پھر قبر میں، پھر میدانِ حشر میں، پھر جہنم میں، پھر
سفارشوں کی وجہ سے یا فضلِ خداوندی کی وجہ سے کسی نہ کسی دن مومن کو نجات مل جائے گی، اور وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔
اور جہنم درحقیقت شرک و کفر کی سزا ہے۔ اور یہ بھی دائمی حقیقت ہے، اس لئے اس کی سزا بھی دائمی ہے۔ اور کافر کی
برائیاں قیامت کے دن اس کے کفر کے تابع کر دی جائیں گی، کیونکہ وہ کفر کی ہم جنس ہیں۔ چنانچہ کافر جہنم میں اپنے برے

اعمال کی سزا تاابد بھگتے گا۔ اور کافر کے نیک اعمال اس کے کفر کے تابع نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ ہم جنس نہیں، اور ان کا علاحدہ بدلہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ جزا و سزا میں منافات ہے، اس لئے دنیا میں اس کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّتٍ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۸۸﴾ وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ الْمُبْصِرُ ﴿۸۹﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ يَرَىٰ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۹۰﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۹۱﴾ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَّاءٍ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِكُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۹۲﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبِينَاتٍ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۹۳﴾

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھتا تو	مَنْ	جو مخلوقات	صَفَّتٍ ^(۱)	بحالت پرواز
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں	كُلُّ	ہر ایک نے
يُسْجُدُ	پاکی بیان کرتی ہیں	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہیں	قَدْ عَلِمَ	بالیقین جان لی
لَهُ	ان کی	وَالطَّيْرِ	اور پرندے	صَلَاتُهُ ^(۲)	اپنی نماز (نمنا)

(۱) صفات: صافۃ کی جمع، صف الطیر فی السماء: پرندے کا دونوں بازو پھیلا کر اڑنا۔ صفات: الطیر کا حال ہے (۲) صلاۃ کے اصل معنی ہیں: غایت التفات، آخری درجہ کا میلان، جس کی شکلیں مختلف ہیں۔ انسان: اقوال و افعال مخصوصہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف آخری درجہ تک مائل ہوتا ہے، جس کو فارسی میں نماز کہتے ہیں، اور ہندی میں نمنا (جھکنا) اور مخلوقات کس کس طرح اللہ کی طرف آخری درجہ تک مائل ہوتی ہے۔ یہ بات ہم نہیں جانتے۔ یہ بات سورہ بنی اسرائیل (آیت ۴۴) میں آئی ہے۔

وَتَسْبِيحُهُ	اور اپنا پاکی بیان کرنا	يَجْعَلُهُ	بناتے ہیں اس کو	بَرْقُهُ	اس کی بجلی کی
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	رُكَّامًا	گھنا بادل	يَذْهَبُ	لے جائے
عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں	فَتَرَى	پس دیکھتا ہے تو	بِالْأَبْصَارِ	آنکھوں کو
بِمَا	ان کاموں کو جو	الْوَدْقِ	بارش کو	يُقَلِّبُ	اڈلتے بدلتے ہیں
يَفْعَلُونَ	وہ کرتے ہیں	يَخْرِجُ	نکلتی ہے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَاللَّهُ	اور اللہ ہی کے لئے	مِنْ خَلِيلِهِ	اس کے درمیان سے	الْيَلِ	رات
مُلْكُ	حکومت ہے	وَيُنَزِّلُ	اور اتارتے ہیں	وَالنَّهَارَ	اور دن کو
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کی	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	إِنَّ	بے شک
وَالْأَرْضِ	اور زمین کی	مِنْ جِبَالٍ ^(۳)	پہاڑوں سے	فِي ذَلِكَ	اس میں
وَاللَّهُ	اور اللہ ہی کی طرف	فِيهَا	جس میں	لَعِبْرَةً	البتہ سبق ہے
الْمَصِيرُ	لوٹنا ہے	مِنْ بَرَدٍ	اڈلتے ہیں	لِلْأَبْصَارِ	اہل دانش کے لئے
أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھتا تو	فَيُصِيبُ	پس پہنچاتے ہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ نے
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	رَبُّهُ	اس کو	خَلَقَ	پیدا کیا
يُزَيِّجُ ^(۱)	نرمی سے لے چلتے ہیں	مَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں	كُلَّ دَابَّةٍ	ہر ریگنے والا جانور
سَحَابًا	بادل کو	وَيَصْرِفُهُ	اور پھیرتے ہیں اس کو	مِنْ مَّاءٍ	پانی سے
ثُمَّ	پھر	عَنْ مَنْ	جس سے	فَمِنْهُمْ	پس کوئی ان میں سے
يُؤَلِّفُ ^(۲)	ملاتے ہیں	يَشَاءُ	چاہتے ہیں	مَنْ	(وہ ہے) جو
بَيْنَهُ	اس کے درمیان	يَكَادُ	قریب ہے	يَمْشِي	چلتا ہے
ثُمَّ	پھر	سَنَا	چمک	عَلَى بَطْنِهِ	اپنے پیٹ کے بل

(۱) اَزَجِيَ الشَّيْءِ: ہانکنا، چلانا۔ مجرد: زَجَا (ن) الشَّيْءِ: نرمی سے ہانکنا، لے چلنا۔ (۲) تَالِيفُ: باہم جوڑنا۔ بادل: سمندر سے اٹھنے والی بھاپ ہے، اس کے اجزاء متفرق ہوتے ہیں، فضا میں پہنچ کر بخار باہم مل جاتا ہے اور گھنا بادل بن جاتا ہے.....
الرُّكَّامُ: ریت وغیرہ کا ڈھیر۔ الرُّكَّامُ مِنَ السَّحَابِ: گھنے بادل۔ (۳) من جبال میں من جمعیضہ ہے..... اور من برد کا من بیانیہ ہے، جبال کا بیان ہے، اور ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمُشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمُشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ	اور کوئی ان میں سے (وہ ہے) جو چلتا ہے دو پیروں پر اور کوئی ان میں سے (وہ ہے) جو چلتا ہے چار پیروں پر	يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَقَدْ	پیدا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں البتہ واقعہ یہ ہے	أَنزَلْنَاهُ آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ	(کہ) اتاری ہم نے آیتیں واضح اور اللہ تعالیٰ راہ دکھاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں راستے کی طرف سیدھے
--	---	---	--	---	--

گذشتہ دو آیتوں میں کفار کے اچھے بُرے اعمال کی تمثیل تھی، اب ان آیات میں انہی کفار سے خطاب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا اور ان کے نازل کئے ہوئے دین کا انکار کرتے ہو، مگر دوسری کائنات کو دیکھو، اس کا کیا حال ہے: — کیا نہیں دیکھتا تو کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور پرندے بحالت پرواز! — یہ آسمان و زمین کے درمیان فضائی مخلوقات کا ذکر ہوا۔ اور بحالت پرواز اس لئے کہا کہ دوسری حالت میں وہ زمین پر ہوتے ہیں — سب نے بالیقین اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی ہے — یعنی ہر مخلوق نے طریقہ انابت و تسبیح خوانی جان لیا ہے، وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے کامل عقل و فہم کے مالک انسان اس سے غافل ہیں، وہ نہ ایمان لاتے ہیں نہ وظیفہ عبودیت ادا کرتے ہیں — اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو مخلوقات کرتی ہیں خوب جاننے والے ہیں — وہ ان ناہنجاروں کے حال سے بھی بے خبر نہیں، ان کے سب کروت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں — اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے — یعنی وہ ان بدکرداروں کے بھی خالق و مالک ہیں — اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے — یعنی یہ بد اطوار بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ لوٹ کر ان کو بھی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ ان کا کچا چٹھان کے سامنے دھر دیں گے۔

منکرین اس دنیا میں بھی عذاب کی زد میں آ سکتے ہیں

قیامت کے دن تو منکرین کی گرفت ہوگی ہی! وہ لوگ اس دنیا میں بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے زمینی مخلوقات کی حیات کے لئے جو انتظامات کئے ہیں وہ بھی منکرین کے لئے وبال جان بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

مخلوقات کی معیشت کے لئے دو انتظامات کئے ہیں: بارش برسانا اور شب و روز کا آنا جانا۔ مگر بارش کے بجائے اولے بھی پڑ سکتے ہیں، اور کڑگ بجلی سے بھی تباہی آ سکتی ہے۔ اور رات دن کا آنا جانا موقوف بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا، پس یا تو لوگ گرمی سے جھلس جائیں گے یا سردی سے ٹھٹھرائیں گے۔ پس منکرین اس خیال میں ہرگز نہ رہیں کہ اس دنیا میں ان کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ آنے والی دوائیوں کا حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کفار کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں: — کیا نہیں دیکھتا تو کہ اللہ تعالیٰ (بخروں) کو نرمی سے ہانک

لے چلتے ہیں، پھر اس بادل (بخروں) کو باہم ملاتے ہیں، پھر اس کو گھٹنا بادل بنا دیتے ہیں، پس بارش کو دیکھتا ہے تو کہ بادل کے درمیان سے نکلتی ہے — سمندر کی تہ میں ہیٹ (گرمی) ہے، اس لئے سمندر سے بخرے اٹھتے ہیں، اور فضا میں پہنچ جاتے ہیں۔ ان کو ہوائیں نرمی سے لے چلتی ہیں، پھر وہ بھاپ باہم مل کر بادل کی ابتدائی شکل اختیار کرتی ہے، پھر ان بادلوں کو ملا کر اللہ تعالیٰ گھٹنا بادل بنا دیتے ہیں، پھر اس کو ضرورت کی جگہ کی طرف لے چلتے ہیں، وہاں جا کر بادل برستے ہیں۔ بادل بادل ہی رہتے ہیں، اور ان کے درمیان سے بارش کے قطرے نکل کر ٹپکتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی معیشت کا سامان کیا ہے۔

آگے دیکھئے: — اور اللہ تعالیٰ بادلوں میں پہاڑوں سے اولے برساتا ہے — جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہوائی جہاز اڑان بھرتا ہے تو نیچے بادل نظر آتے ہیں۔ ان میں ٹیلے بھی ہوتے ہیں اور پہاڑ بھی — پس جسے چاہتے ہیں وہ اولے پہنچاتے ہیں، اور جس سے چاہتے ہیں ان کو پھیر دیتے ہیں — یعنی کوئی ان کی زد میں آ جاتا ہے، کوئی بچ جاتا ہے — یعنی بادلوں سے ہمیشہ بارش ہی نہیں برستی، کبھی اولے بھی پڑتے ہیں، پس کیا یہ منکرین ان بادلوں کی زد میں آ کر تباہ نہیں ہو سکتے؟ — بادلوں کی بجلی کی چمک قریب ہے کہ آنکھوں کو اچک لے — یعنی بادلوں میں کبھی ایسی گرج چمک ہوتی ہے اور کڑا کے پڑتے ہیں کہ آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں، اور اگر کسی پر کڑا کا گر جاتا ہے تو وہ راہی ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔ یہی اس دنیا میں اللہ کی پکڑ ہے!

شب و روز کا آنا جانا: — اللہ تعالیٰ رات دن کو ادلتے بدلتے ہیں — جو قدرت کی کرشمہ سازی اور مخلوقات کی حیات کا ذریعہ ہے۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اسی کی قدرت سے آتا ہے، وہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا ہے، اور ان کی گرمی کو سردی سے اور سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے، اس طرح موسم خوشگوار رہتا ہے۔ اگر ہمیشہ رات رہے تو ہر چیز جم کر برف ہو جائے، اور حیات ناممکن ہو جائے، اور اگر ہمیشہ دن رہے تو ہر چیز دھوپ میں جھلس کر رہ جائے — اس میں یقیناً اہل دانش کے لئے بڑا سبق ہے! — ایک سبق تو یہ ہے کہ اس الٹ پھیر کو موقوف کر کے اللہ

تعالیٰ کائنات کو ختم کر سکتے ہیں، پھر یہ منکرین کس زعم میں ہیں؟ — دوسرا سبق یہ ہے کہ شب و روز کی تبدیلی کی طرح اس دنیا کی بھی دوسری دنیا سے تبدیلی ناگزیر ہے۔ اگر یہی دنیا ہمیشہ رہے تو عمل کرنے والے عمل کرتے کرتے تھک جائیں۔ اور اگر یہ دنیا نہ ہوتی تو لوگ آخرت میں کس عمل کا صلہ پاتے؟ جس طرح دن میں محنت کر کے کماتے ہیں، اور رات میں کھاپی کر آرام کرتے ہیں، اسی طرح یہ دنیا کمانے کے لئے ہے اور آخرت بدلہ پانے کے لئے ہے۔

تمام حیوانات کا مادہ تخلیق ایک ہے مگر احوال مختلف ہیں

آئندہ آیت کفار کے ایک سوال کا جواب ہے۔ محمدین کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلف کیوں بنایا؟ اور ان کے لئے آخرت میں جزا و سزا کیوں رکھی؟ دیگر حیوانات کی طرح ان کو بھی غیر مکلف کیوں نہیں بنایا؟ تاکہ جہاں جاتے ایک ساتھ جاتے! کوئی جنت میں اور کوئی جہنم میں نہ جاتا!

اس کا جواب آئندہ آیت میں دیا ہے کہ تمام حیوانات کا مادہ تخلیق اگرچہ ایک ہے، مگر ان میں بہت سے ظاہری اور باطنی اختلافات ہیں، مثلاً کوئی جانور پیٹ کے بل چلتا ہے، جیسے سانپ اور کیڑے، کوئی دو پیروں پر چلتا ہے، جیسے انسان اور پرندے، اور کوئی چار پیروں پر چلتا ہے، جیسے مویشی۔ اسی طرح باطنی صلاحیتوں میں بھی اختلاف ہے۔ انسانوں میں مکلف ہونے کی صلاحیت رکھی ہے، اور جانوروں میں یہ صلاحیت نہیں رکھی، اس لئے انسان کو مکلف بنایا اور دیگر حیوانات کو مکلف نہیں بنایا۔ جیسے شیر گوشت خور اور بھینس گھاس خور ہے، پس ضروری ہے کہ دونوں کی فطرت کا لحاظ کر کے جسمانی روزی مہیا کی جائے۔ اسی طرح جب انسان کو اعلیٰ صلاحیتوں سے سرفراز کیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کی روحانی غذا کا بھی انتظام کیا جائے، تاکہ اس کی روح سنور جائے، پھر جو اللہ کے دین سے فائدہ اٹھائے اس کو دارین میں جزائے خیر دی جائے۔ اور جو انکار کرے وہ سزا پائے۔ اور دیگر حیوانات میں اعلیٰ صلاحیتیں نہیں رکھیں، اس لئے ان کو مکلف بنانا تکلیف مالا یطاق ہے، جو حکمت کے منافی ہے۔

ارشاد پاک ہے: — اور اللہ تعالیٰ نے پانی سے ہر رنگنے والی مخلوق بنائی، پھر کوئی ان میں سے پیٹ کے بل چلتی ہے، اور کوئی ان میں سے دو پیروں پر چلتی ہے، اور کوئی ان میں سے چار پیروں پر چلتی ہے — یہ ظاہری اختلافات کی مثال ہے — اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کرتے ہیں — یعنی اسی طرح اور اختلافات بھی ہیں — بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

آخری آیت: — البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے واضح آیتیں اتاری ہیں — جن کے مضامین واضح ہیں — اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں — یعنی اللہ کی آیتیں تو ایسی واضح ہیں کہ چاہئے تھا کہ ان کو سن ہر

شخص ایمان لے آتا، اور سیدھی راہ پر چل پڑتا، مگر سیدھی راہ وہی چلتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دیں، پس لوگو! اللہ سے توفیق مانگو، وہ ہدایت سے محروم نہیں کریں گے (اس آیت پر کفار سے گفتگو پوری ہوئی، آگے منافقین کا تذکرہ ہے)

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ فَرِيقًا مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝۱۰۰ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝۱۰۱ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝۱۰۲ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحْيِفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝۱۰۳ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝۱۰۴ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝۱۰۵ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۱۰۶ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ۚ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝۱۰۷

وَيَقُولُونَ	اور (منافق) کہتے ہیں	مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَرَسُولِهِ	اور اسکے رسولوں کی طرف
آمَنَّا	ایمان لائے ہم	مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ	یہ کہنے کے بعد	لِيَحْكُمَ	تاکہ وہ فیصلہ کریں
بِاللَّهِ	اللہ پر	وَمَا أُولَئِكَ	اور نہیں ہیں یہ لوگ	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
وَبِالرَّسُولِ	اور رسول پر	بِالْمُؤْمِنِينَ	ایماندار	إِذَا	اچانک
وَأَطَعْنَا	اور فرمانبردار ہوئے ہم	وَإِذَا	اور جب	فَرِيقٌ	ایک گروہ
ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ	پھر روگردانی کرتا ہے	دُعُوا	بلائے گئے وہ	مِّنْهُمْ	ان میں سے
فَرِيقٌ	ایک گروہ	إِلَى اللَّهِ	اللہ کی طرف	مُعْرِضُونَ	روگردانی کرنے والا ہے

وَاِنْ يَكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ^(۱)	اور اگر ہوتا ہے ان کے لئے حق (تو) آتے ہیں اس کے پاس سر تسلیم خم کئے ہوئے	هُمُ الظَّالِمُونَ	ہی ظلم کرنے والے ہیں	يُطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُخْشَى اللَّهَ	کہا مانتا ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا اور ڈرتا ہے اللہ سے
آ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَخِيفَهُ ^(۲) اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَئِكَ الْمُفْلِحُونَ	کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شک میں مبتلا ہیں یا ڈرتے ہیں اس سے کہ ظلم کریں گے اللہ تعالیٰ ان پر اور اس کے رسول بلکہ یہ لوگ	إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا	جب بلائے گئے وہ اللہ کی طرف اور ان کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ کریں ان کے درمیان کہ کہیں وہ سنا ہم نے اور مانا ہم نے اور یہ لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں اور جو شخص	فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاقِرُونَ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ لَئِنْ جَاءَهُمْ أَيْمَانُهُمْ لَيَبْغِيَنَّ عَنْهُمْ كَيْدُ بَنِي إِسْرَءِيلَ لَا تَعْلَمُونَ أَفَلَا تَتَّقُمُوهَا	{ اور (اللہ کی مخالفت سے) بچتا ہے تو یہ لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں اور قسم کھائی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی زور لگا کر ان کا قسم کھانا بخدا اگر حکم دیں گے آپ انکو تو ضرور ٹکلیں گے کہیں قسم مت کھاؤ

(۱) ملذعنین: اسم فاعل، جمع مذکر، اذعن (باب افعال) فرمانبردار ہونا، ماتحتی تسلیم کرنا۔ (۲) خاف یخیف خیفًا: ظلم و ستم ڈھانا۔ (۳) قول المؤمنین: کان کی خبر مقدم ہے، اور جملہ إذا دعوا جملہ مقررہ ہے، اور لیحکم: دعوا سے متعلق ہے۔ اور ان مصدر یہ ہے، اور یقولوا بتاویل مصدر ہو کر کان کا اسم مؤخر ہے۔ (۴) یبغی: فعل مضارع مجزوم، صیغہ واحد مذکر غائب، ضمیر مفعول بہ، جو اللہ کی طرف راجع ہے۔ (۵) جہد ایمانہم: أقسموا کا مفعول مطلق ہے (حاشیہ جمل)

طَاعَةُ ^(۱)	(مطلوب) فرمانبرداری کی	وَاطِيعُوا	اور فرمانبرداری کرو	حُمِلْتُمْ	تم پر ذمہ داری ڈالی گئی
مَعْرُوفَةً	معروف طریقے پر	الرَّسُولَ	رسول کی	وَرَأَى	اور اگر
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	فَإِنْ تَوَلَّوْا	پس اگر روگردانی کرو تم	تُطِيعُوهُ	کہا مانو تم اس کا
خَبِيرٌ	پورے باخبر ہیں	فَإِنَّمَا	تو بس	تَهْتَدُوا	(تو) راہ پاؤ گے
يَمَّا	ان کاموں سے جو	عَلَيْهِ	اس کے ذمے ہے	وَمَا	اور نہیں ہے
تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو	مَا	جو کچھ	عَلَى الرَّسُولِ	رسول پر
قُلْ	کہیں	حُمِلَ ^(۲)	اس پر ذمہ داری ڈالی گئی	إِلَّا	مگر
اطِيعُوا	فرمانبرداری کرو	وَعَلَيْكُمْ	اور تمہارے ذمے ہے	الْبَلْغُ	پہنچانا
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ کی	مَا	جو کچھ	الْمُبِينُ	صاف صاف

رابطہ: مومنین کے ذکر کے بعد کفار کا ذکر آیا تھا، اب منافقین کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، انسانوں کی یہی تین قسمیں ہیں، سورہ بقرہ کے شروع میں بھی ان اقسام کا اسی ترتیب سے ذکر آیا ہے۔ منافق: وہ ہے جو دل میں کفر چھپائے، اور زبان سے ایمان ظاہر کرے۔ اور یہ اعتقادی نفاق ہے، اور جو شریعت کے خلاف عمل کرے وہ عملی منافق ہے۔ ان آیات میں پہلی قسم کا ذکر ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ ہی جان سکتے ہیں، اور عملی منافقین کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے، اس کو علامتوں سے پہچانا جاسکتا ہے۔

منافقین کے تذکرے میں ان کے نفاق کی دو مثالیں ذکر فرمائی ہیں، پھر ان کو آخری نصیحت کی ہے۔ پہلی مثال: جب وہ کسی معاملہ میں حق پر نہیں ہوتے تو مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے خدمت نبوی میں حاضر ہونے سے گریز کرتے ہیں، کافروں کی عدالت سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔

دوسری مثال: وہ جہاد کے تعلق سے ڈیگیں مارتے ہیں، قسموں پر قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان سے جہاد کے لئے نکلنے کے لئے کہا جائے تو وہ ضرور نکلیں گے، مگر جب وقت آتا ہے تو کھسک جاتے ہیں۔

ملحوظہ: نفاق کی دونوں قسموں کو ظاہری عمل ہی سے پہچانا جاسکتا ہے، دل کے احوال پر مطلع ہونے کی ہمارے لئے کوئی صورت نہیں۔ البتہ اللہ پاک جانتے ہیں کہ کس عمل کے پیچھے کیا جذبہ کارفرما ہے، پس ہم ان دو مثالوں میں جو باتیں آئی

(۱) طاعة معروفة: مبتدا محذوف المطلق منكم کی خبر ہے، اور معروفة: طاعة کی صفت ہے۔ (۲) حُمِلَ الشَّيْءُ: کسی پر کوئی چیز لا دنا، کوئی ذمہ داری ڈالنا۔

ہیں، ان کی وجہ سے بھی نفاق اعتقادی کا فیصلہ نہیں کر سکتے، ہم ان کو بھی نفاقِ عملی ہی پر محمول کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا مقام ہے کہ وہ حقیقتِ حال سے پردہ اٹھائیں۔

منافقین کا ذکر اور نفاق کی دو مثالیں

پہلی مثال: — اور وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے، اور ہم نے فرمانبرداری قبول کی، پھر ان میں سے ایک فریق — یعنی کچھ لوگ — یہ کہنے کے بعد پہلو تہی کرتا ہے، اور یہ لوگ ایماندار نہیں! — یہ بات اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتے ہیں، وہ عالم الغیب ہیں — اور جب وہ لوگ اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو اچانک ان میں سے ایک گروہ روگردانی کرتا ہے —، شرنامی ایک منافق کا ایک یہودی کے ساتھ ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا: چلو تمہارے نبی سے فیصلہ کراتے ہیں، مگر وہ منافق ناحق پر تھا۔ جانتا تھا کہ اگر مقدمہ بارگاہِ نبوی میں گیا تو وہ ہار جائے گا، اس نے انکار کیا، اور کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے چلنے کے لئے کہا، وہاں اس کی دال گل جائے گی، اس واقعہ کا ان آیات میں تذکرہ ہے — اور اگر ان کا حق نکلتا ہے تو وہ سر تسلیم خم کئے ہوئے ان کے پاس چلے آتے ہیں — کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی عدالت سے فیصلہ ہمارے موافق ہوگا، پس یہ کیا ایمان ہوا؟ محض ہوا پرستی ہوئی — کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے، یا وہ شک میں مبتلا ہیں، یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ان پر ظلم کریں گے؟ — یعنی آخر روگردانی کا سبب کیا ہے؟ تین ہی اسباب ہو سکتے ہیں: یا تو اعتقادی منافق ہیں یا ابھی ان کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت میں تردد ہے، یا ان کو ظلم کا اندیشہ ہے۔ اور یہ تینوں باتیں ایمان کے منافی ہیں — بلکہ وہی لوگ ظالم ہیں — ظلم کے معنی ہیں: بے موقع کام کرنا، کسی کی حق تلفی کرنا۔ مذکورہ تینوں باتیں بے موقع ہیں، اور ان میں اللہ و رسول کی حق تلفی ہے، پس درحقیقت انھوں نے ہی ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ تو ان پر ظلم کرنے والے نہیں!

آگے منافقین کے بالمقابل مخلصین کی اطاعت اور فرمانبرداری کو بیان فرماتے ہیں: — مسلمانوں کا قول جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا! اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں — یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے، اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں ان کو خدا و رسول کی طرف بلایا جائے، خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان: ایک منٹ کا توقف نہ کریں، فی الفور سمعنا و اطعنا کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں، اسی میں ان کی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے (فوائد)

اس کے بعد قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں: — اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے، اور اللہ سے ڈرے، اور اس کی مخالفت سے بچے تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں — یعنی اطاعت، خشیت اور عدم مخالفت کامیابی کی کنجی ہے۔

دوسری مثال: — اور انھوں نے بڑا زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھائیں کہ بخدا! اگر آپ ان کو حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے — اور اللہ کے دین کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے — آپ کہیں: قسمیں مت کھاؤ، معروف طریقہ پر فرمانبرداری چاہئے — یعنی سچے مسلمانوں کے دستور کے موافق حکم برداری کر کے دکھلاؤ، زبانی قسمیں کھانے سے کوئی فائدہ نہیں — بے شک اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو — یعنی اللہ کے آگے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا، ان کو تمام ظاہری اور پوشیدہ باتوں کی خبر ہے، وہ آگے چل کر تمہارے نفاق کا پردہ فاش کر دیں گے۔

منافقین کو آخری نصیحت: — کہئے: فرمانبرداری کرو اللہ کی، اور فرمانبرداری کرو رسول کی، پھر اگر تم روگردانی کرو تو رسول کے ذمے وہی ہے جس کا ان پر بار ڈالا گیا ہے، اور تمہارے ذمے وہ ہے جس کا تم پر بار ڈالا گیا ہے — پیغمبر ﷺ پر تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، جو وہ پوری کر رہے ہیں، اور تم پر تصدیق اور قبول حق کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، جو تمہیں پوری کرنی چاہئے — اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو راہ پر لگ جاؤ گے — اور دارین میں کامیاب ہوؤ گے، دنیا و آخرت میں خوش رہو گے — اور رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے — سو وہ اپنا فریضہ ادا کر چکے، آگے تم جانو، تمہارا کام!

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا الرُّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِي النَّارِ وَلَيْسَ الْمَصِيرُ ۝

وَعَدَ ^(۱)	وعدہ فرمایا	الَّذِي	جس کو	وَاقْبَتُوا	اور اہتمام کرو
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے	ارْتَضَى ^(۴)	پسند کیا اس نے	الصَّلَاةَ	نماز کا
الَّذِينَ	ان سے جو	لَهُمْ	ان کے لئے	وَأَتُوا	اور دو
آمَنُوا	ایمان لائے	وَكَيَّدَ لَهُمْ ^(۵)	اور ضرور بدل کر دیں	الزَّكَاةَ	زکات
مِنْكُمْ	تم میں سے		گے ان کو	وَاطِيعُوا	اور فرمان برداری کرو
وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	مِنْ بَعْدِ	بعد	الرَّسُولِ	رسول کی
الصَّالِحَاتِ	نیک کام	خَوْفِهِمْ	ان کے ڈر کے	لَعَلَّكُمْ	تاکہ تم
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ^(۲)	ضرور اللہ ان کو اپنا	آمَنَّا	امن چین	تَرْحَمُونَ	مہربانی کئے جاؤ
	قائم مقام بنائیں گے	يَعْبُدُونَنِي	عبادت کریں گے وہ میری	لَا تَحْسَبَنَّ	ہرگز گمان نہ کر
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	لَا يُشْرِكُونَ	اور نہیں شریک ٹھہرائیں گے	الَّذِينَ	ان کو جنھوں نے
كُنَّا	جس طرح	بَنِي	وہ میرے ساتھ	كُفَرُوا	اللہ کے دین کا انکار کیا
اسْتَخْلَفَ	قائم مقام بنایا اس نے	شَيْئًا	کسی چیز کو	مُعْجِزِينَ ^(۶)	ہرانے والے
الَّذِينَ	ان کو جو	وَمَنْ كَفَرَ	اور جس نے کفر کیا	فِي الْأَرْضِ	زمین میں (بھاگ کر)
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	بَعْدَ ذَلِكَ	اس کے بعد	وَمَا لَهُمْ	اور ان کا ٹھکانا
وَلَيُمَكِّنَنَّ ^(۳)	اور ضرور اللہ جمادیں گے	فَأُولَٰئِكَ	پس وہی لوگ	النَّارُ	دوزخ ہے
لَهُمْ	ان کے لئے	هُمُ الْفَاسِقُونَ	حد اطاعت سے باہر	وَلَيْتَسَّ	اور یقیناً برا ہے
دِينَهُمْ	ان کے اس دین کو		ٹکٹنے والے ہیں	الْمَصِيرُ ^(۷)	وہ ٹھکانا

(۱) وعدہ کا مفعول اول جملہ موصولہ الذین آمنوا ہے، اور لیستخلفنہم: جواب قسم مع معطوفات مفعول ثانی کی قائم مقامی کرتا ہے۔ اور تقدیر عبارت ہے: وعد اللہ المؤمنین الصالحین الاستخلاف فی الارض، وتمکین دینہم المرتضیٰ، وتبديل خوفهم بالامن۔ (۲) استخلفه: اپنا جانشین بنانا، قائم مقام بنانا۔ (۳) لیمكنن: تمکین (باب تفعلیل) وہ ضرور جمائے گا۔ (۴) ارتضاه: پسند کرنا، مختص کرنا۔ (۵) بدّل تبدیلاً: بدلنا۔ بدّل الشیء شیئاً: ایک چیز کو دوسری چیز سے تبدیل کرنا، اولاً بدلا کرنا۔ (۶) معجزین: اسم فاعل، جمع مذکر۔ إعجاز (افعال) ہرانا، عاجز کرنا۔ (۷) المصیر: مصدر اور ظرف مکان، یہاں ظرف ہے، ماؤہ: صیر: بنانا۔ المصیر: لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا، قرار گاہ۔

رابطہ: منکرین و منافقین کے تذکرے کے بعد: ان کو ایک وعدہ سنایا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نیک ایماندار بندوں سے کیا ہے، تاکہ وہ اپنی روش بدلیں، اور ایمان لا کر مؤمنین کے زمرہ میں شامل ہوں، اور وعدہ ربانی کے مستحق بنیں، ورنہ جزیرۃ العرب سے بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ جہاں بھی جائیں گے اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں ہونگے، اللہ تعالیٰ ضرور ان کو جہنم کا ایندھن بنائیں گے۔

اور سورت سے اس مضمون کا تعلق یہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اس کے بغیر یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا، حکومت کے بغیر لوگوں کی گرفت نہیں کی جاسکتی ہے نہ حدود جاری ہو سکتی ہیں، مگر حکومت کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو ایمان اور عمل صالح کے زیور سے آراستہ ہیں، ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور حکومت دیں گے، تاکہ دین کی جڑیں مضبوط ہوں، اللہ کی بندگی کا رواج پڑے، اور مسلمان امن سکون کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ پھر جو اسلامی حکومت کا حق ادا نہیں کرے گا، احکام شرع کی خلاف ورزی کرے گا، وہ حد اطاعت سے نکل جانے والا ہے، وہ افضال الہی سے محروم ہو سکتا ہے، اور اب ہو گیا!

کامل اصلاح معاشرہ اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی حکومت ہو

ارشاد پاک ہے: — اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور ان کو زمین میں اپنا قائم مقام بنائیں گے، جس طرح انھوں نے ان لوگوں کو اپنا قائم مقام بنایا جو ان سے پہلے گذرے، اور ضرور ان کے لئے ان کے دین کو جمائیں گے جس کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، اور ضرور ان کو بدل کر دیں گے امن و چین ان کے خوف کے بعد۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے:

۱- نیک مؤمنین کو زمین میں حکمران بنایا جائے گا۔ اور لفظ استخلاف میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ حکمران دنیوی بادشاہوں کی طرح نہیں ہونگے، بلکہ وہ آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے، دین حق کی بنیادیں جمائیں گے، اور چار دانگ عالم دین کا ڈنکا بجائیں گے۔

۲- اللہ تعالیٰ دین اسلام کو غالب فرمائیں گے۔ دلائل و براہین سے بھی اور حکومت و سلطنت کی راہ سے بھی، مگر پہلا غلبہ مطلق ہے، اور دوسرا مقید، وہ اس وقت حاصل ہوا یا ہوگا جب مسلمان تعلیمات اسلام کے پوری طرح پابند تھے یا ہونگے، ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا ہوں گے۔

۳۔ مسلمانوں کو اتنی قوت و شوکت حاصل ہوگی کہ ان کو دشمنوں کا خوف مرعوب نہ کرے گا، وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔

فائدہ: اس آیت سے دو باتیں اور بھی ثابت ہوتی ہیں:

- ۱۔ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ یہ ایک پیشین گوئی ہے، جو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں حرف بہ حرف پوری ہوئی، ورنہ نزولِ آیت کے وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ایسا ہو جائے گا؟
- ۲۔ یہ آیت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں جو وعدے فرمائے گئے ہیں ان کا پورا پورا ظہور انہی کے دور میں ہوا ہے۔ دورِ نبوی تک تو خلافت جزیرۃ العرب تک محدود تھی، اور خوف بھی پوری طرح زائل نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ راشد ہیں یعنی انھوں نے بھی نبوت کے منہاج پر حکومت کی ہے، مگر ان کے زمانہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے حکومت کا دائرہ اور وسیع نہیں ہو سکا، پھر حضرت علی کی خلافت تو متفق علیہ ہے، اس کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

اسلامی حکومت میں مسلمانوں کے کام: — وہ میری عبادت کریں گے، اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے — یعنی وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے، جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی، شرک جلی کا تو وہاں گذر ہی کیا، شرک خفی کی بھی ان کو ہوا نہ لگے گی، وہ صرف ایک خدا کے غلام ہونگے، اسی سے ڈریں گے، اسی سے امید رکھیں گے، اسی پر بھروسہ کریں گے، اسی کی رضا میں ان کا جینا مرنا ہوگا، کسی دوسری ہستی کا خوف و ہراس ان کے پاس نہ بھٹکے گا، نہ وہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پرواہ کریں گے (فوائد)

جو نعمتِ خداوندی کی ناشکری کرے اس کا حکم: — اور جس نے اُس کے بعد کفر اختیار کیا وہی لوگ حد اطاعت سے نکل جانے والے ہیں — اس آیت میں کفر سے کفرانِ نعمت مراد ہے یعنی جو اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے — اور ﴿بَعْدَ ذَلِكَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مذکورہ وعدہ پورا ہو جائے، اور مسلمانوں کو شان و شوکت کی حکومت مل جائے، پھر اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں یعنی اسلامی حکومت کے حقوق ادا نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔ فاسق کے معنی ہیں: حد اطاعت سے نکل جانے والا، ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں، ان سے بخشش ہوئی نعمت (حکومت) چھینی بھی جاسکتی ہے۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان دین پر رہے ان کی حکومت اور دبدبہ قائم رہا۔ اور جب عوام و خواص رنگ ریلوں میں پڑ گئے تو پانسہ پلٹ گیا۔ اقبال رحمہ اللہ نے ٹھیک کہا ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر ام کیا ہے؟ شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

ایک مثال سے وضاحت: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں [التوبہ آیت ۱۱۱] پس اللہ تعالیٰ خریدار ہیں، اور مومنین فروخت کرنے والے ہیں۔ اب مثال سنیں: گیہوں کی چار بوریاں ہیں، ایک میں ایک بھی کنکر نہیں، مالک نے گیہوں صاف کر کے بوری بھری ہے، دوسری میں ایک کلو کوڑا ہے، جو عموماً ہوتا ہے، تیسری میں دس کلو کوڑا ہے اور چوتھی میں اتنی کلو، اس میں صرف بیس کلو گیہوں ہیں — پہلی بوری خریدار فوراً اٹھائے گا، بلکہ کچھ زائد قیمت دینی پڑے تو دے گا۔ یہ بوری جماعت صحابہ کی مثال ہے جماعت صحابہ میں ایک کنکر بھی نہیں تھا — دوسری بوری بھی خریدار خریدتا ہے، بلکہ وہ سو کلو گیہوں کے پیسے دیتا ہے، جبکہ اس میں بالیقین ایک کلو کوڑا ہے۔ یہ بعد کے اداوار کی مثال ہے — اور تیسری بوری کی طرف کوئی خریدار متوجہ نہیں ہوتا، الا یہ کہ مالک پندرہ کلو گیہوں کے پیسے گھٹا دے تو کوئی یہ سوچ کر لے لیتا ہے کہ مزدور سے صاف کرالیں گے، پانچ کلو کا تو فائدہ ہوگا — اور چوتھی بوری جس میں اتنی کلو کوڑا ہے اس کو کوئی بیوقوف بھی نہیں خریدتا، اگرچہ اس میں بیس کلو گیہوں ہے۔

آج امت کا حال چوتھی بوری جیسا ہو گیا ہے، اس لئے اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: یا تو اس میں سے بیس کلو گیہوں علاحدہ کر لئے جائیں تو اس کا خریدار مل سکتا ہے، مگر یہ بات ناممکن ہے، یا پھر اتنی کلو کوڑے کو گیہوں بنالیا جائے۔ یہ بات ممکن ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام جب مبعوث ہوتے ہیں تو ساری بوری کوڑے سے بھری ہوئی ہوتی ہے، وہ معاشرہ پر محنت کرتے ہیں، اور اس کو خالص گیہوں بنا لیتے ہیں، پھر ہم اتنی کلو گیہوں میں تبدیل کیوں نہیں کر سکتے؟

مگر اس کے لئے امت پر دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ محنت کرنے پڑے گی، تب کہیں کھوئی ہوئی نعمت واپس ملے گی — پھر لوگ ایک غلطی کرتے ہیں، ہر شخص دوسرے کی اصلاح کی فکر کرتا ہے، اور خود کو بھول جاتا ہے، جبکہ کئی افراد کا مجموعہ ہوتی ہے، اگر ہر شخص پہلے اپنی ذات پر محنت کرے، اور خود کو اور اپنے متعلقین کو سنوار لے تو سارا معاشرہ سنور جائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: — اور نماز کا اہتمام کرو، اور زکات ادا کرو، اور رسول کی فرمان برداری کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے — اور تمہاری کھوئی ہوئی متاع تمہیں واپس مل جائے۔

آخر میں پھر کفار و منافقین کو مخاطب بنایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — ہر گز گمان نہ کر (اے مخاطب) ان لوگوں کو جنہوں نے دین کا انکار کیا زمین میں بھاگ کر ہرانے والا! — یعنی جزیرۃ العرب سے بھاگ کر تم کہاں چلے جاؤ گے؟ جہاں بھی جاؤ گے اللہ کی قدرت میں رہو گے — اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت بڑا ٹھکانا ہے! — یعنی ساری

زمین میں اگر ادھر ادھر بھاگتے پھرے تو بھی وہ خدا کی سزا سے بچ نہیں سکتے، بالآخر ان کو جہنم کے جیل خانہ میں جانا پڑے گا، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنُكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥٠ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥١

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنُكُمُ	اے لوگو جو ایمان لائے	مَنْ قَبْلُ	پہلے	جُنَاحٌ	کچھ گناہ
الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ	وہ جن کے مالک ہیں	صَلَاةِ الْفَجْرِ	نماز فجر کے	بَعْدَ هُنَّ	ان تین اوقات کے بعد
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ	تین بار	وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ	اور جب رکھتے ہو تم اپنے کپڑے	طَوْفُونَ	بکثرت آنے جانے والے ہیں
مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ	فجر کی نماز سے پہلے	وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ	اور بعد عشاء کی نماز کے	عَلَيْكُمْ	تمہارے پاس
ثَلَاثَ عَوْرَاتٍ	تین بار	لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ	تمہارے نہیں تم پر اور نہ ان پر	بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ	بعض تمہارے بعض پر
كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ	یہی (تین) اوقات (یہ) تین (یہ) تین اوقات	كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ	یہی (تین) اوقات (یہ) تین (یہ) تین اوقات	كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ	یہی (تین) اوقات (یہ) تین (یہ) تین اوقات
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥٠	اور وہ جانتا ہے اور حکیم ہے	وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥٠	اور وہ جانتا ہے اور حکیم ہے	وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥٠	اور وہ جانتا ہے اور حکیم ہے
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥١	اور وہ جانتا ہے اور حکیم ہے	وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥١	اور وہ جانتا ہے اور حکیم ہے	وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥١	اور وہ جانتا ہے اور حکیم ہے

عَلَيْكُمْ	خوب جاننے والے	فَلْيَسْتَأْذِنُوا	پس چاہئے کہ	يُبَيِّنُ	بیان کرتے ہیں
حَكِيمٌ	بڑی حکمت والے ہیں		اجازت لیں وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَأَذًا	اور جب	كَمَا	جس طرح	لَكُمْ	تمہارے لئے
بَلَعٌ	پہنچیں	اسْتَأْذَنَ	اجازت لی	أَيْتِيهِ	اپنے احکام
الْأَطْفَالُ	بچے	الَّذِينَ	ان لوگوں نے جو	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
مِنْكُمْ	تمہارے	مَنْ قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے گزرے	عَلَيْكُمْ	خوب جاننے والے
الْحُلُمُ	بلوغ کو	كَذَلِكَ	اسی طرح	حَكِيمٌ	بڑی حکمت والے ہیں

رابط: آیت ۲۷ میں اجازت طلبی کا حکم بیان ہو چکا ہے۔ اُس حکم میں مملوکوں اور نابالغوں کے لئے کچھ تخفیف ہے۔ اب اس کا بیان شروع کرتے ہیں، درمیان میں خاص خاص مناسبتوں سے دیگر مضامین آئیں گے۔

مملوکوں اور نابالغوں کے لئے اجازت طلبی کے حکم میں تخفیف

ارشاد پاک ہے: — اے ایمان والو! چاہئے کہ اجازت لیں تم سے تمہارے مملوک اور وہ جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے تین مرتبہ: فجر کی نماز سے پہلے، اور جب تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں۔ نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر ان تین اوقات کے علاوہ، وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، تم میں سے بعض بعض کے پاس۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کر بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں — اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچیں تو چاہئے کہ وہ اجازت لیں جس طرح اجازت لیتے ہیں ان سے اگلے لوگ (جن کا تذکرہ آیت ۲۷ میں ہے) اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کر بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔

ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی بات: مذکورہ تین وقتوں میں عموماً زائد کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں، یا سونے کا لباس پہن لیا جاتا ہے، اور بیوی کے ساتھ محافل میں بھی عموماً ان ہی اوقات میں ہوتی ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ ان تین وقتوں میں اپنے اور پرانے نابالغ لڑکے لڑکیوں کو اور لونڈی غلاموں کو اجازت لے کر آنا چاہئے۔ باقی اوقات میں اجنبی مردوں کی طرح ان کو اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔

دوسری بات: مذکورہ تین اوقات کے علاوہ اوقات میں غلام باندی اور نابالغ بچے عادتاً ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں، اس لئے ان کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اس میں حرج اور تنگی ہے جو حکمت کے منافی ہے۔

تیسری بات: نابالغ بچے جب حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کا حکم ان مردوں جیسا ہے جن کا تذکرہ آیت ۲۷ میں آیا ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان آیات کے نزول کے وقت رہن سہن سادہ تھا، دروازوں پر پردے نہیں تھے، نہ پردہ دار مسہریاں تھیں، اس وقت کبھی ایسا ہوتا تھا کہ نوکر یا بیٹا بیٹی اچانک آ جاتے تھے، اور آدمی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا تھا، اس لئے ان تین وقتوں میں اجازت لے کر آنے کا حکم دیا۔ اور اب چونکہ دروازوں پر پردے اور گھر میں پردہ دار مسہریاں آگئی ہیں، اس لئے لوگوں نے یوں سمجھ لیا ہے کہ اب یہ پردہ کافی ہے، استیذان کی ضرورت نہیں (ابن کثیر) الغرض: اس حکم میں مصلحت یہ ہے کہ کوئی کسی کی آزادی میں خلل نہ ڈالے، پس جو لوگ اس طرح کے استیذان کا گھر والوں کو پابند نہیں بناتے وہ خود پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۚ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

وَالْقَوَاعِدُ ^(۱)	اور بیٹھ رہنے والی	جُنَاحٌ	کچھ گناہ	وَأَنْ	اور یہ بات کہ
مِنَ النِّسَاءِ	عورتوں میں سے	أَنْ	کہ	يَسْتَعْفِفْنَ ^(۳)	پاکدامنی کی خواہش رکھیں
الَّتِي	جو	يَضَعْنَ	رکھ دیں وہ	خَيْرٌ	بہتر ہے
لَا يَرْجُونَ	نہیں امید رکھتیں	ثِيَابَهُنَّ	اپنے کپڑے	لَهُنَّ	ان کے لئے
نِكَاحًا	نکاح کی	غَيْرَ ^(۲)	نہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَلَيْسَ	تو نہیں	مُتَبَرِّجَاتٍ	نمائش کرنے والی ہوں	سَمِيعٌ	خوب سننے والے
عَلَيْهِنَّ	ان پر	بِزِينَةٍ	زیبائش کی	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں

(۱) القواعد: القاعد (تائے تانیث کے بغیر) کی جمع ہے، بہت بوڑھی عورت، جس کا حیض کا زمانہ گزر گیا ہو..... اللاتی:
القواعد کی صفت ہے..... اور جملہ فلیس مبتدا کی خبر ہے۔ (۲) غیر: حال ہے..... تبرجت المرأة: زیبائش کا اظہار کرنا۔
(۳) استعفاف: پاک دامنی طلب کرنا۔

بوڑھی عورتوں کے لئے رہن سہن کے احکام میں تخفیف

آیت ۳۱ میں عورتوں کے لئے ہر وقت ساتھ رہنے والے محارم وغیرہ کے درمیان سلیقہ سے رہنے کا حکم آیا ہے، اس حکم میں بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے تخفیف کی گئی ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”بوڑھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑے میں رہیں تو درست ہے، اور پورا پردہ رکھیں تو اور بہتر!“ (موضح القرآن)

ارشاد پاک ہے: — اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہ رہی ہو: ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے رکھ دیں — مثلاً اوڑھنی رکھ دیں — جبکہ وہ زیبائش کی نمائش کرنے والی نہ ہوں، اور پاک دامنی کی خواہش رکھنا ان کے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، خوب جاننے والے ہیں۔

تفسیر: ایسی بوڑھی عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت بھی زائد کپڑے مثلاً برقع وغیرہ اتار دیں تو کچھ مضائقہ نہیں، بشرطے کہ اس زینت کا اظہار نہ ہو جس کے چھپانے کا حکم ہے (فوائد)

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْكُمْ مَفَاتِحُهُ أَوْ صَدَائِقِكُمْ، لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً، كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ٣١

۳۱

لَيْسَ	نہیں	حَرَجٌ	کچھ تنگی	عَلَى الْأَعْرَجِ	لنگڑے پر
عَلَى الْأَعْمَى ^(۱)	نا بینا پر	وَلَا	اور نہ	حَرَجٌ	کچھ تنگی

(۱) علی الأعمی: لبس کی خبر مقدم ہے، اور حرج: اسم مؤخر، اور آگے تین جگہ لا یعنی لبس ہے، اور آخری لا کے بعد حرج: خبر محذوف ہے، اور ان تا کلا سے پہلے فی مقدر ہے، اور اس کا تعلق چاروں جملوں سے ہے۔

وَلَا	اور نہ	أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	أَوْ أَشْتَاتًا ^(۳)	یا جدا ہو کر
عَلَى الْمَرِيضِ	بیمار پر	أَعْمَامِكُمْ	اپنے چچاؤں کے	فَإِذَا	پس جب
حَدَبٌ	کچھ تنگی	أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	دَخَلْتُمْ	داخل ہوؤ تم
وَلَا	اور نہ	عَمَتِكُمْ	اپنی پھوپھیوں کے	بُيُوتًا	گھروں میں
عَلَى أَنْفُسِكُمْ	خود تم پر (کچھ تنگی)	أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	فَسَلِّمُوا	تو سلام کرو
أَنْ	کہ	أَحْوَالِكُمْ	اپنے ماموؤں کے	عَلَى أَنْفُسِكُمْ	اپنے لوگوں کو
ثَاكُلُوا	کھاؤ تم	أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	تَحِيَّةً ^(۴)	زندہ رہنے کی دعا کے بطور
مِنْ بِيُوتِكُمْ	اپنے گھروں سے	خَلَّتْكُمْ	اپنی خالاؤں کے	مِنْ عِنْدِ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ کے پاس سے
أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	أَوْ مَا ^(۱)	یا (گھروں سے) جنگے	مُبْرَكَةً	برکت والی
أَبَائِكُمْ	اپنے باپوں کے	مَلَكَكُمْ	مالک ہو تم	طَيِّبَةً	سھری
أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	مَفَاتِحَهُ ^(۲)	ان کی کنجیوں کے	كَذَلِكَ	اس طرح
أَمْهَلَتَكُمْ	اپنی ماؤں کے	أَوْ صِدَائِكُمْ	یا اپنے دوستوں کے	يَبِينُ	صاف بیان کرتے ہیں
أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	لَبَسَ عَلَيْكُمْ	غیس ہے تم پر	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
إِخْوَانِكُمْ	اپنے بھائیوں کے	جُنَاحٌ	کچھ گناہ	لَكُمْ الْآيَاتِ	تمہارے لئے احکام
أَوْ بِيُوتٍ	یا گھروں سے	أَنْ تَاْكُلُوا	کہ کھاؤ تم	لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم
أَخَوَاتِكُمْ	اپنی بہنوں کے	جَمِيعًا	مل کر	تَعْقِلُونَ	سمجھ لو

معذور اور غیر معذور: رشتہ دار وغیرہ کے گھروں سے بے تکلف کھا سکتے ہیں

آیت ۲۷ میں اجازت طلبی کا حکم آیا ہے۔ اپنے گھر کے علاوہ کسی گھر میں جانے کے لئے استیذان کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس سے ایک طرح کی تنگی مفہوم ہوتی ہے۔ رشتہ داروں کے گھروں میں تکلف برتنے کا اشارہ ملتا ہے۔ اس لئے اس آیت میں اس وہم کا ازالہ کیا ہے کہ اجازت لینا تو رشتہ داروں کے گھروں میں جانے کے لئے بھی ضروری ہے، مگر

(۱) تقدیر عبارت: أَوْ بِيُوتِ الَّذِينَ مَلَكَكُمْ مَفَاتِحَهَا ہے۔ (۲) ای: بیوت صدیقکم۔ (۳) اشتات: شت کی جمع ہے: متفرق، جدا جدا۔ (۴) تحیة: سلمو کا مفعول مطلق ہے، من غیر لفظہ..... اور من عند اللہ: محذوف سے متعلق ہو کر تحیہ کی صفت ہے، اور مبارکۃ اور طیبۃ بھی صفتیں ہیں۔

اجازت ملنے کے بعد تنگی نہیں۔ معذور اور غیر معذور سب رشتہ دار وغیرہ کے گھروں سے بے تکلف کھا سکتے ہیں، یہ معاشرتی توسع ہے جو ضروری ہے۔ البتہ رشتہ داروں کے گھروں میں بھی سلام کر کے داخل ہونا چاہئے۔ سلام: سلامتی کی دعا ہے، اور اللہ کی طرف سے مقرر کی گئی ہے۔ یہ بابرکت اور پاکیزہ دعا ہے، اس لئے اس کے زیادہ حقدار اپنے لوگ ہیں، ان کو اس دعا سے محروم نہیں رکھنا چاہئے۔

ارشاد پاک ہے: — نابینا پر کچھ تنگی نہیں، اور لنگڑے پر کچھ تنگی نہیں، اور بیمار پر کچھ تنگی نہیں، اور خود تم پر کچھ تنگی نہیں کہ کھاؤ اپنے گھروں سے، اپنے باپوں کے گھروں سے، اپنی ماؤں کے گھروں سے، اپنے بھائیوں کے گھروں سے، اپنی بہنوں کے گھروں سے، اپنے چچاؤں کے گھروں سے، اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، اپنے ماموؤں کے گھروں سے، اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہیں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جدا ہو کر۔

تفسیر: آیت کو سمجھنے کے لئے چند باتیں جان لیں:

۱۔ غیر معذوروں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ معذور کے لئے توسع ہو سکتا ہے، مگر غیر معذور کے لئے شاید گنجائش نہ ہو، اس لئے بتا دیا کہ یہ معاشرتی توسع سب کے لئے ہے۔

۲۔ اور اپنے گھروں کا ذکر اس لئے کیا کہ آخر میں آرہا ہے: ”تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جدا ہو کر“ یعنی اپنے گھر میں اکیلا بھی کھا سکتا ہے، ضروری نہیں کہ ساتھ میں کوئی کھانے والا ہو۔ بعض لوگ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہیں کھاتے، یہ غلو ہے۔ بغیر مہمان کے اکیلا بھی کھا سکتا ہے، اور مہمان کے ساتھ بھی۔

۳۔ عربوں کے معاشرہ میں باپ کا گھر علاحدہ ہوتا ہے اور ماں کا علاحدہ، اسی طرح آگے بھی سمجھنا چاہئے۔

۴۔ جن گھروں کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہیں یعنی وہ گھر تمہارے تصرف میں ہیں، تمہیں اپنی چیز کا وکیل یا محافظ بنادیا ہے، پس بقدر معروف اس میں سے کھانے پینے کی اجازت ہے۔

۵۔ مل کر کھاؤ یا جدا ہو کر یعنی صاحب خانہ موجود ہو تو اس کے ساتھ کھاؤ، اور اگر وہ موجود نہ ہو، یا کھا چکا ہو، یا کھانا نہ چاہتا ہو تو اکیلے بھی کھا سکتے ہو۔

۶۔ بیوی اور بیٹیوں کے گھر کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ ان کا ذکر ﴿مِنْ بَيْنِكُمْ﴾ میں آگیا وہ بھی اپنے ہی گھر ہیں۔

فائدہ: ایک دسترخوان پر چند شخصوں کو ایک برتن میں کھانا چاہئے یا الگ الگ برتنوں میں؟ اس آیت کا اس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں۔ اور سوال کا جواب یہ ہے کہ الگ الگ پلیٹوں میں کھانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اب یہ بات ہندو تہذیب کے ساتھ خاص نہیں رہی، اس لئے تشبہ نہیں ہے، مگر یہ اسلامی تہذیب بھی نہیں ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ چند

اشخاص مل کر ایک برتن میں کھائیں، اس سے کھانے میں برکت ہوتی ہے، اور اسلامی اخوت پر وان چڑھتی ہے۔
جیسے میز کرسی پر کھانا اسلامی تہذیب نہیں، مگر جائز ہے، کیونکہ اب یہ بات کسی تہذیب کے ساتھ خاص نہیں رہی، نہ یہ
فاستقوں اور متکبروں کا طریقہ ہے، بلکہ اب یہ بات عام ہو گئی ہے، مگر ہر حال یہ اسلامی تہذیب نہیں، اسلامی تہذیب زمین
پر بیٹھ کر دسترخوان بچھا کر کھانا ہے۔

اپنے لوگوں کے گھروں میں جائے تب بھی سلام کرے

ارشاد فرماتے ہیں: — پس جب تم گھروں میں داخل ہوؤ تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، وہ سلامتی کی دعا ہے، اللہ کی
طرف سے مقرر ہے، بابرکت اور پاکیزہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کھول کر احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم سمجھو۔
تفسیر: اپنے لوگوں کو سلام کرو یعنی رشتہ داروں کو سلام کرو، جبکہ وہ گھر میں ہوں، اور اگر رشتہ دار کے گھر میں کوئی نہ ہو تو
بے اجازت گھر میں داخل مت ہوؤ۔ اسی طرح اپنے گھر میں کوئی ہو تو اس کو سلام کرو، اور گھر خالی ہو تو السلام علینا
وعلی عباد اللہ الصالحین کہہ کر داخل ہوؤ، گھر میں جو فرشتے اور نیک جنات ہیں وہ جواب دیں گے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ
لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِاللهِ وَرَسُولِهِ ۖ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ١٥ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ
بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ
يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ١٦ أَلَا إِنَّ
اللهَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ۖ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ١٧

سج ۱۵

إِنَّمَا ^(۱)	بس	الْمُؤْمِنُونَ	مؤمنین	الَّذِينَ	(وہ ہیں) جو
-------------------------	----	----------------	--------	-----------	-------------

(۱) إِنَّمَا: کلمہ 'مصر ہے، اس کے بعد مبتدا خبر آتے ہیں۔

اٰمَنُوْا	ایمان لائے	اَسْتَاذِنُوْكَ	اجازت مانگیں وہ آپ سے	بَعْضُكُمْ	تمہارے بعض کے
يَا اللّٰه	اللہ پر	لِبَعْضٍ	کسی کے لئے	بَعْضًا	بعض کو
وَرَسُوْلِهِ	اور اس کے رسول پر	شَاْنِهِمْ	اپنے کام کے	قَدْ يَعْلَمُ	بالیقین جانتے ہیں
وَإِذَا	اور جب	فَإِذَنْ	تو اجازت دیں آپ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
كَانُوْا	ہوتے ہیں وہ	لِمَنْ	جس شخص کے لئے	الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو
مَعَهُ	رسول کے ساتھ	سِئْتَتْ	چاہیں	يَسْأَلُوْنَ ^(۳)	کھسک جاتے ہیں
عَلٰٓءِ اَمْرِ	کسی کام پر	مِنْهُمْ	ان میں سے	مِنْكُمْ	تم میں سے
جَامِعٍ ^(۱)	اکٹھا کرنے والے	وَاسْتَغْفِرُ	اور گناہ کی معافی	لِوَاذًا ^(۲)	آڑے کر
لَعَزِيْذٌ هَبُوْا	(تو) نہیں جاتے وہ		چاہیں آپ	فَلْيَحْذَرِ	پس چاہئے کہ ڈریں
حَقَّ	یہاں تک کہ	لَهُمْ	ان کے لئے	الَّذِيْنَ	جو لوگ
يَسْتَاذِنُوْهُ	اجازت لیں وہ آپ سے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ سے	يُخَالِفُوْنَ	مخالفت کرتے ہیں
إِنَّ	بے شک	إِنَّ	بے شک	عَنْ اَمْرِكَ	ان کے حکم کی
الَّذِيْنَ	جو لوگ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	أَنْ	(اس سے) کہ
يَسْتَاذِنُوْكَ	اجازت لیتے ہیں آپ سے	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	تُصِيبَهُمْ	پہنچے ان کو
أُولٰٓئِكَ	یہی لوگ ہیں	رَحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	فِتْنَةً	کوئی آزمائش
الَّذِيْنَ	جو	لَا تَجْعَلُوْا	نہ گردانویں	أَوْ	یا
يُؤْمِنُوْنَ	ایمان رکھتے ہیں	دُعَاءَ ^(۲)	بلانے کو	يُصِيبَهُمْ	پہنچے ان کو
يَا اللّٰه	اللہ تعالیٰ پر	الرَّسُوْلِ	رسول کے	عَذَابٌ	عذاب
وَرَسُوْلِهِ	اور اس کے رسول پر	بَيْنَكُمْ	اپنے درمیان	اَلَيْمٌ	دردناک
فَإِذَا	پس جب	كُدُّعَاءَ	بلانے کی طرح	اَلَا	سنو

(۱) امر جامع: ایسا اہم کام جس کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا گیا ہو، جیسے کسی اہم مشورہ کے لئے بلایا گیا ہو، یا کسی مہم کے لئے اکٹھا کیا ہو۔ (۲) دعاء: مصدر کی فاعل کی طرف اضافت ہے۔ (۳) تسلسل منه: بھیڑ میں نکل جانا، چپکے سے کھسک جانا۔ (۴) لَاوَدَ لَوَاذًا وَمَلَأَ وَدَّةً: کسی چیز کی آڑ لینا، پناہ لینا۔

إِنَّ اللَّهَ	بیشک اللہ کے لئے ہے	مَا أَنْتُمْ	جو تم	فَيَنْبَغِي لَهُمْ	تو بتادیں گے وہ ان کو
مَا	جو کچھ	عَلَيْهِ	اس پر ہو	بِمَا عَمِلُوا	جو کام کئے انھوں نے
فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں ہے	وَكَيَْوْمَ	اور جس دن	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہے	يُجْجَعُونَ	لوٹائے جائیں گے وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
قَدْ يَعْلَمُ	بالمیقین جانتے ہیں وہ	رَأْيَهُ	اس کی طرف	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں

کبھی واپس جانے کے لئے بھی اجازت ضروری ہوتی ہے

رابطہ: یہ اس سورت کا آخری حکم ہے۔ جس طرح اندر آنے کے لئے اجازت ضروری ہے اسی طرح کبھی واپس جانے کے لئے بھی اجازت ضروری ہوتی ہے۔ مثلاً: امیر نے کسی اہم مشورہ کے لئے طلب کیا، یا کسی اہم کام کے لئے اکٹھا کیا، اور کسی کو اہم ضرورت پیش آجائے تو چاہئے کہ امیر سے اجازت لے کر جائے۔ اس سے امیر کی اہمیت واضح ہوگی، اور اگر اس کی ضرورت ہوگی، اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو امیر اس کو روک دے گا۔ اور اگر کوئی بے اجازت چلا جائے تو امیر کے بلانے میں اور دوسروں کے بلانے میں فرق کیا رہا؟ اور ممکن ہے جب اس کی ضرورت پیش آئے، اور وہ موجود نہ ہو تو امیر کے دل میں میل آجائے۔ اس لئے اس خاص موقع پر واپس جانے کے لئے بھی اجازت ضروری ہے۔

ارشاد پاک ہے: — مؤمنین تو بس وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اور جب آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہیں لیتے: جاتے نہیں! — یہاں مقصود یہ آخری بات ہے۔ یعنی ایمان کی تکمیل کے لئے رسول کی اطاعت و انقیاد ضروری ہے۔ اور اطاعت و انقیاد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جب کسی اہم کام کے لئے بلایا گیا ہو تو کوئی بھی اجازت لئے بغیر نہ جائے — اور یہاں یہ آخری بات مقصود ہے اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔ فرماتے ہیں: — بیشک جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں!

مسئلہ: — پس جب وہ اپنے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو آپ جس کو چاہیں اجازت دیں — یعنی اجازت دینا نہ دینا آپ کی صوابدید پر موقوف ہے — اور آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگیں — یعنی صرف اجازت دینے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیں کہ اللہ تمہیں معاف کرے! اس سے انہیں اطمینان ہو جائے گا کہ آپ نے اجازت بخوشی دی ہے — بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں۔

واپس جانے کے لئے اجازت طلبی کی وجہ: — تم لوگ رسولؐ کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں سے ایک: دوسرے کو بلاتا ہے — یعنی رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح مت سمجھو، جس میں آنے نہ آنے کا اختیار ہوتا ہے، بلکہ اس وقت آنافرض ہو جاتا ہے، اور بے اجازت جانا حرام ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ: آیت کی ایک دوسری تفسیر: ﴿دُعَاءَ الرَّسُولِ﴾ میں مصدر کی مفعول کی طرف اضافت مان کر بھی کی گئی ہے۔ مگر آیت کے سیاق و سباق سے یہ تفسیر زیادہ مناسبت رکھتی ہے، اسی لئے مظہری اور بیان القرآن میں اس کو اختیار کیا ہے (معارف القرآن)

منافقین کا رویہ: — اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کو جانتے ہیں جو آڑ میں ہو کر تمہارے پاس سے کھسک جاتے ہیں — یعنی منافقین موقع پا کر اور آنکھ بچا کر مجلس نبوی سے بلا اجازت کھسک جاتے ہیں، مثلاً کوئی مسلمان اجازت لے کر اٹھا، یہ بھی اس کی آڑ میں ہو کر چل دیئے (فوائد)

منافقین کو تہدید: — پس جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب آپڑے! — فتنہ کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً چوراہے پر ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ جائے، آپس میں اختلاف ہو جائے، یا امیر ناراض ہو جائے اور اسلامی حکومت کی طرف سے سزا ملے وغیرہ۔

منافقین کو آخری فہمائش: — سنو! جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ یقیناً ان احوال کو جانتے ہیں جن پر تم ہو — یعنی تم رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے کیا چھپاتے ہو، تمہارا سب حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے — اور جس دن تم ان کی طرف لوٹائے جاؤ گے، وہ ان کو جتلا دیں گے جو کچھ انھوں نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں۔

نفاق خواہ اعتقادی ہو یا عملی دل کا ایک روگ ہے اور منافق کا انجام بہت برا ہے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الفرقان

نمبر شمار ۲۵ نزول کا نمبر ۴۲ نزول کی نوعیت مکی آیات ۷۷ رکوع ۶

سورت کا نام: پہلی آیت سے لیا گیا ہے۔ الفرقان: مصدر بھی ہے، اور صیغہ مصفت بھی۔ اس کے لغوی معنی ہیں: الگ کرنا، اور یہاں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے الگ کر دینے والے ہیں۔ علاوہ ازیں فرقان کے معنی ہیں: قرآن مجید، تورات، دلیل و حجت، وہ نور جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جائے اور جنگِ بدر کے دن کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

مضامین کی اجمالی فہرست: اس سورت میں یہ مضامین ہیں: اثباتِ توحید، ردِ اشراک، اثباتِ رسالت، جوابِ شبہات متعلقہ رسالت، بیانِ معاد، مصدقین کی جزائے خیر، مکذبین کی سزا، بعض واقعات بہ مناسبت مضمون ذمہ انکارِ توحید و رسالت، بعض اعمالِ فاضلہ، مصدقین و توحید و رسالت کی بعض خصوصیات اور آخر میں مکذبین کو انتباہ کہ یوم الفرقان (جنگِ بدر کا دن) آ رہا ہے، اس کا انتظار کرو۔

مضامین کی تفصیل: یہ سورت پاک اثباتِ توحید اور ابطالِ شرک کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر دلیلِ رسالت (قرآن کریم) اور ذاتِ رسول ﷺ پر اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ شروع ہوا ہے، پہلے اجمالی جواب ہے، پھر تفصیلی جوابات کا سلسلہ شروع ہوا ہے، پھر معاد (آخرت) کا بیان ہے، سب سے پہلے یہ بیان ہے کہ مشرکین کے معبودِ آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، پھر مسئلہ رسالت پر منکرین کے تین اعتراضات کا جواب ہے، درمیان میں قیامت کے تین مناظر پیش کئے ہیں۔ پھر اس کی حکمتیں بیان کی ہیں کہ قرآن سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ پھر انکارِ رسالت کا عبرتناک انجام سنایا ہے، اور اس کے لئے چند واقعات کا تذکرہ کیا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منکرین کا برتاؤ دکھا دیا ہے۔ پھر آخرت کا بیان شروع ہوا ہے، اور تین باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ آخرتِ مشیتِ الہی کا فیصلہ ہے۔ ۲۔ آخرت لوگوں کی ضرورت ہے۔ ۳۔ وقوعِ آخرت کا نمونہ دکھایا ہے۔

اس کے بعد نبوت کے عالم گیر ہونے پر اعتراض کا جواب ہے، اور اللہ کی قدرت کی دو عجیب مثالیں پیش کی ہیں، پھر رسالت و توحید کا بیان ہے۔ پھر رحمان کے بندوں کی نوخو بیاں بیان کی ہیں، اور اس کی تمہید میں دو آیتیں آئی ہیں۔ اور بالکل آخر میں عباد الرحمن کا صلہ اور منکرین کے لئے پیشین گوئی ہے۔

تکویناً

(۲۵) سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (۲۲)

آیاتہا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقْدَرَهُ تَقْدِيرًا ۝ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ أَنْ نَنْفَعَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفَعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ۝

بِسْمِ	نام سے	الَّذِي	وہ ذات جس نے	لِلْعَالَمِينَ	جہانوں کے لئے
اللَّهُ	اللہ پاک کے	نَزَّلَ ^(۲)	بندرِ برج اتاری	نَذِيرًا	ڈرانے والا
الرَّحْمَنِ	(جو) بے حد مہربان	الْفُرْقَانَ	فیصل کن کتاب	الَّذِي	وہ ذات
الرَّحِيمِ	بڑے رحم والے (ہیں)	عَلَى عَبْدِهِ ^(۳)	اپنے خاص بندے پر	لَهُ	جس کے لئے
تَبَارَكَ ^(۱)	بڑی عالیشان ہے	لِيَكُونَ	تاکہ ہو سکے	مُلْكٌ	حکومت ہے

(۱) تبارک: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب: عالی شان ہوا، بڑی برکت والا ہوا، اس فعل کی گردان نہیں آتی، ماضی کا یہی صیغہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مستعمل ہے۔ ایک واقعہ: امام لغت اصمعی کو تین لفظوں کی حقیقت اچھی طرح معلوم نہیں تھی: تبارک، متاع اور رقیم کی۔ وہ اعراب سے ان کا بے تکلف استعمال سننا چاہتا تھا۔ وہ چلا اور جنگل میں ایک عورت کا مہمان بنا۔ عورت پانی بھرنے کے لئے چشمہ پر گئی، ان کا بچہ گھر میں تھا، کتا آیا اور صافی لے کر چل دیا، بچہ پیچھے دوڑا، مگر کتا پہاڑی پر چڑھ گیا، اور بچہ عاجز ہو کر واپس آ گیا، جب اس کی ماں آئی تو بچے نے رپورٹ دی: امی! جاء الرقيم، وأخذ المتاع، وتبارك الجبل: ماں! کتا آیا، صافی لی اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اصمعی اچھل پڑا، اس نے تینوں لفظوں کا استعمال سن لیا۔ رقیم کتے کو کہتے ہیں جس کا ذکر اصحاب کہف کے واقعہ میں آیا ہے، اور متاع وہ چیز ہے جس کو چند روز استعمال کر کے پھینک دیں، جیسے صافی، چولہے کا کپڑا اور تبارک کے معنی ہیں: چڑھنا، بلند ہونا (۲) نَزَّلَ: تنزیل (باب تفعلیل) سے ہے، اس کے معنی ہیں: بندرِ برج اتارنا، اور انزل کے معنی ہیں: اتارنا۔ قرآن کریم بندرِ برج اتار گیا ہے۔ (۳) عبدہ میں اضافت تشریف کے لئے ہے۔

السَّمَوَاتِ	آسمانوں	كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز	يُخْلَقُونَ	پیدا کئے جاتے ہیں
وَالْأَرْضِ	اور زمین کی	فَقَدَرَهُ	پس اندازہ کیا اس کا	وَلَا يَمْلِكُونَ	اور نہیں مالک ہیں وہ
وَلَمْ يَتَّخِذْ	اور نہیں بنائی اس نے	تَقْدِيرًا ^(۱)	ٹھیک اندازہ کرنا	لَا أَنْفُسَهُمْ	اپنی ذاتوں کے لئے
وَلَدًا	کوئی اولاد	وَاتَّخَذُوا	اور بنائے انہوں نے	ضَرًا	کسی نقصان کے
وَلَمْ يَكُنْ	اور نہیں ہے	مِنْ دُونِهِ	اللہ سے کم درجے کے	وَلَا نَفْعًا	اور نہ کسی نفع کے
لَهُ	اس کے لئے	إِلَهَةٌ	(ایسے) معبود	وَلَا يَمْلِكُونَ	اور نہیں مالک ہیں وہ
شَرِيكٌ	کوئی سا جہی	لَا يَخْلُقُونَ	(جو) نہیں پیدا کرتے	مَوْتًا	موت کے
فِي الْمَلِكِ	حکومت میں	شَيْئًا	کوئی چیز	وَلَا حَيَوَةً	اور نہ زندگی کے
وَخَلَقَ	اور پیدا کی	وَهُمْ	اور وہ	وَلَا نُشُورًا ^(۲)	اور نہ دوبارہ زندہ کرنے کے

اللہ کے نام پاک سے شروع کرتا ہوں، جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں
سورة الفرقان کا موضوع توحید، رسالت اور آخرت ہے، یہی دین کے تین بنیادی مسائل ہیں، ضمناً اور بھی باتیں
آئی ہیں۔

اثبات توحید و ابطال شرک

ارشاد فرماتے ہیں: بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فیصلہ کن کتاب بتدریج نازل کی، تاکہ
وہ دنیا جہاں کے لئے ڈرانے والے بنے — اس آیت میں اختصار کے ساتھ چار باتیں ہیں، اور یہی چار باتیں اس
سورت کا موضوع ہیں، پس گویا یہ آیت اس سورت کا جامع متن ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نہایت عالی شان ہیں، ان کے برابر کوئی نہیں۔ یہ توحید کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ اپنے خاص بندے پر: یعنی محمد ﷺ پر: یہ مسئلہ رسالت کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ فیصلہ کن کتاب نازل کی: یہ دلیل رسالت ہے، سورت میں اس پر اعتراضات کے جوابات ہیں۔

۴۔ تاکہ وہ منکرین کو ڈرائے، اور مومنین کو بشارت سنائے، یہ مسئلہ آخرت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) تقدیراً: قَدَّرَ کا مفعول مطلق ہے۔ اور فقدرہ کی فاء محض ترتیب ذکر کی کے لئے ہے، پیدا کرنا اور اندازہ کرنا ساتھ ساتھ ہیں

(۲) نشور: مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا، نشر (ن) اللہ الموتی نشرًا و نشورًا یعنی نشور بھی نشر کی طرح مصدر ہے۔

فائدہ: دنیا جہاں کے لئے: اس میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت سارے عالم کے لئے ہے۔ گزشتہ نبیوں کی نبوتیں مخصوص قوم یا مخصوص مقام کے لئے تھیں، آپ کی نبوت عام و تمام ہے۔

دلائل تو حید: ارشاد فرماتے ہیں: وہ ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے، اور اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی، اور نہ حکومت میں اس کا کوئی ساجھی ہے، اور اس نے ہر چیز پیدا کی، پس اس کا ٹھیک اندازہ ٹھہرایا۔ اس آیت میں تو حید کی پوری تعلیم سمیٹ دی گئی ہے، یہ آیت جامع آیات میں سے ایک عظیم الشان آیت ہے۔ اور نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ کے خاندان میں کسی بچہ کی زبان کھلتی اور وہ بولنا شروع کرتا تو آپ یہ آیت اس کو سکھاتے تاکہ تو حید کا پورا نقش اس کے ذہن میں بیٹھ جائے۔

اس آیت میں تو حید کی چار دلیلیں ہیں:

۱۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں، پھر کوئی اور خدائی میں کیسے شریک ہو سکتا ہے؟

۲۔ اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی، جس کو معبودیت کا استحقاق پہنچے، اولاد بنانا عام ہے نسی بیٹا ہونے کو اور متمنی بنانے کو یعنی ایسا نہیں ہے کہ اللہ کی کوئی نسل چلی ہو، یا انھوں نے کسی مخلوق کو بیٹا بیٹی بنالیا ہو۔ پس عیسائیوں کا یہ خیال غلط ہے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور مشرکین کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو یا جنوں کو یا بعض انسانوں کو بیٹا بنایا ہے۔ اور اس طرح ان کو خدائی کا استحقاق حاصل ہو گیا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا حکومت میں کوئی ساجھی نہیں۔ وہی مختارِ کل ہیں، فرمان روائی میں ذرہ برابر کسی کا کوئی حصہ نہیں، پس معبود بھی ان کے سوا کوئی نہیں — اور یہ اس احتمال کی نفی کی گئی ہے کہ ٹھیک ہے اولاد نہیں بنائی، مگر کوئی بھاگی دار تو ہو سکتا ہے، پس وہ خدائی میں بھی شریک ہوگا، اس لئے یہ بات بھی صاف کر دی کہ ان کا حکومت میں کوئی ساجھی نہیں، وہ اکیلے ہی مالکِ کل ہیں، پس ان کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز ٹھیک انداز سے پیدا کی ہے یعنی انھوں نے صرف کائنات کو وجود ہی نہیں بخشا، بلکہ ہر چیز ٹھیک انداز سے بنائی ہے۔ آیت میں ترتیبِ ذکر کے لئے ہے یعنی پیدا کرنا اور اندازہ ٹھہرانا ساتھ ساتھ ہیں، آگے پیچھے نہیں۔

یہاں تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کو بھی پیدا فرمایا ایک خاص پلاننگ سے پیدا فرمایا، شکل و صورت اور آثار و خواص بڑی حکمت سے تجویز فرمائے۔ جو مخلوق جس کام کے لئے پیدا کی اسی کی مناسبت سے قوی اور صلاحیتیں بھی دیں تاکہ اس

کی تخلیق کا مقصد پورا ہو۔

ابطال شرک: — اور لوگوں نے اللہ سے درجہ میں کم ایسے معبود بنائے جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں، اور وہ اپنے لئے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اور وہ نہ موت کا اختیار رکھتے ہیں نہ زندگی کا اور نہ دوبارہ پیدا کرنے کا۔ اس آیت میں بطلان شرک پر تین دلیلیں قائم کی ہیں:

۱- مشرکین نے جن کو معبود تجویز کیا ہے انھوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی، بلکہ وہ خود آفریدہ ہیں۔ اور جو خالق نہیں وہ مالک بھی نہیں، اور جو مالک نہیں وہ معبود بھی نہیں۔ کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ پیدا کیا کسی نے اور مالک و معبود بنا دیا کسی کو، اس سے زیادہ بے عقلی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

۲- مشرکین کے معبود خود اپنے لئے کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں۔ اگر ان پر کوئی آفت آپڑے تو وہ اس کو ہٹا نہیں سکتے، اور اگر وہ کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہیں تو از خود حاصل نہیں کر سکتے، یہ دونوں باتیں ان کی قدرت سے باہر ہیں۔ پس جو اپنے لئے نفع و ضرر کا مالک نہیں وہ اپنے پرستاروں کے لئے نفع و ضرر کا مالک کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر ان کی پوجا کرنے سے کیا حاصل؟

۳- مشرکین کے معبود نہ اپنے پرستاروں کو مار سکتے ہیں، نہ انھوں نے ان کو پہلی بار زندہ کیا ہے، نہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں، اور جو مارنے جلانے پر قادر نہیں وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا تعارف انہی صفات سے کرایا ہے ﴿رَبِّیَ الَّذِیْ یُحِیْیْ وَیُمِیْتُ﴾ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے (البقرہ ۲۵۸) پس جو مارنے جلانے پر قادر نہیں وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: اللہ سے درجہ میں کم: مشرکین اپنے معبودوں کو درجہ میں اللہ کے برابر نہیں مانتے، بلکہ فروتر مانتے ہیں، یہ بھی بطلان شرک کی ایک مستقل دلیل ہے۔ جب وہ معبود اللہ سے رتبہ میں کم ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے مالک ہو گئے اور وہ مملوک۔ اور مملوک مالک کی دولت میں شریک کہاں ہو سکتا ہے؟ پھر وہ خدائی میں شریک کیسے ہو گئے؟

فائدہ: ضرر کو نفع پر مقدم اس لئے کیا کہ دفع مضرت: جلب منفعت سے مقدم ہے یعنی نقصان ہٹانا زیادہ اہم ہے نفع اندوزی سے۔

فائدہ: موت کو حیات پر مقدم کیا، اس کی اہمیت واضح کرنے کے لئے، کیونکہ زندگی تو بالفعل حاصل ہے۔ اس کا نہ کوئی انکار کر سکتا ہے نہ اس سے غفلت برت سکتا ہے۔ اور موت آنے والی ہے، اس کو اگرچہ ہر شخص مانتا ہے، مگر اس سے غافل رہتا ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۖ وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۚ وَقَالُوا مَا هَذَا الرَّسُولُ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمَشْيُ فِي الْأَسْوَاقِ ۖ لَوَ لَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۚ أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مُسُحُورًا ۚ انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۚ

-۱۱۷-

وَقَالَ	اور کہا	قَوْمٌ	لوگوں نے	تُمْلَى ^(۲)	لکھوائی جاتی ہیں
الَّذِينَ	جنہوں نے	آخَرُونَ	دوسرے	عَلَيْهِ	اس کے پاس
كَفَرُوا	انکار کیا	فَقَدْ	تو یقیناً	بُكْرَةً	صبح
إِنَّ	نہیں (ہے)	جَاءُوا	لائے وہ	وَأَصِيلًا	اور شام
هَذَا	یہ (قرآن)	ظُلْمًا	ظلم	قُلْ	کہیں
إِلَّا	مگر	وَزُورًا	اور جھوٹ	أَنْزَلَهُ	اتارا ہے اس کو
إِفْكٌ	بہتان!	وَقَالُوا	اور کہا انہوں نے	الَّذِي	(اس نے) جو
افْتَرَاهُ	گھڑ لیا ہے اس نے	آسَاطِيرُ	بے سند باتیں (ہیں)	يَعْلَمُ	جانتا ہے
وَأَعَانَهُ	اس کو	الْأَوَّلِينَ	اگلوں کی	السِّرِّ	چھپی باتیں
عَلَيْهِ	اور مدد کی ہے اس کی	اَكْتَتَبَهَا ^(۱)	لکھوایا ہے اس نے ان کو	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں
	اس (گھڑنے) پر	فَهِيَ	پس وہ	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں

(۱) اِكْتَتَبَهَا: ہا: ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول بہ، اِنْخَفَبَ: فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب، اِنْخَفَبَ: گھڑ کر لکھ لینا یا دوسرے سے لکھوایا (۲) تُمْلَى: مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، اِمْلَأْ: لکھوانا یعنی ایک بولے دوسرا لکھے۔

إِنَّهُ	بے شک وہ	مَلَكٌ	کوئی فرشتہ	إِنَّ	نہیں
كَانَ	ہے	فَيَكُونُ	پس ہوتا وہ	تَذِيْعُونَ	پیروی کرتے تم
عُقُورًا	بڑا بخشنے والا	مَعَهُ	اس کے ساتھ	إِلَّا	مگر
رَحِيمًا	بڑا مہربان	تَذِيْرًا	ڈرانے والا	رَجُلًا	ایک مرد (کی)
وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	أَوْ يُلْقَىٰ	یا ڈالا جاتا	مَسْحُورًا	جادو زدہ
مَالٍ ^(۱) هَذَا	کیا بات ہے یہ	إِلَيْهِ	اس کی طرف	أَنْظُرْ	دیکھ
الرَّسُولِ	رسول	كَذُّوْا	(بڑا) خزانہ	كَيْفَ	کیسی
يَأْكُلُ	کھاتا ہے	أَوْ يَكُونُ	یا ہوتا	ضَرَبُوا	بیان کیس انھوں نے
الطَّعَامِ	کھانا	لَهُ	اس کے لئے	لَكَ	آپ کے لئے
وَيَنْشِئُ	اور چلتا ہے	جَنَّةً	(بڑا) باغ	الْأَمْثَالَ	مثالیں
فِي الْأَسْوَاقِ	بازاروں میں	يَأْكُلُ	کھاتا وہ	فَضَلُوا	پس گمراہ ہو گئے وہ
كَوْلًا	کیوں نہیں	مِنْهَا	اس سے	فَلَا	پس نہیں
أُنْزِلَ	اتارا گیا	وَقَالَ	اور کہا	يَسْتَطِيعُونَ	طاقت رکھتے وہ
إِلَيْهِ	اس کی طرف	الظَّالِمُونَ	ظالموں نے	سَبِيلًا	راستہ (پانے) کی

دلیل رسالت اور ذاتِ رسول پر اعتراض کے جواب

اثباتِ توحید اور ابطالِ شرک کے بعد اب دلیلِ رسالت (قرآن) اور ذاتِ رسول ﷺ پر مشرکین کے اعتراض کا

جواب دیا جاتا ہے:

قرآنِ کریم پر پہلا اعتراض: — اور جن لوگوں نے آپ کے دین کا انکار کیا، انھوں نے کہا: یہ (قرآن) تو نرا

بہتان ہے! خود ہی اس کو گھڑ لیا ہے! اور اس (گھڑنے) پر دوسرے لوگوں نے اس کی اعانت کی ہے۔

منکرین نے دو باتیں کہیں:

۱۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، یہ اللہ پر محض بہتان ہے، خود ہی انھوں نے بنالیا ہے، اور اللہ

کے نام لگا دیا ہے۔

(۱) کہا: استفہامیہ..... لام جارہ..... هذا الرسول: مجرور۔

۲۔ کسی یہودی یا عیسائی غلام نے ان کی مدد کی ہے، باتیں وہ بتلاتا ہے، عربی میں یہ خود ڈھال لیتے ہیں۔

نقد جواب: — پس واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے نا انصافی کی اور جھوٹ کہا! — یعنی پہلی بات کہ انھوں نے خود ہی یہ قرآن گھڑ لیا ہے نا انصافی کی بات ہے، اگر وہ گھڑ سکتے ہیں تو تم بھی تو عربی ہو، فصاحت و بلاغت کے دعویدار ہو، تم بھی گھڑ کے دکھاؤ پس کوئی جانے کہ تم نے مبنی بر انصاف بات کہی ہے — اور دوسری بات کہ کوئی عجمی غلام ان کو سکھاتا ہے یہ جھوٹ ہے! — یہ اعتراض کا نقد جواب دیا ہے تاکہ اعتراض ذہن میں جگہ نہ پکڑ لے، ورنہ اصلی جواب دوسرے اعتراض کے بعد آرہا ہے — سورۃ النحل (آیات ۱۰۱-۱۰۳) میں بھی اس اعتراض کا جواب گزر چکا ہے۔

دوسرا اعتراض: — اور انھوں نے کہا: یہ اگلوں کی بے سند مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں! جن کو اس نے لکھوا لیا ہے، پس وہی اس کے پاس صبح و شام لکھوائی جاتی ہیں! — یعنی محمد (ﷺ) نے اہل کتاب (یہودی یا عیسائی غلاموں) سے کچھ مذہبی جھوٹی کہانیاں سن کر نوٹ کر لی ہیں یا نوٹ کرائی ہیں۔ وہی شب و روز ان کے سامنے پڑھی اور رٹی جاتی ہیں، نئے نئے اسلوب سے اُن ہی کا الٹ پھیر رہتا ہے، اور کچھ بھی نہیں! — اور صبح و شام اس لئے کہا کہ شروع میں نماز کے دو ہی وقت مقرر تھے: صبح اور شام۔ مسلمان انہی اوقات میں جمع ہوتے تھے، اور جو نیا قرآن اترتا ہوتا اس کو یاد کرنے کے لئے لکھ لیتے تھے (موضح القرآن)

دونوں اعتراضوں کا جواب: — آپ کہیں: اس کو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے جس کا علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

جواب کا حاصل: یہ ہے کہ یہ کتاب خود بتلا رہی ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا کمیٹی کی بنائی ہوئی نہیں، بلکہ اس اللہ کی اتاری ہوئی ہے جس کے احاطہ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں، اس کے علوم و معارف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا جماعت کا کلام نہیں (فوائد ملخصاً)

پھر آخر آیت میں ایک سوال کا جواب ہے: سوال یہ ہے کہ جب قرآن پاک اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے، اور وہ کائنات کے راز ہائے نہفتہ سے واقف ہیں تو وہ ان منکروں کے قلوب کی حالت بھی جانتے ہیں، پھر ان کو پکڑتے کیوں نہیں، ان پر عذاب کا کوڑا کیوں نہیں برساتے؟

جواب یہ ہے کہ — بیشک وہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں — یعنی ابھی ان کے ایمان کی امید ہے۔ اگر یہ ایمان لے آئیں تو اللہ ان کا گناہ بخش دیں گے، وہ بڑے رحم والے ہیں، اس لئے ان کو موقع دیا جا رہا ہے۔

ذاتِ رسول کے بارے میں طرح طرح کی باتیں: — اور انھوں نے کہا: کیا بات ہے یہ رسول کھانا کھاتا

ہے! اور بازاروں میں گھومتا ہے! کیوں نہیں اتارا گیا اس کی طرف کوئی فرشتہ جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا، یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈالا جاتا، یا اس کے لئے کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا! — یعنی یہ صاحب جو رسالت کے دعویدار ہیں، کہتے ہیں: میں اللہ کا اپنی ہوں! یہ تو ہم جیسے ایک انسان ہیں، کھاتے پیتے ہیں، اور اپنی ضروریات حاصل کرنے کے لئے بازاروں کے چکر لگاتے ہیں! ہم ان کو اللہ کا رسول کیسے مان لیں؟ اگر یہ اللہ کے نمائندے ہوتے تو کتر و بیوں (مقرب فرشتوں) کی طرح ان باتوں سے بے نیاز ہوتے — اور چلو مان لو کہ اللہ نے ایک انسان کو اپنا نمائندہ بنایا، پس کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے تھا کہ ان کی اردلی میں کوئی فرشتہ ہوتا جو، ٹو بچو کی آواز لگاتا تا کہ ان کا رعب جمتا، بادشاہ جب نمائندہ بھیجتا ہے تو ایسا گارڈ ضرور ساتھ کرتا ہے — اور اگر فرشتہ ساتھ نہ ہوتا تو کم از کم کوئی غیبی خزانہ ہی مل جاتا کہ لوگوں کو مال کے بوتے پر اپنی طرف کھینچتا! — اور خیر یہ بھی نہ سہی رئیسوں کی طرح انگور کھجور کا کوئی باغ ہی ان کی ملکیت میں ہوتا جس سے بے فکری کے ساتھ کھاتے پیتے — جب یہ بھی نہیں تو ہم کس طرح یقین کر لیں کہ ایسی معمولی حیثیت کے آدمی کو اللہ نے رسالت کے عہدہ جلیلہ پر فائز فرمایا ہے۔

اور ظالموں نے — مسلمانوں سے — کہا: تم لوگ ایک جادو زدہ شخص ہی کی پیروی کرتے ہو! یعنی تمہاری عقل ماری گئی ہے! تم ایک مخلوط الحواس کے پیچھے لگے ہوئے ہو، ان کا تو کسی نے جادو کے زور سے دماغ خراب کر دیا ہے، تمہیں کیا ہوا ہے کہ آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے چل رہے ہو!

ظالموں کی باتوں پر تبصرہ: — دیکھیے انھوں نے آپ کے لئے کیسی کیسی باتیں چھانٹیں! کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ، کسی ایک بات پر قرار نہیں۔ اور باتیں بھی ایسی بگھارتے ہیں جو بالکل بے بنیاد ہیں — چنانچہ وہ گمراہ ہو گئے، اور راستہ پانے کی ان میں سکت نہ رہی — یعنی جو لوگ انبیاء کی جناب میں اس طرح کی گستاخیاں کرتے ہیں ان کے نصیب میں گمراہی آتی ہے، اور ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں رہتی!

تَسْبِرَكَ إِلَٰهِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتِ تَجْرِي مِّنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا
لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۝ إِذَا رَأَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا
لَهَا تَغِيْطًا وَ زَفِيرًا ۝ وَإِذَا الْقَوَاِمُنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ
ثُبُورًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۝ قُلْ أَذَلِكُ

خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَاصِبًا ۝^(۱)
لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُولًا ۝^(۲)

تَبَارَكَ	بڑی عالی شان ہے	كَذَّبُوا	جھٹلایا انھوں نے	الْقَوَا	ڈالے جائیں گے وہ
الَّذِينَ ^(۱)	وہ ذات جو	بِالسَّاعَةِ	قیامت کو	مِنْهَا ^(۵)	اس میں
إِنْ	اگر	وَاعْتَدْنَا	اور تیار کی ہے ہم نے	مَكَانًا	جگہ میں
شَاءَ	چاہے	لِمَنْ	اس کے لئے جس نے	صَبِيحًا	تنگ
جَعَلَ	کر دے	كَذَّبَ	جھٹلایا	مُفَرِّقِينَ ^(۶)	جکڑے ہوئے
لَكَ	آپ کے لئے	بِالسَّاعَةِ	قیامت کو	دَعَا	پکاریں گے وہ
خَيْرًا	بہتر	سَعِيرًا	دوزخ	هُنَالِكَ	وہاں
مَنْ ذَٰلِكَ	اُس سے	إِذَا	جب	ثُبُورًا ^(۷)	ہلاکت کو
جَذَبَتْ	ہاغات	رَأَتْهُمْ	دیکھے گی ان کو	لَا تَدْعُوا	مت پکارو
تَجْرِي	بہتی ہوں	مَنْ مَّكَانٍ	جگہ سے	الْيَوْمَ	آج
مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	بَعِيدٍ	دور	ثُبُورًا	ہلاکت کو
أَلَا تَنْهَرُ	نہریں	سَمِعُوا	سنیں گے وہ	وَاحِدًا	ایک
وَيَجْعَلُ ^(۲)	اور کر دے وہ	لَهَا	اس کے لئے	وَادْعُوا	اور پکارو
لَكَ	آپ کے لئے	تَعْقِيطًا ^(۳)	جوش	ثُبُورًا	ہلاکت کو
قُصُورًا	محلات	وَزَفِيرًا ^(۴)	اور خروش	كَثِيرًا	بہت
بَلْ	بلکہ	وَاذًا	اور جب	قُلْ	پوچھو!

(۱) الذی: صلہ کے ساتھ مل کر تبارک کا فاعل ہے..... اور جنات: خیراً سے بدل ہے (۲) یجعل: جزاء جعل پر معطوف ہے۔
(۳) تعقیط: باب تفعیل کا مصدر ہے: آگ بھڑکنے کی آواز، جوش (۴) زفیر: خروش، لمبا سانس، وہ سانس جو اندر کھینچ کر چھوڑا جائے
(۵) منها: مکانا کا حال ہے، درحقیقت صفت تھا، اور صفت کو جب مقدم کرتے ہیں تو حال بنا دیتے ہیں (۶) مُفَرِّقِينَ: اسم مفعول، جمع مذکر، منصوب بر بنائے حال از ضمیر القوا، مَقْرُون: واحد، مَقْرُون: مصدر باب تفعیل: جکڑے ہوئے، کس کر باندھے ہوئے۔
(۷) ثُبُور: مصدر: ہلاک ہونا، باب نصر۔

جو	مَا	پرہیزگار	الْمُتَّقُونَ	کیا یہ	أَذِلَّكَ
چاہیں گے وہ	يَشَاءُونَ	ہے وہ باغ	كَانَتْ	بہتر ہے	خَيْرٌ
سدا رہنے والے	خَالِدِينَ	ان کے لئے	لَهُمْ	یا	أَمْ
ہے وہ (وعدہ)	كَانَ	صلہ	جَزَاءُ	باغ	جَنَّةُ
آپ کے پروردگار پر	عَلَىٰ رَبِّكَ	اور ٹھکانا	وَمَصِيرًا	بیوقوفی کا	الْخُلْدِ
ایک وعدہ	وَعْدًا	ان کے لئے	لَهُمْ	جس کا	الَّتِي
قابل درخواست	مَسْئُولًا	اس باغ میں ہے	فِيهَا	وعدہ کئے گئے ہیں	وُعِدَ

مشرکوں کے اعتراضات کے تفصیلی جوابات

مشرکین نے گذشتہ آیات میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تین باتیں کہی ہیں:

۱- رسول انسان کیوں ہے؟ کھانا کھاتا ہے، ضروریات کی فراہمی کے لئے بازار جاتا ہے۔

۲- رسول کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں اتارا گیا جو لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا، اور لوگوں کے دلوں میں اس کا دبدبہ بٹھاتا۔

۳- رسول خوش حال کیوں نہیں؟ اس کے پاس خزانہ، بنگلہ اور باغات کیوں نہیں؟ اللہ کا نمائندہ بد حال کیوں ہے؟

پہلے تیسری بات کا جواب دیا ہے، پھر پہلی بات کا، پھر دوسری بات کا۔ اور پہلے جواب کے ضمن میں آخرت کی بات آگئی ہے، اس طرح گفتگو معاد (آخرت) کی طرف منتقل ہوگئی ہے، پہلے کافروں کو ان کا برا انجام سنایا ہے، پھر ان کے بالمقابل متقیوں کا بہترین انجام بیان کیا ہے۔ پھر یہ مضمون ہے کہ مشرکین کے معبود آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، بلکہ وہ اپنے پرستاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ یہ مضامین آیت ۱۰۹ تک چلے گئے ہیں، پھر پہلے اعتراض کا جواب شروع ہوگا۔

تیسرے اعتراض کا جواب: — بڑا عالی شان ہے وہ جو اگر چاہے تو آپ کے لئے اس سے بہتر باغات بنادے

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اور آپ کے لئے محلات بنادے! — یعنی اللہ کے خزانے میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو ایک باغ کیا بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرمادے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں، بلکہ ان باغوں کے ساتھ اور بھی مناسب چیزیں دیدے، محلات دیدے ان کو دولت سے بھر دے، اور ہر طرح خوش حال کر دے۔ یہ اس کی قدرت کے لئے کیا بڑی بات ہے۔

مگر کسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ نے یہ ٹھاٹھ اپنے حبیب کے لئے دنیا میں پسند نہیں کیا، اللہ تعالیٰ یہ سب نعمتیں اپنے رسول کو آخرت میں دیں گے، اور خود حبیب کبریا نے بھی اپنے لئے یہ بات پسند نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ پھرا کرتے“ (مظہری) اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے فرمایا: میں آپ کے لئے بطحائے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا ہوں! میں نے عرض کیا: نہیں! اے میرے پروردگار! مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھانا ملے (تاکہ شکر بجالاؤں) اور ایک روز بھوکا رہوں (تاکہ صبر کروں) (احمد، ترمذی)

اور وہ مصلحت یہ ہے کہ نبی اپنی امت کے لئے اُسوة (نمونہ) ہوتا ہے، امت نبی کے نقش قدم پر چلتی ہے۔ اور امت دو طرح کے لوگوں پر مشتمل ہے: کمزور حالت والے اور اچھی حالت والے۔ اور بھاری اکثریت پہلی قسم کے لوگوں کی ہے، اور دوسری قسم کے لوگوں کو بھی ایسے اُسوة کی ضرورت ہے جو ان کے دنیا میں انہماک کو کم کرے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وہ سب ٹھاٹھ دنیا میں نہیں دیا، آخرت کے لئے محفوظ رکھا ہے۔

مگر یہ بات مشرکین کی سمجھ میں کہاں آئے گی؟ وہ تو آخرت ہی کے قائل نہیں! ارشاد فرماتے ہیں: — مگر انھوں نے قیامت کو جھٹلایا، اور ہم نے اس شخص کے لئے جس نے قیامت کو جھٹلایا دوزخ تیار کی ہے — جس کا وہ ایندھن بنیں گے! — جب وہ ان کو دور جگہ سے دیکھے گی — یعنی وہ ابھی میدانِ محشر میں ہونگے، اور جہنم ان کو اپنی جگہ سے دیکھے گی — تو وہ اس کا جوش و خروش سنیں گے — اور جہنم کا یہ جوش و خروش یا تو فی نفسہ ہوگا یعنی وہ ایسی زور کی بھڑک رہی ہوگی کہ اس کا شور میدانِ محشر تک سنائی دے گا۔ یا وہ اپنا چارہ دیکھ کر جوش مارے گی، جیسے جانور اپنا چارہ دیکھ کر لپکتا ہے، جہنم چاہے گی کہ یہ لوگ جلد از جلد اس کا ایندھن بنیں — اور جب وہ اس میں تنگ جگہ میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے — تنگ جگہ میں: جیل کی کوٹھڑی تنگ ہوتی ہے — جکڑے ہوئے: یعنی ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے، وہ اس تنگ جگہ میں اہل بھی نہیں سکیں گے — ہلاکت کو پکاریں گے: جیسے بچہ مصیبت کے وقت پکارتا ہے: امی مر گیا! — آج ایک ہلاکت کو مت پکارو، بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو! — یعنی ایک بار میری تو چھوٹ جائیں، ان کو تو ہر دن ہزار بار مرنا ہوگا!

پوچھئے: کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کے باغات، جن کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے؟ وہ باغات ان کا صلہ اور ٹھکانا ہیں، ان کے لئے ان باغات میں وہ نعمتیں ہیں جو وہ چاہیں گے، وہ سدا رہنے والے ہیں — یہ ایک مستقل نعمت ہے — وہ آپ کے پروردگار کے ذمہ ایک قابل درخواست وعدہ ہے! — یعنی جنت کا وعدہ حتمی ہے، مگر متقین کو

چاہئے کہ اس کی دعا کریں۔ سورة آل عمران (آیت ۱۹۴) میں عقل و فہم والوں کو یہ دعا تلقین کی گئی ہے: ﴿رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ، وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾: اے ہمارے پروردگار! ہمیں عنایت فرمائیے وہ چیز (جنت) جس کا آپ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اپنے پیغمبروں کی معرفت، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کیجئے یعنی ہمیں جنت میں دخول اولیٰ نصیب ہو، آپ یقیناً وعدہ خلائی نہیں کرتے (مگر ہمیں خوف ہے کہ ہم اس وعدہ کے حقدار بنتے ہیں یا نہیں؟ اس لئے یہ التجاء کرتے ہیں کہ ہمیں ایسا کر دیجئے اور ایسا ہی رکھیے کہ ہم اس وعدہ کے حقدار بن سکیں)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ أَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۚ قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا وَمَنْ يَظْلِمِ مِّنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ۝

وَيَوْمَ	اور جس دن	ہَؤُلَاءِ	ان لوگوں کو	مِنْ دُونِكَ	آپ سے ورے
يَحْشُرُهُمْ	جمع کریں گے وہ ان کو	أَمْ هُمْ	یا وہی	مِنْ أَوْلِيَاءَ	کارسازوں کو
وَمَا	اور جن کو	ضَلُّوا	بھل گئے	وَلَكِنْ	بلکہ
يَعْبُدُونَ	پوجتے ہیں وہ	السَّبِيلِ	راہ سے؟	مَتَّعْتَهُمْ	فائدہ پہنچایا آپ نے ان کو
مِنْ دُونِ	ورے	قَالُوا	جواب دیں گے وہ	وَآبَاءَهُمْ	اور ان کے باپ دادوں کو
اللَّهُ	اللہ کے	سُبْحَنَكَ	آپ کی ذات پاک ہے!	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ
فَيَقُولُ	پس پوچھیں گے	مَا كَانَ	نہیں تھا	نَسُوا	بھلا بیٹھے وہ
ءَأَنْتُمْ	کیا تم نے	يَنْبَغِي	مناسب	الذِّكْرَ	(آپ کی) یاد کو
أَضَلَلْتُمْ	گمراہ کیا	لَنَا	ہمارے لئے	وَكَانُوا	اور تھے وہ
عِبَادِي	میرے بندوں کو	أَنْ نَّتَّخِذَ	کہ بناتے ہم	قَوْمًا	لوگ

بُورًا ^(۱) فَقَدْ كَذَّبُواكُمْ ^(۲) بِمَا تَقُولُونَ فَمَا	تباہ ہونے والے پس بالیقین جھٹلایا انھوں نے تم کو تمہاری بات میں پس نہیں	تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا ^(۳) وَمَنْ يَظْلِمِ	طاقت رکھتے تم لوٹانے کی اور نہ مدد کئے جانے کی اور جو شخص ظلم (شرک) کرے گا	مِنْكُمْ نُذِقُهُ عَذَابًا كَبِيرًا	تم میں سے چکھائیں گے، ہم اس کو عذاب بڑا
--	---	---	--	--	--

مشرکین کے معبود آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے

ارشاد پاک ہے: — اور جس دن اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو اور جن کو وہ اللہ سے ورے پوجتے ہیں جمع کریں گے — یہ میدان حشر کا منظر ہے — پس پوچھیں گے: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود ہی راستے سے بھٹکے؟ — معبودوں سے یہ سوال عابدوں کو سنانے کے لئے ہے — وہ جواب دیں گے: آپ کی ذات (شرک سے) پاک ہے! ہمارے لئے مناسب نہیں تھا کہ ہم آپ سے ورے کار سازوں کو بناتے — یعنی نہ خود کو معبود بنا کر پیش کرتے، نہ اوروں کو معبود بنانے کا مشورہ دیتے — بلکہ آپ نے ان کو اور ان کے اسلاف کو لمبا موقعہ دیا یہاں تک کہ وہ آپ کی یاد بھول گئے، اور وہ تباہ ہونے والے لوگ تھے! — یعنی اصل بات یہ ہے کہ یہ بد بخت خود ہی گمراہ ہوئے ہیں۔ ہماری کیا مجال تھی کہ آپ سے ہٹ کر کسی کو کار ساز اور مددگار بناتے، جب ہم اپنے لئے آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ وہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں؟ — اور ان کی گمراہی کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ یہ اور ان کے باپ دادا عیش و آرام میں پڑ کر غفلت کے نشے میں چور ہو گئے، اور آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے، اور جو ہلاکت ان کے لئے مقدر ہو چکی تھی وہ ان کے حصہ میں آئی۔ عابد جب معبودوں کا جواب سن لیں گے تو اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے: — سو بالیقین انھوں نے تم کو تمہاری باتوں میں جھٹلایا، پس اب تمہارے بس میں نہیں عذاب کو ہٹانا اور نہ مدد کیا جانا — یعنی جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا وہ خود تمہارے دعاوی کو جھٹلا رہے ہیں، اور تمہاری حرکتوں سے علانیہ بیزار کی کا اظہار کر رہے ہیں، پس اب نہ تم خود عذاب کو پھیر سکتے ہو، نہ تمہارے معبود تمہاری مدد کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ تم سے بری ہو گئے۔ — اور جو شخص ظلم (شرک) کرے گا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے — اب دوزخ کا دائمی عذاب تمہارا مقدر ہے، پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو!

(۱) بُورًا: بانیوں کی جمع ہے: وہ شخص جو کسی کا کہنا نہ سنے اور ہلاک ہو جائے، یا مصدر ہے، واحد جمع سب کی صفت میں آتا ہے (۲) بما تقولون ب بمعنی فی اور ما مصدر یہ ہے (۳) نَصْرًا: مصدر مجہول ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ
وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ
وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا

وَمَا	اور نہیں	لَيَأْكُلُونَ	البتہ کھاتے ہیں	لِبَعْضٍ	دوسرے کے لئے
أَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	الطَّعَامَ	کھانا	فِتْنَةً	آزمائش
قَبْلَكَ	آپ سے پہلے	وَيَمْشُونَ	اور چلتے ہیں وہ	أَتَصْبِرُونَ	کیا صبر کرتے ہو تم
مِنَ الْمُرْسَلِينَ	رسولوں میں سے	فِي الْأَسْوَاقِ	بازاروں میں	وَكَانَ	اور ہیں
إِلَّا	مگر	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	رَبُّكَ	آپ کے پروردگار
إِنَّهُمْ	پیشک وہ	بَعْضَكُمْ	تمہارے ایک کو	بَصِيرًا	خوب دیکھنے والے

ہمیشہ انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں

یہ کفار کے پہلے اعتراض کا جواب ہے۔ انھوں نے کہا تھا: یہ کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے بشر رسول کیسے ہو گئے؟ انہیں جواب دیا جا رہا ہے: — اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے — یعنی آدم علیہ السلام کے زمانے سے برابر انسان ہی رسول بن کر آتے رہے ہیں، آج یہ کوئی انوکھی بات نہیں، اور انسان کے رسول بنانے میں کیا حکمتیں ہیں، اس کا بیان سورۃ النحل (آیات ۴۳ و ۴۴) میں آچکا ہے۔ یہاں تفصیل میں نہ جاتے ہوئے کلام کا رخ مؤمنین کی طرف ہو گیا ہے۔ فرمایا: — اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے۔ جس طرح رسول کا انسان ہونا منکرین کے لئے آزمائش بن گیا ہے، وہ رسول کی شان میں کیسی کیسی باتیں چھانٹتے ہیں؟ اسی طرح ان کی باتیں رسول اور مؤمنین کے صبر کا امتحان ہیں — کیا تم صبر کرو گے؟ — یعنی اب پیغمبر کے حوصلے اور مؤمنین کے ایمان کی جانچ ہے کہ وہ کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے ہیں یا نہیں؟ پس برداشت سے کام لو، ہمت نہ ہارو! — اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے! — کافروں کی ایذا رسانی اور رسول اور مؤمنین کا صبر و تحمل سب ان کے سامنے ہے، وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ضرور دیں گے

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلِيكَةُ أَوْ نَرى رَبَّنَا لَقَدْ

اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حَجْرًا مَّحْجُورًا ۝ وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً
مَّنْثُورًا ۝ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۝

وَقَالَ الَّذِينَ كَانُوا يَرْجُونَ ^(۱) لِقَاءَنَا لَوْلَا أَنْزِلُ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نُرِي ^(۲) رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ	اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں ڈرتے ہماری ملاقات سے کیوں نہیں اتارے گئے ہم پر فرشتے یا (کیوں نہیں) دیکھتے ہم ہمارے رب کو البتہ تحقیق گھمنڈ کیا انھوں نے اپنے دلوں میں	وَعَتَوْ ^(۳) عُتُوًّا كَبِيرًا يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حَجْرًا مَّحْجُورًا وَقَدِمْنَا	اور سرکشی کی انھوں نے سرکشی کرنا بڑی جس دن دیکھیں گے وہ فرشتوں کو نہیں خوش خبری ہے اس دن مجرموں کے لئے اور کہیں گے وہ کوئی روک ہو آڑ بنائی ہوئی اور پہنچے ہم	إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا	اس کی طرف جو کیا انھوں نے کوئی کام پس بنا دیا ہم نے اس کو مٹی کے باریک ذرات بکھرے ہوئے جنت والے اس دن بہترین ہونگے ٹھکانے کے اعتبار سے اور اچھے ہونگے قیلولہ کی جگہ کے اعتبار سے
--	--	--	--	--	---

منکرین کی دوسری بات کا جواب

اب منکرین کی دوسری بات لے رہے ہیں، انھوں نے کہا تھا: رسول کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، جو اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا یعنی اردلی کے فرائض انجام دیتا، یہ اکیلے ہی بے یار و مددگار کیوں پھرتے ہیں؟ یہ حقیقت میں (۱) کو جہاں (ن) کو جہاں کے دو معنی ہیں: (۱) امید رکھنا (۲) ڈرنا، جیسے ﴿مَالَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا﴾: تمہیں کیا ہوا جو اللہ کی عظمت سے ڈرتے نہیں۔ یہاں مترجمین نے دونوں ترجمے کئے ہیں (۲) نوری: کا عطف انزل پر ہے، پس یہ بھی لولا کے تحت ہے (۳) عَتَا (ن) عُتُوًّا وَغِيًّا: حد سے بڑھنا، سرکشی کرنا، تکبر کرنا۔

کوئی اعتراض نہیں تھا، بلکہ ایک طرح کا مذاق تھا، اس کا کیا جواب دیا جاتا! اس لئے منکرین کی اس سے بھی بڑی دو گستاخیاں ذکر کی جاتی ہیں کہ دیکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی گستاخی کر سکتے ہیں ان سے کیا بعید ہے کہ رسول کے حق میں مذکورہ بات کہیں!

ارشاد فرماتے ہیں: — اور ان لوگوں نے جو ہمارے سامنے پیشی سے نہیں ڈرتے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ یا ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟ — یعنی جن لوگوں کو ذرا ڈر نہیں کہ ایک روز ہمارے رب و بڑو حاضر ہو کر حساب دینا ہوگا، وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہیں، کہتے ہیں: اگر اللہ کو ہماری اصلاح منظور تھی تو ہم پر فرشتے وحی لے کر کیوں نہ اترے، محمد (ﷺ) کے واسطے سے وحی کیوں بھیجی؟ ﴿لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رَسُلُ اللَّهِ﴾: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم کو ویسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے [الانعام ۱۲۳] یعنی جب تک ہمارے پاس براہ راست فرشتے وحی لے کر نہ آئیں ہم ماننے والے نہیں، جواب دیا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾: اس موقع کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جہاں وہ اپنا پیغام رکھتے ہیں یعنی ہر کس و ناکس کے پاس فرشتوں کے ذریعہ پیغام نہیں بھیجا جاسکتا۔

دوسری بات انھوں نے یہ کہی کہ اللہ تعالیٰ سامنے آ کر ہم سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتے؟ ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟

جواب: — واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دلوں میں خود کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں — یہ پہلی بات کا جواب ہے کہ یہ منہ اور مسور کی دال! تمہاری بساط کیا ہے جو فرشتے تم سے ہم کلام ہوں، تم نے اپنے آپ کو لمبا کھینچا ہے جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہو — اور وہ بہت بڑی سرکشی پر اتر آئے ہیں — یہ دوسری بات کا جواب ہے کہ ان کی شرارت اور سرکشی کی حد ہو گئی، وہ دنیا میں باوجود اپنی سیاہ کاریوں کے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی اور شرف ہم کلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

پھر ان کی پہلی بات کو کہ فرشتے ہماری طرف کیوں نہیں اتارے گئے: از سر نو لیتے ہیں — جس دن وہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے: اس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی، اور وہ کہیں گے: خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! — یعنی فرشتے تمہارے پاس بھی آ سکتے ہیں، مگر وہ دن تمہارے لئے خوشی کا دن نہیں ہوگا، وہ دن تمہاری شامت اعمال کا دن (قیامت کا دن) ہوگا، اس دن تم فرشتوں سے پناہ چاہو گے، ان کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوؤ گے اتم چاہو گے کہ تمہارے اور فرشتوں کے درمیان کوئی سخت روک قائم کر دی جائے کہ وہ تم تک نہ پہنچ سکیں۔

اس کے بعد ان کی دوسری بات کو کہ ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟ از سر نو لیتے ہیں — اور پہنچے ہم ان کاموں کی طرف جو کئے انھوں نے — یعنی تم ہم کو بلاتے ہو تو لو ہم بھی آپہنچے، مگر تمہارے پاس نہیں، تمہارے اعمال کے پاس، تم تو آخرت میں بھی ہم کو نہیں دیکھ سکتے: ﴿إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحْجُونُونَ﴾: وہ اس دن اپنے پروردگار سے اوٹ میں رکھے جائیں گے [التطیف ۱۵] بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کی پاس پہنچیں گے — پس ہم نے ان کو پریشان غبار بنا دیا — یعنی ان کے بھلے کام جن پر وہ بڑا بھروسہ کئے ہوئے تھے: اللہ تعالیٰ نے سب کو ملیا میٹ کر دیا، وہ بے حقیقت ہو کر اس طرح اڑ گئے جیسے خاک کے حقیر ذرات ہوا میں ادھر ادھر اڑ جایا کرتے ہیں، کیونکہ ان اعمال کی شرط ایمان مفقود تھی، جیسا کہ سورۃ النور (آیت ۳۹) کی تفسیر میں گذرا۔

پھر کفار کے انجام بد کے بالمقابل اہل جنت کا ذکر کرتے ہیں — جنت والے اس دن قیام گاہ میں خوب اچھے ہونگے، اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہونگے! — قیام گاہ: یعنی مستقل رہنے کی جگہ۔ اور آرام گاہ: یعنی تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنے کی جگہ، قیلولہ کے بقدر ٹھہرنے کی جگہ — اور جنتیوں کا یہ اچھا انجام ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگا۔ ان کے نیک اعمال تمہارے نیک اعمال کی طرح اکارت نہیں جائیں گے۔ پس تمہیں بھی چاہئے کہ ایمان لا کر نیک اعمال کرو تا کہ تمہارا بھی آخرت میں کلیان ہو۔

وَيَوْمَ تَشْقُقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِلَ الْمَلَكَةُ تَنْزِيلًا ۝ الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۝ وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلِيَّتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يُوبِلْتَنِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۚ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝ وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ إِنِّي قَوْمٌ اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝

وَيَوْمَ تَشْقُقُ	اور (یاد کرو) جس دن	السَّمَاءُ (۲)	آسمان	وَنُزِلَ	اور اتارے جائیں گے
تَشْقُقُ	پھٹ جائے گا	بِالْغَمَامِ (۳)	سفید بادل کے سبب	الْمَلَكَةُ	فرشتے

(۱) یہ یوم اور آئندہ یوم فعل مقدر اذکر کی وجہ سے منصوب ہیں۔ (۲) السماء: الف لام استغراقی ہیں (۳) بالغمام: ہاء ←

تَنْزِيلًا	لگاتار	سَبِيلًا	راستہ	يُرَبِّ	اے میرے رب!
أَلْمَلِكُ	بادشاہی	يُؤَيِّلُنِي	ہائے شامت میری!	إِنَّ	بے شک
يَوْمَ يَذُ	اس دن	لَيُتَنِّئِي	کاش میں	قَوْعِي	میری قوم نے
الْحَقُّ (۱)	برحق	لَمْ آتَّخِذْ	نہ بناتا	أَتَّخِذُوا	بنایا
لِلرَّحْمَنِ	رحمن کے لئے ہوگی	فُلَانًا	فلاں کو	هَذَا	اس
وَكَانَ	اور ہوگا وہ	خَلِيلًا	گہرا دوست	الْقُرْآنَ	قرآن کو
يَوْمًا	دن	لَقَدْ	البتہ یقیناً	مَهْجُورًا (۳)	نظر انداز کیا ہوا
عَلَى الْكَافِرِينَ	منکرین پر	أَضَلَّنِي	گمراہ کیا اس نے مجھے	وَكَذَلِكَ	اور اسی طرح
عَسِيرًا	سخت (بھاری)	عَنِ الذِّكْرِ	نصیحت (قرآن) سے	جَعَلْنَا	بنائے ہم نے
وَيَوْمَ	اور (یاد کرو) جس دن	بَعْدَ	اس کے بعد	لِكُلِّ نَبِيٍّ	ہر نبی کے لئے
بَعْضُ (۲)	کالے گا	أَذْجَأَنِي	(کہ) پہنچی وہ مجھے	عَدُوًّا	دشمن
الظَّالِمِ	ظالم	وَكَانَ	اور ہے	مِّنَ الْمُجْرِمِينَ	بدکاروں میں سے
عَلَى يَدَيْهِ	اپنے دونوں ہاتھوں کو	الشَّيْطَانُ	شیطان	وَكُفِّي	اور کافی ہے
يَقُولُ	کہے گا	لِلْإِنْسَانِ	انسان کو	بِرَبِّكَ (۵)	تیرا پروردگار
لَيَكُنَّ	اے کاش	خَذُولًا (۳)	بہت رسوا کرنے والا	هَادِيًا	راہ دکھلانے کو
أَتَّخَذْتُ	بناتا میں	وَقَالَ	اور کہا	وَنَصِيرًا	اور مدد کرنے کو
مَعَ الرَّسُولِ	رسول کے ساتھ	الرَّسُولُ	رسول نے		

گذشتہ آیات میں آخرت کا ذکر آیا تھا، اس لئے اب قیامت کے تین منظر پیش کئے جاتے ہیں:

→ سیبہ ہے۔ غمام: سفید پتلا بادل، جو ساتویں آسمان کے اوپر سے اترے گا، جس سے آسمان پھٹ جائے گا یعنی راستہ دے گا، پھر اسی طرح نیچے کے آسمان پھٹتے چلے جائیں گے

(۱) الحق: الملک کی صفت ہے اور للرحمن: خبر ہے (۲) عضہ (ف) علیہ: دانتوں سے کاٹنا (۳) خذول: صیغہ مبالغہ: بوقت مدد مدد چھوڑ کر علاحدہ ہو جانے والا، رسوا کرنے والا۔ خذله وعنه (ن): مدد سے ہاتھ کھینچ لینا، دست بردار ہونا (۴) مہجور: متروک، مہجور (ن) الشی: چھوڑنا، ترک تعلق کرنا (۵) بریک: کفی کا فاعل ہے، اور فاعل پر براء زائد ہے۔

پہلا منظر: — اور یاد کرو جس دن آسمان سفید بادل کے سبب پھٹ جائیں گے، اور فرشتے لگاتار اتارے جائیں گے، اس دن حقیقی حکومت مہربان اللہ ہی کے لئے ہوگی، اور وہ دن منکروں پر بہت بھاری ہوگا! — جب حساب کتاب شروع ہونے کا وقت آئے گا تو ایک پتلے بادل جیسی چیز آسمان سے اترے گی، اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی، اور اس کے گرد اگر فرشتے ہونگے، اس وقت آسمان کا پھٹنا غم کو راستہ دینے کے طور پر ہوگا، آسمان معدوم نہیں ہو جائیں گے — پھر ساتوں آسمانوں کے فرشتے یکے بعد دیگرے زمین پر اتریں گے، اور اپنی صفیں بنالیں گے — اس دن حقیقی بادشاہت صرف اللہ کے لئے ہوگی۔ اس دن سب مجازی حکومتیں ختم ہو جائیں گی — اور اللہ کی صفت رحمان ذکر کرنے میں مستحقین رحمت کے لئے مژدہ ہے کہ ان کے لئے اس دن رحمت کی کوئی کمی نہ ہوگی، اس دن وہ بے حساب رحمتوں سے نوازے جائیں گے — اور وہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت دن ہوگا، کیونکہ وہ اس دن ایمان و اعمالِ صالحہ سے تہی دست ہونگے، اس لئے اس دن ان کی قسمت سو جائے گی!

دوسرا منظر: — اور یاد کرو جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگے گا، کاش میں رسول کی راہ اپناتا! ہائے میری حراماں نصیبی! کاش میں فلاں کو گہرا دوست نہ بناتا، بخدا! واقعہ اس نے مجھے نصیحت (قرآن) سے بچلا دیا، اس کے بعد کہ وہ مجھے پہنچی! اور شیطان انسان کو بہت رسوا کرنے والا ہے — یہ قیامت کا دن شروع ہو چکا۔ اس دن کافر مارے افسوس کے ہاتھ کاٹنے لگا اور کہے گا: میں نے کیوں دنیا میں رسول خدا کا راستہ اختیار نہ کیا؟ اگر اس راستہ کو اختیار کرتا تو آج برا دن دیکھنا نہ پڑتا۔ میری قسمت پھوٹی کہ میں نے فلاں کو جگری دوست بنایا، اس کے بہکائے میں آ گیا اور آج مجھے یہ برا دن دیکھنا پڑا، مجھ پر تو میرے خدا نے کرم کیا تھا، اپنا نصیحت نامہ میرے پاس بھیج دیا تھا، اور وہ مجھے پہنچ بھی گیا تھا، مگر اس نالائق دوست نے میری راہ مار دی، وہ دوست شیطان ہے۔ شیطان انسان بھی ہوتا ہے، اور شیطان انسان کو بہت رسوا کرنے والا ہے، پہلے بڑا خیر خواہ بنتا ہے، مگر وقت پر دغا دے جاتا ہے۔

سوال: آیت میں فلاں: اسم کنایہ کیوں ہے، اسم علم (معین آدمی کا نام) کیوں نہیں لیا؟

جواب: اس لئے کہ حکم عام ہو جائے، مورد (شان نزول) کے ساتھ خاص نہ رہے، مفسرین نے یہاں عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کا واقعہ نقل کیا ہے، حکم اس کے ساتھ خاص نہیں۔

تیسرا منظر: — اور رسول نے کہا: اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا! — یہ اظہارات شروع ہوئے، اظہار: وہ بیان جو عدالت میں دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن عدالت میں بیان دیں گے کہ میرے پروردگار! میری قوم نے آپ کے بھیجے ہوئے نصیحت نامہ پر کان نہ دھرا، میری ایک سن کر نہ دی، انھوں

نے قرآن جیسی عظیم دولت نعمت کو میری بکواس قرار دیا، سو چو! اس بیان کا تم کیا جواب دو گے؟ آج وقت ہے سوچنے کا، کل یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔

رسول کو تسلی: — اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے دشمن بنائے ہیں — جو نہ صرف یہ کہ ایمان نہیں لاتے، بلکہ نبی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے ہیں۔ ایسا ہر نبی کے ساتھ ہوتا رہا ہے، لہذا آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں، اپنا کام جاری رکھیں — اور آپ کے پروردگار راہ دکھانے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہیں — یعنی کافر پڑے بہکایا کریں، جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گے راہ پر لے آئیں گے، وہ ہر مرحلہ میں آپ کی مدد کریں گے، ان کی مدد آپ کے لئے کافی ہے، آپ کسی اور کی اعانت کے آرزو مند نہ رہیں۔

بے دین اور غلط کار لوگوں کی دوستی قیامت کے دن ندامت و حسرت ہوگی

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۖ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۚ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۚ
الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۚ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ	اور کہا جن لوگوں نے انکار کیا کیوں نہیں اتارا گیا اس پر قرآن	جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ	سارا یکبارگی اس طرح تاکہ مضبوط کریں ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو اور پڑھا ہم نے اس کو	تَرْتِيلًا وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ	ٹھہر ٹھہر کر اور نہیں لاتے وہ آپ کے پاس کوئی عجیب بات مگر لاتے ہیں ہم آپ کے پاس
--	--	---	---	--	---

(۱) نزل تنزیلاً: بتدریج اتارنا، یہاں معنی میں تجرید کریں گے اور انزل کے معنی میں لیں گے کیونکہ آگے جملہ واحده آرہا ہے (۲) كَذَلِكَ: اسی كَذَلِكَ اَنْزَلْنَاهُ (۳) ثَبَّتَ تَفْصِيلاً: جمانا، پختہ کرنا (۴) رَتَّلَ تَرْتِيلاً: ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، یہاں بھی معنی میں تجرید کریں گے۔

برحق بات	يُحْشَرُونَ	جمع کئے جائیں گے	نَشْرٌ	برے ہیں
اور بہترین	عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ	ان کے چہروں پر	مَكَانًا	درجہ میں
تفسیر کے اعتبار سے	إِلَىٰ جَهَنَّمَ	جہنم کی طرف	وَأَضَلُّ	اور گمراہ ہیں
جو لوگ	أُولَٰئِكَ	وہی لوگ	سَبِيلًا	راستے کے اعتبار سے

قرآن سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

گذشتہ آیت میں میدانِ قیامت میں پیغمبر کے اظہار کا ذکر تھا، اور منکرینِ قرآن کو فہمائش کی تھی کہ سوچو اس اظہار کا کیا جواب دو گے؟ انھوں نے سوچنے کے بجائے ایک اور شوشہ چھوڑا — اور جن لوگوں نے انکار کیا انھوں نے کہا: قرآن سارا ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا — یعنی دوسری آسمانی کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں اتارا جا رہا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو سوچنا پڑتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ محمد (ﷺ) خود سوچ سوچ کر بناتے ہوں، پھر حسب موقع تھوڑا تھوڑا سنا تے ہوں؟

جواب: — اس طرح (تدریجاً اس لئے نازل کیا ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط کریں، اور ہم نے اس کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا ہے، اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں: ہم برحق بات اور بہترین تفسیر آپ کے پاس لاتے ہیں — قرآن کے تدریجی نزول کی تین حکمتیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی حکمت: تدریجی نزول سے نبی ﷺ کے دل کو مضبوط کرنا مقصود ہے، اور سورة النحل (آیت ۱۰۲) میں ہے:

﴿لَيْسَتِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بھی نبی ﷺ کے ساتھ یا مؤمنین کے ساتھ کوئی ناگوار معاملہ پیش آتا ہے، کٹھنائیوں میں گھر جاتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے تو فوراً آپ کی اور مؤمنین کی تسلی کے لئے قرآن نازل ہو جاتا ہے، اور ڈھارس بندھ جاتی ہے۔

اگر پورا قرآن ایک دفعہ آگیا ہوتا، اور اس خاص واقعہ پر تسلی کا ذکر بھی نازل ہو گیا ہوتا تو ممکن تھا ذہن اس کی طرف نہ جاتا، پھر جبرئیل علیہ السلام کا بار بار آنا جانا بھی تقویتِ قلب کا باعث بنتا ہے، یہ بھی اطمینان رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حالات سے پوری طرح باخبر ہیں، اور موقع بموقع مشرف بہ خطاب فرماتے ہیں، اس طرح نزول میں گونا گوں تسلی کا سامان ہے۔

دوسری حکمت: اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا یعنی نازل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو امت کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، اس طرح امت کے لئے اس کا حفظ آسان ہوا، سمجھنے میں سہولت ہوئی، اور ہر آیت کا جدا گانہ شان نزول دیکھ کر اس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی۔

تیسری حکمت: کفار جب بھی قرآن پر کوئی اعتراض کرتے ہیں، یا آپ پر کوئی مثال چسپاں کرتے ہیں تو فوراً وحی نازل ہوتی ہے اور اس کی حقیقت کھول دیتی ہے، اور معاملہ پوست کندہ کر دیتی ہے۔

مگر یہ حکمتیں اس کی سمجھ میں آئیں گی جس کی عقل سیدھی ہو اور ذہن کے درپے کھلے ہوں، اور جن کی عقل اوندھی ہو، وہ مرغ کی ایک ٹانگ ہی گاتے رہیں گے، ان کا انجام سنیں: — یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے، یہ لوگ درجہ میں بھی بدتر ہیں، اور راستہ کے اعتبار سے بھی بہت گمراہ ہیں — ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہونا چاہئے، کیونکہ وہ الٹی ہی سوچتے ہیں، ان کی عقل اوندھی ہو گئی ہے، جو حکمتیں قرآن کی حقانیت پر دلالت کرنے والی ہیں، ان کو وہ بطلان کی دلیلیں بناتے ہیں، اسی وجہ سے وہ اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے۔

تدریجاً قرآن نازل کرنے میں بہت سے فوائد تھے جو یکبارگی نازل کرنے کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتے تھے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۖ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَدَاخِرُنْهُمْ تَذْمِيرًا ۖ وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ وَعَادًا وَثَمُودًا وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۖ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَرْنَا تَبِيرًا ۖ وَلَقَدْ آتَوْنَا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۖ

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مُوسَى	موسیٰ کو	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے
آتَيْنَا	دی ہم نے	الْكِتَابَ	کتاب	مَعَهُ	ان کے ساتھ

اَحَاةَ هُرُونَ وَزَيْرًا فَقُلْنَا اِذْهَبَا اِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا قَدْ مَرَّ نَهُمْ ^(۱) تَذَمُّرًا وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ	ان کے بھائی ہارون کو مددگار پس کہا ہم نے جاؤ دونوں اس قوم کے پاس جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس غارت کر دیا ہم نے ان کو پوری طرح غارت کرنا اور (ذکر کیجئے) قوم کا نوح کی جب جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو	اَغْرَقْنَهُمْ وَجَعَلْنَهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً وَاعْتَدْنَا لِظَالِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا وَعَادًا وَنُوحًا ^(۲) وَاصْحَابَ الدِّسْرِ وَقُرُونًا ^(۳) بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيْرًا وَكُلًّا صَرَبْنَا لَهُ	(تو) ڈبو دیا ہم نے انکو اور بنا دیا ہم نے ان کو لوگوں کے لئے نشانی اور تیار کیا ہے ہم نے ظالموں کے لئے عذاب دردناک اور (ذکر کیجئے) عاد کا اور ثمود کا اور کنوئیں والوں کا اور صدیوں کا ان کے درمیان بہت سی اور سب کے لئے بیان کئے ہم نے ان کے لئے	الْاَمْثَالِ وَكُلًّا تَنْبِيْرًا تَنْبِيْرًا ^(۴) وَلَقَدْ اَتَوْنَا ^(۵) عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي اُمِطْرَتْ مَطَرُ السَّوْدِ اَفَلَمْ يَكُونُوْا يَرْوْنَهَا بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا (۷)	عجیب مضامین اور سب کو تباہ کر دیا ہم نے پوری طرح تباہ کرنا اور البتہ تحقیق گذرے ہیں وہ اس بستی پر جو برسائی گئی بری بارش پس کیا نہیں تھے وہ دیکھتے اس کو بلکہ تھے وہ نہیں امید رکھتے تھے (نہیں ڈرتے تھے) دوبارہ زندہ ہونے کی (۷)
--	--	---	---	--	--

انکار رسالت کا عبرتناک انجام

اب تک انکار رسالت پر وعید اور قرآن پر اعتراضات کے جواب تھے۔ آگے اس کی تائید میں زمانہ ماضی کے بعض واقعات بیان کئے جا رہے ہیں، جن میں منکرین توحید و رسالت کا انجام اور عبرت انگیز حالات مذکور ہیں، اور ان میں آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی اور تقویت قلب کا سامان ہے۔ اس طرح کہ پچھلے انبیاء کی اللہ تعالیٰ نے جس طرح مدد

(۱) قَوْمٌ تَلَمِيْزًا: اکیڑ مارنا، ہلاکت ڈالنا، غارت کرنا (۲) الرُّسُلُ: مطلق کنواں یا بے من کا کنواں (۳) قرون: ایک صدی، ایک صدی کے لوگ، سو سال کا عرصہ (۴) تَنْبِيْرًا: ہلاکت کرنا، ویران کرنا (۵) اَتَوْنَا میں مَو کی تضمین ہے، اس لئے صلہ میں علی آیا ہے۔

فرمائی اور دشمنوں پر غالب فرمایا وہ آپ کے لئے بھی ہونے والا ہے:

پہلا واقعہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے: — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی — یعنی اپنی کتاب تورات دے کر ان کو مبعوث فرمایا، خالی ہاتھ نہیں بھیجا۔ قرآن کریم کے بعد عظمت و اہمیت میں دوسرا نمبر تورات شریف کا ہے — اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنایا — یعنی ایک نہیں دو رسول بھیجے، جن میں ایک اصل دوسرا مددگار تھا، تاکہ بات فرعونیوں کے لئے قابل وثوق ہو — پھر ہم نے حکم دیا: دونوں اُن لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری باتوں کو جھٹلایا — حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان سے مصر منتقل ہو گئے تھے، ان کے بعد یوسف علیہ السلام بھی مبعوث ہوئے تھے، اب چار سو سال بعد موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے ہیں، اس لئے انبیاء کی تعلیمات مصریوں میں موجود تھیں، سورة المؤمن (آیت ۳۲) میں ہے: ﴿وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ﴾: اور قبل ازیں تم لوگوں کے پاس یوسف دلائل کے ساتھ آچکے ہیں، مگر تم ان باتوں میں برابر شک میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے، بہر حال دونوں حضرات مصریوں کے پاس پہنچے اور ان کو سمجھایا، مگر وہ نہ مانے — تو ہم نے ان کو بالکل ہی ملیا میٹ کر دیا — صفحہ ہستی سے مٹا دیا، پس دیکھو جو دیدہ عبرت پذیر ہو! انبیاء کی تکذیب کا انجام کیا ہوا؟

دوسرا واقعہ: — اور قوم نوح کا ذکر کیجئے، جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا — ایک پیغمبر کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے، کیونکہ سب ایک ہی بارگاہ کی نمائندگی کرتے ہیں — تو ہم نے ان کو غرقاب کر دیا — بے حساب بارش برسی، جس نے سیلاب کی شکل اختیار کی، اور ساری قوم ترقمہ اجل بن گئی، صرف کشتی والے بچ گئے — اور ہم نے ان کو (باقی رہنے والے) لوگوں کے لئے نشانی بنایا — سورة العنکبوت (آیت ۱۵) ہے: ﴿فَالْجَنَّةُ وَأَصْحَابُ السُّفِينَةِ، وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ﴾: پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچالیا، اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہاں والوں کے لئے عبرت کی نشانی بنایا — اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے — وہ جہنم کی سزا ہے، سورة المؤمن (آیت ۴۶ و ۴۵) میں ہے: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ، النَّارُ: يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا، وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ: أُدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾: اور (غرقاب ہونے کے بعد) فرعون والوں کو مؤذی عذاب نے گھیر لیا، وہ آگ ہے، جس پر وہ صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت برپا ہوگی: (فرشتوں کو حکم ہوگا): ٹھونسو فرعونیوں کو سخت عذاب میں!

دیگر متعدد واقعات: — اور عاد و ثمود کا، اور کنوئیں والوں کا، اور ان کے درمیان کی بہت سی قوموں کا ذکر کیجئے

— عاد: یعنی ہود علیہ السلام کی قوم، ثمود یعنی صالح علیہ السلام کی قوم، اور کنوئیں والے: معلوم نہیں کنوئیں قوم ہے، اور ان کے درمیان: یعنی ہر دو قوموں کے درمیان، مثلاً قوم نوح اور عاد کے درمیان، اور عاد اور ثمود کے درمیان بھی امتیں ہلاک ہوئی ہیں — اور ہم نے سب کے لئے مؤثر مضامین بیان کئے تھے — یعنی کسی قوم کو بے خبری میں نہیں پکڑا، ہر قوم کے پاس مصلحین بھیجے، انھوں نے ہر طرح سمجھایا، دلنشین انداز سے — اور ہم نے سب کو بالکل ہی تباہ کر دیا — یعنی جب انھوں نے رسولوں کی باتوں پر کان نہ دھرا تو سب کا تختہ الٹ دیا۔

آخری واقعہ: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ وہ (مکہ والے) اس بستی سے گذرے ہیں جس پر بری بارش برسائی گئی! — یعنی قوم لوط کی بستیاں، جن کے پاس سے مکہ والے ملک شام کے سفر میں گذرتے تھے، اب وہاں بحریت ہے — تو کیا ان لوگوں نے ان بستیوں کو نہیں دیکھا! — یعنی کیا ان کے کھنڈرات کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا! — بلکہ یہ لوگ مرکز زندہ ہونے سے ڈرتے نہیں! — یعنی عبرت کہاں سے پکڑتے، جب ان کے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے، اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

عبرت خیز واقعات سے عبرت وہی حاصل کرتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہوتا ہے، اور
انجام کی طرف سے بالکل غافل نہیں ہوتا

وَإِذَا رَأَوْكَ أَنْ يَنْخَذُ وَنَكَ إِلَّا هُزُؤًا هَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۖ إِنَّكَ كَادَ
لَيُضِلَّنَا عَنْ الْهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَدَرْنَا عَلَيْهَا وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ
مَنْ أَضَلَّ سَبِيلًا ۖ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۖ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۖ
أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۖ

وَإِذَا رَأَوْكَ	اور جب	لَا	مگر	بَعَثَ	بھیجا
لَيُضِلَّنَا	دیکھتے ہیں وہ آپ کو	هُزُؤًا ^(۱)	مسخرا	اللَّهُ	اللہ نے
لَوْلَا	نہیں	أَهَذَا	کیا یہ ہے	رَسُولًا	رسول بنا کر
يَكُونُ	بناتے وہ آپ کو	الَّذِي	جس کو	إِنْ	بے شک شان یہ ہے

(۱) هُزُؤًا: مصدر باب فتح، بمعنی اسم مفعول: مسخرا، جس کا مذاق اڑایا جائے۔

کَدَّ (۱)	قریب تھا وہ	أَضَلَّ	زیادہ گمراہ ہے	أَنَّ	کہ
لَيُضِلُّنَا	کہ بچلا دیتا ہم کو	سَبِيلًا	راستے کے اعتبار سے	أَكْثَرَهُمْ	ان کے اکثر
عَنِ الْهَيْثُنَا	ہمارے خداؤں سے	أَرَبَّيْت	کیا دیکھا آپ نے	يَتَمَعُّونَ	سنتے ہیں
كُلًّا	اگر نہ ہوتی	مِنْ	جس نے	أَوْ يَعْقِلُونَ	یا سمجھتے ہیں
أَنْ	یہ بات کہ	اتَّخَذَ	بنایا	إِنْ	نہیں
صَدْرُنَا	صبر کیا ہم نے	إِلَهًا (۲)	اپنا خدا	هُمْ	وہ
عَلَيْهَا	ان پر	هُوَ	اپنی خواہش کو	إِلَّا	مگر
وَسَوْفَ	اور جلد	أَفْأَنْتَ	کیا پس آپ	كَأَلَّا نَعْلَمَ	چو پاؤں کی طرح
يَعْلَمُونَ	جانیں گے وہ	تَكُونُ	ہو گئے	بَلْ	بلکہ
جِبْنَ	جب	عَلَيْهِ	اس کے	هُمْ	وہ
يَرَوْنَ	دیکھیں گے وہ	وَكَيْتَلَا	کار ساز	أَضَلَّ	زیادہ گمراہ ہیں
الْعَذَابِ	عذاب کو	أَمْ	یا	سَبِيلًا	راستے کے اعتبار سے
مَنْ	کون	تَحْسَبُ	گمان کرتے ہیں آپ		

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منکرین کا معاملہ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھٹھا: — ماضی میں جن لوگوں نے رسولوں کی بات نہیں مانی ان کا انجام آپ پڑھ چکے، اب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے منکرین کا حال پڑھیں — اور جب وہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا ٹھٹھا کرتے ہیں: کیا یہی ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے! — یعنی بجائے بات سننے کے رسول کا مشغلہ بناتے ہیں، استہزاء کہتے ہیں: انہی صاحب کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے! کیا ساری خدائی میں یہی رسول بننے کے لائق رہ گئے تھے! — بات یہ ہے کہ یہ شخص قریب تھا کہ ہمیں اپنے معبودوں سے ہٹا دے، اگر ہم ان پر مضبوطی سے نہ جمتے! — یعنی ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کی باتیں جادو ہیں، تقریر ایسی کرتے ہیں کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل جائیں، قریب تھا کہ ان کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیتیں، وہ تو ہم پکے نکلے کہ برابر جمنے رہے، اور ان کی کسی بات کا اثر قبول (۱) کا د: یہاں محل اثبات میں ہے، اس لئے فعل کی نفی کرتا ہے یعنی وہ گمراہ نہیں ہوئے۔ اور ان: مخففہ ہے، ضمیر شان اس کا اسم ہے (۲) إلهہ: مفعول ثانی مقدم ہے۔

نہ کیا، ورنہ یہ ہم سب کو کبھی کا گمراہ کر کے چھوڑ دیتا!

جواب: — اور عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا، جب وہ عذاب کا معائنہ کریں گے، کہ کون راستے سے ہٹا ہوا ہے؟ — یعنی جب عذاب الہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تب ان کو پتہ چلے گا کہ واقع میں کون گمراہی پر تھا؟

ایک سوال: — بتاؤ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا ہے: کیا آپ اس کی چارہ سازی کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ لوگ بالکل چوپایوں جیسے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ! — یعنی ہوا پرستوں کو ہدایت پر لے آنے کی کون ذمہ داری لے سکتا ہے، جن کا معبود خواہش ہو، جدھر خواہش لے گئی چلے گئے، ایسوں کو راہِ راست پر کون لاسکتا ہے! ایسے لوگ اندھے بہرے اور عقل کے کورے ہوتے ہیں، ان میں اور جانوروں میں صرف صورت کا فرق ہوتا ہے، بلکہ وہ لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں، چوپایے احسان کو سمجھتے ہیں، اور مفید مضر کی تمیز رکھتے ہیں، مگر یہ بد بخت نہ خالق کو جانتے ہیں نہ رازق کو پہچانتے ہیں، نہ احسانات کو سمجھتے ہیں نہ بھلے برے کی تمیز رکھتے ہیں، ایسوں کی ہدایت کی ذمہ داری کون لے سکتا ہے؟

خواہش نفس بھی ایک بُت ہے جس کی بری طرح پیروی کی جاتی ہے!

الْمَرْسَرِ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۖ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۚ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۚ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۚ لِنُنْجِيَ بِهِ بَلَدًا مَّيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْآسِيَ كَثِيرًا ۚ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا ۚ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۚ

الْمَرْسَرِ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	مَدَّ	درا زکیا	لَجَعَلَهُ	ضرور بناتا اس کو
الظِّلَّ	تیرے رب کی طرف	الظِّلَّ	سایے کو	سَاكِنًا	ٹھہرا ہوا
وَلَوْ شَاءَ	کس طرح	وَلَوْ شَاءَ	اور اگر وہ چاہتا	ثُمَّ جَعَلْنَا	پھر بنایا ہم نے

الشمس	سورج کو	النہار	دن کو	وَنُشْقِيهِ	اور پلاتے ہیں ہم وہ پانی
عَلَيْهِ	اس سایے کی	نُشُورًا	دوبارہ زندہ ہونا	مِمَّا	ان (مخلوقات) کو جن کو
دَلِيلًا	علامت	وَهُوَ	اور وہی ہے	خَلَقْنَا	پیدا کیا ہم نے
ثُمَّ	پھر	الَّذِي	جس نے	أَنعَمًا	یعنی پالتو چوپایوں کو
قَبَضْنَاهُ	سمیٹا ہم نے اس کو	أَرْسَلَ	بھیجا	وَأَنَّا لَنَسِي	اور انسانوں کو
إِلَيْنَا	اپنی طرف	الرَّيْحِ	ہوا کو	كَثِيرًا	بہت سے
قَبْضًا	سمیٹنا	بُشْرًا	خوش خبری دینے والا	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
يَسِيرًا	تھوڑا تھوڑا	بَيْنَ يَدَي	سامنے	صَرَفْنَاهُ	تقسیم کیا ہم نے اس {
وَهُوَ	اور وہی ہے	رَحْمَتِهِ	اپنی رحمت (بارش) کے	بَيْنَهُم	(پانی) کو
الَّذِي	جس نے	وَأَنزَلْنَا	اور اتارا ہم نے	لِيَذْكُرُوا	لوگوں کے درمیان
جَعَلَ	بنایا	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	فَأَبَى	تاکہ نصیحت پذیر ہوں وہ
لَكُمْ	تمہارے لئے	مَاءً	پانی	أَكْثَرُ	پس انکار کیا
الْيَلِ	رات کو	طَهُورًا	پاک کرنے والا	النَّاسِ	اکثر
لِبَاسًا	لباس (پہناوا)	لِنُنْجِيَ	تاکہ زندہ کریں ہم	إِلَّا	لوگوں نے
وَالنَّوْمِ	اور نیند کو	بِهِ	اس کے ذریعہ	كُفُورًا	مگر
سُبَاتًا	آرام کا ذریعہ	بَلَدًا	علاقے		ناشکری کرنا
وَجَعَلَ	اور بنایا	مَعِينًا	ویران کو		

آخرت کا بیان

گذشتہ آیات میں منکرین کو بار بار عذابِ آخرت کی آگہی دی گئی، اب آخرت کے بارے میں تین باتیں بیان کرتے ہیں:

۱- آخرت مشیتِ الہی کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ یہ پہلے زیادہ سے زیادہ پھیلے، پھر آہستہ آہستہ اس کو سمیٹ لیا جائے، اور دوسری دنیا (آخرت) شروع ہو جائے۔

۲- آخرت لوگوں کی ضرورت ہے، لوگ اس دنیا میں اچھا برا عمل کرتے ہیں، یہ عمل کسی دن ختم ہونا چاہئے، اور آرام کا

اور عمل کا پھل پانے کا وقت آنا چاہئے، اس کے لئے آخرت رکھی گئی ہے۔

۳- وقوع آخرت کا نمونہ پیش کیا ہے۔ ہر سال زمین ویران ہو جاتی ہے، پھر رحمت کی بارش برسی ہے تو مردہ زمین لہلہانے لگتی ہے اسی طرح یہ دنیا ختم ہو کر دوسری دنیا شروع ہو جائے گی۔

۱- آخرت مشیت الہی کا فیصلہ ہے

ارشاد فرماتے ہیں: (اے مخاطب) کیا تو اپنے پروردگار کو دیکھتا نہیں: کیسے انھوں نے سایے کو دراز کیا؟ اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا! پھر ہم نے آفتاب کو سایے پر علامت بنایا، پھر ہم اس کو اپنی طرف سچ سچ سمیٹ لیتے ہیں! — صبح جب سورج نکلتا ہے تو ہر چیز کا سایہ مغرب کی جانب دراز ہوتا ہے، پھر جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے سایہ گھٹنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ دوپہر کے وقت معدوم یا کالعدم ہو جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس عالم کا نظام بنایا ہے کہ یہ پہلے زیادہ سے زیادہ پھیلے، پھر اس کو آہستہ آہستہ سمیٹ لیا جائے، یہاں تک کہ اپنی جڑ میں آگے، جڑ کائنات کی اللہ تعالیٰ ہیں (موضح القرآن) — اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا: یعنی اگر اللہ کا فیصلہ ہوتا کہ یہی دنیا مسلسل چلے تو اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتے تھے، مگر ان کی مشیت کا فیصلہ دوسرا ہوا، اور وہ جو چاہیں کرتے ہیں، انھوں نے فیصلہ فرمایا ہے کہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو جائے، پھر دوسری دنیا قائم ہو۔

اور فرمایا: پھر ہم نے آفتاب کو سایہ پر علامت بنایا: یہ ایک امکانی سوال کا جواب ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ سایے کے بڑھنے گھٹنے کا تعلق سورج سے ہے، جب وہ نیچے ہوتا ہے تو سایہ لمبا ہوتا ہے، پھر جب وہ چڑھنا شروع ہوتا ہے تو سایہ گھٹنے لگتا ہے، پس اللہ کی مشیت سے اس کا کیا تعلق؟ اس کا جواب دیا کہ یہ سایہ کے بڑھنے گھٹنے کا سبب ظاہری ہے، اور یہ عالم اسباب ہے، یہاں ہر چیز کا سبب ہے۔ مگر حقیقت میں مؤثر اللہ کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہیں — بلکہ اس عالم میں سبب ہی نہیں ہوتا، سبب در سبب بھی ہوتا ہے، جیسے حدیث میں ہے: **إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ**: گرمی کی شدت جہنم کے پھیلاؤ سے ہے، حالانکہ بظاہر گرمی کی شدت کا تعلق سورج سے ہے، مگر یہ سبب ظاہری ہے، اس کے پیچھے دوسرا سبب ظاہری ہے، اور وہ جہنم ہے۔ جہنم کا اثر سورج کے روزن سے دنیا تک پہنچتا ہے، پھر آخری سبب اللہ کی صفت غضب ہے، جہنم اسی کا مظہر (مہ تو) ہے۔

۲- آخرت لوگوں کی ضرورت ہے

ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس اور نیند کو راحت کی چیز بنایا، اور دن کو دوبارہ زندہ ہونے کا وقت بنایا — یعنی رات کی تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط ہو جاتی ہے، جس میں لوگ کاروبار

چھوڑ کر آرام کرتے ہیں، پھر دن کا اجالا ہوتا ہے تو لوگ نیند سے اٹھ کر ادھر ادھر چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں، اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آئے گی (نوائد شبیری)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں عمل کا صلہ نہیں ہے، نہ اچھے عمل کا نہ برے عمل کا۔ پس اگر یہی دنیا ہمیشہ چلتی رہے، اور آدمی نہ مرے تو اس کی مدت عمل ناقابل حد تک دراز ہو جائے، اور صلہ سے محرومی رہے۔ اور اگر انسان مر کر ختم ہو جائے تو حسن و قبح کا فرق ظاہر نہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس طرح آدمی دن میں کام سے تھک کر چور ہو جاتا ہے تو رات آ جاتی ہے، اور وہ ہر شخص کو اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے، اور ہر شخص تنہا ہو کر اور کام چھوڑ کر سو جاتا ہے، پھر اگلے دن میں تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح اس دنیا کے بعد دوسری دنیا آئے گی، تاکہ انسان اپنے عمل کا صلہ پائے، پس آخرت انسانوں کی ایک ضرورت ہے، اسے آنا ہی چاہئے۔

۳- وقوع آخرت کا نمونہ

ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ (اللہ) ایسا ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے، اور ہم آسمان سے پاک کرنے والا پانی برساتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ مردہ علاقہ کو زندہ کریں، اور ہم وہ پانی اپنی مخلوقات میں سے بہت سے پالتو چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں، اور ہم وہ پانی لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگ بغیر ناشکری کئے نہیں رہتے! — یعنی اول ہر سہاتی ہوائیں بارش کی خوش خبری لاتی ہیں، پھر آسمان کی طرف سے پانی برستا ہے، جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ کھیتیاں اہلہانے لگتی ہیں، جہاں خاک اڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے، اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن ایک غیبی بارش کے ذریعہ مردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے زندہ کر دیا جائے گا (نوائد عثمانی)

تفسیر:

۱- خوش خبری دینے والی ہوائیں: مان سون کہلاتی ہیں، جو بارش لاتی ہیں۔

۲- پاک کرنے والا پانی: یعنی جس طرح وہ خود پاک ہے، دوسری ہر قسم کی نجاست ظاہری و معنوی کو اس سے دور کیا

جاسکتا ہے۔

۳- بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو: یعنی جنگل کے رہنے والوں کو جن کا گزارہ عموماً بارش کے پانی پر ہوتا ہے،

بستیوں میں رہنے والے تو نہروں کے کنارے پر اور کنوؤں کے قریب آباد ہوتے ہیں، اس لئے وہ بارش کے منتظر نہیں

رہتے (معارف)

۴۔ ہم وہ پانی لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں: پس یہ جو لوگوں میں شہرت ہوتی ہے کہ اس سال بارش زیادہ ہے، اس سال کم، یہ حقیقت کے اعتبار سے صحیح نہیں، بارش کا پانی تو ہر سال اللہ کی طرف سے یکساں نازل ہوتا ہے، ہاں یہ ہوتا ہے کہ کسی جگہ زیادہ کر دیا کسی جگہ کم، کمی کر کے لوگوں کو سزا دینا اور متغیہ کرنا مقصود ہوتا ہے، اور زیادتی بھی کبھی عذاب بن جاتی ہے۔ پس یہی پانی جو خالص رحمت ہے کسی کی ناشکری اور کسی کی شکر گزاری کا سبب بن جاتی ہے۔ اور لوگوں میں زیادہ تر ناشکری کرنے والے ہیں، وہ بارش کی کمی بیشی کے ظاہری اسباب سوچ کر بیٹھ جاتے ہیں، اور اللہ کی مصلحتوں کی طرف ان کی نظر نہیں جاتی۔

وَكُوْنُ شِئْنًا لِّبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ۚ فَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِيْنَ ۚ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۚ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ اُجَابٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۚ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۚ وَكَانَ رُبُّكَ قَدِيرًا ۚ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۚ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ۚ

وَكُوْنُ	اور اگر	فَلَا تُطِيعُ	پس نہ کہانیں آپ	كَبِيرًا	بڑے زور کا
شِئْنًا	چاہتے ہم	الْكَافِرِيْنَ	انکار کرنے والوں کا	وَهُوَ	اور وہی ہے
لِّبَعَثْنَا	(تو) ضرور بھیجتے ہم	وَجَاهِدْهُمْ ^(۱)	اور مقابلہ کریں آپ انکا	الَّذِي	جس نے
فِي كُلِّ قَرْيَةٍ	ہر بستی میں	بِهِ	قرآن کے ذریعہ	مَرَجَ ^(۲)	ملا یا
نَّذِيرًا	ڈرانے والا	جِهَادًا	مقابلہ کرنا	الْبَحْرَيْنِ	دو دریاؤں کو

(۱) جہاد فی الامر مجاہدۃ و جہاداً: پوری طاقت لگانا، پوری کوشش کرنا، جہاد العدو دشمن سے لڑنا..... بہ کی ضمیر قرآن کی طرف عائد ہے۔ جاننا چاہئے کہ اللہ اور قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا پہلے مذکور ہونا ضروری نہیں، یہ دونوں قاری کے ذہن میں ہر وقت رہتے ہیں..... اور بہ کے قرینہ سے یہاں جہاد عام معنی میں ہے، اور جب اس کے ساتھ فی سبیل اللہ لفظ آیا تقدیراً جڑتے ہیں تو جہاد کے خاص معنی ہوتے ہیں..... اور جب صرف اللہ یا اللہ کی ضمیر آتی ہے تو بھی عام معنی مراد ہوتے ہیں۔

(۲) مرج (ن) مَرَجًا: ملا نا، ایک دوسرے سے جوڑنا..... البحر: سمندر، دریا..... اُج (ن) المَاء: پانی کا کھار ہونا۔

هَذَا	یہ	وَهُوَ	اور وہی ہے	وَيَعْبُدُونَ	اور پوجتے ہیں وہ
عَذْبٌ	میٹھا	الَّذِي	جس نے	مِنْ دُونِ	ورے
قُرَاتٌ	پیارا بجھانے والا ہے	خَلَقَ	پیدا کیا	اللَّهُ	اللہ کے
وَهَذَا	اور یہ	مِنَ الْمَاءِ	پانی سے	مَا	اس کو جو
مِلْحٌ	کھارا	بَشَرًا	انسان کو	لَا يَنْفَعُهُمْ	نہیں نفع پہنچاتا ان کو
أَجَلٌ	کڑوا ہے	فَجَعَلَهُ	پس بنایا اس کو	وَلَا يَضُرُّهُمْ	اور نہ نقصان پہنچاتا ان کو
وَجَعَلَ	اور بنایا	نَسَبًا	ناتا	وَكَانَ	اور ہے
بَيْنَهُمَا	دونوں کے درمیان	وَصَهْرًا	اور سسرال	الْكَافِرِ	انکار کرنے والا
بِزُرْحًا	پردہ	وَكَانَ	اور ہے	عَلَى رَيْبٍ	اپنے رب کے خلاف
وَرَجْرًا	اور روک	رَبِّكَ	آپ کا رب	ظَلْمِيرًا	مددگار
مَخْجُورًا	کھڑی کی ہوئی	قَدِيرًا	پوری قدرت والا		

نبوت کے عالم گیر ہونے پر اعتراض کا جواب

کفار کا ایک اعتراض نبوت کے عام ہونے پر بھی تھا۔ آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت سارے جہاں کے لئے ہے۔ دنیا میں نبوت کے جتنے سلسلے چل رہے تھے سب کو آپ کی ذات میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ کفار اس پر بھی اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سارے عالم کے لئے ایک رسول ہو، ممالک دور دراز ہیں، قومیں اور زبانیں مختلف ہیں، لوگ امی اور کلمی میں بٹے ہوئے ہیں، پھر سب کے لئے ایک رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ — ان آیات پاک میں اس کا جواب دیا ہے، اور دو مختلف چیزوں کو ملا کر ایک کرنے کی دو مثالیں دی ہیں: ایک: اللہ تعالیٰ نے دو مختلف دریاؤں کو ملا کر ایک ساتھ بہایا ہے۔ دوم: دو مختلف خاندانوں کو نکاح کے ذریعہ ملا کر ایک کر دیا ہے — اسی طرح نبوت کے مختلف سلسلوں کو ایک ذات میں جمع کر دیا ہے، کیونکہ اضداد کو جمع کرنا اللہ کی قدرت میں ہے — لہذا آپ کفار کے اس اعتراض کی طرف مطلق التفات نہ کریں، آپ قرآن کے ذریعہ اپنا کام زور و شور سے جاری رکھیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر ہم چاہتے تو ہر (بڑی) بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے — یعنی ہر علاقے اور ہر بڑی بستی کے لئے علاحدہ نبی بھیجنا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں تھا، مگر ان کو منظور ہی یہ ہوا کہ اب آخر میں سارے جہاں کے لئے اکیلے محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجے (فوائد) — پس آپ منکرین کا کہنا نہ مانیں — اپنی

نبوت کو خاص نہ سمجھیں، اور کفار کی نکتہ چینی کی طرف التفات نہ کریں — اور آپ قرآن کے ذریعہ ان کا بڑے زور سے مقابلہ کریں — یعنی اپنا کام پوری قوت اور جوش سے انجام دیتے رہیں، اور قرآن کریم کے ذریعہ منکرین کا ڈٹ کر مقابلہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کریں گے، اور کامیاب فرمائیں گے۔

اور دو مختلف چیزوں کو ملا کر اللہ کی قدرت میں ہے، اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

پہلی مثال: — اور (اللہ) وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا: یہ شیریں تسکین بخش ہے، اور یہ شور تلخ ہے! اور اللہ نے دونوں کے درمیان آڑ اور روک کھڑی کی ہے — سمندر میں روزانہ مد و جزر ہوتا ہے، جب مد (پانی کا چڑھاؤ) ہوتا ہے تو سمندر کا کھارا پانی ساتھ لگے ہوئے دریاؤں پر چڑھ آتا ہے، مگر کڑوا پانی میٹھے پانی سے علاحدہ رہتا ہے، پھر جزر کے وقت اوپر سے کھارا پانی اتر جاتا ہے، اور ندی کا میٹھا پانی جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے — میٹھا پانی وزنی ہوتا ہے، اور کڑوا ہلکا، اس لئے دونوں پانی ملتے نہیں۔ جیسے پانی میں تیل ڈالا جائے تو تیل پانی میں نہیں ملے گا، کیونکہ تیل ہلکا ہوتا ہے، وہ پانی کے اوپر آ جائے گا۔ یہی ہلکا بھاری ہونا دونوں پانیوں کے درمیان آڑ اور روک ہے۔

فائدہ: اور سمندر میں جو مختلف رنگ کے پانی نظر آتے ہیں، وہ ان کے نیچے کی مٹی کا رنگ ہوتا ہے جو پانی میں جھلکتا ہے، اس کا اس آیت سے کچھ تعلق نہیں۔

دوسری مثال: — اور اللہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو ناسا اور سسرال بنایا — یعنی اللہ تعالیٰ نے پانی سے انسان کو پیدا کیا: اس پانی سے وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے جس کا ذکر سورة الانبیاء (آیت ۳۰) میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ اور ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا، اور جس کا ذکر ابھی سورة النور (آیت ۴۵) میں گذرا ہے: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ﴾ اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا — اور وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے جس کا ذکر سورة السجدة (آیت ۸) میں ہے: ﴿مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ﴾ یعنی انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کی نسل کو ایک بے قدر پانی (نطفہ) سے بنایا — بہر حال اس کی قطعی تعیین ضروری نہیں، کیونکہ اس پر استدلال موقوف نہیں۔

نسب: ناسا یعنی دھیاں اور ننھیاں۔ اور صہر: سسرال: خواہ مرد کا ہو یا عورت کا — اللہ تعالیٰ دو مختلف خاندانوں کو پہلے نکاح کے ذریعہ ملاتے ہیں، اور زوجین کے لئے سسرال بناتے ہیں، پھر ان کی اولاد کے لئے اس رشتہ کو نسب (ناسا) میں بدل دیتے ہیں، وہی سسرال اولاد کا ننھیاں بن جاتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ دو مختلف خاندانوں کو ملا کر ایک خاندان کر دیتے ہیں — اور آپ کا پروردگار پوری قدرت والا ہے — وہ دو بالکل مختلف چیزوں کو ملا کر شیر و شکر کر دیتا ہے، پس اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ دو دراز کے فاصلوں کو سمیٹ دے، اور عربی اور عجمی کی تفریق مٹا دے، اور سب کو ایک

نبی آخر الزماں کے جھنڈے تلے جمع کر دے؟ بیشک اس کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

مگر انسان کا عجیب حال ہے، وہ رب قدیر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق کو خدا ماننے لگا، وہ اپنے پروردگار سے منہ موڑ کر شیطان کی فوج میں جا شامل ہوا، تاکہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں اس کی مدد کرے، اور مخلوق کو خالق سے برگشتہ کرنے میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور وہ لوگ اللہ سے درجہ میں کم ایسے معبودوں کو پوجتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچاتے ہیں، اور نہ ان کو نقصان پہنچاتے ہیں، اور کافر اپنے پروردگار کے خلاف (شیطان کا) مددگار ہے! — ظہیر کے اصلی معنی: مدد گار کے ہیں اور علی ربہ میں علی ضرر (مخالفت) کے لئے ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَىٰ بِهِ بُذُنُوبٍ عِبَادِهِ خَبِيرًا ۝ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۝ الرَّحْمَنُ فَسُئِلَ بِهِ خَبِيرًا ۝ وَإِذْ أَقْبَلُ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۝

۱۳۷

وَمَا	اور نہیں	عَلَيْهِ	اس (تبلیغ دین) پر	وَتَوَكَّلْ	اور بھروسہ کیجئے
أَرْسَلْنَاكَ	بھیجا ہم نے آپ کو	مِنْ أَجْرٍ	کوئی معاوضہ	عَلَى الْحَيِّ	اس زندہ پر
إِلَّا	مگر	إِلَّا ^(۱)	لیکن	الَّذِي	جو
مُبَشِّرًا	خوشخبری سنانے والا	مَنْ شَاءَ	جو چاہے	لَا يَمُوتُ	نہیں مرے گا
وَنَذِيرًا	اور ڈرانے والا بنا کر	أَنْ	کہ	وَسَبِّحْ	اور پا کی بیان کیجئے
قُلْ	آپ کہیں	يَتَّخِذْ	بنائے	بِحَمْدِهِ	اسکی تعریف کے ساتھ
مَا	نہیں	إِلَىٰ رَبِّهِ	اپنے رب کی طرف	وَكَفَىٰ	اور کافی ہے
أَسْأَلُكُمْ	مانگتا میں تم سے	سَبِيلًا	راہ	بِهِ ^(۲)	وہ

(۱) إِلَّا: بمعنی لیکن برائے استدراک ہے۔ سوال: جب کوئی معاوضہ مطلوب نہیں، تو نبی ﷺ لوگوں پر محنت کیوں کر رہے ہیں؟ جواب: اللہ کی راہ اپنانے والے بندے مطلوب ہیں۔ پس مستثنیٰ: مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں، اس لئے استثناء منقطع ہے (۲) بہ: کفٰی کا فاعل ہے، اور فاعل پر باء زائد ہے۔

يَذُنُّوبَ	گناہوں سے	اَسْتَوٰی	درست ہوا وہ	قَالُوا	(تو) جواب دیا انھوں نے
عِبَادِهِ	اپنے بندوں کے	عَلَى الْعَرْشِ	تخت شاہی پر	وَمَا	اور کیا ہے
خَبِيرًا	باخبر ہونے کے اعتبار سے	الرَّحْمٰنُ (۲)	(وہی) رحمان ہے	الرَّحْمٰنُ	رحمان؟
الَّذِي	جس نے	فَسْئَلُ	پس پوچھ تو	أَمْ	کیا
خَلَقَ	پیدا کیا	رَبِّهِ	اس کے بارے میں	تَسْجُدُ	سجدہ کریں ہم
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	خَبِيرًا	کسی باخبر سے	لِمَا	جس کا
وَالْأَرْضِ	اور زمین کو	وَلَاذًا	اور جب	تَأْمُرُنَا	حکم دے تو ہمیں
وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیانی	قِيلَ	کہا گیا	وَزَادَهُمْ	اور بڑھایا اس
	چیزوں کو	لَهُمْ	ان سے		(کہنے) نے ان کو
فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ	چھ دنوں میں	اسْجُدُوا	سجدہ کرو	تُفَوِّرًا	نفرت میں
ثُمَّ (۱)	پھر	لِلرَّحْمٰنِ	رحمان کو		

رسالت و توحید کا بیان

اب سورت ختم ہونے والی ہے، اس لئے آخر میں توحید و رسالت کا بیان ہے، کیونکہ سورت کا عمومی مضمون یہی ہے، اور پہلے رسالت کا بیان ہے، پھر توحید کا، تاکہ وہ حسن ختام بنے۔

رسالت کا ذکر: — اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ خوش خبری سنائیں اور ڈرائیں — مسئلہ رسالت پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کے شافی جواب دینے کے بعد اب ارشاد پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدا کی وفاداری پر بشارتیں سنانے کے لئے، اور بے وفاؤں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرنے ہی کے لئے بھیجا ہے، آگے کوئی مانے نہ مانے آپ کی ذمہ داری نہیں — آپ کہیں: میں تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، ہاں جو چاہے کہ اپنے رب کا راستہ اپنائے — یعنی کوئی نہیں مانے گا تو آپ کا کیا نقصان ہوگا؟ ہاں جو مانے گا اس کا فائدہ ہوگا۔

اور آپ اس زندہ ہستی پر بھروسہ کریں جو کبھی نہیں مرے گی — یعنی اس پر بھروسہ کر کے آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ (۱) ثم: محض ترتیب ذکر کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے سے عرش پر مستوی تھے (۲) الرحمن: ہو مبتدا محذوف کی خبر ہے، اور ضمیر کا مرجع مستوی علی العرش ہے۔

اور یہ اندیشہ نہ کریں کہ جب اللہ نہیں رہے گا تو میری مدد کون کرے گا، وہ جی لا یموت ہیں، وہ سدا باقی رہنے والے ہیں، وہ ہمیشہ آپ کی مدد کریں گے۔

اور نقائص سے ان کی پاکی بیان کریں، اور خوبیوں کے ساتھ ان کو متصف کریں، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہیں — یعنی ہمیشہ تسبیح و تحمید میں لگے رہیں، اور حمد و ثنا کا نغمہ گائیں، وہ اپنے بندوں کے سب احوال سے پوری طرح باخبر ہیں، وہ آپ کو آپ کے کاموں کی جزائے خیر عطا فرمائیں گے — وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے: یہ آدھا مضمون ہے، اس کا مقابل آدھا مضمون محذوف ہے، اور وہی درحقیقت مقصود ہے۔ اور یہ آدھا مضمون اس لئے ذکر کیا ہے کہ ناہنجار بندے ہوش میں آئیں۔

توحید کا بیان: — اللہ وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا، وہی رحمان ہے، پس تو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھ! — یعنی اس کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، کوئی دوسرا اس کی تخلیق میں شریک و سہم نہیں، اور اللہ نے یہ کائنات چھ ادوار میں پیدا کی ہے۔ کیونکہ آسمان و زمین سے پہلے سورج نہیں تھا، پس آج کے معروف دن بھی اس وقت نہیں تھے، پھر کائنات کا کنٹرول انھوں نے خود سنبھالا ہے، وہی عرش اعظم پر جلوہ افروز ہیں، انھوں نے اپنی کائنات کے حصے بنا کر الگ الگ خداؤں کو نہیں سونپے، پھر دوسرا کوئی کہاں سے معبود بن جائے گا؟ اسی ہستی کا نام رحمان ہے یعنی نہایت مہربان ذات! اس کو اپنی مخلوق سے پیار ہے، وہ دود (پیار کرنے والے) ہیں، اس دنیا میں انھوں نے نافرمانوں کی بھی روزی روٹی بند نہیں کی، اس مہربان ذات کے احوال جاننا چاہے تو کسی باخبر کی طرف رجوع کر، وہ باخبر حبیب کبریا ہیں، ﷺ! ان کی مانگی ہوئی دعاؤں کو پڑھو، جتنا انھوں نے خدا کے شکر کو سمجھا ہے، کسی نے نہیں سمجھا۔

اور جب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو، تو وہ کہتے ہیں: رحمان کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے کہو؟ اور اس کہنے نے ان کو نفرت میں بڑھایا! — یہ آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سجدہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں — یہ شیوہ تو کفار کا ہے: جب ان سے کہا گیا کہ رحمان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ، اس کی عظمت کے سامنے جھک جاؤ تو وہ کہنے لگے رحمان کیا چیز ہے؟ سبحان اللہ! والعظمۃ للہ! اللہ تعالیٰ محض چیز ہو گئے، اور مزید کہا: کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے کہو؟ بس تم نے ایک نام لے لیا اور ہم فوراً سجدہ میں گر پڑے! یہ کیسے ممکن ہے۔ غرض جس قدر انہیں رحمان کی اطاعت و انقیاد کی طرف توجہ دلائی گئی اسی قدر وہ زیادہ بدکنے اور بھاگنے لگے!

فائدہ: صفتِ رحمان کی تخصیص کے ساتھ سجدہ کرنے کے لئے اس لئے کہا گیا کہ کفار بھی دنیا میں اللہ کی رحمت سے حصہ پارہ ہیں، رحمان میں رحیم سے زیادہ حروف ہیں، اس لئے اس کے معنی بھی زائد ہیں۔ رحمان: مؤمنین و کفار کے لئے عام ہے، اس لئے دنیا کی رحمت مراد ہے اور رحیم مؤمنین کے ساتھ خاص ہے، اس لئے آخرت کی رحمت مراد ہے۔ غرض: نعمت کی شکر گزاری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ فوراً منعم کے شکر کے لئے تیار ہو جاتے، سجدہ کرتے اور اطاعت کا اظہار کرتے، مگر وہ ناشکرے ثابت ہوئے اور دور بھاگے!

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۢ أَرَادَ أَنۢ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝

اور دن کو	وَالنَّهَارَ	چراغ	سِرَاجًا ^(۲)	عالی شان ہے	تَبَارَكَ
یکے بعد دیگرے آنے والا	خِلْفَةً	اور چاند	وَقَمَرًا	وہ ذات جس نے	الَّذِي
اس کے لئے جو	لِّمَنۢ	منور کرنے والا	مُنِيرًا	بنائے	جَعَلَ
چاہتا ہے	أَرَادَ	اور وہی ہے	وَهُوَ	آسمان میں	فِي السَّمَاءِ
کہ یاد کرے	أَنۢ يَذَّكَّرَ ^(۳)	جس نے	الَّذِي	بڑے بڑے ستارے	بُرُوجًا ^(۱)
یا چاہتا ہے	أَوْ أَرَادَ	بنایا	جَعَلَ	اور بنایا	وَجَعَلَ
کہ شکر بجالائے	شُكُورًا	رات کو	الَّيْلَ	اس میں	فِيهَا

رحمن کے بندوں کے احوال کی تمہید

گذشتہ آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے کہا گیا تھا کہ رحمان کو سجدہ کرو اور ان کی اطاعت کرو جس کا انھوں نے ٹکاسا جواب دیا کہ رحمن کون ہے، جس کا ہم سے سجدہ کراتا ہے؟! — اب سورت کے آخر میں ان کو رحمان کے بندوں کے احوال سنائے جاتے ہیں کہ دیکھ یہ ہیں رحمان کو سجدہ کرنے والے بندے! مگر اس کی تمہید میں یہ دو آیتیں آئی ہیں:

پہلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ رحمان کے سب بندے ایک درجہ کے نہیں، کوئی آسمانِ ہدایت کا آفتاب ہے، کوئی ماہتاب، اور کوئی بڑے ستارے ہیں، اور باقی عام تارے! جو نگئی آنکھوں سے نظر نہیں آتے، مگر ہیں وہ بھی تارے!

(۱) کمربوج: ہرج کی جمع ہے، ہرج (ن) کمربوجا: بلند و نمایاں ہونا۔ بڑے ستاروں کو برج اس لئے کہا ہے کہ وہ بلند اور نمایاں ہوتے ہیں (۲) سراج سے مراد آفتاب ہے، گرم ہونے کی وجہ سے اس کو چراغ کہا ہے (۳) یذکر: اصل میں یذکر تھا۔

اور دوسری آیت میں یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کے بعد دن کو اور دن کے بعد رات کو آنے والا ایک مصلحت سے بنایا ہے، وہ مصلحت یہ ہے کہ اللہ کے جو بندے دن میں مشاغل کی وجہ سے اللہ کی عبادت نہ کر سکیں وہ رات میں اس کی تلاقی کر لیں۔ اور جو رات میں نہ اٹھ سکیں وہ اپنا کام دن میں پورا کر لیں، اور جو دونوں میں عبادت کریں وہ اللہ کے شکر گزار بندے ہیں۔ آیت کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کی ہے (درمنثور ۵: ۷۵) اور حدیث میں ہے: ”جو شخص اپنے پورے ورد سے یا اس کے کچھ حصہ سے سو گیا، پھر اس نے وہ ورد فجر اور ظہر کے درمیان پڑھا تو اس کے لئے لکھا جائے گا گویا اس نے اس کو رات میں پڑھا“ (ترمذی حدیث ۵۸۶) یعنی رات میں عمل کرنے کی جو برکت ہے وہ حاصل ہو جائے گی۔

پہلی آیت: — وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے، اور اس آسمان میں ایک چراغ (آفتاب) اور نورانی چاند بنایا — یہ آسمان دنیا کا ذکر ہے، اس پر آسمان ہدایت کو قیاس کیا جائے۔ آسمان دنیا میں سب سے بڑا چراغ آفتاب ہے، پھر نورانی چاند ہے، جو سورج سے روشنی حاصل کر کے ضیا پاشی کرتا ہے، پھر بڑے بڑے ستارے ہیں، جو نگلی آنکھ سے نظر آتے ہیں، ان کو دیکھنے کے لئے دور بین اور خورد بین کی ضرورت نہیں، ان کے بعد پھر بے حساب چھوٹے چھوٹے تارے ہیں، جو عام آنکھ سے نظر نہیں آتے، ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔

اسی طرح آسمان ہدایت کے آفتاب: اللہ کے خاص بندے، محبوب رب العالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، سورة الاحزاب (آیت ۴۶) میں بھی آپ کے لئے یہ تعبیر ہے، آپ کو ﴿مُزَاجًا مُّبِينًا﴾ کہا گیا ہے، پھر آپ کے بعد گذشتہ انبیاء اور اکابر علماء اولیاء ماہتاب ہیں، جن کی ضیا پاشی سے ایک دنیا فیض یاب ہوتی ہے، پھر عام علماء و صلحاء ہیں جو بڑے بڑے ستارے ہیں، جن سے ایک دنیا واقف ہے، پھر نیک مؤمنین کا درجہ ہے جن کو دنیا نہیں جانتی، مگر اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، یہ چھوٹے چھوٹے تارے ہیں، ان کا ذکر چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ آگے بڑھیں۔

اور آیت کا سبق یہ ہے کہ ہر مؤمن کو اللہ کی بندگی میں کمال پیدا کر کے آسمان ہدایت کا ستارہ بننے کی کوشش کرنی چاہئے اور ماہتاب ہدایت بن سکے تو نور علی نور!

دوسری آیت: — اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو یکے بعد دیگرے آنے والا بنایا، اس شخص کے لئے جو چاہتا ہے کہ (اللہ کو) یاد کرے، یا چاہتا ہے کہ شکر گزار بندہ بنے! — یہ بڑا ستارہ بننے کا فارمولہ ہے، جو بندے فرائض کے علاوہ نوافل اعمال بھی کرتے ہیں، اور او وظائف کی پابندی کرتے ہیں، وہ درجات میں بڑھ جاتے ہیں، اور ستارے بن کر چمکتے ہیں۔ انہی کی مصلحت سے رات اور دن کو یکے بعد دیگرے آنے والا بنایا ہے، تاکہ دن یا رات میں معمولات میں جو کمی رہ جائے، اسے دوسرے وقت میں پورا کر لیں، نافع ہرگز نہ کریں، ان شاء اللہ ان کو وقت میں اوراد پورا کرنے کی

فضیلت اور ثواب حاصل ہو جائے گا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝

وَعِبَادُ	اور بندے	لِرَبِّهِمْ	اپنے پروردگار کے لئے	غَرَامًا ^(۵)	پیہم تکلیف
الرَّحْمَنِ	نہایت مہربان کے	سُجَّدًا	سجدے	إِنَّهَا	بے شک دوزخ
الَّذِينَ	(وہ ہیں) جو	وَقِيَامًا	اور قیام کی حالت میں	سَاءَتْ	نہ اچھے
يَمْشُونَ	چلتے ہیں	وَالَّذِينَ	اور جو	مُسْتَقَرًّا	ٹھکانا
عَلَى الْأَرْضِ	زمین پر	يَقُولُونَ	کہتے ہیں	وَمُقَامًا	اور مقام
هَوْنًا ^(۱)	اکساری سے	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	وَالَّذِينَ	اور وہ
وَإِذَا	اور جب	اصْرِفْ	پھیر دیجئے	إِذَا	جب
خَاطَبَهُمْ ^(۲)	بات کرتے ہیں ان سے	عَنَّا	ہم سے	أَنْفَقُوا	خرچ کرتے ہیں
الْجَاهِلُونَ	نادان	عَذَابَ	عذاب	لَمْ يُسْرِفُوا	فضول خرچی نہیں کرتے
قَالُوا	(تو) کہتے ہیں وہ	جَهَنَّمَ	جہنم کا	وَلَمْ يَقْتُرُوا ^(۶)	اور خرچ میں تنگی نہیں کرتے
سَلَامًا ^(۳)	سلام! او!	إِنَّ	بے شک	وَكَانَ	اور ہے (انکا خرچ کرنا)
وَالَّذِينَ	اور جو	عَذَابَهَا	اس کا عذاب	بَيْنَ ذَلِكَ	ان کے درمیان
يَبِيتُونَ ^(۴)	رات گزارتے ہیں	كَانَ	ہے	قَوَامًا ^(۷)	معتدل

(۱) هَوْنٌ: اسم مصدر: نرم چال اور نرم چال چلنا یعنی اکثر کرشمی کے ساتھ نہ چلنا (۲) خَاطَبَ مخاطبة: دو شخصوں کا آمنے سامنے بات چیت کرنا (۳) یہ سلام متاثر کرت ہے، سلام تحیہ نہیں (۴) بَات بیوت: رات گزارنا، رات میں کسی کام کو کرنا۔ (۵) غَرَامٌ: اسم فعل: لازمی اور دائمی عذاب۔ (۶) قَتَرُوا: علی عیالہ: آل اولاد پر خرچ میں تنگی کرنا، کمی کرنا۔ (۷) قَوَامٌ: اسراف اور بخل کے درمیان، معتدل، دراصل قوام کے معنی ہیں: جس سے کسی چیز کی بقاء اور درستی ہو۔

رحمن کے خاص بندوں کی خوبیاں

عباد الرحمن: میں اضافت تشریف (عزت بڑھانے) کے لئے ہے یعنی رحمان کے خاص بندوں کی خوبیاں یہ ہیں: پہلی خوبی: — اور رحمان کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر اکساری سے چلتے ہیں — خاکساری وہ خوبی ہے جس کا تذکرہ سب سے پہلے کیا ہے۔ اس سے تو اضع کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ پس رحمان کے بندوں کے ہر قول و فعل سے بندگی ظاہر ہونی چاہئے، ان کی چال ڈھال سے تو اضع اور خاکساری ٹپکنی چاہئے، وہ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔ سورة الاسراء (آیت ۳۷) میں ہے: ”اور زمین پر اکڑ کر مت چل، تو نہ زمین پھاڑ سکتا ہے، اور نہ ہی پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے!“ یعنی زور سے پاؤں مار کر زمین پھاڑ نہیں سکتا، گردن ابھار کر اور سینہ تان کر پہاڑوں کے برابر نہیں ہو سکتا، پھر کس برتے پر اپنے کو اس قدر لمبا کھینچتا ہے! (ہدایت القرآن ۵: ۸۱)

دوسری خوبی: — اور جب نادانوں سے ان کا پالا پڑتا ہے تو کہتے ہیں: سلام لو! — یعنی کم عقل اور بے ادب لوگوں کے منہ نہیں لگتے، سلام متارکت کر کے علاحدہ ہو جاتے ہیں، ان کے ساتھ گفتگو جاری رکھنے میں نقصان ہی نقصان ہے، خود کو ہلکان (پریشان) کرنا ہے اور ان کی بے تمیزی کو شہ دینا ہے، اس لئے ان سے کنارہ کشی ہی میں طرفین کی بھلائی ہے۔

تیسری خوبی: — اور جو اپنے پروردگار کے لئے سجود و قیام میں رات گزارتے ہیں — یعنی رات میں جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں تو خدا کے یہ بندے نماز میں مشغول ہوتے ہیں، کبھی کھڑے ہیں کبھی سجدے میں پڑے ہیں، رات ان کی اسی حال میں گذرتی ہے۔

چوتھی خوبی: — اور جو دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب ہٹا دیجئے! — یعنی عبادت پر غرور نہیں کرتے، اور اللہ کے قہر و غضب سے بے فکر نہیں ہو جاتے، بلکہ عبادت سے فارغ ہو کر جہنم سے رستگاری کی دعا کرتے ہیں۔ سورة الذاریات (آیات ۱۷ اور ۱۸) میں ہے کہ متقی لگ رات میں بہت کم سوتے ہیں، اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کا حال بیان فرمایا ہے: — بے شک جہنم کا عذاب پیہم اذیت ہے، بے شک وہ بُرا ٹھکانا اور برا مقام ہے — پس ہر نیک بندے کو جہنم سے خلاصی کی دعا کرنی چاہئے، الہی! مجھے اور تمام مومنین کو جہنم سے بچا اور جنت میں پہنچا!

پانچویں خوبی: — اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور ان کا خرچ کرنا دونوں کے درمیان معتدل ہوتا ہے — حدیث میں ہے کہ ”میانہ روی سے خرچ کرنا آدھی کمائی ہے“ یعنی اس سے مال کا

نفع دوچند ہو جاتا ہے۔ سو روپے دوسو روپے کا کام کرتے ہیں، پس مال بے جا خرچ نہیں کرنا چاہئے، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔ اور اہل وعیال وغیرہ پر خرچ کرنے میں مٹھی بند کر لینا بھی مناسب نہیں، مال تو کمایا ہی جاتا ہے خرچ کرنے کے لئے، ورنہ وہ پیچھے پڑا رہے گا۔ غرض خرچ کرنا چاہئے، مگر موقع محل میں بھی اعتدال سے خرچ کرنا چاہئے۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۖ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۖ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۚ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۚ

وَالَّذِينَ	اور جو	وَمَنْ	اور جو شخص	إِلَّا	مگر
لَا يَدْعُونَ	نہیں پکارتے	يَفْعَلْ	کرے گا	مَنْ تَابَ	جس نے توبہ کی
مَعَ اللَّهِ	اللہ کے ساتھ	ذَلِكَ	یہ (کام)	وَأَمَنَ	اور ایمان لایا
إِلَهًا آخَرَ	دوسرے معبود کو	يَلْقَى	واسطہ پڑے گا اسے	وَعَمِلَ	اور کیا اس نے
وَلَا يَقْتُلُونَ	اور نہیں قتل کرتے	أَثَامًا ^(۱)	سزا سے	عَمَلًا	کام
النَّفْسَ	اس جی کو	يُضْعَفُ	کئی گنا دیا جائے گا	صَالِحًا	نیک
الَّتِي	جسے	لَهُ	اس کو	فَأُولَٰئِكَ	پس یہ لوگ
حَرَّمَ	حرام کیا ہے	الْعَذَابُ	عذاب	يُبَدِّلُ	بدل دیں گے
اللَّهُ	اللہ نے	يَوْمَ الْقِيَمَةِ	قیامت کے دن	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
إِلَّا	مگر	وَيَخْلُدُ	اور لمبی مدت تک رہیگا وہ	سَيِّئَاتِهِمْ	ان کی برائیوں کو
بِالْحَقِّ	حق کی وجہ سے	فِيهِ	عذاب میں	حَسَنَاتٍ	نیکوں سے
وَلَا يَزْنُونَ	اور زنا نہیں کرتے	مُهَانًا	ذلیل ہو کر	وَكَانَ	اور ہیں

(۱) آثام: مفرد ہے، اثم کی جمع نہیں، جمع آثام (بالمد) ہے۔ آثام: گناہ، گناہ کی سزا، اور کہا گیا کہ یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	تَابَ	توبہ کی	يَتُوبُ	متوجہ ہوتا ہے
غَفُورًا	بڑے بخشنے والے	وَعَمِلَ	اور کیا	إِلَى اللَّهِ	اللہ تعالیٰ کی طرف
رَحِيمًا	بڑے رحم فرمانے والے	صَالِحًا	نیک کام	مَتَابًا	متوجہ ہونا
وَمَنْ	اور جس نے	فَاتَّخَذَ	پس بے شک وہ		

چھٹی خوبی: — اللہ کے مخصوص بندے تین گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتے، شرک، ناحق قتل اور زنا سے بچے رہتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور وہ اس شخص کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق (شرعی) کی وجہ سے، اور وہ زنا نہیں کرتے — یہ تین گناہ اور گناہوں سے بڑے ہیں، عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا، اور دم بدم بڑھتا رہے گا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، اس لئے اللہ کے نیک بندوں کی یہ ایک منفی خوبی ہے کہ وہ ان گناہوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

ان گناہوں کی سزا: — اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا — یعنی وہ سزا سے بچ نہیں سکے گا — قیامت کے دن وہ کئی گنا عذاب دیا جائے گا — کیونکہ عذاب کا مسلسل جاری رہنا عذاب میں اضافہ کرتا ہے، جیسے کوئی شخص مسلسل آگ میں جلتا رہے تو جلنے کی تکلیف بڑھتی رہے گی۔ اور وہ اس میں لمبی مدت تک ذلیل ہو کر رہے گا۔ یہاں ایک سوال ہے کہ یہ کس کی سزا کا بیان ہے: کافر کی یا مومن کی؟ کیونکہ وہ کافر جس نے یہ گناہ کئے ہیں، اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس لئے عذاب کا کئی گنا بڑھنا، اور جہنم میں ذلیل ہو کر لمبی مدت تک رہنا معقول ہے، سمجھ میں آتا ہے، مگر وہ مومن جس نے یہ گناہ کئے ہیں اس کو تو گناہ کے بقدر ہی سزا دی جائے گی، اور وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا، نہ اس کی سزا ذلت کا باعث ہوگی، بلکہ وہ پاکی کا ذریعہ ہوگی۔ پس یہ گنہ گار مومن کی سزا کیسے ہو سکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس کافر کی سزا کا بیان ہے جس نے یہ تین گناہ کئے ہیں، مگر تفصیل میں جائے بغیر سزا بیان کی ہے، وعید کے موقع پر ایسا ہی کیا جاتا ہے، بہ الفاظ دیگر: چھوٹے مجرم کو چھوڑ کر بڑے مجرم کی سزا بیان کی ہے، پھر آگے جو تفصیل آرہی ہے اس سے دونوں کافر کا فرق ظاہر ہو جائے گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: — مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور

اس نے نیک کام کئے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے، اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں — ایمان لایا: اس سے معلوم ہوا کہ اوپر کافر مجرم کی سزا کا بیان تھا۔ اگر وہ ایمان نہ لایا تو اس سزا کا مستحق ہے۔ اور اگر ایمان لے آیا اور اپنی زندگی سنوار لی تو گزشتہ پر قلم غفور پھیر دیا جائے گا، اب ان کی جگہ نیک اعمال نامہ اعمال میں ثبت کئے جائیں گے۔ برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کا یہی مطلب ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ اب اس کو ان

برائیوں کا بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے: **إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ: إِيْمَانُ لَانِي سَابِقَهُ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، ان کا ثواب نہیں دیا جاتا۔**

اور جس نے توبہ کی اور اس نے نیک کام کئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر متوجہ ہو رہا ہے — یہ مومن گناہ گار کا بیان ہے یعنی جس مسلمان نے مذکورہ گناہ (شرک کے علاوہ) کئے ہیں، پھر اس نے سچی توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنالیں گے۔ حدیث میں ہے: **التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ: جس نے گناہ سے توبہ کر لی اس نے گویا گناہ کیا ہی نہیں۔** لیکن اگر وہ توبہ کئے بغیر مر گیا تو اس کو گناہ کی سزا پانے کے لئے جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۖ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۖ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْ لَنَا لِمَتَّقِينَ إِمَامًا ۖ

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ ^(۱)	اور جو لوگ	ذُكِّرُوا	صحیح کئے جاتے ہیں	هَبْ	عطا فرمائیے
الزُّورَ	نہیں حاضر ہوتے	بِآيَاتِ	آیتوں سے	لَنَا	ہمیں
وَإِذَا مَرُّوا	جھوٹے کام میں	رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	مِنْ أَزْوَاجِنَا	ہماری بیویوں سے
وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا	اور جب	لَمْ يَخِرُّوا	(تو) نہیں گرتے	وَذُرِّيَّاتِنَا	اور ہماری اولاد (سے)
عَلَيْهَا صُمًّا	گزرتے ہیں وہ	عُمْيَانًا	ان پر	قُرَّةَ	ٹھنڈک
وَالَّذِينَ إِذَا مَرُّوا	بیکار مشغلہ کے پاس	وَعُمْيَانًا	بہرے	أَعْيُنٍ	آنکھوں کی
كَرَامًا	(تو) گزرتے ہیں وہ	وَالَّذِينَ	اندھے بن کر	وَاجْعَلْنَا	اور بنائیے ہمیں
وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا	باوقار	يَقُولُونَ	اور جو لوگ	لِمَتَّقِينَ	پرہیزگاروں کا
إِذَا	اور وہ لوگ	رَبَّنَا	کہتے ہیں	إِمَامًا	پیشوا
	جب		اے ہمارے رب!		

ساتویں خوبی: — اور جو لوگ باطل کام میں شریک نہیں ہوتے — یعنی ایسی مجلسوں میں جن میں حرام کام ہو رہا ہو، بالکل شرکت نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد مشرکین کی عیدیں اور میلے ٹھیلے (۱) مَشْهَد (س) المجلس: مجلس میں آنا، شریک ہونا..... الزور: باطل کام جیسے محفل رقص وغنا..... قرۃ: ہب کا مفعول ہے۔

ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا: اس سے مراد گانے بجانے کی محفلیں ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: شراب پینے پلانے کی مجلسیں مراد ہیں۔ اور تفسیر مظہری میں ہے کہ ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں، یہ ساری ہی مجلسیں مجلس زور کا مصداق ہیں، اللہ کے نیک بندوں کو ایسی محفلوں سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ لغو اور باطل کا بالقصد دیکھنا بھی اس کی شرکت کے حکم میں ہے (معارف)

اور جب وہ یہودہ کام کے پاس سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی سے گذر جاتے ہیں — لغو: یہودہ اور بے فائدہ قول و فعل، اس میں ذرا شائعت (بڑائی) کا پہلو ہوتا ہے، وہ کام یا بات بالکل مباح نہیں ہوتی، پس یہ زور (ناجائز کام) اور مباح کے درمیان کا درجہ ہے — نیک لوگ حرام محفلوں میں تو قطعاً شریک نہیں ہوتے، بلکہ ان کے پاس سے بھی نہیں گذرتے، لیکن اگر لغو اور یہودہ مجلسوں پر کبھی اتفاقاً ان کا گذر ہو جاتا ہے تو وہ سنجیدگی اور شرافت سے گذر جاتے ہیں، ان میں بھی شرکت نہیں کرتے۔ حدیث میں ہے: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَنْبَغِيهِ: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی (بے فائدہ) کام چھوڑ دے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتفاق سے ایک روز کسی یہودہ لغو مجلس پر گذر ہو گیا، تو وہ وہاں ٹھہرے نہیں، گذرتے چلے گئے، رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ ”ابن مسعود کریم ہو گئے!“ اور یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں یہودہ مجلس سے شریفوں کی طرح گذر جانے کا حکم ہے۔

آٹھویں خوبی: — اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے — بہرے اندھے ہو کر نہ گرنے کے مفسرین کرام نے دو مطلب بیان کئے ہیں: پہلا مطلب: جب نیک بندوں کو قرآن و حدیث کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سمیع و بصیر انسانوں کی طرح اس کو سنتے سمجھتے ہیں، سن کر متاثر ہوتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، مغفل انسان کی طرح اور عمل کی نیت نہ رکھنے والے کی طرح سُنی ان سُنی نہیں کر دیتے۔

دوسرا مطلب: دین کے نام پر جو کچھ ان کو بتلایا جاتا ہے اس کو بے تحقیق مان نہیں لیتے، پہلے غور کرتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے حوالے سے جو کچھ انہیں بتایا جا رہا ہے اس کو بتانے والا صحیح سمجھا بھی ہے یا نہیں؟ پہلے اہل علم سے تحقیق کرتے ہیں، پھر مانتے ہیں، اندھے بہرے ہو کر اللہ کی آیتوں پر نہیں گرتے۔ جیسے کچھ لوگ بخاری شریف لئے پھرتے ہیں، اور لوگوں کو حدیثوں کا التماس طلب سمجھاتے ہیں اور لوگ اس پر اندھے ہو کر گرتے ہیں، کہتے ہیں: بخاری کی حدیث ہے! بے شک بخاری شریف کی حدیث ہے، مگر اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟ اسے بھی تو سوچو! یا کچھ لوگ قرآن کا حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اور ہر شخص اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے، اور اسی کو دین سمجھ لیتا ہے، یہ گمراہی کا راستہ ہے، دین کو اور

قرآن وحدیث کو دین کا صحیح علم رکھنے والوں سے سمجھنا ضروری ہے۔

نویں خوبی: — اور جو لوگ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈی عطا فرما! اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا! — یعنی ہماری بیوی بچوں کو بھی دیندار بنا، جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور ہوں، اور ہم سب کو اول نمبر کا متقی بنا، صف اول میں ہمیں پہنچا دے اور ہمیں ایسا بنا دے کہ لوگ ہمیں دیکھ کر متقی بن جایا کریں۔

بیوی بچوں کو اللہ کی اطاعت میں دیکھ کر نیک بندوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۖ خُلْدِيْنَ
فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۖ قُلْ مَا يَعْبُؤْا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ
فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۖ

میرا رب	رَبِّي	ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ	خُلْدِيْنَ	یہ لوگ	أُولَٰئِكَ
اگر نہ ہوتا	لَوْلَا	بالا خانوں میں	فِيهَا	جزا دیئے جائیں گے	يُجْزَوْنَ
تمہیں دین کی طرف {	دُعَاؤُكُمْ ^(۳)	اچھا ہے بالا خانہ	حَسُنَتْ	بالا خانہ	الْغُرْفَةَ ^(۱)
بلا نا	فَقَدْ	ٹھکانے کے اعتبار سے	مُسْتَقَرًّا	انکے صبر کرنے کی وجہ سے	بِمَا صَبَرُوا ^(۲)
پس یقیناً	كَذَّبْتُمْ	اور ٹھہرنے کے اعتبار سے	وَمُقَامًا	اور وہ سامنے سے آتا {	وَيُلَقَّوْنَ
جھٹلایا تم نے	فَسَوْفَ	کہیں	قُلْ	ہوا پائیں گے	فِيهَا
پس عنقریب	يَكُونُ	نہیں	مَا	بالا خانوں میں	تَحِيَّةً
ہوگا عذاب	لِزَامًا ^(۵)	پرواہ کرتا	يَعْبُؤُا ^(۳)	زندہ رہنے کی دعا کو	وَسَلَامًا
چپکا ہوا		تمہاری	بِكُمْ	اور سلامتی کی دعا کو	

(۱) الغرفة: بالا خانہ، مکان کے اوپر کا کمرہ (۲) بما صبروا: ما مصدریہ، باء سیبہ۔ (۳) عَبَاً (ف) عَبْنَاً بہ: پرواہ کرنا، لحاظ کرنا
(۴) دعاء: مصدر ہے بمعنی دعوة، دَعَا فُلَانًا يَدْعُو دَعْوًا، وَدَعْوَةً وَدُعَاءً: بلانا، پکارنا، آواز دینا (۵) لِزَامٌ: مصدر باب مفاعلہ، لَا زَمَةَ مَلَا زَمَةً وَلِزَامًا: وابستہ رہنا، ساتھ لگا رہنا، کسی کے ساتھ ہمیشہ رہنا۔

عباد الرحمن کی جزائے خیر اور منکرین کے لئے پیشین گوئی

ان لوگوں کو ثابت قدم رہنے کی وجہ سے صلہ میں جنت کے بالا خانے دیئے جائیں گے۔ یعنی رحمان کے خاص بندوں کو جنت میں اوپر کے درجے ملیں گے، جو عام اہل جنت کو ایسے نظر آئیں گے جیسے زمین والے ستاروں کو دیکھتے ہیں، ان کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہوگا۔ یہ غر نے ان لوگوں کو ملیں گے جو چار کام خصوصیت سے کرتے ہیں: ۱- لوگوں سے نرم بات کرتے ہیں۔ ۲- ہر مسلمان کو سلام کرتے ہیں۔ ۳- غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ۴- رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوتے ہیں۔

اور وہ لوگ ان بالا خانوں میں بقاء سلامتی کی دعا کو سامنے سے آتا ہوا پائیں گے۔ یعنی جنت میں ان کا یہ اعزاز خاص ہوگا کہ فرشتے ان کو مبارک باد دیں گے اور سلام کریں گے، سورة الرعد (آیت ۲۳ و ۲۴) میں ہے: ﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾: فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے، اور کہیں گے: تم سلامت رہو، دین پر مضبوط رہنے کی وجہ سے!

وہ ان بالا خانوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ایسی جگہ تھوڑی دیر ٹھہرنا ملے تو بھی غنیمت ہے جبکہ وہ ان کا گھر ہوگا، اور ابدی قیام گاہ ہوگی۔ پس — وہ بالا خانے کیسا اچھا ٹھکانا اور کیسا اچھا مقام ہیں!

منکرین کے لئے پیشین گوئی: — آپ کہیں: میرا پروردگار تمہاری ذرہ بھر پرواہ نہ کرتا، اگر تمہیں دین کی دعوت دینا نہ ہوتا۔ یعنی تم پر انکار رسالت کی وجہ سے عذاب اس لئے نہیں آ رہا کہ ابھی ”دعوت کا مرحلہ“ چل رہا ہے، ابھی یہ مرحلہ تکمیل پذیر نہیں ہوا۔ اگر اتمام حجت ہو چکا ہوتا تو تمہیں جڑ مڑ سے اکھاڑ پھینکا جاتا، اور تمہاری تباہی سے اللہ کی کائنات میں کچھ کمی نہ آتی۔

پس تم بالیقین جھٹلا چکے — یعنی سبب ہلاکت متحقق ہو چکا — پس عنقریب عذاب تم سے چپک کر رہ جائے گا! — چنانچہ جب دعوت کا مرحلہ پورا ہوا، اور پوری طرح اتمام حجت ہو چکا، اور انکار و عناد بھی اپنے آخری مرحلے کو پہنچ گیا، انھوں نے مؤمنین کو، بلکہ سرور عالم ﷺ کو مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو غزوہ بدر میں ہلاکت ان کا مقدر بن گئی۔ وہ قتل کے عذاب میں پکڑ لئے گئے، اور ایسا ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے مخالفین کے ساتھ کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل اگلی سورت میں ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة اشعراء

نمبر شمار ۲۶ نزول کا نمبر ۴۷ نزول کی نوعیت مکی آیات ۲۲۷ رکوع ۱۱

سورت کا نام: آیت ۲۲۲ سے لیا گیا ہے۔ سورت کے آخر میں ایک مناسبت سے شاعروں کا ذکر آیا ہے، اس لئے اس سورت کا نام سورة اشعراء رکھا گیا ہے۔

زمانہ نزول: سورت کے نزول کا نمبر ۴۷ ہے، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، پس یہ سورت مکی دور کے درمیان میں نازل ہوئی ہے، جب کہ حق و باطل کی آویزش زوروں پر تھی، کفار ظلم و ستم پر تلے ہوئے تھے۔ اس لئے سورت میں بار بار یہ بات کہی گئی ہے کہ تم پر عذاب کسی بھی وقت آسکتا ہے، تم دین حق کی تکذیب کر چکے، مگر اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں تمہیں ڈھیل دے رہے ہیں، تا کہ تم کسی طرح سنبھل جاؤ، ورنہ عذاب اچانک تمہارے سر پر آپہنچے گا اور تمہیں بھنک بھی نہیں پڑے گی۔

سورت کا موضوع: سورة الفرقان کی آخری آیت میں منکرین سے کہا گیا ہے: ”تم بالیقین جھٹلا چکے، پس عنقریب عذاب تم سے چپ کر رہ جائے گا“ اس سورت میں اس کی تفصیل ہے، منکرین کو گذشتہ قوموں کے سات واقعات سنائے ہیں جن پر اس وقت ادبار پڑی جب ان پر حجت تام ہو گئی، پھر آخر سورت میں رسالت اور دلیل رسالت (قرآن کریم) کے تعلق سے آٹھ باتیں ذکر کی ہیں۔

سورت کے مضامین: پہلے رکوع میں مکذبین کو انتباہ دیا گیا ہے کہ تمہاری یہی آباد زمین تمہیں نکل سکتی ہے، تمہیں ہلاک کرنے کے لئے کچھ پاؤں بیلے نہیں پڑیں گے۔ پھر فرعون اور اس کی قوم کی تباہی کا مفصل تذکرہ کیا ہے، پھر ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے کہ ان پر دنیا میں عذاب نہ آیا تو آخرت کا عذاب ان کے لئے تیار ہے۔ پھر قوم نوح، قوم ہوڈ، (عاد اولیٰ) قوم صالح (عاد ثانیہ) قوم لوط اور قوم شعیب کی ہلاکتوں کا تذکرہ ہے۔ ترتیب زمانی کے اعتبار سے یہ تذکرہ نوح علیہ السلام کی قوم کے ذکر سے شروع ہونا چاہئے تھا، اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا ذکر قوم صالح کے بعد اور فرعون اور اس کی قوم کا تذکرہ سب سے آخر میں آنا چاہئے تھا، مگر موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ مفصل ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے لایا گیا ہے، اور اس کے بالمقابل حضرت ابراہیم کی قوم کا ذکر آیا ہے، باقی واقعات زمانی ترتیب کے مطابق ہیں۔ اور سورت کا آخری رکوع بہت قیمتی مضامین پر مشتمل ہے اس میں آٹھ باتیں ہیں جو غور سے پڑھنی چاہئیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ (۲۶)

آياتھا ۲۷

طَسَمَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ لَعَلَّكَ بَآخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝
 إِنْ تَشَأْ نُثِّلُ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝ وَمَا يَلْتَبِهِمْ
 مِنْ ذِكْرِ مَنْ الرِّحْمَنِ مُعَدِّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَاتِبُهُمْ أَنْبَاءُ مَا
 كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ
 كَرِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۝ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُو الْعَزِيزُ
 الرَّحِيمُ ۝

بِسْمِ	نام سے	لَعَلَّكَ	شاید آپ	عَلَيْهِمْ	ان پر
اللَّهُ	اللہ کے	بَآخِعٌ ^(۱)	غم سے گھلا دیں	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے
الرَّحْمَنِ	نہایت مہربان	نَفْسَكَ	خود کو	آيَةً	بڑی نشانی
الرَّحِيمِ	بڑے رحم والے	أَلَّا ^(۲)	(بایں وجہ) کہ نہیں	فَظَلَّتْ ^(۳)	پس ہو جائیں
طَسَمَ	طا، سین، میم	يَكُونُوا	ہیں وہ	أَعْنَاقُهُمْ	ان کی گردنیں
تِلْكَ	یہ	مُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والے	لَهَا	اس نشانی کے سامنے
آيَاتُ	آیتیں (ہیں)	إِنْ	اگر	خَاضِعِينَ	جھکنے والی
الْكِتَابِ	کتاب	تَشَأْ	چاہیں ہم	وَمَا	اور نہیں
الْمُبِينِ	واضح (کی)	نُنْزِلُ	(تو) اتاریں ہم	يَلْتَبِهِمْ	آتی ان کے پاس

(۱) بَآخِعَ (ف) نَفْسَهُ بَخْعًا وَبُخُوعًا: ہلکا کرنا، خود کو غم سے گھلانا (۲) أَلَّا: اَنَّ لَا ہے اور اُن سے پہلے لام تعلیلہ محذوف ہے
 (۳) ظَلَّتْ: فعل ناقص، بمعنی، صارت، أَعْنَاقُهُمْ اسم، خاضعین: خبر، لَهَا: خبر کا ظرف۔ خَضَعَ (ف) خَضْعًا وَخُضُوعًا:
 جھکنا، ہرا گلندہ ہونا۔

مِّنْ ذِكْرِ	کوئی نصیحت	كَانُوا	تھے وہ	إِنَّ	بے شک
مِّنَ الرَّحْمَنِ	نہایت مہربان کی طرف	يَكْسَهُمْ	اس کا	فِي ذَلِكَ	اس اُگانے میں
مُحَدِّثٌ ^(۱)	نئی (تازہ)	كَسَتْهُمْ	ٹھٹھا کرتے	لَا يَنْفَعُهُمْ	البتہ نشانی ہے
إِلَّا	مگر	أَوْ	کیا اور	وَمَا	اور نہیں
كَانُوا	ہوتے ہیں وہ	لَمْ يَرَوْا	نہیں دیکھا انھوں نے	كَانَ	ہیں
عَنْهُ	اس نصیحت سے	لَا يَكْذِبُونَ	زمین کی طرف	أَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
مُعْرِضِينَ	روگردانی کرنے والے	كَمْ ^(۲)	کتنی	مُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والے
فَقَدْ	پس بالیقین	أَنْبَأْنَا	اُگائی ہیں ہم نے	وَلَا	اور بے شک
كَذَّبُوا	جھٹلایا انھوں نے	فِيهَا	زمین میں	رَبِّكَ	آپ کا پروردگار
فَسَيَأْتِيهِمْ	پس جلد پہنچیں گی ان کو	مِنْ كُلِّ	ہر ایک سے	لَهُوَ	البتہ وہ
أَنْبَاءٌ ^(۲)	خبریں	زُفُجٍ ^(۳)	قسم	الْعَزِيزُ	زبردست
مَّا	اس کی جو	كَرِيمٍ	عمدہ	الرَّحِيمُ	بڑا مہربان ہے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کی تمہید اور کفار کو انتباہ کہ یہی آباد زمین تمہیں نکل سکتی ہے!

رابطہ: گذشتہ سورت کی آخری آیت میں منکرین تو حید و رسالت سے کہا گیا تھا کہ تم بالیقین جھٹلا چکے یعنی تمہاری ہلاکت کا سبب متحقق ہو چکا، اب عنقریب عذاب تم سے چپک کر رہ جائے گا۔ اب ان لوگوں کو اس سورت میں گذشتہ قوموں کے احوال سنائے جارہے ہیں کہ دیکھو ان قوموں نے بھی نبیوں کو جھٹلایا، پھر جب اتمام حجت ہو چکا تو کس طرح وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے! فرماتے ہیں: — طا، سین، میم — ان حروف کے معانی اللہ و رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا — یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں — قرآن کریم کی عبارت واضح ہے، احکام واضح ہیں، اور انداز بیان دل نشیں ہے، اس سے جو چاہے استفادہ کر سکتا ہے — ہو سکتا ہے آپ خود کو غم سے گھلا دیں، اس وجہ سے کہ وہ

(۱) محدث: ذکر کی صفت ہے (۲) انباء: نبأ کی جمع ہے (۳) کم خبریہ ہے بمعنی بہت، کس قدر (۴) زوج: جوڑا، قسم، ایک خاص نوع، یہاں خاص قسم مراد ہے۔

ایمان نہیں لاتے — یہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے، اور صورت اگرچہ جملہ خبریہ کی ہے، مگر مراد نہیں ہے یعنی آپؐ اپنی قوم کے ایمان نہ لانے کا اتنا افسوس نہ کریں کہ جان گھلا دیں، ہدایت قبول نہ کرنے والوں کا غم کھانا چاہئے، مگر اعتدال کے ساتھ — اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے بڑی نشانی اتاریں، جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک کر رہ جائیں — مگر چونکہ دنیا دار الامتحان ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا اختیار بالکل سلب نہیں کر لیا، اگر اللہ تعالیٰ ان کو مجبور محض بنانا چاہتے تو بنا سکتے تھے، اور اس صورت میں کوئی ایسا آسمانی نشان دکھلاتے کہ اس کے آگے سب کی گردنیں جھک جاتیں، خواہی نحو ای ان کو ماننا پڑتا، کسی میں انکار و انحراف کی گنجائش باقی نہ رہتی، مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ حقائق منکشف نہ ہو جائیں، کسی درجہ میں نظری اور غور و فکر پر موقوف رہیں، اور اسی کے ذریعہ انسان کی آزمائش کی جائے، پھر ماننے نہ ماننے پر جزا و سزا مرتب ہو۔

اور جب بھی ان کے پاس نہایت مہربان ہستی کی طرف سے کوئی تازہ نصیحت پہنچتی ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں — یعنی آپؐ کا حال کیا ہے اور ان کا حال کیا ہے؟ آپؐ ان کے غم میں گھلے جا رہے ہیں اور وہ سرالارے دور بھاگ رہے ہیں۔ پروردگار عالم نت نئی نصیحتیں بھیجتے ہیں تاکہ وہ لوگ سوچیں، سمجھیں، قبول کریں اور بامراد ہوں، مگر وہ منہ پھیر کر بھاگتے ہیں کہ گویا کوئی بہت ہی بُری چیز آگئی!

پس بالیقین انھوں نے جھٹلایا، سو عنقریب ان کو اُس بات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جس کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں — انھوں نے جھٹلایا یعنی سبب عذاب متحقق ہو گیا — اُس بات کی حقیقت: یعنی عذاب کی وہ خبر جو اللہ کے رسول نے دی ہے اور جس کا تم ٹھٹھا کرتے ہو وہ عنقریب آنے والا ہے، اور فوراً اُس لئے نہیں آ رہا کہ اس کی میعاد متعین ہے۔ چنانچہ وہ عذاب ہجرت کے بعد میدان بدر میں آیا، اور مکہ کے سب سورما قتل ہو گئے۔

کفار کو انتباہ: — کیا انھوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا: کتنی چیزیں اُگائی ہیں ہم نے اس میں ہر عمدہ قسم میں سے؟ — یعنی دیکھو زمین کتنی پر رونق ہے، مختلف الوان و اشکال کی نباتات نے اس کو کیسا مزین کر رکھا ہے! — بیشک اس میں ایک بڑی نشانی ہے — وہ نشانی یہ ہے کہ جس نے یہ زمین ایسی سرسبز و شاداب بنائی ہے وہ لمحہ بھر میں اس کو ویران بھی کر سکتا ہے۔ زمین میں زلزلہ آجائے تو یہی زمین انسان کو نگل جائے، زمین میں پانی خشک ہو جائے تو انسان کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ یہی زمین جس کی شادابی پر انسان کو ناز ہے اس کی ہلاکت کا سامان بھی بن سکتی ہے — اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں — کیونکہ وہ ہٹ دھرم ہیں۔ اور ہٹ دھرم لوگوں کا مزاج ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ حقانیت کو جاننے کے لئے کوئی معقول دلیل نہیں چاہتے، بلکہ انہیں کسی ایسی دلیل کی تلاش ہوتی ہے جو نہ

ماننے کے لئے بہانے کا کام دے سکے — اور بلاشبہ آپ کا پروردگار ہی زبردست بڑا مہربان ہے — زبردست ایسا ہے کہ نہ ماننے پر فوراً عذاب بھیج سکتا ہے، مگر رحم والا بھی ہے، وہ لوگوں کو سنبھلنے کا موقعہ دیتا ہے، عذاب میں تاخیر کرتا ہے کہ شاید اب مان لیں، مگر جب لوگ کسی طرح نہیں مانتے تو عذاب کا کوڑا برس پڑتا ہے۔ چنانچہ آگے عبرت کے لئے مکذبین کے چند واقعات بیان فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہاں تک ڈھیل دی، جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تباہ و برباد کیا!

وَاذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَىٰ ۖ اِنِّ اَنْتَ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۚ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝
 قَالَ رَبِّ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ يُكَذِّبُوْنِ ۚ وَيَضِيقُ صَدْرِىْ ۚ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ
 لِىْ هَارُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلٰى ذَنْبٍ فَاَخَافُ اَنْ يَقْتُلُوْنِ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا
 بِاٰتِنَا اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَنْ
 اَرْسِلَ مَعَنَا بَنٰىۤ اِسْرَءٰىلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِىْنَا وَلَيْدًا ۚ وَلَبِثْتَ فِىْنَا مِنْ
 عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعَلْتِكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ فَعَلْتُمَا
 اِذَا وَاَنَا مِنَ الضَّٰلِّيْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُمْ فَوَهَبَ لِىْ رَبِّىْ حُكْمًا وَجَعَلَنِىْ
 مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلٰى اَنْ عَبَدْتَ بَنٰىۤ اِسْرَءٰىلَ ۝ قَالَ
 فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ
 مُّوقِنِيْنَ ۝ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗ اَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
 قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمْ الَّذِىْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا
 بَيْنَهُمَا ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالَ لِيْنِ اتَّخَذَتِ الْهٰٓءَا غَيْرِىْ لَجَعَلْنٰكَ مِنَ
 الْمُسْجُوْنِيْنَ ۝ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ فَاْتِ بِهٖ ۚ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝
 فَلَقِيَ عَصٰهٗ فَاِذَا هِىَ تَغْبٰٓئُ مُّبِيْنٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهٗ ۚ فَاِذَا هِىَ يَبۡضَاۤءُ لِلنَّظَرِيْنَ ۝

وَإِذْ	اور (یا دیکرو) جب	لے لے ہر وَنَ	ہارون کی طرف	مَعَنَا	ہمارے ساتھ
نَادَىٰ	پکارا	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	يَحْيَىٰ ۚ اِسْرٰٓءٰٓءِیْلَ	بنی اسرائیل کو
رَبُّكَ	تیرے رب نے	عَلَىٰ	مجھ پر	قَالَ	کہا اس نے
مُوسَىٰ	موسیٰ کو	ذَنْبٌ	ایک جرم ہے	اَلَمْ	کیا نہیں
اِنَّ اٰمِیْتُ ^(۱)	کہ جانیے	فَاَخَافُ	پس ڈرتا ہوں میں	تَرٰٓیكَ	پرورش کی ہم نے تیری
الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ	ظالم لوگوں کے پاس	اَنْ	کہ	فَیْنَمَا	ہم میں
قَوْمِ فِرْعَوْنَ	فرعون کی قوم	یَقْتُلُوْنَ	قتل کر دیں وہ مجھے	وَلَبِیْدًا	بچپن میں
اَلَا	کیا نہیں	قَالَ	فرمایا	وَلَبِیْثًا	اور ٹھہرا رہا تو
یَتَقُوْنَ	ڈرتے وہ!	كَلَّا	ہرگز نہیں	فَیْنَمَا	ہمارے درمیان
قَالَ	عرض کیا	فَاَذْهَبَا	پس جاؤ تم دونوں	مِنْ عَمْرٍا	تیری زندگی کے
رَبِّ	اے میرے رب!	بَاٰیٰتِنَا	ہمارے احکام کے ساتھ	سِنِیْنَ	کئی سال
اِنِّیْ	بے شک میں	اِنَّا مَعَكُمْ	بیشک ہم تمہارے ساتھ	وَفَعَلَتْ	اور کی تو نے
اَخَافُ	ڈرتا ہوں	مُسْتَمِعُوْنَ	سننے والے ہیں	فَعَلَّتْكَ	تیری وہ حرکت
اَنْ	کہ	فَاَتِیْنَا	پس جاؤ تم دونوں	اَلَّتِیْ	جو
یُكَذِّبُوْنَ	جھٹلائیں وہ مجھے	فِرْعَوْنَ	فرعون کے پاس	فَعَلَتْ	کی تو نے
وَلِیُضِیْقَ	اور تنگ ہو جائے	فَقُوْلَا	پس کہو دونوں	وَاَنْتَ	اور تو
صَدْرِنِیْ	میرا سینہ	اِنَّا	بیشک ہم	مِنْ الْكٰفِرِیْنَ	ناشکروں میں سے ہے
وَلَا یَنْطَلِقُ	اور نہ چلے	رَسُوْلٌ	پیغامبر ہیں	قَالَ	کہا
لِیْسَ لِّیْ	میری زبان	رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے رب کے	فَعَلَتْهَا	کیا میں نے وہ کام
فَاَرْسِلْ	پس (وجی) بھیجیں	اَنْ اَرْسِلْ ^(۲)	کہ بھیج دے تو	اِذَا	تب

(۱) اُن: مفسرہ، نداء کی تفسیر کرتا ہے..... قوم فرعون: مفعول سے بدل ہے..... اَلَا یَقُوْنَ: مستقل جملہ ہے، کیا وہ ظلم سے نہیں ڈرتے، استفہام تقریری ہے یعنی واقعی نہیں ڈرتے، اس لئے پیغمبر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی (۲) اُن: مفسرہ ہے، رسالت کی تفسیر کرتا ہے۔

وَإِنَّا	اور میں	رَبُّ الْعَالَمِينَ	جہانوں کے پالنہار؟	إِلَيْكُمْ	تمہاری طرف
مِنَ الصَّالِينَ	بے خدوں میں سے تھا	قَالَ	جواب دیا	لَمَجْنُونٌ	یقیناً پاگل ہے
فَفَرَرْتُ	پس بھاگ گیا میں	رَبُّ	(وہ) رب	قَالَ	کہا اس نے
مِنْكُمْ	تمہارے پاس سے	السَّمَوَاتِ	آسمانوں	رَبُّ الْمَشْرِقِ	(وہ) رب ہے مشرق کا
لَمَّا	جبکہ	وَالْأَرْضِ	اور زمین کا ہے	وَالْمَغْرِبِ	اور مغرب کا
خَفَضْتُكُمْ	ڈرا میں تم سے	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور انکا جو انکے درمیان ہیں	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور انکا جو انکے درمیان ہیں
فَوَهَبَ لِي	پس بخشی مجھے	إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ	اگر ہو تم یقین کرنے والے	إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ	اگر ہو تم سمجھتے
بَنِي	میرے رب نے	قَالَ	کہا اس نے	قَالَ	کہا اس نے
حُكْمًا	دانشمندی	لِمَنْ	ان لوگوں سے جو	لِبَنِي	بچہ اگر
وَجَعَلَنِي	اور بنایا مجھے	حَوْلَهُ	اس کے ارد گرد تھے	اتَّخَذَتْ	بنایا تو نے
مِنَ الْمُرْسَلِينَ	رسولوں میں سے	أَلَا	کیا نہیں	إِلَهًا	کوئی معبود
وَتِلْكَ ^(۱)	اور وہ	تَسْتَعْمُونَ	سننے تم؟	غَيْرِي	میرے سوا
نِعْمَةٌ	ایک احسان ہے	قَالَ	کہا اس نے	لَا جَعَلْتَنكَ	تو ضرور کر دوں گا میں تجھے
مِنْهَا	جتلاتا ہے تو اس کو	رَبُّكُمْ	(وہ) تمہارا رب ہے	مِنَ الْمَسْجُودِينَ	قیدیوں میں سے
عَلَى	مجھ پر	وَرَبُّ	اور رب ہے	قَالَ	کہا اس نے
أَنْ ^(۲)	(بایں وجہ) کہ	أَبَايَكُمْ	تمہارے اسلاف کا	أَوَّلُو	کیا اور اگر
عِبْدَتِكَ	غلام بنایا تو نے	الْأَوَّلِينَ	اگلے	جِئْتُكَ	لاؤں میں تیرے پاس
بَنِي إِسْرَءِيلَ	بنی اسرائیل کو	قَالَ	کہا اس نے	بِشَيْءٍ	کوئی چیز
قَالَ	پوچھا	إِنَّ رَسُولَكُمْ	بیشک تمہارا رسول	مُيَبِّينٍ	واضح
فِرْعَوْنُ	فرعون نے	الَّذِي	جو	قَالَ	کہا اس نے
وَمَا	اور کیا چیز ہے	أُرْسِلَ	بھیجا گیا ہے	فَأْتِ بِهِ	پس لا تو اس کو

(۱) تِلْكَ: مبتدا، نعمة: خبر، تمنها: خبر کی صفت (۲) أَنْ سے پہلے ب مقدر ہے، ای بان عبت۔

اِن كُنْتَ	اگر ہے تو	فَاِذَا رَهِیْ	پس اچانک وہ	یَدَاہِ	اپنا ہاتھ
مِّنَ الصُّدُوقِیْنَ	سچوں میں سے	ثُعْبَانٌ	اڑدہاتی	فَاِذَا رَهِیْ	پس اچانک وہ
فَاَلْفُ	پس ڈالی اس نے	مُبِیْنٌ	واضح	بَیِّنَاتٌ	سفید (چمکتا) تھا
عَصَاہُ	اپنی لاشی	وَنَزَعَ	اور نکالا اس نے	لِلنَّظْرِیْنَ	دیکھنے والوں کے لئے

پہلا قصہ قوم فرعون کا

جب فرعون اور اس کی قوم نے حق کو جھٹلایا، رسولوں کا انکار کیا، اور دعوت کا مرحلہ پورا ہو چکا تو سمندر نے فرعون اور اس کے لشکر کا بیڑا غرق کر دیا، صفحہ ہستی سے ان کو مٹا دیا۔ ان کا تفصیلی واقعہ پیش کیا جاتا ہے:

اور (یاد کرو) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا — یہ میدان سینا کا واقعہ ہے۔ جب طور پہاڑ پر موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کے لئے پہنچے تو درخت میں آگ لگ رہی تھی، وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تجلی تھی، جو آگ کی صورت میں دکھائی دے رہی تھی۔ ابھی موسیٰ علیہ السلام دور فاصلہ پر تھے کہ درخت سے آواز آئی — کہ آپ ظالموں کے پاس یعنی فرعون کی قوم کے پاس جائیے — وہ اللہ کے حق میں بھی ظالم تھے، شرک میں مبتلا تھے، جو اللہ کی حق تلفی ہے اور بنی اسرائیل پر بھی ستم ڈھا رہے تھے، ان کو غلام بنا رکھا تھا، اور ان سے ہر طرح کی بیگاری لیتے تھے — کیا وہ ڈرتے نہیں؟ — جی ڈرتے نہیں! استفہام تقریری ہے، ان لوگوں کے دل میں اللہ کا ڈر تھا نہ ظلم کے انجام کا۔ اس لئے ان کو ڈرانے کی ضرورت تھی، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، تا کہ وہ ان کو نتائج اعمال سے ڈرائیں۔

کارِ نبوت میں مددگار کی درخواست: — انھوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں — چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی، وہ قبطیوں کے درمیان پلے بڑھے تھے، اس لئے وہ فرعون اور اس کی قوم کے مزاج سے خوب واقف تھے کہ وہ آسانی سے ماننے والی قوم نہیں، ضرور وہ لوگ دعوت حق کی تکذیب کریں گے — اور میرا سینہ تنگ ہو جائے، اور میری زبان نہ چلے — یعنی مجلس میں کوئی تائید کرنے والا نہ ہو تو ممکن ہے اس وقت ملول و حزیں ہو کر طبیعت رک جائے اور دل نہ کھلے، اور زبان میں کچھ لکنت پہلے سے تھی، اس لئے تنگ دل ہو کر بولنے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے — اس لئے ہارون کی طرف (بھی وحی) بھیجیں — اور ان کو میرا شریک کار بنائیں، وہ موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ فصیح اللسان تھے — اور ان کا میرے ذمہ ایک جرم ہے، اس لئے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں — یعنی اگر خدا نخواستہ وہ مجھے قتل کر دیں تو دعوت کا

کام ہارون علیہ السلام انجام دیں گے، کام میں خلل نہیں پڑے گا۔

درخواست قبول ہوئی: — ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں — یعنی ان کی کیا مجال کہ وہ تمہیں ہاتھ بھی لگا سکیں —

پس تم دونوں میرے احکام لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں — یعنی تمہاری درخواست کے موافق ہارون کو بھی نبوت سے سرفراز کر دیا۔ پس ان کو ساتھ لو، اور ہمارے معجزات و احکام لے کر فرعون کے پاس پہنچو، ان نشانات کے ساتھ ہوتے ہوئے تمہیں کیا ڈر ہے! بلکہ ہم خود ہر موقعہ پر تمہارے ساتھ ہونگے، اور فریقین کی گفتگوں رہے ہوں گے۔

دو پیغام دے کر بھیجا: — پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اور اس سے کہو: ہم رب العالمین کے فرستادے ہیں: تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو (ملک شام) جانے دے — ان آیتوں میں دو پیغام ہیں، جن کے ساتھ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو بھیجا گیا تھا: ایک: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت، ہم رب العالمین کے فرستادے ہیں کا یہی مطلب ہے، دوم: بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ۔ بنی اسرائیل کا وطن ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ملک شام تھا۔ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں وہ ملک مصر میں آ بسے تھے، پہلے تو شاہی اعزاز کے ساتھ رہے، پھر غلام بنا دیئے گئے، قبطی ان سے غلاموں کی طرح بیگار لیتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔

فرعون نے کس طرح داعیوں کا استقبال کیا؟ — اس نے کہا: کیا ہم نے تمہیں بچپن میں اپنے پاس نہیں پالا؟ — یعنی تم شیر خوار تھے، ہم نے اپنے گھر میں تمہاری بڑے ناز و نعم سے پرورش کی — اور تم ہمارے پاس اپنی زندگی کے کئی سال رہے — یعنی ہمارا کھا کر پلے بڑھے — اور تم نے وہ حرکت کی جو کی — ہم اسے بھولے نہیں، تم قبطی کو قتل کر کے بھاگے ہو — اور تم ناسپاس لوگوں میں سے ہو — یعنی ہماری بلی اور ہم سے میاؤں! ہمارا کھایا اور ہم پر غرّار ہے ہو! ہم ہی کو کا فر ٹھہرا رہے ہو، اور ہم ہی کو جہنمی بتا رہے ہو!

موسیٰ علیہ السلام کا جواب: — انھوں نے جواب دیا: میں نے وہ حرکت تب کی تھی جب میں بے خبروں میں سے تھا، پس میں تمہارے پاس سے بھاگ گیا جب مجھے تمہارا ڈر لگا، پس میرے رب نے مجھے دانشمندی بخشی اور مجھ کو رسولوں میں شامل کر لیا — یعنی قبطی کا خون میں نے دانستہ نہیں کیا، نادانی سے ہو گیا تھا، اور وہی میرے یہاں سے بھاگنے کا سبب بنا، کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت سے سرفراز فرمائے، چنانچہ مجھے اس منصب پر فائز کیا، اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا، اور یہی میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا تھا وہی آج بے خوف و خطر تم سے ہم کلام ہے — یہاں 'ضلال' کے معنی

بے خبری ہیں، گمراہی نہیں۔ سورۃ الضحیٰ (آیت ۷) میں بھی یہی معنی ہیں: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ اور اللہ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا، پس آپ کو باخبر کیا۔ عربی میں ضلال کے کئی معنی آتے ہیں اور ہر جگہ اس کا مطلب گمراہی نہیں ہوتا، یہاں بھی اس کا ترجمہ ”گمراہ“ کرنا درست نہیں۔

اور وہ ایک احسان ہے جس کو تم میرے سامنے جتلاتے ہو، بایں وجہ کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے — یعنی بچپن میں تم نے مجھے پالا، یہ ایک احسان ہے، جو تم آج مجھ پر جتلا رہے ہو، مگر سوچو تمہیں یہ احسان کرنے کا موقعہ کیوں ملا؟ اسی لئے نہ کہ تم اسرائیلی بچوں کو ذبح کرتے تھے، چنانچہ میری امی نے مجھے تابوت میں رکھ کر دریا میں چھوڑ دیا، اور میں تمہارے محل میں پہنچ گیا۔ اور تم نے مجھے اٹھالیا اور پالا، پس یہ احسان تو تمہارے زہرہ گداز مظالم کا نتیجہ تھا۔ اور بنی اسرائیل کو غلام بنانے کی وجہ سے تھا، پس وہ کیا احسان ہوا جو آج تم جتلا رہے ہو؟!

اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال و جواب: — فرعون نے کہا: رب العالمین کیا چیز ہے؟ — موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے کہا تھا کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں، اس پر فرعون نے یہ سوال کیا کہ رب العالمین کی حقیقت کیا ہے؟ — موسیٰ نے جواب دیا: وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں، اگر تم یقین کرو — تو یہ تعارف کافی ہے!

فرعون نے باری تعالیٰ کی حقیقت و ماہیت پوچھی تھی، مگر اللہ کی گنہ اور حقیقت نہیں جانی جاسکتی، ان کو صفات ہی کے ذریعہ پہچانا جاسکتا ہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی صفات بیان کیں، اور آگے بھی صفات ہی بیان کریں گے۔ اس نے اپنے ارد گرد کے لوگوں سے کہا: کیا آپ لوگ سنتے نہیں! — سوال از آسمان جواب از ریسمان! سوال آسمان کے بارے میں جواب رسی کے بارے میں، اُوٹ پٹانگ جواب۔ اس طرح فرعون نے بات رلائی، اور اپنے چیلوں کا ایمان بچایا!

موسیٰ نے کہا: وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا رب ہے — یعنی جس نے تم کو اور تمہارے اسلاف کو پیدا کیا وہی رب العالمین ہے — اس نے کہا: بے شک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یقیناً پاگل ہے — یعنی کس دیوانے کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس میں بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں، ہمارے باپ داداؤں کی خبر لیتا ہے، اس کا دماغ عقل سے بالکل خالی ہے! یہ اپنی محفل میں متکلم کو بدنام کرنے کی آخری کوشش ہے۔

موسیٰ نے کہا: وہ رب ہے مشرق و مغرب کا، اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان ہیں، اگر تم سمجھتے ہو — تو بوجھو! یعنی رب العالمین وہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک کا مالک ہے، اگر تم میں ذرا بھی عقل ہو تو غور کرو، یہ

عظیم الشان نظام کس نے بنایا ہے؟ اور اس کو برقرار رکھنے والا کون ہے؟ وہی ذات رب العالمین ہے، اور ہم اسی کے فرستادے ہیں۔

فرعون کی دھمکی: — اس نے کہا: بخدا! اگر تو نے میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کیا تو میں تجھے ضرور جیل بھیج دوں گا۔ — کھسیانی بلی کھمبانو چے! شرمندہ دوسروں پر اپنی شرمندگی اتارتا ہے، جواب نہ بن پڑا تو لاٹھی اٹھائی، آخری بات سن کر جب فرعون مبہوت ہو گیا تو دھمکیوں پر اتر آیا۔

موسیٰ نے کہا: اگر میں کوئی واضح دلیل پیش کروں تب بھی! — تیرا فیصلہ یہی رہے گا مجھے قید میں ڈال دے گا؟ — اس نے کہا: پس پیش کرو وہ دلیل اگر تو سچا ہے۔ — دیکھیں تیرے بھی بل کہ تو کتنے پانی میں ہے! پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی، اچانک وہ نمایاں اثر دکھائی، اور انھوں نے اپنا ہاتھ (بغل میں دے کر) نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لئے چمکتا تھا۔ — یہ موسیٰ علیہ السلام کے دو بڑے معجزے تھے۔ ان کو دیکھ کر فرعون حواس باختہ ہو گیا، اس کا اندازہ اگلی آیات سے ہوگا۔

قَالَ لِمَلَا حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلَيْنُمْ ۖ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۖ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَلَائِكِ حَاشِرِينَ ۖ يَأْتُواكَ بِكُلِّ سَحَابٍ عَلَيْنُمْ ۖ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۖ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ ۖ كَلَعْنَا نَقْتِبِعَ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۖ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَإِنَّا لَنَأْتِيَنَّكَ أَلْفُ غُلَامٍ ۖ قَالُوا نَحْنُ الْغُلَامُ ۖ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَمِنَ الْمَقْرَبِينَ ۖ قَالَ لَهُمْ مُوسَى الْقَوْمَ مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۖ فَأَنْقَضُوا جِبَالَهُمْ وَعَصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۖ فَأَلْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۖ فَأَلْقَى السَّحَرَةُ سِجْدِينَ ۖ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ۖ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنِ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السَّحَرَ ۖ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ هَ لَا قُطْعَنَ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا وَصْلَ بَيْنَكُمْ أَجْمَعِينَ ۖ

قَالُوا لَا ضَيْرَ دَانَا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۖ إِنَّا نَقْطَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَتَنَا
أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

۱۷۰

قَالَ	کہا اس نے	فِي الْمَلَكَيْنِ	شہروں میں	السَّحَرَةُ	جادوگروں کی
لِلْمَلَا ^(۱)	سرداروں سے	حِشْرَيْنِ	جمع کرنے والوں کو	إِنْ كَانُوا	اگر ہوں وہ
حَوْلَهُ	اس کے ارد گرد	يَا تُؤَكِّدُ	لائیں وہ آپ کے پاس	هُمْ	ہی
إِنَّ هَذَا	بے شک یہ	بِكُلِّ	تمام	الْغُلَبَيْنِ ^(۳)	جیتنے والے
لَسَحَرٌ	یقیناً جادوگر ہے	سَحَابٍ	جادوگر	فَلَمَّا	پس جب
عَلَيْهِمْ	ماہر	عَلَيْهِمْ	ماہرین کو	جَاءَ	آئے
يُرِيدُ	چاہتا ہے	فَجُمِعَ	پس اکٹھا کئے گئے	السَّحَرَةُ	جادوگر
أَنْ	کہ	السَّحَرَةُ	جادوگر	قَالُوا	کہا انھوں نے
يُغْوِرُكُمْ	نکال دے تم کو	لِبَيْقَاتِ	خامس وقت کے لئے	لِفِرْعَوْنَ	فرعون سے
مَنْ أَرْضَكُمْ	تمہاری زمین سے	يَوْمٍ	دن	أَيُّنَ	کیا بے شک
بِصُورِهِ	اپنے جادو سے	مَعْلُومٍ	معین کے	كُنَّا	ہمارے لئے
فَمَا ذَا	پس کیا	وَقِيلَ	اور کہا گیا	لَا جُرَا	البتہ صلہ ہے
تَاْمُرُونَ	حکم دیتے ہو تم؟	لِلنَّاسِ	لوگوں سے	إِنْ كُنَّا	اگر ہوں ہم
قَالُوا	کہا انھوں نے	هَلْ أَنْتُمْ	کیا تم	نَحْنُ	ہی
أَرْجَاهُ ^(۲)	ڈھیل دیں اس کو	مُجْتَبِعُونَ	اکٹھا ہونے والے ہو	الْغُلَبَيْنِ	جیتنے والے
وَأَخَاهُ	اور اس کے بھائی کو	كَعَلْنَا	شاید ہم	قَالَ	کہا اس نے
وَابْعَثْ	اور بھیجیں	نَتَّبِعُ	پیروی کریں	نَعَمْ	ہاں

(۱) الملا: جمع املاء: سرداران قوم، سربراہ اور وہ لوگ..... اور حولہ: حال کی جگہ میں ہے (۲) أَرْجَاهُ: فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر، ھ: ضمیر مفعول أَرْجَاهُ الأمر: مؤخر کرنا، ملتوی کرنا، امر کے آخر سے ہمزہ تخفیفاً حذف کیا ہے (۳) پہلی دو جگہ الغالبین: کان کی خبر ہے، اس لئے حالت نصی میں ہے، اور تیسری جگہ نحن کی خبر ہے، اس لئے حالت رفی میں ہے۔

وَلَا تَكُفُّ	اور بے شک تم	تَلْقَفُ ^(۱)	نگل رہی ہے	الْتَحَزَ	جادو
إِذَا	تب تو	مَا	اس کو جو	فَلَسَوْفَ	پس عنقریب
لِّمَنِ الْمَقَرَّبِينَ	نزدیک کئے ہوؤں	يَأْفِكُونَ ^(۲)	گھڑ کر لائے ہیں وہ	تَعْلَمُونَ	جانو گے تم
قَالَ لَهُمْ	کہا ان سے	فَأَلْقَى	پس ڈالے گئے	لَا قُطْعَانَ	ضرور کاٹو ننگا میں
مُوسَى	موسیٰ نے	الشَّحْرَةَ	جادوگر	أَيُّدِيكُمْ	تمہارے ہاتھ
الْقَوَا	ڈالو	سُجَّيْنِ	سجدے میں	وَأَرْجُلَكُمْ	اور تمہارے پاؤں
مَا أَنْتُمْ	جو کچھ تم	قَالُوا	کہا انھوں نے	مِنْ خِلَافٍ	مخالف جانب سے
مُلْقُونَ	ڈالنے والے ہو	أَمْنَا	ایمان لائے ہم	وَلَا وَصَلَتُكُمْ	اور ضرور سولی دو ننگا
فَأَلْقُوا	پس ڈالی انھوں نے	بِرَبِّ الْعَالَمِينَ	جہانوں کے رب پر	مِنْ خِلَافٍ	میں تمہیں
حِبَالَهُمْ	اپنی رسیاں	رَبِّ مُوسَى	موسیٰ کا رب	أَجْمَعِينَ	سبھی کو
وَعَصِيَّتَهُمْ	اور اپنی لاشیاں	وَهُرُونَ	اور ہارون کا	قَالُوا	کہا انھوں نے
وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	قَالَ	کہا اس نے	كَأَصِيرَ	کچھ حرج نہیں
يَعِزَّةَ	عزت کی قسم	أَمَنْتُمْ	ایمان لائے تم	إِنَّا	بے شک ہم
فِرْعَوْنَ	فرعون کی	لَهُ	اس پر	إِنَّا	ہمارے رب کی طرف
إِنَّا لَنَحْنُ	بے شک ہم ہی	قَبْلُ	پہلے	مُنْقَلِبُونَ	البتہ لوٹنے والے ہیں
الْغَالِبُونَ	جیتنے والے ہیں	أَنْ	اس سے کہ	إِنَّا	بے شک ہم
فَأَلْقَى	پس ڈالی	أَذَنْ لَكُمْ	اجازت دوں میں تمہیں	نَطْمَعُ	امید رکھتے ہیں
مُوسَى	موسیٰ نے	إِنَّهُ	بے شک وہ	أَنْ يَغْفِرَ	کہ بخشیں گے
عَصَاهُ	اپنی لاشی	لَكَيْدُكُمْ	البتہ تمہارا بڑا ہے	لَنَا	ہمارے لئے
فَإِذَا هِيَ	پس اچانک وہ	الَّذِي	جس نے	رَبَّنَا	ہمارے پروردگار
		عَلَّمَكُمْ	سکھلایا تمہیں	خَطِينًا	ہماری خطائیں

(۱) تَلْقَفُ: مضارع، واحد مؤنث لَقَفَ (س) الشَّيْءَ: اچک لینا، نگل جانا (۲) أَلْفَكَ (ض) الأمر عن وجهه: صحیح رخ سے پھیر دینا، الٹا کر دینا۔

اَن كُنَّا	(اس وجہ سے) کہ ہم ہیں	اَوَّلَ	پہلے	الْمُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والے
------------	-----------------------	---------	------	----------------	-----------------

فرعون معجزات کا مقابلہ کرتا ہے

موسیٰ علیہ السلام کا بڑا معجزہ ان کی لاشی تھی، جواڑدہا بن جاتی تھی، یہی معجزہ موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے فرعون کو دکھایا۔ دوسرا معجزہ یید بیضاء تھا۔ ہاتھ بغل میں دے کر نکالتے تھے تو چمکنے لگتا تھا، پھر بغل میں دینے سے بجھ جاتا تھا۔ یہ معجزہ بھی پہلے معجزہ کے قبیل سے تھا، چنانچہ — فرعون نے ارکانِ دولت سے جو اس کے پاس تھے، کہا: یہ بڑا ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دے، پس تم کیا حکم دیتے ہو؟ — فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو قرار دیا۔ اس نے ارکانِ دولت سے مشورہ کیا کہ اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ اگر ہم اس کا مقابلہ نہیں کریں گے تو یہ ہمیں اپنے ملک سے بے دخل کر دے گا — انھوں نے کہا: اُسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دیں، اور شہروں میں ہرکارے دوڑائیں، جو آپ کے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں — یعنی لوہے کو فولاد کا بنا دے، آپ کے ملک میں جادوگروں کی کمی نہیں، آپ دونوں کے معاملہ میں ڈیلے (تاخیر) کریں، اور ہر شہر میں چہر اسی بھیج دیں، جو سب ماہر جادوگروں کو آپ کی خدمت میں لے آئیں، اور آپ اُن کے ذریعہ ان کا مقابلہ کریں۔

پس جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت کے لئے جمع کئے گئے — سورۃ طہ (آیت ۵۹) میں ہے: موسیٰ نے کہا: ”تمہارا وعدے کا وقت جشن کا دن ہے، اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں“ — اور لوگوں سے کہا گیا: ”کیا تم اکٹھے ہوؤ گے، شاید ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہی جیتیں — یعنی منادی کرائی کہ سب لوگوں کو موقعہ پر جمع ہونا چاہئے۔ امید قوی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے، اور جب مقابلہ میں ہمارا پلہ بھاری رہے گا تو سارا ملک انہیں کی راہ پر چلے گا۔ کسی کے لئے ہمارے طریقہ سے منحرف ہونے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

پس جب جادوگر آگئے تو انھوں نے فرعون سے کہا: کیا ہمارے لئے کچھ صلہ ہے اگر ہم جیتے؟ — جادوگر، کاہن، جوتشی اور عامل کسی کا کام مفت نہیں کرتے، وہ کاروبار کرتے ہیں، اور ان کی آمدنی ہی ان کی معیشت ہے، پس جادوگروں نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا — فرعون نے کہا: ہاں! اور تم مقربین میں شامل ہو جاؤ گے — یعنی وقتی انعام سے بھی نوازے جاؤ گے، اور تمہارا ادائیگی اکرام بھی ہوگا، تم میرے خاص مصاحبوں میں شمار کئے جاؤ گے۔

موسیٰ نے جادوگروں سے کہا: ”ڈالو تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے“ — یعنی تم پہلے اپنی طاقت آزماؤ! — پس

انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں، اور انہوں نے کہا: فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی جیتیں گے! — یعنی فرعون کی جے ہو! ہم ہی پالا ماریں گے! سورۃ طہ (آیت ۶۶) میں ہے: ”پس یکا یک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں، ان کے جادو کی وجہ سے موٹی کے خیال میں آنے لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں“ یعنی نظر بندی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو وہ رسیاں اور لاٹھیاں سانپوں کی شکل میں دوڑتی نظر آئیں، مگر واقعہ ایسا نہیں تھا — پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی، وہ اچانک نکلنے لگی اس سواگ کو جو وہ بنالائے تھے — یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈالی تو اس نے اڑ دھا بن کر ساحروں کے تمام شعبدوں کو نگل لیا، اور تھوڑی دیر میں میدان صاف ہو گیا، اور ساحر اپنے سحر میں ناکام ہو گئے — پس جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے — یعنی بہ توفیق الہی وہ ایمان سے سرفراز ہوئے، اور اپنا ایمان و انقیاد ظاہر کرنے کے لئے وہ سجدہ ریز ہوئے، اور — انہوں نے کہا: ”ہم رب العالمین پر ایمان لائے، جو موسیٰ و ہارون کے رب ہیں — اس طرح فرعون کا سارا کھیل بکھر گیا، موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کی جو آخری صورت تھی وہ بھی ہاتھ سے گئی، اور اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں مصری عوام ہاتھ سے نہ جائیں، چنانچہ — فرعون نے کہا: تم اس پر ایمان لے آئے، اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دیتا — یعنی تم میری رعایا ہو، میدان مقابلہ میں میرے نمائندے ہو، پھر مجھ سے پوچھے بغیر کیوں ایمان لائے؟ — وہ یقیناً تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے — اور یہ مقابلہ بازی تمہاری ملی بھگت ہے، اب میں تمہیں عبرتناک سزا دوں گا، تاکہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کی ہمت نہ ہو — پس تم عنقریب جانو گے: میں ضرور تمہارے مخالف جانب سے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا، اور میں ضرور تم کو سولی پر لٹکاؤں گا — فرعون کی سزائیں ضرب المثل ہیں، وہ جس کو قتل کرتا چومینا کرتا، اور تڑپا تڑپا کر مارتا، مگر جادوگروں نے جواب ایمان لاچکے تھے بڑی بہادری سے جواب دیا — انہوں نے کہا: کچھ حرج نہیں! ہم یقیناً اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری خطائیں معاف فرمائے گا، اس وجہ سے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں — ان مؤمنین نے کہا: کر لے تجھے جو کرنا ہے! ہمیں بہر حال مر کر اللہ کے یہاں جانا ہے، اس طرح مریں گے تو شہادت کا درجہ ملے گا، اور چونکہ ہم نے بھرے مجمع میں ظالم فرعون کے روبرو سب سے پہلے ایمان قبول کیا ہے اس لئے ہمیں امید ہے کہ حق تعالیٰ ہماری اس لغزش کو معاف فرمائیں گے جو ہم سے ایک سچے پیغمبر کے مقابلہ میں سرزد ہوئی۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعَبَادِنَا إِنَّكَ مُتَّبَعُونَ ﴿۷۰﴾ فَارْسَلْنَا فِرْعَوْنَ فِي

الْمَدَّائِينَ حَشِيرِينَ ۖ إِنَّا هَؤُلَاءِ لَشَرِذْمَةٌ قَلِيلُونَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ ۖ وَ
 إِنَّا لَجَبِيئٌ حَذِرُونَ ۖ فَأَخْرَجْنَهُمْ مِنْ جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۖ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۖ
 كَذَلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ فَاتَّبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعُ
 قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمَذْرُكُونَ ۖ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۖ فَأَوْحَيْنَا إِلَى
 مُوسَى أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۖ وَأَزَلَفْنَا
 ثَمَّ الْآخِرِينَ ۖ وَانْجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ۖ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخِرِينَ ۖ
 إِن فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۖ

وَأَوْحَيْنَا	اور وحی بھیجی ہم نے	إِنَّا	بے شک	مِنْ جَنَّتٍ	باغات سے
إِلَى مُوسَى	موسیٰ کی طرف	هَؤُلَاءِ	یہ لوگ	وَعُيُونٍ	اور چشموں سے
أَنْ	کہ	لَشَرِذْمَةٌ	البتہ جماعت ہے	وَكُنُوزٍ	اور خزانوں
أَسِيرٍ	رات میں لے چلیں	قَلِيلُونَ	تھوڑی	وَمَقَامٍ	اور ٹھکانوں
يَعْبُدُونِي	میرے بندوں کو	وَلَا تُهْمُ	اور بے شک وہ	كَرِيمٍ	عمدہ (سے)
لَا تُكْمُ	بے شک تم	لَنَا	ہمیں	كَذَلِكَ	ایسا ہی (ہوا)
مُتَّبِعُونَ ^(۱)	پیچھا کئے ہوئے ہو	لَغَائِظُونَ ^(۲)	انتہائی غصہ دلانے والے ہیں	وَأَوْرَثْنَاهَا	اور وارث بنایا ہم نے انکا
فَأَرْسَلَ	پس بھیجے	وَلَا تَأْكُلُ	اور بے شک ہم	بَنِي إِسْرَءِيلَ	بنی اسرائیل کو
فِرْعَوْنَ	فرعون نے	لَجَبِيئٌ	البتہ بڑی جماعت ہیں	فَاتَّبَعُوهُمْ	پس پیچھا کیا انھوں نے انکا
فِي الْمَدَائِينَ	شہروں میں	حَذِرُونَ ^(۳)	مسلم	مُشْرِقِينَ	سورج نکلنے کے وقت
حَشِيرِينَ	جمع کرنے والے	فَأَخْرَجْنَهُمْ	پس نکالا ہم نے ان کو	فَلَمَّا	پس جب

(۱) مُتَّبِعٌ: اسم مفعول، اتباع: پیچھا کرنا (۲) شَرِذْمَةٌ: قلیل جماعت (۳) غَائِظٌ: اسم فاعل: غصہ دلانے والا مادہ غيظ: انتہائی غصہ
 (۴) حَافِظٌ: اسم فاعل، مادہ حَفِظَ: خوفناک بات سے بچنا، اور چونکہ خطرہ کے موقع پر ہتھیار باندھے جاتے ہیں اس لئے اس ترجمہ میں
 ہے (۵) كَذَلِكَ: مستقل جملہ ہے اِی كَذَلِكَ فَعَلْنَا۔

نُورًا	ایک دوسرے کو	اِنْ	کہ	اَجْمَعِينَ	سبھی کو
اُتْمَعِينَ	دیکھنے لگیں	اَضْرَبَ	مارے	ثُمَّ اَعْرِفْنَا	پھر ڈبو دیا ہم نے
قَالَ	دونوں جماعتیں	رَبْعَاكَ	اپنی لاشی سے	الْاٰخِرِينَ	دوسروں کو
اَصْحٰبُ مُوسٰی	کہا	اَلْبَحْرُ	سمندر کو	اِنَّ	بے شک
اِنَّا	موسیٰ کے ساتھیوں نے	فَاَنْفَلَقَ ^(۲)	پس پھٹ گیا سمندر	فِيْ ذٰلِكَ	اس میں
لَمَذْرُوْنَ ^(۱)	بے شک ہم	فَكَانَ	پس تھا	كَذٰبًا	البتہ بڑی نشانی ہے
قَالَ	یقیناً پالنے گئے	كُلُّ فِرْقٍ	ہر ٹکڑا	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھے
كَلًا	کہا	كَالطَّوْدِ	جیسے پہاڑ	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
اِنْ مَعِيَ	ہر گز نہیں	الْعَظِيْمِ	بڑا	مُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے
رَبِّيْ	بے شک میرے ساتھ	وَاَزَلَفْنَا	اور نزدیک لائے ہم	وَاِنَّ	اور بے شک
سَيَهْدِيْنِ	میرا رب ہے	ثُمَّ	اس جگہ	رَبَّكَ	تیرا رب
فَاَوْحَيْنَا	عنقریب راہ دکھائے	الْاٰخِرِيْنَ	دوسروں کو	لَهُوَ	البتہ وہ
اِلٰی مُوسٰی	گا مجھے	وَاَنْجَيْنَا	اور بچا لیا ہم نے	الْعَزِيْزُ	زبردست
	پس وحی بھیجی ہم نے	مُوسٰی	موسیٰ کو	الرَّحِيْمُ	بڑا مہربان ہے
	موسیٰ کی طرف	وَمِنْ مَّعَنَآ	اور ان کے ساتھیوں کو		

فرعون اور اس کی قوم کا آخری انجام

جب عرصہ دراز تک سمجھانے اور نشانات دکھلانے کے باوجود فرعون نے حق کو قبول نہ کیا، اور بنی اسرائیل کو ستانا نہ چھوڑا تو ان کے آخری فیصلے کا وقت آ گیا — اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ رات میں لے چلیں میرے بندوں کو، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا — چنانچہ موسیٰ علیہ السلام رات میں بنی اسرائیل کو لے کر شہر سے نکل گئے، موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ فرعون تمہارا پیچھا کریں گے، تم گھبرانا نہیں — پس فرعون نے شہروں میں چہر اسی بھیجے — تاکہ فوج جمع کر لائیں۔ اس زمانہ میں ہر شخص فوجی ہوتا تھا، ہر شخص جنگ لڑنے کی تربیت پائے

(۱) مَذْرُوک: اسم مفعول، إدراك، پانا، اصلی معنی: کسی چیز کا اپنی انتہا کو پہنچ جانا (۲) انفلاق: پھٹ جانا۔

ہوئے ہوتا تھا۔ اور فرعون نے ہر کاروں کے ذریعہ ملک کے لوگوں کو تین باتیں کہلوائیں:

۱- بے شک یہ لوگ مٹھی بھر جماعت ہیں۔ اور ہماری بھاری تعداد ہے، پس ان سے نمٹنا کچھ مشکل نہیں، لوگ بے خوف ہو کر نکلیں۔

۲- اور بے شک وہ ہمیں انتہائی غصہ دلانے والے ہیں۔ کیونکہ وہ خفیہ چالاکی سے نکل گئے ہیں، اور ہمارا بہت ساز یور بھی عاریت کے بہانے لے گئے ہیں، غرض ہمیں احمق بنا کر گئے ہیں، اس لئے ضرور ان کا تعاقب کرنا چاہئے۔

۳- اور بے شک ہم مسلح بھاری جماعت ہیں۔ یعنی ہم بنی اسرائیل سے تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلح ہیں، اور وہ نہتے ہیں، ان کا مقابلہ کیا مشکل ہے، نکلو ابھی ان کو گاجرمولی کی طرح کاٹ دیتے ہیں۔ چونکہ بنی اسرائیل غلام تھے، اس لئے ان کو ہتھیار رکھنے کی اور فوجی تربیت حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور قبلی حاکم قوم تھی، اس لئے ہر شخص فوجی تربیت حاصل کئے ہوئے تھا۔ اور ہر شخص کے پاس ہتھیار تھے، تاکہ کسی بھی ممکنہ خطرہ سے نمٹا جاسکے۔

پس ہم نے ان کو باغات سے، چشموں سے، خزانوں سے اور عمدہ ٹھکانوں سے نکالا۔ یعنی فرعون کی مذکورہ باتیں سن کر پورا ملک جوش میں آ گیا، اور قبلی گھربار، مال و دولت، باغ کھیتیاں اور شاندار کوٹھیاں چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب کے لئے نکل پڑے۔ ایسا ہی ہوا۔ یعنی اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ سب سرغٹوں کو لے چلے۔ اور ہم نے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا۔ یعنی ان تعاقب کرنے والوں کو پھر لوٹنا نصیب نہ ہوا، دنیا کی یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کے حصے میں آئیں۔ خیال رہے کہ ﴿وَأَوْرَثْنَاهَا﴾ سے فرعون کے متروکات ہی مراد نہیں، بلکہ دنیا کی یہ نعمتیں مراد ہیں، خواہ کہیں سے حاصل ہوں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ فرعون نے ان سب چیزوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر نکل چلے، اور بنی اسرائیل ان کے بعد دنیا میں پھلے پھولے!

پس ان لوگوں نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا سورج نکلنے کے وقت۔ یعنی ایک صبح انہیں جالیا۔ پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ”بے شک ہم پکڑے گئے!“ یعنی دشمن سرپے آ لیا، اب ان کے ہاتھ سے کیسے بچیں گے؟ آگے سمندر کی ٹھانٹیں مارتی موجیں ہیں، اور پیچھے کوہ پیکر لشکر چلا آ رہا ہے! اب بچنے کی کوئی راہ نہیں!۔ موسیٰ نے کہا: ”ہرگز نہیں! میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ابھی مجھے راستہ دکھائے گا۔“ یعنی گھبراؤ نہیں، اللہ کے وعدوں پر اطمینان رکھو، اس کی حمایت و نصرت میرے ساتھ ہے، وہ یقیناً ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دے گا، ناممکن ہے کہ دشمن ہم کو پکڑ سکے۔

پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سے سمندر کو ماریں، پس سمندر پھٹ گیا، اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی

طرح ہو گیا — یعنی سمندر بارہ جگہ سے پھٹ گیا، اور خشک راستے نکل آئے، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ راہوں سے گذر گئے، اور بیچ میں پانی پہاڑ کی طرح کھڑا رہا — اور ہم دوسروں کو اس جگہ قریب لے آئے، اور ہم نے موسیٰ کو اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی، اور دوسروں کو غرقاب کر دیا — یعنی جتنی دیر میں بنی اسرائیل سمندر سے پار ہوئے فرعونی لشکر بھی قریب آ گیا، اور دریا میں راستے دیکھ کر بے سوچے سمجھے بنی اسرائیل کے پیچھے سمندر میں گھس پڑا۔ جب تمام لشکر دریا کی لپیٹ میں آ گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے پھر دریا پر لاٹھی ماری، چنانچہ پانی کے پہاڑ ایک دوسرے سے مل گئے، اور سب فرعون لقمہ اجل بن گئے۔

بے شک اس میں (مشرکین مکہ کے لئے) بڑی نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور آپ کا رب یقیناً زبردست بڑا مہربان ہے — یہ سب واقعات مشرکین مکہ کو سنائے جا رہے ہیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں، مگر کتے کی دم ٹیڑھی رہے گی، ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے، پھر ان پر عذاب کیوں نہیں آ سکتا؟ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں! مگر ابھی دعوت کا مرحلہ چل رہا ہے، اس لئے ان کو سنبھلنے کا موقعہ دیا جا رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان بھی ہیں۔

وَآتِلْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْرَاهِيمَ ۖ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۖ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عُكْفِينَ ۖ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمُ إِذْ تَدْعُونَ ۖ أَوْ يَنْفَعُوكُمُ أَوْ يَضُرُّونَ ۖ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۖ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۖ أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيَ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۖ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۖ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۖ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۖ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۖ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۖ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقِّقْ بِالصَّالِحِينَ ۖ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۖ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۖ وَاعْفُ عَنِّي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۖ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۖ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ

سَلِيمٌ ۝ وَ أُرْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَ بُرِزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ۝ وَقِيلَ لَهُمْ
 أَيُّمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُوكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۝ فَكَبَّوْا فِيهَا هُمْ
 وَالْغَاوُونَ ۝ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۝ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۝ تَاللَّهِ إِنْ
 كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ۝
 فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ۝ وَلَا صِدِّيقٍ حَمِيمٍ ۝ فَلَوْ أَنَّ كُنَّا كَرَّةً فَتَكُونَ مِنَ
 الْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
 الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

وَجَعَلُوا

وَأَنذَرْتُ	اور پڑھیں آپ	عَلَفِينَ	جے بیٹھے	قَالَ	کہا اس نے
عَلَيْهِمْ	ان کے سامنے	قَالَ	کہا اس نے	أَفَرَأَيْتُمْ	بتلاؤ
نَبَأًا	خبر	هَلْ	کیا	مَا كُنْتُمْ	جن کی
إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم کی	يَسْعَوْنَكُمْ	ستے ہیں وہ تمہاری	تَعْبُدُونَ	تم عبادت کیا کرتے ہو
إِذْ قَالَ	جب کہا انھوں نے	إِذْ	جب	أَنْتُمْ	تم
لِآبَائِهِ	اپنے باپ سے	تَدْعُونَ	پکارتے ہو تم	وَأَبَاؤُكُمْ	اور تمہارے باپ
وَقَوْمِهِ	اور اپنی قوم سے	أَوْ يَنْفَعُوكُمْ	یا نفع پہنچاتے ہیں وہ تمہیں	الْقَادِمُونَ	پرانے
مَا تَعْبُدُونَ	کس کو پوجتے ہو تم؟	أَوْ يَضُرُّونَ	یا نقصان پہنچاتے ہیں وہ	فَأَنْتُمْ	پس بے شک وہ
قَالُوا	کہا انھوں نے	قَالُوا	انھوں نے کہا	عَدُوٌّ لِّي	دشمن ہیں میرے
تَعْبُدُ	پوجتے ہیں ہم	بَلْ وَجَدْنَا	بلکہ پایا ہم نے	إِلَّا ^(۱)	لیکن
أَصْنَامًا	مورتیوں کو	آبَاءَنَا	اپنے باپوں کو	رَبِّ الْعَالَمِينَ	جہانوں کے پالنہار
فَنَظَلُّ	پس رہتے ہیں ہم	كَذَلِكَ	اسی طرح	الَّذِي	جس نے
لَهَا	ان کے سامنے	يَفْعَلُونَ	کرتے ہوئے	خَلَقَنِي	پیدا کیا مجھے

(۱) استثناء منقطع ہے، کیونکہ رب العالمین: ما کنتم تعبدون کی جنس سے نہیں۔

فَهُوَ	پس وہ	وَأَلْحَقْنِي	اور ملائیں آپ مجھے	وَأَزْلِفَتِ	اور نزدیک کی گئی
يَهْدِيَنِي	مجھے راہ دکھاتا ہے	بِالصَّالِحِينَ	نیک لوگوں کے ساتھ	الْجَنَّةُ	جنت
وَالَّذِي	اور جو کہ	وَأَجْعَلْ لِّي	اور بنائیں میرے لئے	لِلْمُتَّقِينَ	پرہیزگاروں سے
هُوَ	وہ	لِسَانَ صِدْقٍ	سچی زبان	وَبُرْزَتِ	اور ظاہر کی گئی
يُطْعِمُنِي	کھلاتا ہے مجھے	فِي الْأَخْيَرِينَ	پچھلوں میں	الْجَحِيمِ	دوزخ
وَيُسْقِينِي	اور پلاتا ہے مجھے	وَأَجْعَلْنِي	اور بنائیں مجھے	لِلْمُؤْمِنِينَ	گمراہوں کے لئے
وَلِذَا	اور جب	مِنْ وَرَثَةٍ	وارثوں میں سے	وَقِيلَ	اور کہا گیا
مَرَضَتْ	بیمار پڑتا ہوں میں	جَنَّةِ النَّعِيمِ	نعمتوں کے باغ کے	لَهُمْ	ان سے
فَهُوَ	تو وہ	وَأَغْفِرْ	اور بخشش فرمائیں	أَيُّمَّا أَتَيْنَاكُمْ	جہاں بھی رہے تم
يَشْفِينِي	شفا بخشتا ہے مجھے	لِإِنِّي	میرے باپ کی	تَعْبُدُونَ	پوجتے رہے
وَالَّذِي	اور جو	إِنَّهُ كَانَ	بے شک ہے وہ	مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ کے علاوہ کو
يُمِيتُنِي	مارے گا مجھے	مِنَ الضَّالِّينَ	گمراہوں میں سے	هَلْ	کیا
ثُمَّ يُحْيِينِي	پھر زندہ کرے گا مجھے	وَلَا تُخْزِنِي	اور نہ سوا کریں آپ مجھے	يَنْصُرُكُمْ	مدد کرتے ہیں وہ تمہاری
وَالَّذِي	اور جو کہ	يَوْمَ	جس دن	أَوْ يَنْتَصِرُونَ	یا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں وہ
أَطْعَمُ	امید رکھتا ہوں میں	يُبْعَثُونَ	اٹھائے جائیں گے لوگ	فَكُبِّبُوا	پس اونہرے منہ ڈالے گئے
أَنْ يَغْفِرَ	کہ بخشے گا	يَوْمَ	جس دن	فِيهَا	دوزخ میں
لِي	میرے لئے	لَا يَنْفَعُ	کام نہیں آئے گا	هُمْ	وہ
خَطِيئَتِي	میری خطاؤں کو	مَالٌ	مال	وَالْعَاوَنَ	اور گمراہ لوگ
يَوْمَ الدِّينِ	جزاء کے دن	وَلَا بَنُونَ	اور نہ بیٹے	وَجُنُودُ	اور لشکر
رَبِّ ^(۱)	اے میرے رب!	إِلَّا مَنْ	لیکن جو	إِبْلِيسَ	ابلیس کا
هَبْ لِي	بخشیں آپ مجھے	أَيُّهَا اللَّهُ	آیا اللہ کے پاس	أَجْمَعُونَ	سبھی
حُكْمًا	دانشمندی	بِقَلْبِ سَلِيمٍ	محفوظ دل کے ساتھ	قَالُوا	کہا انھوں نے

وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ	اور وہ دوزخ میں جھگڑ رہے ہیں	وَمَا أَصَلْنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ	اور نہیں گمراہ کیا ہمیں مگر مجرموں نے	فَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	پس ہوتے ہم ایمان لانے والوں میں
تَاللّٰهِ إِنَّ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ	بھلا خدا بیشک تھے ہم گمراہی میں کھلی	فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ وَلَا صِدِّيقٍ حَمِيمٍ	پس نہیں ہے ہمارے لئے کوئی سفارش کرنی والا اور نہ کوئی دوست غم گسار	وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ	البتہ بڑی نشانی ہے اور نہیں ہیں ان کے اکثر ایمان لانے والے
إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ	کیونکہ برابر ٹھہراتے تھے ہم تمکو جہانوں کے پانہار کیساتھ	فَلَوْ أَنَّ كُنَّا كَذَرَّةً	پس کاش ہوتا ہمارے لئے پلٹنا	وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ	اور بیشک آپ کا رب البتہ وہ زبردست بڑا مہربان ہے

دوسرا قصہ قوم ابراہیم علیہ السلام کا

اگر کسی مصلحت سے منکرین پر دنیا میں عذاب نہ آئے تو آخرت کا عذاب ان کے لئے تیار ہے
 ربط: مکہ کے منکرین تو حیدور سالت کو گذشتہ اقوام کے واقعات سنائے جا رہے ہیں کہ جب ان قوموں نے نبیوں کو جھٹلایا، اور اتمام حجت ہو چکا تو عذاب الہی نازل ہوا، اور ان کا وجود ختم کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے قوم موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنایا، اب اس کے بالمقابل دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا سنایا جا رہا ہے۔ اُس قوم پر کسی مصلحت سے دنیا میں عذاب نہیں آیا، مگر وہ مرتے ہی آخرت کے عذاب سے دوچار ہوئے، پس منکرین مکہ پر بھی اگر تباہ کن عذاب نہ آئے تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ گئے، ان کے لئے عذاب آخرت تیار ہے۔ اور آخرت میں دیر کیا ہے؟ مرا اور آخرت شروع ہو گئی من مات فقد قامت قیامت: موت آتے ہی ہر شخص کی قیامت شروع ہو جاتی ہے، یعنی جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، آنکھ بند ہوتے ہی کھل جاتی ہے!

اور اسی تقابل کی وجہ سے قوم ابراہیم کا واقعہ قوم نوح کے واقعہ سے پہلے بیان کیا ہے، زمانہ قوم نوح کا مقدم ہے۔ مگر اس کو بعد میں لائے ہیں، کیونکہ یہ واقعہ قوم موسیٰ کے واقعہ کے مقابلہ میں سنایا گیا ہے۔ قوم موسیٰ پر عذاب دنیا میں آیا، اور قوم ابراہیم پر دنیا میں عذاب نہیں آیا۔ وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل (عراق) کے شہر اور میں پیدا ہوئے، ان کی قوم بت پرستی اور ستارہ پرستی میں مبتلا

تھی۔ آپ نے اپنے باپ آزر کو اور اپنی قوم کو سمجھایا، پھر بادشاہ وقت نمرود سے مناظرہ کیا، اور اس کو توحید کے دلائل بیان کر کے ششدر کر دیا۔ مگر بد بختوں نے آپ کی ایک نہ سنی، بلکہ آپ کو ستانے اور ایذا رسانی پر کمر باندھی، اور ظالموں نے آپ کو دہکتی آگ میں ڈالا، مگر اللہ نے اس کو ٹھنڈا کر دیا۔ آخر آپ نے تنگ آ کر ہجرت کی، اور مختلف جگہ ہوتے ہوئے آخر میں فلسطین میں اقامت گزریں ہوئے، اور وہاں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں تین مضمون ہیں: ابطال شرک، اثبات توحید اور قوم کا آخری انجام۔

اور آپ لوگوں کو (مکہ والوں) کو ابراہیم کا قصہ پڑھ کر سنائیں

۱۔ بطلان شرک: — جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ”تم کس چیز کو پوجتے ہو؟“ — یعنی یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ ان کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان کے معبود ہونے کی دلیل کیا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: ہم مورتیوں کو پوجتے ہیں، ہم دن بھر ان سے لگے بیٹھے رہتے ہیں — یعنی یہ گزشتہ نیک لوگوں کے پیکر ہیں، ہم ان کی مورتوں کو پوجتے ہیں، اور ان کی ہمارے دل میں اس قدر عقیدت ہے کہ ہم دن بھر آسن جما کر (مصلیٰ بچھا کر) ان سے لگے بیٹھے رہتے ہیں۔

ابراہیمؑ نے پوچھا: ”کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو؟ یا وہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا ضرر پہنچاتے ہیں؟“ — یعنی جب مشکلات میں ان کی دُہائی دیتے ہو، مدد کے لئے ان کو پکارتے ہو تو وہ تمہاری بات سنتے ہیں؟ یا پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے پر کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ — کچھ بھی نہیں، نہ وہ بات سنتے ہیں اور نہ نفع و ضرر کے مالک ہیں، کیونکہ وہ بے جان مورتیں ہیں، اور جن لوگوں کی وہ مورتیں ہیں وہ غائب ہیں، اور وہ عالم الغیب بھی نہیں، پھر ان کو پکارنے سے کیا فائدہ؟

ان لوگوں نے جواب دیا: ”بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے!“ — یعنی ٹھیک ہے، وہ نہ ہماری سنتے ہیں، نہ نفع و ضرر کے مالک ہیں، مگر ہماری عقیدت اور پرستش کا مدار ان منطقی دلائل پر نہیں، ہماری تو سودیلوں کی ایک دلیل ہے کہ ہمارے بڑے اسی طرح کرتے آئے ہیں، اور ہم ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

ابراہیمؑ نے کہا: ”پس سنو! جن کی تم عبادت کرتے ہو، تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی، وہ میرے دشمن ہیں — یعنی سن لو! اب میں بے خوف و خطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے، اگر ان میں کچھ طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا کر دیکھیں:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ﴿﴾ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۳۰۲- توحید کا اثبات اور معبود حقیقی کی صفات: — مگر رب العالمین، جنہوں نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری راہ نمائی کرتے ہیں — سورۃ طہ (آیت ۵۰) میں ہے: موتی نے جواب دیا: ”ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ دی، پھر اس کو راہ دکھائی“، یعنی پہلے ہر چیز کو جو بخشا، اس کی صورت بنائی، پھر ہر چیز کے بقاء کا سامان کیا، اور ہر مخلوق کو اس سامان کے استعمال کی راہ سُجھائی، اور خاص انسان کے لئے اس کی روح کا سامان بھی مہیا کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی بات کہی ہے — اور جو مجھے کھلاتے پلاتے ہیں — یعنی وہی میرے رزاق ہیں — اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا بخشتے ہیں — یعنی وہی شافی ہیں — اور جو مجھ کو ماریں گے پھر مجھے زندہ کریں گے — یعنی وہی زندہ کرنے والے اور مارنے والے ہیں — اور جن سے میں امیدوار ہوں کہ قیامت کے دن وہ میری خطاؤں کو معاف کریں گے — یعنی وہی غفار ہیں، اسی کی مہربانی سے معافی کی توقع ہے، کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفتیں ذکر کی ہیں: وہی سارے جہانوں کا رب (پالنے والا)، خالق، ہادی، رزاق، شافی، مُحیی (جلانے والا)، مُمیت (مارنے والا) اور غفار (بخشنے والا) ہے۔ جس کی یہ صفات ہیں وہی معبود ہے، اور تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایک بات کا بھی مالک نہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں: اثبات توحید کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ دعائیں کیں، جن میں مشرکین کو بہت کچھ فہمائش کی، خاص طور پر اپنے باپ کو بہت کچھ سنایا — اے میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا فرما، اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا، اور آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ، اور مجھے نعمتوں کے باغ کا وارث بنا، اور میرے باپ کی بخشش فرما، کیونکہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے، اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب لوگ زندہ ہو کر اٹھیں گے، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے، مگر جو اللہ کے پاس محفوظ دل کر پہنچا!

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ دعائیں کی ہیں، اور ہر دعا میں مشرکین کے لئے فہمائش ہے، اور آخری دعا میں تو اپنے باپ کو بہت کچھ سمجھایا ہے:

پہلی دعا: حکمت (دانشمندی) کے لئے کی ہے، یہ علم کا آخری درجہ ہے، اور سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶۹) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں حکمت (دین کا فہم) دیتے ہیں، اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ اس دعا کے ذریعہ مشرکین کو یہ فہمائش کی کہ سمجھ داری سے کام لو، اللہ پر ایمان لاؤ، اور اسی کی بندگی کرو، صنم پرستی حماقت بھرا عمل ہے۔

دوسری دعا: نیک بندوں میں شمولیت کی ہے، ہمارے نبی ﷺ نے بھی یہ دعا فرمائی ہے: اللہم! فی الرفیق الاعلیٰ! اے اللہ! اعلیٰ درجہ کے نیکوں کے زمرہ میں مجھے شامل فرما! پس یہ دعا ہر مؤمن کو کرنی چاہئے، اور نیک اعمال میں لگ جانا چاہئے۔

اور اس دعا میں مشرکین کے لئے یہ فہمائش ہے کہ اس دنیا میں بھی ایمان لا کر اور نیک کام کر کے نیک بندوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ، بت پرستوں کے لئے کوئی قانون اور شریعت نہیں ہوتی، اس لئے وہ من مانی زندگی بسر کرتے ہیں اور ایماندار بندوں کے لئے اللہ کی شریعت ہوتی ہے، جس کی وہ پابندی کرتے ہیں، اس لئے ان کی زندگی مثالی ہوتی ہے۔ تیسری دعا: آنے والی نسلوں میں ذکر خیر باقی رہنے کی ہے، اور ذکر خیر دین کے مقتدی کا باقی رہتا ہے، پس اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ الہی! مجھے ایسے کاموں کی توفیق عطا فرما کہ پیچھے آنے والی نسلیں میرے راستہ پر چلیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، ان کی نسل میں نبوت کے دو سلسلے چلے: اسرائیلی اور اسماعیلی۔ پہلا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پورا ہو گیا، اور دوسرا خاتم النبیین ﷺ سے شروع ہو کر تا قیام قیامت چلتا رہے گا۔

اور اس دعا میں مشرکین کے لئے یہ فہمائش ہے کہ نیکوں کے زمرہ میں شامل ہونا غایت نہیں، بلکہ مثالی شخصیت بننا مؤمن کا مطمح نظر ہونا چاہئے، پس ایمان لاؤ، اور اعمال میں آگے بڑھو، تاکہ آنے والی نسلیں تمہاری پیروی کریں۔ چوتھی دعا: جنت کے لئے کی ہے، آنے والی زندگی میں ہر مؤمن کی یہی غایت آرزو ہے، اور حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیز کی حرص کرنی چاہئے۔ دنیا کی نعمتیں تو فانی ہیں، ابدی نعمتیں جنت کی ہیں، اور جنت کی نعمتوں کی تحصیل کا طریقہ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ اور اس میں مشرکین کے لئے جو فہمائش ہے وہ ظاہر ہے۔

پانچویں دعا: باپ کی ہدایت کے لئے کی ہے، اور دعا کے ضمن میں اس کو بہت کچھ سمجھایا ہے، ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے لئے یہ دعا اس کی زندگی میں کی ہے، وطن چھوڑنے سے پہلے کی ہے، اس وقت کی ہے جب آپ باپ اور قوم کو شرک کی برائی سمجھا رہے تھے — اور زندگی میں استغفار (مغفرت طلبی) کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ الہی! اس کو ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا فرما، اور ایسی دعا مشرک و کافر کے لئے بھی اس کی حیات میں جائز ہے — پھر اس کو سنا کر کہا کہ الہی! وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے، یہ بات سن کر اس کے لئے لمحہ فکریہ پیدا ہو جانا چاہئے تھا، اور گمراہی کی دلدل سے نکل کر ایمان کی شاہ راہ پر آ جانا چاہئے تھا — پھر اس کو سنا کر دعا کی کہ خدایا! اگر میرا باپ شرک پر مرے، اور قیامت کے دن جہنم میں گیا تو میری بڑی رسوائی ہوگی، الہی! مجھے اس رسوائی سے بچا، اور میرے باپ کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرما!

اور جب باپ کے جہنم میں جانے سے بیٹے کی رسوائی ہوگی تو خود باپ کا جو جہنم میں جائے گا کیا حال ہوگا؟ مگر بیٹا

بہر حال قیامت کے دن رسوائی سے بچا لیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں خلیل اللہ عرض کریں گے: الہی! آپ کا وعدہ ہے کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کریں گے، مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے گا؟ چنانچہ ان کے باپ کی صورت مسح کر دی جائے گی، اس کی صورت بچو جیسی ہو جائے گی، اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے، کیونکہ رسوائی کا مدار شناخت پر ہے، اور جب شناخت نہ رہی تو رسوائی بھی نہ ہوگی۔

پھر آخر میں اس کو سنایا کہ قیامت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے۔ آزر بڑا مالدار تھا، وہ مندر کا مہنت تھا، اس کے پاس بے حساب مال تھا، اور بیٹا خلیل اللہ تھا، مگر آخرت میں مشرک کے کام نہ مال آئے گا نہ بیٹا، آخرت میں ایمان ہی کام آئے گا، جو اللہ کے پاس شرک سے محفوظ دل لے کر آیا اسی کی نجات ہوگی۔

مگر ہائے رے شومئی قسمت! اس کے لئے ہدایت مقدر نہیں تھی، اس لئے نہیں ملی:

تہی دستانِ قسمت راجہ سوداز رہبر کامل ❁ خضر ز آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(نقدیر پھوٹی ہو تو رہبر کامل سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ خضر ہمراہ تھے، مگر سکندر آبِ حیات سے پیسا ہی لوٹا)

قوم کا اخروی انجام: — اور جنت خدا ترسوں کے لئے نزدیک کر دی جائے گی، اور جہنم گمراہوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی — جنت اور جہنم لگواں دنیا میں موجود ہیں، مگر اس وقت دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ (پردہ) ہے، اس لئے وہ غیب ہیں، نظر نہیں آتیں، محشر میں یہ پردہ ہٹا دیا جائے گا، اس لئے پرہیزگاروں کو جنت اور گمراہوں کو دوزخ نظر آنے لگے گی، یہ قیامت کا ایک منظر ہے۔

اور گمراہوں سے کہا جائے گا: ”تم جہاں بھی رہے اللہ کے علاوہ کو پوجتے رہے! کیا وہ آج تمہاری مدد کریں گے، یا وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں؟ — یعنی تم موت تک شرک میں مبتلا رہے، آج وہ تمہارے معبود کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہیں آنے والے عذاب سے چھڑا سکتے ہیں یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں؟ عذاب سے تو کیا بچاتے وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے، خود کو بھی عذاب سے نہیں بچا سکتے، یہ قیامت کا دوسرا منظر ہے۔

پس وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر بھی دوزخ میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے — یہ ان کا آخری انجام ہے۔ اور کفار دوزخ میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے: ”بخدا! ہم کھلی گمراہی میں تھے، کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر گردانتے تھے — یعنی جہنمی جہنم میں پہنچ کر آپس میں لڑیں گے، عابد معبود کو الزام دیں گے اور معبود عابدوں کو، اور آخر کار عباد اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہو گئی کہ ہم نے ان جھوٹے معبودوں کو رب العالمین کے برابر کر دیا۔ یہ جہنم میں پہنچنے کے بعد کا پہلا منظر ہے۔

اور ہمیں بڑے مجرموں ہی نے گمراہ کیا، پس اب نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے، نہ کوئی غمگسار دوست! پس کاش ہمیں واپس جانے کا موقع مل جاتا تو ہم مسلمان ہو جاتے! — یہ آخری منظر ہے، جہنمی کہیں گے: یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں نے کرائی، اب ہم مصیبت میں گرفتار ہیں، نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے، کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کر دے یا کم از کم اس آڑے وقت میں کوئی دوست دسوزی و ہمدردی کا اظہار کرے، کاش ایک مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس جانے کا موقع مل جاتا تو ہم وہاں سے پکے ایماندار بن کر آتے، مگر اب کیا ہو جب چڑیاں چک گئیں کھیت!

بے شک اس میں یقیناً بڑی نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور آپ کے رب زبردست بڑے مہربان ہیں — یعنی مکہ والے اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، مگر امید نہیں کہ وہ عبرت حاصل کریں، اور عذاب فوراً آسکتا ہے، اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، مگر وہ بڑے مہربان بھی ہیں، اس لئے ابھی سنبھلنے کا موقع دے رہے ہیں۔

غیر مؤمن کے لئے قیامت میں خاندانی تعلق کچھ کام نہ آئے گا، نہ بیٹا، نہ باپ، نہ بیوی!

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۚ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجِرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۚ قَالُوا أَنْتُمْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذُلُونَ ۚ قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ إِنْ حَسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَنُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۚ قَالَ رَبِّ إِنْ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۚ فَاقْتَرَفْتُمُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فِتْنًا وَنَجَّيْتُ وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاجْبِنْتُهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلَاكِ الْمَشْحُونِ ۚ ثُمَّ أَخْرَقْنَا بَعْدَ الْبَاقِينَ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۚ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۚ

اور نہیں ہوں	وَمَا	پروردگار پر	عَلَى رَبِّ	جھٹلایا	كَذَّبَتْ ^(۱)
میں	أَنَا	جہانوں کے	الْعَالَمِينَ	نوح کی قوم نے	قَوْمُ نُوحٍ
ہکانے والا	يَطَّارِدُ	پس ڈرو تم	فَاتَّقُوا	رسولوں کو	الْمُرْسَلِينَ
مؤمنین کو	الْمُؤْمِنِينَ	اللہ سے	اللَّهُ	جب کہا	إِذْ قَالَ
نہیں ہوں	إِنْ	اور کہا مانو میرا	وَأَطِيعُوا	ان سے	لَهُمْ
میں	أَنَا	کہا انھوں نے	قَالُوا	ان کے برادر	أَحْوَهُمْ
مگر	إِلَّا	کیا ایمان لائیں ہم	أَتُؤْمِنُ	نوح نے	نُوحٌ
ڈرانے والا	نَذِيرٌ	تجھ پر	كَذَّ	کیا نہیں	أَلَا
کھلا	مُبِينٌ	اور پیروی کی تیری	وَأَتَّبَعَكَ	ڈرتے تم؟	تَتَّقُونَ
کہا انھوں نے	قَالُوا	رذیلوں نے	الْأَرْدُثُونَ	پیشک میں تمہارے لئے	إِنِّي لَكُمْ
بخدا اگر	لَكِنْ	کہا اس نے	قَالَ	پیغمبر ہوں	رَسُولٌ
نہیں رکا تو	لَمْ تَنْتَهُ	اور کیا	وَمَا ^(۲)	امانت دار	أَمِينٌ
اے نوح	يَنُوحُ	جانوں میں	عَلَيَّ	پس ڈرو تم	فَاتَّقُوا
تو ضرور ہوگا تو	لَتَكُونَنَّ	ان کاموں کو جو	بِمَا	اللہ سے	اللَّهُ
سنگسار کئے ہوؤں میں	وَمِنَ الْمَرْجُومِينَ	وہ کیا کرتے ہیں	كَأَنَّا يَعْمَلُونَ	اور کہا مانو میرا	وَأَطِيعُوا
کہا اس نے	قَالَ	نہیں ہے	إِنْ	اور نہیں	وَمَا
اے میرے رب	رَبِّ	ان کا حساب	حِسَابُهُمْ	مانگتا میں تم سے	أَسْأَلُكُمْ
پیشک میری قوم نے	إِنْ تَوَجَّهْتُ	مگر	إِلَّا	(تبلیغ) پر	عَلَيْهِ
جھٹلایا مجھے	كَذَّبُونِ	میرے پروردگار پر	عَلَى رَبِّي	کوئی صلہ	مِنْ أَجْرٍ
پس فیصلہ فرما	فَافْتَحْ	کاش	لَوْ	نہیں میرا صلہ	إِنْ أَخِيرَی
میرے درمیان	بَيْنِي	جانتے تم	تَشْعُرُونَ	مگر	إِلَّا

(۱) قوم: معنی مومنٹ، بمعنی جماعت ہے، اس لئے فعل مومنٹ آیا ہے۔

(۲) ما: استفہامیہ ہے، اور نافیہ بھی ہو سکتا ہے۔

وَبَيَّنَهُمْ فَتَنَّا ^(۱)	اور ان کے درمیان واضح فیصلہ	فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ	کشتی میں بھری ہوئی	وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ	اور نہیں ہیں ان کے اکثر
وَيَخْفَى وَمَنْ مَّعِيَ	اور نجات دے مجھے اور میرے ساتھیوں کو	ثُمَّ أَعْرِفْنَا بَعْدُ ^(۲)	پھر ڈوبادیا ہم نے بعد ازیں	مُؤْمِنِينَ وَأَنَّ رَّبَّكَ	ایمان لانے والے اور بیشک تیرا رب
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاُتْبِعْنَاهُ	مؤمنین میں سے پس نجات دی ہم نے اسکو	الْبَاقِينَ إِنَّ فِي ذَلِكَ	باقی لوگوں کو بے شک اس میں	لَهُوَ الْعَزِيزُ	البتہ وہ زبردست
وَمَنْ مَّعَهُ	اور اس کے ساتھیوں کو	لَا يَهُ	البتہ بڑی نشانی ہے	الرَّحِيمُ	بڑا مہربان ہے

تیسرا قصہ قوم نوح کا

نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، ان سے پہلے صرف نبی ہوتے تھے، آپ نبیوی (عراق) کے رہنے والے تھے، آپ کی عمر مبارک ہزار سال سے زیادہ ہوئی ہے۔ جب ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی، اور ساڑھے نو سو سال تک سمجھانے کے باوجود ان کی نہ سنی، اور شرک و صنم پرستی نہ چھوڑی تو نوح علیہ السلام کی بددعا سے عراق میں ایسا طوفان آیا کہ ان کے ساتھیوں کے علاوہ ہر جاندار غرقاب ہو گیا، پھر آپ ہی کی نسل سے دنیا آباد ہوئی، اس لئے آپ ”آدم ثانی“ کہلاتے ہیں۔

نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا — ایک کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر نوح نے کہا: کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں — انھوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی تھی، ان کے بتوں کے نام سورہ نوح میں آئے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم اس شرک سے بچتے نہیں! — بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں — یعنی نہایت صدق و امانت کے ساتھ حق تعالیٰ کا پیغام بے کم و کاست پہنچاتا ہوں — پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو — شرک سے بچو، اللہ کی بندگی کرو، اور اللہ کے احکام کی اطاعت کرو — اور میں تم سے اس (پیغام رسانی) پر کسی صلہ کا طلب گار نہیں ہوں، میرا صلہ تو جہانوں کے پالنہار پر ہے — ایک بے غرض اور بے لوث آدمی کی بات ماننی چاہئے — پس اللہ (کے عذاب) سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو۔

(۱) فَتَنَّا: مفعول مطلق ہے۔ (۲) بَعْدُ: کا مضاف الیہ منوی ہے اُی بعد إِنْجَاهِهِمْ۔

ان لوگوں نے جواب دیا: کیا ہم تم کو مان لیں در انحالیکہ تمہاری رذیل لوگوں نے پیروی کی ہے — کینی ذات کے کچھ لوگ تمہارے ساتھ ہوئے ہیں، ہم ان بچ لوگوں کے ساتھ تمہاری مجلس میں بیٹھیں یہ ناممکن ہے، پہلے ان کو اپنے پاس سے ہٹاؤ، پھر ہم سے بات کرو۔

نوحؑ نے کہا: ”اور میں کیا جانوں ان کاموں کو جو وہ کیا کرتے ہیں؟ ان کا حساب تو میرے پروردگار ہی لیں گے، کاش تم سمجھو! — لوگوں نے ذاتیں پیشوں کے لحاظ سے بنا رکھی ہیں، ورنہ سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، اور پیشے بدلتے رہتے ہیں، اور کسی بھی پیشے میں فی نفسہ کوئی برائی نہیں۔ پس نوح علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ مجھے مسلمانوں کے پیشوں سے کیا لینا ہے؟ میں کیا جانوں ان کاموں کو جو وہ کیا کرتے ہیں؟ اور ہر پیشہ ورجائز طریقے سے پیشہ کرتا ہے یا ناجائز طریقے سے اس کا حساب اللہ تعالیٰ لیں گے۔ مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں، کاش تمہاری سمجھ میں یہ بات آجائے۔ اور سنو! — اور نہیں ہوں میں مگر کھلا ڈرانے والا — یعنی میں اپنا فرض ادا کر چکا، تمہاری اس لغو فرمائش کا پورا کرنا ضروری نہیں۔

ان لوگوں نے کہا: ”اے نوح! بخدا! اگر تو باز نہ آیا تو ہم ضرور تجھے سنگسار کر دیں گے — یعنی رہنے دے اپنی تبلیغ! اور چپ سادھ لے! ورنہ ہم ذلت کے ساتھ تجھے قتل کر دیں گے۔

نوحؑ نے دعا کی: ”اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا، پس آپ میرے اور ان کے درمیان دو ٹوک فیصلہ فرمادیں، اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو نجات دیں — یعنی اب ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں، پس آپ میرے اور ان کے درمیان عملی فیصلہ فرمادیں، اور مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو آنے والے عذاب سے بچالیں۔

پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو بھری کشتی میں نجات دیدی، اور اس کے بعد باقی ماندہ لوگوں کو غرقاب کر دیا — کشتی میں کم وبیش اسی مردوزن تھے، باقی حیوانات (چرند و پرند) کے جوڑے تھے۔

بے شک اس میں (مکہ والوں کے لئے) بڑی نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک تیرا پروردگار زبردست بڑا مہربان ہے!

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۚ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ

اَلَا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَتَنْبُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ ۙ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ۚ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصٰنِعَ ۙ لَّعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاطِیْعُوْنَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِیْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَبَنِیْنَ ۝ وَجَنَّتِ وُعیونُ ۝ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَا اَوْعِظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ ۚ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ۝ اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِیْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ ۚ فَاهْلَكْنٰهُمْ ۚ اِنْ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةٌۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝

ۛۛۛ

کَذَّبَتْ	جھٹلایا	رَسُولٌ	رسول ہوں	الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے
عَادٌ	عاد نے	اٰمِیْنٌ	امانت دار	اَتَنْبُوْنَ ^(۱)	کیا بناتے ہو تم
الْمُرْسَلِیْنَ	رسولوں کو	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس ڈرو اللہ سے	بِكُلِّ رِیْعٍ ^(۲)	ہر اونچے مقام پر
اِذَا قَالَ	جب کہا	وَاطِیْعُوْنَ	اور کہنا تو میرا	اٰیَةً	یادگار
لَهُمْ	ان سے	وَمَا اَسْأَلُكُمْ	اور نہیں مانگتا میں تم سے	تَعْبَثُوْنَ ^(۳)	فضول کام کرتے ہو تم
اٰخُوهُمْ	ان کے برادر	عَلِیْهِ	رسالت پر	وَتَتَّخِذُوْنَ	اور بناتے ہو تم
هُودٌ	ہوڈ نے	مِّنْ اٰجِدٍ	کچھ صلہ	مَصٰنِعَ ^(۴)	بڑے بڑے محل
اَلَا	کیا نہیں	اِنْ اٰجِرِیْ	نہیں میرا صلہ	لَّعَلَّكُمْ ^(۵)	جیسے تمہیں
تَتَّقُوْنَ	ڈرتے تم	اِلَّا	مگر	تَخْلُدُوْنَ	ہمیشہ رہنا ہے
اِنِّیْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	عَلٰی رَبِّ	پروردگار پر	وَاِذَا	اور جب

(۱) اَتَنْبُوْنَ: ہمزہ استفہام، تہنوں: مضارع واحد مذکر حاضر، بناء: بنانا، تعمیر کرنا (۲) الرِّیْع: زمین کا بلند حصہ، ٹیلہ، جمع رِیْع (۳) تَعْبَثُوْنَ: جملہ تہنوں کے فاعل سے حال ہے۔ عِبْتُ: (س) عَمِلَ مَالًا فَائِدَةً فِيْهِ، فہو عابث (جمل) (۴) مَصٰنِع: ظرف مکان، جمع، واحد مَصْنَع: مکانات (ابن عباس) اونچے محل (مجاہد) دونوں تفسیروں کا حاصل ایک ہے (۵) لَعَلَّ: تشبیہ کے لئے ہے ای کانہم (ابن عباس) (بخاری سورة الشعراء، کتاب التفسیر)

اگلوں کی	الْأَوَّلِينَ	اور چشموں سے	وَعُيُونٍ	پکڑ کرتے ہو تم	بَطْشَتُمْ
اور نہیں ہیں ہم	وَمَا نَحْنُ	بے شک میں	بِأَنِّ	تو پکڑ کرتے ہو	بَطْشَتُمْ
عذاب دیئے ہوئے	بِمُعَذِّبِينَ	ڈرتا ہوں	أَخَافُ	جابر (ظالم) بن کر	جَبَّارِينَ
پس جھٹلایا انھوں نے اسکو	فَكَذَّبُوهُ	تم پر	عَلَيْكُمْ	پس اللہ سے ڈرو	فَاتَّقُوا اللَّهَ
پس ہلاک کیا ہم نے انکو	فَاهْلَكْنَاهُمْ	عذاب سے	عَذَابٍ	اور میرا کہنا مانو	وَاطِيعُونَ
بے شک اس میں	لَإِنَّ فِي ذَلِكَ	بڑے دن کے	يَوْمٍ عَظِيمٍ	اور ڈرو تم	وَاتَّقُوا
البتہ نشانی ہے	لَايَةٍ	کہا انھوں نے	قَالُوا	اس سے جس نے	الَّذِي
اور نہیں ہیں	وَمَا كَانَ	برابر ہے ہم پر	سَوَاءً عَلَيْنَا	امداد پہنچائی تم کو	أَمَدًا كُمْ
ان کے اکثر	أَكْثَرُهُمْ	خواہ نصیحت کرے تو	أَوْعَظْتُ	ان چیزوں سے جن کو	يَمَّا
ایمان لانے والے	مُؤْمِنِينَ	یادہ ہوتو	أَمْ لَمْ يَكُنْ	تم جانتے ہو	تَعْلَمُونَ
اور بیشک آپ کا رب	وَإِنَّ رَبَّكَ	نصیحت کرنے والوں سے	مِّنَ الْوَعَّظِينَ	امداد پہنچائی تم کو	أَمَدًا كُمْ
البتہ وہ	لَهُوَ	نہیں ہے یہ	إِنَّ هَذَا	چو پایوں سے	بِأَنعَامٍ
زبردست	الْعَزِيزُ	مگر	إِلَّا	اور بیٹوں	وَبَنِينَ
بڑا مہربان ہے	الرَّحِيمُ	عادت	خُلُقٍ ^(۱)	اور باغوں	وَجَنَّاتٍ

چوتھا قصہ قوم عاد کا

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد پہلی ہلاک ہونے والی قوم عادِ اولیٰ ہے، جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث کئے گئے، پھر ہود علیہ السلام اور مؤمنین جنھوں نے ایمان کی بدولت نجات پائی تھی ان کی اولاد عادِ ثانیہ کہلائی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث کئے گئے، جن کی ہلاکت کا واقعہ اگلے رکوع میں آرہا ہے۔ یہ دونوں قومیں بہت قدیم ہیں، تاریخ نے ان کے مفصل احوال محفوظ نہیں کئے۔ جو کچھ اس کے بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے وہی محفوظ ہے۔

قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر ہوڈ نے کہا: ”کیا تم (شرک سے) ڈرتے نہیں؟“ — یہ لوگ بھی قوم نوح

(۱) خُلُق: عادت، خصلت، جمع اخلاق۔

کی طرح رفتہ رفتہ شرک میں مبتلا ہو گئے تھے — بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں — اللہ کا پیغام بے کم و کاست پہنچا رہا ہوں — پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو — یہ بات امانت دار ہونے پر متفرغ ہے — اور میں تم سے اس (پیغام رسائی) پر کچھ صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو جہانوں کے پالنے پر ہے! عادات اولیٰ کی تین برائیاں:

۱- کیا تم ہر اونچے مقام پر فضول (بے فائدہ) یادگاریں بناتے ہو؟ — ان لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط منارے بنانے کا جن سے کچھ کام نہ نکلے، مگر نام ہو جائے — اور لوگوں میں جو یادگاریں قائم کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے وہ اس وقت قابل ستائش ہے جب کوئی رفاہی کام کیا جائے، مسجد، مدرسہ، پل، سڑک وغیرہ بنائی جائے، کیونکہ یہ ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہے۔ اشوک کی لاٹ، یا تاج محل جیسی عمارتیں بنانا شرعاً کوئی پسندیدہ عمل نہیں۔

(ہدایت القرآن ۵: ۱۶۹)

۲- اور بڑے بڑے محلات بناتے ہو جیسے تمہیں ہمیشہ رہنا ہے! — وہ لوگ رہنے کی عمارتیں بھی بُرے تکلف بناتے تھے اور ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے تھے، اس طرح مال ضائع کرتے تھے، ان کے عمل سے ایسا مترشح ہوتا تھا گویا انہیں ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے، اور وہ رہتی دنیا تک ان کو آباد کریں گے، مگر چند دن کے بعد نہ وہ رہے نہ ان کی عمارتیں، بلکہ آج ان کے کھنڈر بھی باقی نہیں ہیں، رہے نام اللہ کا!

۳- اور جب تم پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو! — یعنی زیر دستوں اور کمزوروں پر ظلم و ستم ڈھاتے ہو، انصاف اور نرمی کا سبق ہی انہوں نے نہیں پڑھا تھا — سو اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو — یعنی اللہ سے ڈر کر ظلم و ستم سے باز آؤ اور میری بات مانو!

ایمان کی ترغیب: — اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں کمک پہنچائی ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو، تمہیں کمک پہنچائی چو پالیوں، بیٹوں، باغوں اور چشموں سے — یعنی سوچو یہ سامان تم کو کس نے دیا ہے؟ کیا اس منعم حقیقی کا یہ حق نہیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ، اور اس کی بندگی کرو؟

فائدہ: بیٹوں کا تذکرہ آدھی بات کا تذکرہ ہے، باقی آدھی بات یعنی بیٹیوں کا تذکرہ چھوڑ دیا، اصل کو ذکر کیا تو فرع کا تذکرہ خود بخود اس میں آ گیا، فہم سامع پر اعتماد کر کے اس کو چھوڑ دیا، مگر وہ بھی مراد ہیں، کیونکہ نسل دونوں سے پھیلتی ہے، اور بیٹے بخشے کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کیا، ان کی نسل خوب پھیلی اور وہ بڑی قوم بن گئے!

ترہیب: — بے شک مجھے تمہارے بارے میں بڑے (ہولناک) دن کے عذاب کا خطرہ ہے — یعنی اگر تمہاری یہ ہی شرارت، غفلت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ قوم نوح کی طرح تم بھی کسی سخت آفت میں گرفتار نہ ہو جاؤ، اپنے انجام کو سوچو!

قوم کا جواب: — انھوں نے کہا: ہمارے لئے یکساں ہے: خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوؤ، یہ (نصیحت) تو بس اگلوں کی عادت ہے، اور ہمیں عذاب کچھ نہیں ہونا — یعنی تمہاری نصیحت بیکار ہے، ہم پر اس کا کوئی اثر پڑنے والا نہیں، کیونکہ یہ قدیم سے ایک عادت چلی آرہی ہے، لوگ نبی بن کر آتے ہیں اور عذاب سے ڈراتے ہیں، مگر عذاب و ذاب کچھ نہیں آتا، پس ہم تمہاری عذاب کی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتے!

عاد کا انجام: — پس انھوں نے ہود کو جھٹلایا، تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا — سخت آندھی چلی جس نے ان کا قصہ نمٹا دیا!

کفار مکہ کے لئے سبق: — بے شک اس میں بڑی نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپ کا رب ہی زبردست بڑا مہربان ہے!

بغیر ضرورت تعمیرات میں خرچ کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، اللہ نے دولت دی ہے تو اللہ کے راستے میں خرچ کرو

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۙ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا ۙ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِىْ اِلَّا عَلَى رِبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هُمْنَا اٰمِنِيْنَ ۙ فِىْ جَنَّتٍ وَعُيُوْنٍ ۙ وَزُرُوْعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۙ وَتَنۢجُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ يُّوۡثًا فَرٰهِيۡنَ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا ۙ وَلَا تُطِيعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يَصْلِحُوْنَ ۙ قَالُوۡا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيۡنَ ۙ مَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ فَاتِّبٰٓءِ لَا يَزِيۡرُ اِنْ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۙ قَالَ هٰذِهِ نٰۤاۤقَةُ لَهَا شَرۡبٌ وَلَكُمْ شَرۡبٌ يُّوۡمَ مَعۡلُوۡمٍ ۙ وَلَا

تَسْوَاهَا بَسْوَةً ۖ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ فَعَقَرُوا هَا فَاصْبِرُوا نَدْمِينِ ۝ فَأَخَذَهُمُ
 الْعَذَابُ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
 الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

۱۹۳

مکانات	بُيُوتًا	کوئی صلہ	مِنْ أَجَدٍ	اور جھٹلایا	كَذَّابَتْ
مہارت سے	فَرِهَيْنِ (۳)	نہیں میرا صلہ	إِنْ أَجْرِي	شمود نے	ثَمُودَ
پس اللہ سے ڈرو	فَاتَّقُوا اللَّهَ	مگر	إِلَّا	رسولوں کو	الْمُرْسَلِينَ
اور میرا کہنا مانو	وَأَطِيعُوا	پروردگار پر	عَلَى رَبِّ	جب کہا	إِذْ قَالَ
اور مت مانو	وَلَا تُطِيعُوا	جہانوں کے	الْعَالِينَ	ان سے	لَهُمْ
حکم	أَهْرًا	کیا چھوڑے جاؤ گے تم	أَتُتْرَكُونَ	ان کے برابر	أَخُوهُمْ
حد سے تجاوز کرنے والوں کا	السُّرِفِينَ	ان چیزوں میں جو	فِي مَا	صالح نے	صَلِحٌ
جو	الَّذِينَ	یہاں ہیں	هَهُنَا	کیا نہیں	أَلَا
بگاڑ پھیلاتے ہیں	يُفْسِدُونَ	بہ طمینان	الْمُتِينَ	بچتے تم	تَتَّقُونَ
زمین میں	فِي الْأَرْضِ	باغات میں	فِي جَنَّاتٍ	پیشک میں تمہارے لئے	إِنِّي لَكُمْ
اور نہیں سنوارتے	وَلَا يُصْلِحُونَ	اور چشموں	وَعُيُونٍ	رسول ہوں	رَسُولٌ
جواب دیا انھوں نے	قَالُوا	اور کھیتوں	وَزُرُوعٍ	امانت دار	أَمِينٌ
جڑیں نیست	إِنَّمَا	اور کھجوروں میں	وَنُحُلٍ	پس ڈرو اللہ سے	فَاتَّقُوا اللَّهَ
تو	أَنْتَ	جنگے گا بھی (ٹکونی)	طَلْعَهَا (۱)	اور میرا کہنا مانو	وَأَطِيعُوا
جادو زدہ ہے	مِنَ الْمُسْحَرِينَ	گتھے ہوئے ہیں؟	هَضِيمٌ (۲)	اور نہیں	وَمَا
نہیں تو	مَا أَنْتَ	اور تراشتے ہو تم	وَتُخْتَنُونَ	طلب کرتا میں تم سے	أَسْأَلُكُمْ
مگر	إِلَّا	پھاڑوں میں	مِنَ الْجِبَالِ	اس پر	عَلَيْهِ

(۱) طلوع: کھجور کا پہلا ٹکونہ، گا بھا (۲) هَضِيمٌ: بمعنی مہضوم: گتھا ہوا خوشہ یعنی پھل سے خوب بھرا ہوا خوشہ (۳) فَرَّه (ک)
 فَرَاهَةٌ: ہوشیار و ماہر ہونا مگر اس کے مفہوم میں اترا نا بھی ہے، کج کلائی ناز کو مستلزم ہے۔

بَشَرٌ	انسان	وَكُنُكُمْ	اور تمہارے لئے	فَاَخَذَهُمْ	پس پکڑ لیا ان کو
مِثْلُنَا	ہم جیسا	شَرِبُ	پانی کا حصہ ہے	الْعَذَابُ	عذاب نے
فَاَتَتْ	پس لا تو	يَوْمٍ مَّعْلُومٍ	معین دن کا	لَاَنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
رٰیٰتِهٖ	کوئی نشانی	وَلَا تَكْتُمُوْهَا	اور نہ ہاتھ لگانا اس کو	لَاٰیٰتِهٖ	البتہ نشانی ہے
اِنْ كُنْتَ	اگر ہے تو	رِسُوْةً	برائی سے	وَمَا كَانَ	اور نہیں ہیں
مِّنَ الصّٰدِقِیْنَ	سچوں میں سے	فَبَاخَذَكُمۡ	پس پکڑ لے تم کو	اَكْثَرُهُمۡ	ان کے اکثر
قَالَ	کہا صالح نے	عَذَابُ	عذاب	مُؤْمِنِیْنَ	ایمان لانے والے
هٰذِهِ	یہ	یَوْمٍ عَظِیْمٍ	بڑے دن کا	وَاِنَّ رَبَّكَ	اور بیشک آپ کا رب
نٰفَاةٌ	ایک اونٹنی ہے	فَعَقَرُوْهَا	پس ٹانگ کاٹ دی اسکی	لَهُوَ	البتہ وہ
لَهَا	اس کے لئے	فَاَصْبَحُوا	پس ہو گئے وہ	الْعَزِیْزُ	زبردست
شَرِبُ	پانی کا حصہ ہے	نٰدِیٰیْنَ	پشیمان	الزَّجِیْمُ	بڑا مہربان ہے

پانچواں قصہ قوم ثمود کا

عاد اولیٰ (قوم ہود علیہ السلام) کے بعد قوم ثمود کا نمبر آیا، یہ عاد کا ثانیہ کہلاتے ہیں۔ ثمود کا دور ترقی ہلاکتِ عاد اولیٰ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور ثمود کو فنِ تعمیر میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ وہ پہاڑوں کو تراش کر سر بفلک عمارتیں بناتے تھے، بت پرستی ان کا مذہب تھا، اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا، مگر ان بد بختوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی اور معجزہ طلب کیا، وہ معجزہ ان کو دکھایا گیا، پھر سے اللہ نے ان کی فرمائش کے مطابق ایک اونٹنی نکالی، مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لائے، پس ان کی ہلاکت کو اونٹنی کی ایذا رسانی پر معلق کر دیا، قوم میں نو آدمی سر بر آوردہ اور بڑے مفسد تھے، انھوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں تو عذابِ الہی نے انہیں آلیا۔

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر صالح نے کہا: ”کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں؟ بے شک میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں، پس اللہ سے ڈرو — یعنی شرک چھوڑو — اور میرا کہنا مانو، اور میں تم سے رسالت پر کسی صلہ کا طلب گار نہیں، میرا عوض جہانوں کے پالنہار ہی پر ہے!

کیا تم ان نعمتوں میں جو یہاں تمہیں حاصل ہیں بہ اطمینان رہنے دیئے جاؤ گے، یعنی باغات، چشموں، کھیتوں اور کھجور کے درختوں میں، جن کے گاہے خوب بھرے ہوئے ہیں؟ اور تم مہارت فن کے ساتھ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو، پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو — یعنی تمہارا کیا خیال ہے، تم ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹو گے؟ اور پہاڑوں کو تراش کر جو بلند وبالا اور پر تکلف مکان تیار کئے ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے؟ یہ سودائے خام دل سے نکال ڈالو، دنیا کی یہ باغ و بہار زندگی تو چند روزہ ہے اور آزمائش کے لئے ہے، یہ مضبوط اور سنگین عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکتیں۔ پس خدا سے ڈرو اور میرا کہنا مانو، میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں!

اور ان لوگوں کا حکم مت مانو جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، جو زمین میں بگاڑ پھیلاتے ہیں، اور اس کو سنوارتے نہیں — یعنی اگر تم ان مفسد شیطانوں کے پیچھے چلے تو تباہ ہو جاؤ گے، یہ لوگ تو زمین میں خرابی پھیلانے والے ہیں، اصلاح کرنے والے نہیں، یہ وہی نو آدمی تھے جو قوم میں سربرآوردہ اور بڑے مفسد تھے، قوم میں انہی کی چلتی تھی۔ ان لوگوں نے جواب دیا: تم پر کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے — جس سے تمہاری عقل ماری گئی ہے، اور بہکی بہکی باتیں کرتے ہو! — تم بس ہماری طرح کے ایک آدمی ہو — تم میں کوئی سرخاب کا پر نہیں لگ رہا، تم میں ہم سے کوئی بات زائد ہے جو نبی بن گئے؟ — اگر تم (دعوئے نبوت میں) سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ — صالح علیہ السلام نے پوچھا: کیا معجزہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: پتھر کی اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکال دو، جو ایسی اور ایسی ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا فرمائی، قدرتِ خداوندی سے چٹان پھٹی، اور جیسی وہ چاہتے تھے اونٹنی نکل آئی۔

صالحؑ نے کہا: یہ اونٹنی ہے، اس کی پانی پینے کی ایک باری ہے، اور تمہارے لئے ایک مقررہ دن میں پانی پینے کی ایک باری ہے — اور باری اس لئے مقرر کرنی پڑی کہ وہ اونٹنی چھٹی پھرتی تھی، اور جس جنگل میں چرنے یا جس تالاب پر پانی پینے جاتی سب مواشی بھاگ کر دور چلے جاتے، اس لئے باری مقرر کی کہ ایک دن پانی پر وہ جائے اور دوسرے دن لوگوں کے مواشی جائیں۔

اور تم اس کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا، کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے — اونٹنی کا معجزہ دیکھ کر بھی ایک شخص کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا، پس اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کے قتل کے ساتھ قوم کی ہلاکت کو معلق کر دیا — پس انھوں نے اونٹنی کی ٹانگ کاٹ دی — ایک بدکار عورت کے گھر مواشی بہت تھے، چارے پانی کی تکلیف سے اپنے ایک آشنا کو اکسایا، اس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے — پھر وہ پشیمان ہو کر رہ گئے — مگر پشیمانی بعد از وقت تھی — پس ان کو عذاب نے پکڑ لیا — ہولناک آواز نے ان کا کام تمام کر دیا (تفصیل ہدایت القرآن ۶۶:۴ میں دیکھیں)

بے شک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے، اور (کفار مکہ) کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپ کا رب زبردست بڑا مہربان ہے۔ جو باوجود قدرت کے مہلت دیتا ہے۔

ثمود عذاب کے آثار ظاہر ہونے کے بعد پشیمان ہوئے تھے، اس لئے ان کی پشیمانی ان کے کچھ کام نہ آئی

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ۚ اِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطُ اَلَا تَتَّقُونَ ۚ اِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ اَمِيْنٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۚ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجِرِيْ اِلَّا عَلَى سَرَبٍ الْعَلَمِيْنَ ۚ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعُلَمِيْنَ ۚ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ ۚ قَالُوا لَيْنَ لَّمْ تَنْتَهُ يَلُوطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ۚ قَالَ اِنِّيْ لَعَلَيْكُمْ مِنَ الْقَالِيْنَ ۚ رَبِّ بَعْنِيْ وَاهْلِيْ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۚ فَجَنَيْنَاهُ وَاَهْلَهُ اَجْمَعِيْنَ ۚ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغَابِرِيْنَ ۚ ثُمَّ دَمَرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۚ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءً ۚ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۚ

۱۹۶

رسالت پر	کلیہ	کیا ڈرتے نہیں تم؟	اَلَا تَتَّقُوْنَ	اور جھٹلایا	كَذَّبَتْ
کوئی صلہ	من اجیر	بیشک میں تمہارے لئے	اِنِّيْ لَكُمْ	قوم لوط نے	قَوْمُ لُوطٍ
نہیں ہے میرا صلہ	اِنْ اَجِرِيْ	رسول ہوں	رَسُولٌ	رسولوں کو	الْمُرْسَلِيْنَ
مگر	اِلَّا	امانت دار	اَمِيْنٌ	جب کہا	اِذْ قَالَ
پروردگار پر	عَلَى سَرَبٍ	پس ڈرو اللہ سے	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	ان سے	لَهُمْ
جہانوں کے	الْعَلَمِيْنَ	اور کہا مانو میرا	وَاَطِيعُوْنَ	ان کے برابر	اَخُوهُمْ
کیا آتے ہو تم	اَتَاْتُوْنَ	اور نہیں مانگتا میں تم سے	وَمَا اَسْأَلُكُمْ	لوط نے	لُوطُ

الدُّكْرَانُ ^(۱)	مردوں کو	اِنِّیْ	بے شک میں	الْاٰخِرَیْنَ	دوسروں کو
مِنَ الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں سے	لَعَلَّکُمْ	تمہارے کام سے	وَ اَمَطَرْنَا	اور بارش برسائی ہم نے
وَ تَذُرُوْنَ	اور چھوڑتے ہو تم	مِّنَ الْقَالِیْنَ ^(۵)	سخت نفرت کرنے والوں میں سے ہوں	عَلَيْهِمْ	ان پر
مَا خَلَقَ	جو پیدا کیا	رَبِّ	اے میرے رب!	مَطَرًا ^(۷)	بری بارش
لَّکُمْ	تمہارے لئے	نَجَّیْ	نجات دیجئے مجھے	مَطَرُ	بارش
رَبِّکُمْ	تمہارے رب نے	وَ اَهْلٰی	اور میرے گھر والوں کو	الْمُنْذِرِیْنَ	ڈرائے ہوؤں کی
مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ ^(۲)	تمہاری بیویوں سے	بِنَا	ان کاموں سے جو	لَا تُفِیْ ذٰلِکَ	بے شک اس میں
بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	یَعْمَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں	کَلٰیئَہٗ	البتہ نشانی ہے
قَوْمٌ	لوگ ہو	فَتَجْنِبْنَہٗ	پس نجات دی ہم نے اس کو	وَمَا کَانَ	اور نہیں ہیں
عَادُوْنَ ^(۳)	حد سے تجاوز کرنے والے	وَ اَهْلَکَہٗ	اور اس کے گھر والوں کو	اَکْثَرُھُمْ	ان کے اکثر
قَالُوْا	کہا انھوں نے	اَجْمَعِیْنَ	سبھی کو	مُؤْمِنِیْنَ	ایمان لانے والے
لَیِّنَ	بخدا! اگر	اِلَّا	مگر	وَ اِنَّ رَبَّکَ	اور بیشک آپ کا رب
لَمْ تَنْتَبِہْ ^(۴)	نہ باز آیا تو	عَجُوْزًا	بڑھیا کو	کَھُوْا	البتہ وہ
یَلُوْطُ	اے لوط	فِی الْعَبْرِیْنَ	پیچھے رہ جانے والوں میں	الْعَزِیْزُ	زبردست
لَتَنْکُوْنَنَّ	البتہ ہوگا تو	ثُمَّ دَعَرْنَا ^(۶)	پھر اکھڑ مارا ہم ہے	الرَّحِیْمُ	بڑا مہربان ہے
مِّنَ الْمُخْرَجِیْنَ	نکالے ہوؤں میں سے				
قَالَ	کہا اس نے				

چھٹا قصہ قوم لوط کا

شمود (عاد ثانیہ) کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ مگر ان کا قصہ ایک مناسبت سے پہلے آ گیا۔ اس

(۱) الذکران: الذکر کی جمع: مرد..... من العالمین: الذکران کی صفت ہے ای کاٹنا من العالمین (۲) من ازواجکم: میں من بیانہ ہے، ما کا بیان ہے، یعنی تمہاری بیویاں۔ اور من تبغیضہ بھی ہو سکتا ہے یعنی بیویوں کی آگے کی راہ (جلالین)
(۳) عادون: اسم فاعل جمع، مفرد: العادی: المتعدی فی ظلمہ، المتجاوز فی الحد (۴) تنہ کی اصل تنہی ہے، آخر سے یا علم کی وجہ سے حذف ہوئی، انتہاء: باز آنا (۵) القالین: اسم فاعل، جمع، مفرد القالی، مادہ قلّی: سخت نفرت کرنے والا، بیزار ہے

لئے اب قوم لوط کا قصہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت لوط: حضرت ابراہیم علیہما السلام کے معاصر اور چچا زاد بھائی ہیں، جو سدوم اور عمورہ کی بستیوں کی طرف مبعوث کئے گئے، یہ بستیاں اُسی جگہ واقع تھیں جہاں اب بحر میت ہے۔ یہ قوم شرک کے علاوہ طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا تھی، ان کی سب سے گھناؤنی برائی ان کی لڑکوں سے دلچسپی تھی، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے پس ان کا تختہ الٹ دیا گیا۔

قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے ان کے برادر لوط نے کہا: ”کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں، پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، اور میں تم سے رسالت پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو رب العالمین پر ہے۔“ حضرت لوط علیہ السلام کو اس قوم کا برادر (فرد) انسان ہونے کے اعتبار سے، اور ان کی بستیوں میں بس جانے کے اعتبار سے کہا گیا ہے، ورنہ آپ ان کے علاقہ میں پر دیسی تھے۔ مگر لمبا عرصہ ان میں قیام کرنے کی وجہ سے اس قوم کا فرد بن گئے تھے۔

کیا دنیا جہاں والوں میں سے تم ہی مردوں کو آتے ہو؟ اور تم چھوڑتے ہو اپنی ان بیویوں کو جن کو تمہارے لئے تمہارے پروردگار نے پیدا کیا ہے! بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو! — یعنی سارے جہاں میں سے تم ہی اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہو، تمہارے علاوہ دنیا جہاں کے لوگوں میں سے کوئی یہ بری حرکت نہیں کرتا، جبکہ تمہارے لئے جائز محل موجود ہے، تمہارے گھروں میں تمہاری بیویاں ہیں، مگر تم ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتے، اور تم اس بد فعلی کے علاوہ اور بھی برائیوں میں مبتلا ہو، وہ لوگ رہ زنی کرتے تھے، تاجروں کو عجیب طرح سے لوٹ لیتے تھے اور ناپ تول میں کمی کرتے تھے (لغات القرآن ۵: ۲۳۳)

انہوں نے کہا: ”اے لوط! بخدا! اگر تو باز نہ آیا تو تجھے شہر بدر کر دیا جائے گا۔“ قوم کا جواب تھا کہ لوط کو اپنی بستی سے نکال کر باہر کرو، یہ بڑا پاک بار بنتا ہے، ہم گندوں میں اس کا کیا کام! لوط نے کہا: بے شک میں تمہارے کاموں سے سخت بیزار ہوں — یعنی میں بھی تمہاری بستیوں میں رہنا نہیں چاہتا، مگر اللہ کا حکم ہے اس لئے ٹھہرا ہوا ہوں۔

لوط کی دعا: — اے میرے رب! مجھے اور میرے متعلقین کو ان کاموں سے نجات بخش جو وہ کرتے ہیں — ان کے برے کاموں کی نحوست اور وبال سے ہم کو بچا، اور انہیں غارت فرما! → ہونے والا (۶) تلمذ: اکھیر مارنا (۷) مطرواً: مفعول مطلق، بیان نوعیت کے لئے یعنی بری بارش۔

قوم کا انجام: — پس ہم نے اس کو اور اس کے متعلقین کو سبھی کو نجات دی، مگر بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی، پھر اکھڑ مارا ہم نے دوسروں کو، اور برساتی ہم نے ان پر بری بارش، سو کیسی بری بارش تھی جو ان لوگوں پر برسی جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا تھا! — حضرت لوط علیہ السلام فرشتوں کے کہنے سے مع متعلقین بستی سے ہجرت کر گئے، مگر ان کی بوڑھی بیوی نے ساتھ نہ دیا، وہ اسی قوم کی تھی، درپردہ کافر تھی، اور قوم کی برائیوں سے دلچسپی رکھتی تھی، چنانچہ اس نے ساتھ چلنے سے انکار کیا، اور انہی کے ساتھ ہلاک ہوئی، اور دوسری بیوی اور بیٹیاں ساتھ چلیں اور انھوں نے نجات پائی، اور داماد ساتھ چلے یا نہیں؟ یہ بات معلوم نہیں، بائبل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساتھ نہیں چلے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹ دیا، اور آسمان سے نوکیلے پتھر برسائے، سو وہ ڈھیر ہو کر رہ گئے۔

بے شک اس (واقعہ) میں عبرت ہے، اور ان (کفار مکہ) کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپ کا رب زبردست بڑا مہربان ہے! — وہ فوری عذاب بھیج سکتا ہے، مگر نہیں بھیجا، بلکہ سنبھلنے کا موقعہ دیا۔

لوٹی پر دیوار گرانا یا بلند مقام سے نیچے پھینک کر ہلاک کرنا جائز ہے، قوم لوط اسی طرح ہلاک کی گئی، ان کی بستیوں کو اوپر اٹھا کر الٹا زمین پر پھینک دیا!

كَذَّبَ أَصْحَابُ الْمِرْثَلِ ۖ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ ۙ أَلَا تَتَّقُونَ ۚ إِنِّي كُنتُمْ رَسُولَ أَمِينٍ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۚ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۚ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعَثُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۚ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِلَّةَ الْأُولَىٰ ۚ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۚ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَذِبِينَ ۚ فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۖ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۚ قَالَ رَبِّ ۖ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُم عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۚ

اور نہیں ہو تم	وَمَا أَنْتَ	بیانہ	الْكَيْلِ	جھٹلایا	كَذَّبَ
مگر	إِلَّا	اور مت ہو	وَلَا تَكُونُوا	بن والوں نے	أَصْحَابُ لَيْكَةِ ^(۱)
انسان	بَشَرٌ	گھٹانے والوں سے	مِنَ الْمُخْسِرِينَ	رسولوں کو	الْمُرْسَلِينَ
ہی جیسے	وَمِثْلَنَا	اور تو لو	وَزِنُوا	جب کہا	إِذْ قَالَ
اور بیشک	وَرَأَى	ترازو سے	بِالْقِسْطِ	ان سے	لَهُمْ
ہم تجھے گمان کرتے ہیں	تُظَنُّكَ	سیدھی	الْمُسْتَقِيمِ	شعیب نے	شُعَيْبٌ
یقیناً جھوٹوں میں سے	لَمِنَ الْكَذِبِينَ	اور مت گھٹا کر دو	وَلَا تَبْخُسُوا	کیا نہیں	أَلَا
پس گرا دے	فَاسْقِطْ	لوگوں کو	النَّاسَ	بچتے تم (شرک سے)	تَتَّقُونَ
ہم پر	عَلَيْنَا	ان کی چیزیں	أَشْيَاءَهُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	إِنِّي لَكُمْ
ٹکڑے	كَسْفًا ^(۳)	اور مت پھیلو	وَلَا تَعْشُوا ^(۲)	رسول ہوں	رَسُولٌ
آسمان سے	مِّنَ السَّمَاءِ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ	امانت دار	أَمِينٌ
اگر ہے تو	إِنْ كُنْتَ	خرابی ڈالتے ہوئے	مُفْسِدِينَ	پس ڈرو اللہ سے	فَاتَّقُوا اللَّهَ
بچوں سے	مِنَ الصَّادِقِينَ	اور ڈرو	وَاتَّقُوا	اور کہا مانو میرا	وَاطِيعُونَ
کہا میرا رب	قَالَ رَبِّي	اس سے جس نے	الَّذِي	اور نہیں مانگتا میں تم سے	وَمَا أَسْأَلُكُمْ
خوب جانتا ہے	أَعْلَمُ	پیدا کیا تم کو	خَلَقَكُمْ	رسالت پر	عَلَيْهِ
ان کاموں کو جو تم کرتے ہو	بِمَا تَعْمَلُونَ	اور خلقت کو	وَالْجِبِلَّةَ ^(۳)	کوئی صلہ	مِنْ أَجْرٍ
پس جھٹلایا انھوں نے اسکو	فَكَذَّبُوهُ	اگلی	الْأَوَّلِينَ	نہیں ہے میرا صلہ	إِنْ أَجِدْ
پس پکڑ لیا ان کو	فَأَخَذَهُمْ	کہا انھوں نے	قَالُوا	مگر پروردگار پر	إِلَّا عَلَى رَبِّ
عذاب نے	عَذَابٌ	جزیں نیست تم	إِنَّمَا أَنْتَ	جہانوں کے	الْعَالَمِينَ
ساتبان کے دن کے	يَوْمِ الظُّلُمِ	جادو زدوں سے ہو	مِنَ الْمُسْحَرِينَ	پورا بھرو	أَوْفُوا

(۱) الْاَيْكَةُ: گھٹا جنگل، بن، اَيْك (س) الشجر اَيْكاً: درخت کا گنجان اور گھٹا ہونا (۲) عَطَا (ن) عَطَاً وَغَطَاً: فساد انگیزی کرنا، زبردست فساد برپا کرنا (۳) الْجِبِلَّة: قوم، امت، خلقت، مخلوق، جَبَلَ اللہ الخلق: پیدا کرنا، ڈھالنا، صورت بنانا (۴) الْكَسْفَةُ: کسی چیز کا ٹکڑا، جمع كَسَفٌ وَكَسَفٌ۔

لَئِنْ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ	بے شک وہ تھا عذاب	لَا يَئِيَّ وَ مَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ	البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں ان کے اکثر ایمان لانے والے	وَإِنْ رَبِّكَ لَهْوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ	اور بیشک آپ کا رب البتہ وہ زبردست بڑا مہربان ہے
-------------------------------------	-------------------	---	--	---	---

ساتواں قصہ ایکہ والوں کا

قوم لوط سے متصل زمانہ قوم شعیب کا ہے، سورہ ہود (آیت ۸۹) میں حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ قول ہے: ﴿وَمَا قَوْمٌ لُّوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ﴾ اور قوم لوط تم سے دور زمانہ میں نہیں یعنی ابھی ماضی قریب میں وہ تباہ ہوئی ہے، اس لئے اب آخر میں قوم شعیب کی تباہی کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے، مگر چونکہ فرعونوں کی تباہی کا واقعہ مفصل اور اہل مکہ کے لئے زیادہ اہم تھا اس لئے اس کو سب سے پہلے بیان کیا ہے۔

مدین والے اور ایکہ والے ایک ہیں یا الگ الگ؟ اس میں اختلاف ہے:

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلے ہیں، مدین متمدن اور شہری قبیلہ تھا، اور اصحاب الایکہ بدوی اور بن (جنگل) میں آباد تھے، حضرت شعیب علیہ السلام پہلے مدین والوں کی طرف مبعوث کئے گئے، پھر ان کی ہلاکت کے بعد ایکہ والوں کی طرف مبعوث کئے گئے۔

۲۔ دوسری رائے یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں، مدین ان کا شہر تھا، اور علاقہ ان کا بہت شاداب تھا اس لئے ان کو ایکہ والے (گھنے جنگل والے) بھی کہتے تھے۔

۳۔ اور ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ایکہ ایک خاص درخت کا نام تھا جس کی وہ قوم پرستش کرتی تھی، اس لئے جب ایکہ والے کہا تو حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کا ”برادر“ نہیں کہا، کیونکہ برادر قومی، نسبی اور رہائشی تعلق سے کہا جاتا ہے۔

بہر حال رائج یہی ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہیں، باپ (قبیلہ) اور شہر کی نسبت سے ان کو اصحاب مدین کہا جاتا ہے۔ اور علاقہ سرسبز ہونے کی وجہ سے یا خاص درخت کی پرستش کرنے کی وجہ سے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں دونوں کی برائیاں ایک ہی ذکر کی گئی ہیں، وہی ڈنڈی مارنا اور کم ناپنا تولنا ان کی ہلاکت کا باعث بنا ہے۔

اور مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا نام ہے، جس کی اولاد بڑی قوم بن گئی تھی۔ تورات میں

ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک تیسری بیوی قطورا تھی، جس سے سات لڑکے تولد ہوئے تھے، ان میں سے ایک لڑکا مدین یا مدیان تھا، اس کے نام پر شہر، علاقہ اور قوم موسوم تھی، اور اس کی طرف شعیب علیہ السلام مبعوث کئے گئے تھے۔

اصحاب الایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا

(یاد کرو) جب ان سے شعیبؑ نے کہا: ”کیا تم (شرک سے) بچتے نہیں؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، اور میں تم سے رسالت پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو رب العالمین پر ہے! — یہی سب نبیوں کی مشترک دعوت ہے، اور اسی لئے ایک رسول کی تکذیب کو سب رسولوں کی تکذیب کہا گیا ہے۔

تم لوگ پیانہ پورا بھرا کرو، اور (صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو، اور سچی ترازو سے تولا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دیا کرو — کچھ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی ہیں اور کچھ چیزیں تول کر۔ اور قدیم زمانہ میں زیادہ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں، تولنے کی چیزیں کم تھیں، اب معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ اب زیادہ تر چیزیں تول کر بیچی جاتی ہیں، اور قدیم زمانہ میں دونوں قسم کی چیزوں کے تاجر بھی الگ الگ ہوتے تھے، اس لئے شعیب علیہ السلام نے کیل والوں کو الگ سمجھایا، اور وزن والوں کو الگ، اور ہر ایک کو مثبت و منفی دونوں پہلوؤں سے سمجھایا، تاکہ بات خوب ذہن نشین ہو جائے، پس کلام میں تکرار کا شبہ نہ کیا جائے۔

اور شعیب علیہ السلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ معاملات میں خیانت اور بے انصافی مت کرو، جس طرح لیتے وقت پورا ناپ تول کر لیتے ہو، دیتے وقت بھی پورا ناپ تول کر دیا کرو۔

اور زمین میں فساد مت مچایا کرو — سورۃ الاعراف (آیت ۸۶) میں ہے: ﴿وَلَا تَفْعَلُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصْلُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ، وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا﴾ اور مت بٹھو ہر راہ پر، ڈراتے دھمکاتے ہو، اور ایمان لانے والوں کو راہ خدا سے روکتے ہو، اور اس راہ میں کچی تلاش کرتے ہو۔ یہی مضمون اس آیت میں بھی ہے۔

اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو اور گزشتہ اقوام کو پیدا کیا ہے — یعنی تم سے پہلے بہت سی قومیں شرارتوں کی وجہ سے ہلاک کی جا چکی ہیں، جس نے ان کو وجود بخشا تھا اسی نے ان کو ہلاک کیا۔ تمہیں بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔ وہ تمہیں بھی تمہاری شرارتوں کی وجہ سے ہلاک کر سکتے ہیں۔

ان لوگوں نے جواب دیا: تجھ پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے، اور تو محض ہماری طرح کا ایک آدمی ہے، اور ہم تو تجھے جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں، پس اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے! — یعنی عذاب لے آ!

شعیبؑ نے کہا: میرا پروردگار تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے — یعنی وہی جانتا ہے کہ کس جرم پر کس وقت اور کتنی سزا ملنی چاہئے، عذاب لے آنا میرے اختیار کی بات نہیں۔

قوم کا انجام: — سوان لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا، پس ان کو سائبان کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بیشک وہ ہولناک دن کا عذاب تھا — سائبان کے دن کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب پر سخت گرمی مسلط کی، چنانچہ ان کو نہ مکان کے اندر چین آتا تھا نہ باہر، پھر ان کے گھنے جنگل میں ایک گہرا بادل آیا، جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی، ساری قوم دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئی، اس بادل نے ان پر بجائے پانی کے آگ برسادی جس سے سب بھسم ہو کر رہ گئے۔

اور اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے، اور ان (کفار مکہ) کے اکثر ایمان لانے والے نہیں، اور بے شک آپؐ کا رب بڑی قدرت والا بڑا مہربان ہے — جو عذاب بھیج سکتا ہے، مگر مہلت دے رکھی ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبْرِ الْأَوَّلِينَ ۝ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۝ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ كَذَلِكَ سَكَّنَهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

وَإِنَّهُ	اور بیشک وہ (قرآن)	الْأَمِينُ	امانت دار	عَرَبِيٍّ	عربی
لَتَنْزِيلُ	بتدریج اتارنا ہے	عَلَى قَلْبِكَ	آپ کے دل پر	مُبِينٍ	واضح
رَبِّ الْعَالَمِينَ	جہانوں کے پالنہار کا	لَتَكُونَ	تاکہ ہوں آپ	وَإِنَّهُ	اور بیشک وہ (قرآن)
نَزَلَ	اتارا ہے اس کو	مِنَ الْمُنْذِرِينَ	ڈرانے والوں میں سے	لَفِي زُبْرِ	البتہ کتابوں میں ہے
بِهِ الرُّوحُ	روح (جبریلؑ) نے	بِلِسَانٍ	زبان میں	الْأَوَّلِينَ	انگوں کی

(۱) بہ: باتعدیہ کی ہے (۲) علی قلبک اور بلسان: نَزَلَ کے ساتھ متعلق ہیں (۳) الزُّبُر: الزُّبُور کی جمع: لکھی ہوئی کتاب، زَبَر الکتاب: کتاب لکھنا۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ لَهُمْ آيَةٌ ^(۱) اَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاؤُا بَنِي اِسْرَآءِیْلَ وَلَوْ	کیا اور نہیں ہے ان کے لئے بڑی نشانی (دلیل) یہ بات کہ جانتے ہیں اس کو (قرآن یا نبی کو) جاننے والے بنی اسرائیل کے اور اگر	تَوَلَّيْنَهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ^(۲) فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوْا بِهِ مُؤْمِنِيْنَ كَذٰلِكَ	بتدریج اٹارتے ہم اس کو کسی پر غیر عربی پس وہ اس کو پڑھتا ان (عربوں) کے سامنے (تو بھی) نہیں تھے وہ اس پر ایمان لانے والے اسی طرح	سَكَنَتْهُ ^(۳) فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِه حَقًّا يَّوْا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ	پیوست کی ہے ہم نے وہ (تکذیب) دلوں میں بدکاروں کے نہیں ایمان لائیں گوہ اس (قرآن یا نبی) پر یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ عذاب کو دردناک
---	---	---	---	--	---

رابطہ: قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ سورۃ الفرقان اور سورۃ الشعراء کا خاص موضوع: رسالت اور دلیل رسالت (قرآن کریم) ہے، ان دونوں سورتوں میں مکذبین کے ممکنہ اشکالات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ اور تکذیب پر دھمکی اور مکذبین کا برا انجام بھی بیان کیا ہے۔ اور اس سورت کے آغاز میں قرآن کریم کا ذکر تھا، اور اس کی تکذیب پر دھمکی دی تھی، پھر مکذبین حق کے ساتھ واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اب پھر مضمون سابق کی طرف عود ہے۔

اور اس آخری رکوع میں آٹھ باتیں بیان کی ہیں، زیر تفسیر آیات میں ان میں سے دو باتیں ہیں:

۱۔ قرآن کی حقانیت کا بیان، اس کے نزول کا مقصد، اور اس کے کلام الہی ہونے کے دلائل۔

۲۔ اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ حامل قرآن (محمد ﷺ) عربی اور فصیح ہیں، پس ممکن ہے قرآن انہی کا بنایا ہوا

ہو۔ اگر کوئی غیر عربی یہ قرآن پیش کرتا تو ہم مان لیتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

پہلی بات: — اور یہ قرآن بے شک جہانوں کے پالہار کا بتدریج نازل کیا ہوا کلام ہے، اس کو امانت دار

فرشتے (جبرئیل) نے اتارا ہے، آپ کے دل پر تا کہ آپ من جملہ ڈرانے والوں کے ہو جائیں — یعنی قرآن کریم

وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے اتارا ہے، جبرئیل امین لے کر اترے ہیں، اور وہ آپ کے

پاک و صاف قلب پر اتاری گئی ہے، تا کہ آپ اس کے ذریعہ فریضہ نبوت انجام دیں — ان آیات میں چار باتیں ہیں:

(۱) آیت: کان کی خبر مقدم ہے، اور جملہ ان يعلمہ: اسم مؤخر ہے۔ (۲) الْاَعْجَمِیْم: غیر عربی (خواہ واضح کلام کرتا ہو) جمع اَعْجَمِیْم

(۳) سَلَكَ (ن) سَلَكَا وَسَلُّوْا کا الشَّيْءُ فِي الشَّيْءِ: ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا، پرونا، پیوست کرنا۔

۱- اللہ کی صفات میں سے صفت ربوبیت کا تذکرہ اس لئے کیا کہ یہی صفت بعثتِ انبیاء کا باعث ہے، رب: وہ ہستی ہے جو کسی مخلوق کو پیدا کرے، پھر اس کی بقاء کا سامان کرے، پھر اس کو بتدریج ترقی دے کر منجائے کمال تک پہنچائے ہو انشاء الشیء حالاً فحالاً إلی حد العمام (مفردات) جس ہستی میں یہ تین باتیں جمع ہوں وہ رب ہے، اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہیں: ولا یقال الرب مطلقاً إلا للہ تعالیٰ، المتکفل بمصلحة الموجودات (مفردات راغب)

اور انسان: روح اور بدن کا مجموعہ ہے، دیگر حیوانات میں روح کوئی معنی نہیں رکھتی، اس لئے ان کی صرف جسمانی ضرورتیں ہیں، اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: جسمانی اور روحانی۔ چنانچہ انسان کی جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے سارا عالم بنایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾: وہ ذاتِ پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب [البقرہ ۲۹۹] اور روحانیت کی تکمیل و ترقی کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، تاکہ ربانی تعلیمات پر عمل کر کے انسان خود کو مراتب کمال تک پہنچائے۔

الحاصل: قرآن کریم کا نزول ربوبیت کے تقاضے سے ہوا ہے۔ اس لئے رب العالمین کو خاص کیا۔

۲- پھر جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے روزِ رزوکلام نہیں فرماتے۔ یہ بات انسان کی طاقت سے باہر ہے: ﴿وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحِیًا اَوْ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فِیْوَحِیْ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ، اِنَّہٗ عَلِیُّ حَکِیْمٌ﴾: اور کسی بشر کی (بحالتِ موجودہ) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماویں، مگر (تین طریقوں سے) یا تو الہام سے، یا حجاب کے پیچھے سے، یا کسی فرشتہ کو بھیج کر کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہو پیغام پہنچائے، بیشک وہ بڑا عالی شان بڑی حکمت والا ہے [الشوریٰ ۵۱]

چنانچہ قرآن کریم حضرت جبریل علیہ السلام کے توسط سے وحی کیا، اور اس فرشتہ کا لقب روح (حیات) رکھا، کیونکہ اس کی لائی ہوئی وحی لوگوں کی دینی حیات کا ذریعہ بنی، اس لئے مسبب کا نام سبب کو دیدیا۔ پھر اس کی صفت امین (امانت دار) ذکر کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نے وحی میں قطعاً کوئی خیانت نہیں کی، بے کم و کاست وحی پہنچائی ہے۔

۳- اور آپ ﷺ کے ”دل“ کی تخصیص اس لئے کی کہ دل ہی مدد رک (سمجھنے والا) ہے۔ کان میں بات پڑی اور دل نے نہ سمجھی تو کیا فائدہ؟ اور جب گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی تھی تو اس کو دل ہی بوجھتا تھا۔

۴- آخر میں نزولِ قرآن کی غرض بیان کی کہ قرآن کریم آپ ﷺ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو نتائجِ اعمال سے آگاہ کریں، جو نہ مانیں ان کو ڈرائیں، اور جو مان لیں ان کو خوش خبری سنائیں۔ پس آیت میں آدھا مضمون ہے۔ باقی آدھا فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے۔

قرآن کے کلام اللہ ہونے کی دو دلیلیں: داخلی اور خارجی

ارشاد فرماتے ہیں: (قرآن نازل فرمایا ہے:) صاف عربی زبان میں — یعنی قرآن نہایت فصیح، واضح اور شگفتہ عربی زبان میں ہے، اور تم اہل لسان ہو، فصاحت و بلاغت کے دعوے دار ہو، قصیدے لکھ لکھ کر کعبہ شریف میں لٹکاتے ہو، تمہارے لئے اس کلام کی خوبیوں کا ادراک کرنا کیا مشکل ہے؟ خود قرآن میں غور کرو، اور چاہو تو مقابلہ کر دیکھو، خود تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ یہ اللہ کے علاوہ کا کلام نہیں ہو سکتا، پس یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی داخلی دلیل ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف قرآن کے مضامین آپ ﷺ کے دل پر نہیں اتارے گئے، بلکہ الفاظ اور معانی سب وحی سے قلب مبارک پر اتارے گئے ہیں۔

اور بے شک وہ (قرآن یعنی قرآن کا تذکرہ) پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں ہے — یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی خارجی دلیل ہے۔ قرآن کی اور اس کے لانے والی کی خبر پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود ہے، گذشتہ انبیاء برابر اس کی پیشین گوئی کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بہت سی تحریفات کے اب تک ایک ذخیرہ ایسی پیشین گوئیوں کا پایا جاتا ہے، مثلاً:

تورات، کتاب استثناء، باب ۱۸ آیات ۱۸ و ۱۹ میں ہے: ”میں ان کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے (یعنی بنی اسماعیل میں سے) تیری مانند (یعنی موسیٰ علیہ السلام کی مانند) ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا، اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے میں اس کا حساب اس سے لوں گا“

ایک سوال کا جواب: مشرکین مکہ جو امی (ناخواندہ) تھے کہہ سکتے تھے کہ ہم گذشتہ نبیوں کی کتابوں کو کیا جانیں؟ ہم تو پڑھے لکھے نہیں! پس یہ حوالہ (خارجی دلیل) بے فائدہ ہے!

جواب: — اور کیا یہ بات ان کے لئے بڑی دلیل نہیں کہ اس کو بنی اسرائیل (یہود و نصاری) کے علماء جانتے ہیں؟ — یعنی آخری نبی اور قرآن کی خبر صرف کتابوں میں نہیں، بلکہ علماء کے سینوں میں بھی ہے۔ اہل کتاب کے علماء اس پیشین گوئی کو جانتے ہیں۔ ان سے پوچھ لو، عیسائی مکہ میں ہیں اور یہودی مدینہ میں۔ اور تم دوڑ دوڑ کر مدینہ میں یہود سے امتحانی سوال بنوانے جاتے ہو، پس یہ بات بھی ان سے پوچھتے آؤ، وہ تمہیں بتائیں گے کہ آخری نبی اور آخری کتاب کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے۔

دوسری بات: ایک سوالیہ مقدمہ کا جواب ہے۔ مشرکین مکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن پیش کرنے والے عربی اور فصیح

ہیں، پس ممکن ہے قرآن انہی کا بنایا ہوا ہو، اگر کسی عجمی پر عربی قرآن اترتا تو ہم اس کو اللہ کا کلام مان لیتے، کیونکہ اس صورت میں یہ احتمال نہیں رہتا کہ پیش کرنے والے نے خود بنایا ہے۔ آگے اس کا جواب ہے:

اور اگر ہم اس کو بتدریج اتارتے کسی عجمی (غیر عربی) پر، پھر وہ اس کو ان (مکہ والوں) کے سامنے پڑھتا، تو (بھی) وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں تھے — اس وقت وہ کچھ اور احتمالات نکالتے:

۱- کہتے کہ کسی نے اس کو رٹا دیا ہے، جیسے عجمی بچے بے سمجھے قرآن رٹ کر شاندار سناتے ہیں۔

۲- یا کہتے کہ یہ نبی تو طوطا ہے، رٹی رٹائی سناتا ہے۔

۳- یا کہتے کہ عجیب بات: پیغام عربی اور حامل پیغام عجمی! کیا اللہ کو نبی بنانے کے لئے کوئی عربی نہیں ملا۔

غرض: ناچنا نہیں آنگن ٹیڑھا! وہ بہر حال ایمان نہ لاتے!

اس طرح اس (تکذیب) کو ہم نے مجرموں کے دلوں میں پیوست کیا ہے — یہ ایک خدائی ضابطہ ہے: جو آدمی جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے، اور اپنی صلاحیتوں کو شرارت اور سرکشی میں لگا دیتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتے ہیں، اور اس کے اعمال بد کو اس کی نظر میں مرغوب کر دیتے ہیں: ﴿زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ﴾ [النمل ۴] مکہ کے تکذیب کرنے والوں کو بھی تکذیب میں بڑا مزہ آرہا ہے، یہی تکذیب کو دلوں میں پیوست کرنا ہے۔

فَيَا تِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ۚ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۚ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۚ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمْتَعُونَ ۚ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرِينَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ۚ ذِكْرَىٰ ۚ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ۚ

اگر	اِنْ	کیا ہم	هَلْ نَحْنُ	پس آئیگا وہ ان کے پاس	فَيَا تِيَهُمْ
فائدہ اٹھانے دیں ہم انکو	مَتَّعْنَاهُمْ	ڈھیل دیئے ہوئے ہیں	مُنْظَرُونَ	اچانک	بَغْتَةً
کئی سال	سِنِينَ	کیا پس ہمارے عذاب میں	أَفَبِعَذَابِنَا	در انحالیکہ وہ	وَهُمْ
پھر پہنچے ان کو	ثُمَّ جَاءَهُمْ	جلدی مچاتے ہیں وہ	يَسْتَعْجِلُونَ	محسوس نہیں کریں گے	لَا يَشْعُرُونَ
وہ عذاب جو	مَا كَانُوا	کیا پس دیکھا تو نے (بتلا)	أَفَرَأَيْتَ	پس کہیں گے وہ	فَيَقُولُوا

يُوعَذِّوْنَ مَا آخِثِي ^(۱) عَنْهُمْ فَا	وعدہ کئے گئے ہیں وہ نہیں کام دے گا ان کو وہ سامان جس سے	كَانُوا يُبْتَغُونَ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِ إِلَّا لَهَا	فائدہ پہنچائے گئے تھوہ اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بھی بستی مگر اس کے لئے	مُنْذِرُونَ ذِكْرِي ^(۲) وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ	ڈرانے والے ہیں نصیحت کے لئے اور نہیں ہیں ہم ظلم کرنے والے
--	--	---	--	---	--

مشرکین مکہ ایمان کب لائیں گے؟ اور عذاب کا ضابطہ کیا ہے؟

زیر تفسیر آیات میں دوسری دو باتیں بیان کی ہیں:

۱- منکرین مکہ اس وقت ایمان لائیں گے جب ان پر عذاب کا کوڑا برسے گا، مگر جب چڑیاں کھیت چک جائیں تو واویلا مچانے سے فائدہ کیا؟ ابھی بروقت ایمان لائیں تو ایک بات بھی ہے۔

۲- قوموں کی ہلاکت اتمام حجت کے بعد ہوتی ہے، اس کے بغیر تباہی ڈالنا ظلم تصور کیا جاسکتا ہے، اور اتمام حجت اب ہو رہا ہے، پس عذاب آنے میں دیر کیا ہے؟

تیسری بات: وہ (مشرکین مکہ) اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب نہیں دیکھیں گے، پس وہ عذاب ان کو اچانک پہنچے گا، اور ان کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑے گی۔ چنانچہ سان گمان کے بغیر میدانِ بدر میں لقمہ اجل بن گئے!

پس (جب عذاب سر پہ آکھڑا ہوگا تو) وہ کہیں گے: کیا ہم ڈھیل دیئے ہوئے ہیں؟ — کیا ہمیں تھوڑی سی مہلت مل سکتی ہے کہ توبہ کر کے اور پیغمبر کا اتباع کر کے آئیں — پس کیا وہ ہمارے عذاب کے بارے میں جلدی مچاتے ہیں؟ عذاب کوئی خوانِ نعمت نہیں کہ بے چینی سے اس کا انتظار کیا جائے! — بتا اگر ان کو دنیا سے فائدہ اٹھانے کا کئی سال تک موقع دیں، پھر ان کو وہ عذاب پہنچے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے، تو کیا وہ سامان ان کو کچھ نفع پہنچائے گا جو ان کو برتنے کے لئے دیا گیا ہے؟ — یعنی سالہا سال کی ڈھیل اور مہلت جو دی گئی تھی اس وقت کچھ کام نہ آئے گی، اور نہ دنیا کا مال و منال جو چند روز فائدہ اٹھانے کے لئے دیا گیا ہے کچھ نفع پہنچائے گا، سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لا دچلے گا بخارا!

(۱) ما: نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہام انکاری کے لئے بھی، اور دونوں کا مفاد ایک ہے (۲) ذکر: مفعول لہ کی جگہ میں ہے، اور منذرون سے حال بھی ہو سکتا ہے۔

چوتھی بات عذاب کا ضابطہ: — اور ہم نے کوئی بستی غارت نہیں کی مگر ان کے پاس ڈرانے والے بھیجے ہیں، نصیحت کرنے کے لئے، اور ہم ظلم کرنے والے نہیں! — یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کا تختہ یوں ہی ایک دم الٹ نہیں دیتے، عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دیتے ہیں، اور ہوشیار کرنے کے لئے پیغمبر بھیجتے ہیں، جب کسی طرح لوگ نہیں مانتے تو آخر میں غارت کئے جاتے ہیں۔

اور ہم ظلم کرنے والے نہیں: یعنی اگر عذاب بھیجنے کے لئے یہ ضابطہ ردِ عمل نہ لایا جائے، اور بے خبری میں مجرموں کو پکڑ لیا جائے تو کوئی اس کو ظلم تصور کر سکتا ہے، حالانکہ اللہ کی بارگاہِ ظلم سے پاک ہے!

وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيْطَانُ ۚ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ۖ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ۚ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ۚ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۖ وَخُفِضَ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِئٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۚ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۚ الَّذِي يَرِيكَ حِينَ تَقُومُ ۖ وَتَقْلُبُكَ فِي السَّجْدِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۚ

وَمَا	اور نہیں	لَمَعْزُولُونَ	قطعاً دور رکھے ہوئے ہیں	وَخُفِضَ	اور جھکا
تَنْزَلَتْ	بتدریج اتارا	فَلَا تَدْعُ	پس نہ پکار	جَنَاحَكَ	اپنا بازو
بِهِ	قرآن کو	مَعَ اللَّهِ	اللہ کے ساتھ	لِمَنِ	اس کے لئے جس نے
الشَّيْطَانُ	شیاطین نے	إِلَهًا آخَرَ	دوسرے معبود کو	اتَّبَعَكَ	تیری پیروی کی
وَمَا يَنْبَغِي	اور نہیں مناسب ہے	فَتَكُونُ	پس ہو جائے تو	مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین میں سے
لَهُمْ	ان کے لئے	مِنَ الْمُعَذِّبِينَ	سزا دیئے ہوؤں میں سے	فَإِنْ	پس اگر
وَمَا يَسْتَطِيعُونَ	اور نہیں طاقت رکھتے وہ	وَأَنْذِرْ	اور ڈرا	عَصَوْكَ ^(۱)	نافرمانی کریں وہ تیری
إِنَّهُمْ	بے شک وہ	عَشِيرَتَكَ	اپنے کنبہ کو	فَقُلْ	پس کہہ
عَنِ السَّمْعِ	سننے سے	الْأَقْرَبِينَ	نزدیک کے	إِنِّي بَرِئٌ	بیشک میں بیزار ہوں

(۱) عَصَا: ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، ك: ضمیر واحد مذکر حاضر، كاف ملانے سے الف حذف ہو گیا۔

صَمًا	ان کاموں سے جو	الَّذِي	جو	فِي السَّاجِدِينَ	سجدہ کرنے والوں کیساتھ
تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو	يَزِيدُ	دیکھتا ہے تجھے	إِنَّهُ	بے شک وہ
وَتَوَكَّلْ	اور بھروسہ کر	حِينَ	جب	هُوَ	ہی
عَلَى الْعَزِيزِ	زبردست پر	تَقُومُ	کھڑا ہوتا ہے تو	السَّيِّئُ	سب کچھ سننے والا
الرَّحِيمِ	بڑا مہربان	وَتَقْلُبُكَ ^(۱)	اور تیرے پھرنے کو	الْعَلِيمُ	سب کچھ جاننے والا ہے

ان آیات میں دو اور باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ نزول قرآن میں شیاطین کا کچھ دخل نہیں، کیونکہ ان کا دخل دو طرح سے ہو سکتا تھا، اور وہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔
 ۲۔ جب آپ ﷺ منذر (ڈرانے والے) ہیں تو سب سے اہم بات کیا ہے جس سے ڈرایا جائے، اور کام کس ترتیب سے کیا جائے، اور ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سے کیسا معاملہ کیا جائے، اور دعوت کا کام نڈر ہو کر کیا جائے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمانے والے ہیں۔

پانچویں بات: — نزول قرآن میں شیاطین کا کچھ دخل نہیں — اور قرآن کو بتدریج شیاطین نے نہیں

اتارا۔ اور نہ یہ بات ان کے مناسب حال ہے۔ اور نہ یہ بات ان کے بس میں ہے، وہ سننے سے قطعی روک دیئے گئے ہیں — یعنی شیاطین کا نزول قرآن میں کچھ دخل نہیں، کیونکہ دخل کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، اور دونوں باطل ہیں: ایک صورت: یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن کے مضامین شیاطین نے خود پیدا کئے ہوں، اور آپ کو القاء کئے ہوں، یہ احتمال اس لئے باطل ہے کہ قرآن کے مضامین شیاطین کی حالت کے مناسب نہیں۔ قرآن سراپا ہدایت ہے اور وہ سراپا گمراہی، پس ایسے مضامین کی ان کو آمد ہو ہی نہیں سکتی، اور نہ ایسے مضامین شائع کرنے سے ان کو کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے، ان کا کام مخلوق کو گمراہ کرنا ہے، ہدایت پر لانا نہیں۔

دوسری صورت: یہ ہو سکتی ہے کہ شیاطین نے یہ باتیں فرشتوں سے سن کر آپ کو پہنچائی ہوں، مگر یہ احتمال بھی باطل ہے کیونکہ شیاطین فرشتوں کی باتوں کو سننے سے قطعی روک دیئے گئے ہیں (تفصیل سورة الحجر، آیت ۱۸ میں گزری ہے اور سورة الجن آیات ۸ و ۹ میں آئے گی)

تعلیمات قرآن پر عمل کیا جائے اور قرآن کی دعوت عام کی جائے

ابھی رسالت اور دلیل رسالت پر دو اعتراضوں کے جواب باقی ہیں، درمیان میں جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن

(۱) تَقْلِبُكَ: کا عطف يَزِيدُ کے کاف پر ہے اور فی بمعنى مع ہے (جمل)

بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے، شیاطین کا اس میں ذرہ بھر دخل نہیں تو ضروری ہے کہ اس کی تعلیمات پر چلا جائے اور اس کی دعوت کو عام کیا جائے، اس لئے درمیان میں یہ مضمون آیا ہے:

چھٹی بات: قرآن کی سب سے اہم دعوت توحید ہے — پس نہ پکار تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو، ورنہ ہو جائے گا تو سزا دیئے ہوؤں میں سے — یہ فرمایا رسول کو اور سنایا اوروں کو، امت اجابہ کو بھی اور امت دعوت کو بھی کہ شرک کی شیطانی راہ اختیار مت کر، ورنہ عذاب الہی سے بچنے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔

دعوت کی ترتیب: — اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ذرا نئیں — یہ حکم رسول ﷺ کے لئے بھی ہے اور مصلحین امت کے لئے بھی۔ پہلے اپنے اقارب پر محنت کرنی چاہئے، خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے، اور وہ بات بھی دوسروں کی بہ نسبت جلدی قبول کرتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے تمام خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے پیغام حق سنایا، اس وقت اگرچہ خاندان نے بات قبول نہ کی مگر رفتہ رفتہ تمام خاندان میں ایمان داخل ہونا شروع ہو گیا، اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو ایک بڑی قوت حاصل ہوئی۔

ایمان لانے والوں کے ساتھ نرم برتاؤ — اور آپؐ اپنا بازو ان مؤمنین کے لئے جھکا دیں جو آپؐ کی پیروی کریں — یعنی مؤمنین کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کریں تاکہ وہ آپؐ کے ساتھ جڑیں، اور جماعت وجود میں آئے۔

منکرین کے اعمال سے بے تعلقی اختیار کی جائے: — پس اگر وہ لوگ آپؐ کی نافرمانی کریں تو آپؐ کہہ دیں: میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو — یعنی منکرین کے اعمال سے بالکل بے تعلقی اختیار کی جائے، آدھے پونے کا سودا نہ کیا جائے ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ والا معاملہ کیا جائے، تبھی آگے ان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور یہ بات بھی آپؐ کے ساتھ اور مصلحین امت کے ساتھ: دونوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ کیونکہ اہل باطل کے ساتھ کسی بھی مصلحت سے غلط اعمال میں شرکت کی جائے گی تو آگے اصلاح کی کوشش بے سود ہوگی۔ مثلاً کچھ مولوی اہل بدعات کے ساتھ دنیوی مفاد کے لئے لگ جاتے ہیں، ان کی بدعات میں موافقت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم آہستہ آہستہ ان کی اصلاح کر رہے ہیں۔ یہ انبیاء کا طریق دعوت نہیں۔ ان کے لئے اس آیت میں ہدایت ہے کہ ان کے اعمال سے بے تعلقی اختیار کی جائے، تاکہ اصلاح کا خواب شرمندہ تعبیر ہو، ورنہ ہر چہ درکان نمک رفت نمک شد والا معاملہ ہو جائے گا۔

اللہ پر بھروسہ کر کے دعوت کا کام شروع کیا جائے: انفرادی بھی اور اجتماعی بھی: — اور بڑی قدرت

والے بڑے مہربان پر بھروسہ کیجئے، جو آپؐ کو دیکھتے ہیں جب آپؐ (تنہا دعوت کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں، اور (دیکھتے ہیں) آپؐ کے پھرنے کو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ — یعنی مومنین کے ساتھ جب آپؐ دعوت کے کام کے لئے نکلتے ہیں تو بھی آپؐ اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں — بیشک وہی سب کچھ سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں! — اس میں مصلحین کے لئے ہدایت ہے کہ دعوت کا کام دونوں طرح کیا جائے: انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے، اور نڈر ہو کر حکمت و موعظت کے ساتھ دعوت کا فریضہ انجام دیا جائے، ان شاء اللہ مصلحین کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا، اللہ تعالیٰ سب سن رہے ہیں اور سب باتیں ان کے علم میں ہیں۔ اور مومنین کا تذکرہ ساجدین کے لفظ سے دو وجہ سے کیا ہے:

۱- داعی کے لئے ضروری وصف ثابت ہے، اس کو خاص طور پر نماز سے دلچسپی ہونی چاہئے، تبھی اس کی دعوت میں جان پڑے گی۔

۲- اس تعبیر سے اگلے مضمون سے مناسبت پیدا ہو جائے گی، جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۚ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثُرُهُمْ كَذِبُونَ ۚ وَالشَّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ نَرَاكُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهيمُونَ ۚ وَأَنْتُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۚ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۚ

۱۱۱

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ	کیا	الشَّيَاطِينُ	شیاطین؟	أَثِيمٍ	بڑے بدکردار
عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ	آگاہ کروں میں تم کو	تَنَزَّلُ	اترتے ہیں	يُلْقُونَ ^(۳)	ڈالتے ہیں وہ
تَنَزَّلُ ^(۱)	کس پر	عَلَىٰ كُلِّ	ہر ایک پر	السَّمْعِ	سنی ہوئی باتیں
	اترتے ہیں	أَفَّاكٍ ^(۲)	مہاجھوٹے	وَأَكْثُرُهُمْ	اور ان کے اکثر

(۱) تنزل: اصل میں تَنَزَّلَ تھا، ایک تاء حذف کی ہے، اور شیاطین بتاویل جماعت مؤنث ہے (۲) افَّاك: مبالغہ کا صیغہ: بڑا جھوٹا، مادہ افك (۳) يلقون: مضارع، جمع مذکر غائب، إلقاء: ڈالنا۔

کَذِبُونَ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهْبِئُونَ وَأَنَّهُمْ	جھوٹے ہیں اور شعراء پیروی کرتے ہیں ان کی گمراہ لوگ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ وہ ہر میدان میں حیران پھرتے ہیں اور یہ بات کہ وہ	يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ	کہتے ہیں جو کرتے نہیں مگر جو ایمان لائے اور کئے انھوں نے نیک کام اور یاد کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کو	كَثِيرًا وَأَن تَصْرُقُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنِّي مُنْقَلِبٌ بَيْنَقَلْبُونَ	بہت زیادہ اور بدلہ لیا انھوں نے بعد ظلم کئے جانے کے اور عنقریب جانیں گے جنھوں نے ظلم کیا کوئی پلٹنے کی جگہ وہ پلٹیں گے
--	---	---	--	--	--

رابطہ: اب آخری دو باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱- آپ ﷺ کا ہن نہیں تھے کہ شیاطین سے ان کی سنی ہوئی باتیں لے کر بتلاتے ہوں، اور اس کی دو دلیلیں ذکر کی ہیں۔

۲- آپ ﷺ شاعر بھی نہیں تھے کہ خیالی مضامین پیش کرتے ہوں، اور اس کی تین دلیلیں ذکر کی ہیں۔
پھر چونکہ شاعروں کے تذکرے سے ان کی اہانت ٹپکتی تھی، اس لئے مسلمان شعراء کو مستثنیٰ کیا، اور آخر میں ظالموں کو ان کا انجام یاد دلایا۔

نبی ﷺ کا ہن نہیں تھے

کاہن: جنھوں سے دریافت کر کے غیب کی خبریں بتانے والا۔ کفار نبی ﷺ کو کاہن اور قرآن کو کہانت بتاتے تھے، ان آیتوں میں اس کی تردید ہے:

ساتویں بات: — کیا میں تجھے بتلاؤں: شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر مہا جھوٹے بڑے بدکار پر اترتے ہیں، وہ سنی ہوئی باتیں (کاہنوں کی طرف) ڈالتے ہیں، اور ان کے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں — یعنی ساجدین کا پیشوا جو ساری دنیا سے ٹوٹ کر اکیلے اللہ پر بھروسہ کرے اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیاطین اس کو خبریں دیتے ہیں اور وہ وہی باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں؟ یہ بات دو وجہ سے نہیں کہی جاسکتی:

(۱) بعد: مابعد کی طرف مضاف ہے، اور ماصدریہ ہے۔

پہلی وجہ: کاہنوں کا حال تم جانتے ہو، زمانہ بعثت میں کہانت اور کاہنوں کا بڑا زور تھا۔ وہ مہاجھوٹے، بڑے بد معاش اور بد کردار ہوتے تھے، کیونکہ شیاطین بچوں اور نیک لوگوں سے بیزار ہیں، وہ جھوٹے دغا بازوں سے خوش ہیں، کیونکہ وہ ان کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں — اب تم نبی ﷺ کی سیرت پاک پر ایک نظر ڈالو، وہ سب بچوں سے زیادہ سچے اور تمام نیکوں سے بڑھ کر نیک ہیں، پھر ان کے پاس شیاطین کیسے آسکتے ہیں، اور وہ کاہن کیسے ہو سکتے ہیں؟

دوسری وجہ: کاہنوں کے پاس شیاطین جو خبریں لاتے ہیں: ان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کوئی ایک آدھ بات فرشتوں سے سن لیتے ہیں، اور اس میں سو جھوٹ ملا کر بات پوری کر لیتے ہیں، پھر وہی بات اپنے کاہن دوستوں کو پہنچاتے ہیں — اب تم قرآن کی باتوں میں غور کرو، اس کی ہر بات کانٹے کی تول پوری ہے، اور سچ کی کسوٹی پر کھری ہے، پھر قرآن کریم کہانت کیسے ہو سکتا ہے؟

نبی ﷺ شاعر نہیں تھے

شاعر: خیالی باتیں پیش کرنے والا۔ شعر: تخیلات کا مجموعہ۔ شعر کے لئے وزن اور بحر ضروری نہیں، آزاد شاعری بھی ہوتی ہے۔ کفار آپ ﷺ کو شاعر اور قرآن کو شعر قرار دیتے تھے۔ اب تین دلیلوں سے اس کی تردید کی جاتی ہے:

آٹھویں بات: — اور شعراء: ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا نہیں دیکھتا تو کہ وہ ہر میدان میں حیران پھرتے ہیں، اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں — یعنی نبی ﷺ شاعر اور قرآن شعر تین وجوہ سے نہیں ہو سکتا: پہلی وجہ: شعراء تمہارے درمیان موجود ہیں، تم ان کے حوالی موالی پر نظر ڈالو، دیکھو وہ کیسے لوگ ہیں؟ آوارہ اور گمراہ نوجوان ان کا جھولا لئے چلتے ہیں، کیونکہ کند، ہم جنس باہم جنس پرواز! — اب تم جماعت صحابہ پر نظر ڈالو، جو نبی ﷺ کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ ایسے پاکباز لوگ ہیں جن کی نظیر آسمان نے کبھی نہیں دیکھی، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ شاعر نہیں؟

دوسری وجہ: شعراء کسی موضوع کے پابند نہیں ہوتے، وہ ہر میدان سخن میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں، اور ایران توران کی ہانکتے ہیں — اب تم رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں غور کرو، وہ ہمیشہ ایک نقطہ پر کلام فرماتے ہیں، وہ ہمیشہ لوگوں کی ہدایت کی باتیں کرتے ہیں، پھر آپ شاعر اور قرآن دیوان شعر کیسے ہو سکتا ہے؟

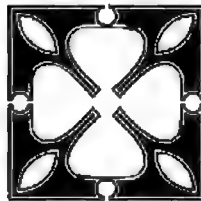
تیسری وجہ: شعراء جو باتیں اشعار میں باندھتے ہیں ان پر خود ان کا عمل نہیں ہوتا، اور نبی ﷺ جو قرآن پیش کرتے ہیں اس پر سب سے پہلے آپ کا عمل ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کان خلقه القرآن:

یعنی آپ کی سیرت قرآن کے آئینہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ شاعر کا اپنی باتوں پر ایمان نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے کہ اس کی باتیں اس کے ذہن کی پیداوار ہیں، پھر وہ اپنی باتوں پر عمل کیوں کرے؟ — اور انبیاء اللہ کی باتیں پیش کرتے ہیں، اور سب سے پہلے ان کا اللہ کی باتوں پر ایمان ہوتا ہے، اس لئے وہ پوری تندہی سے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

مسلمان شعراء کا استثناء: — مگر وہ شعراء جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کیا، اور انھوں نے ظلم کئے جانے کے بعد بدلہ لیا — ان کا حال عام شعراء سے مختلف ہے، وہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، اور ان کا کلام پسندیدہ ہے — کفار کے شعراء آپ ﷺ کی اور اسلام کی اشعار میں برائی کرتے تھے، مسلمان شعراء اس کا جواب دیتے تھے، یہ ہرگز برا نہیں، کیونکہ: ﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ إِلَّا مِنْ ظُلْمٍ﴾: اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے [النساء ۱۴۸] مظلوم حرف شکایت زبان پر لاسکتا ہے۔

آخری بات: — اور عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جنھوں نے ظلم کیا کہ وہ کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹتے ہیں! — یعنی جن شاعروں نے اپنے اشعار میں نبی ﷺ کی جھوکی ہے انھوں نے ظلم کیا ہے، ان ظالموں کو عنقریب آخرت میں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں پہنچ کر دم لیتے ہیں!



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ النمل

نمبر شمار ۲۷ نزول کا نمبر ۴۸ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۹۳ رکوع: ۷

اس سورت کا نام آیت ۱۸ سے لیا گیا ہے، اُس میں چیونٹی کی گفتگو آئی ہے، اور سورت کا موضوع: توحید، رسالت، دلیل رسالت (قرآن کریم) آخرت اور جزا و سزا کا بیان ہے، اور سورت شروع ہوئی ہے اس سے کہ قرآن کریم مومنین کے لئے راہ نما اور مودہ (خوش خبری) ہے، ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ مومنین کون ہیں؟ پھر یہ بیان کیا ہے کہ منکرین ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اور ان کا انجام کیا ہوگا؟

پھر فرمایا کہ منکرین ظلم و تکبر کی وجہ سے قرآن کا دانستہ انکار کرتے ہیں، اور ان کو فرعون کا واقعہ سنایا ہے جس نے محض عناد اور ضد کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا انکار کیا تھا، پھر اس کے بالمقابل سبا کی رانی کا واقعہ بیان کیا ہے جو بغیر معجزہ کے ایمان لا کر سرخ رو ہوئی تھی، اور تمہید میں سلیمان کا ذکر ہے، وہ حشرات کی بولی جانتے تھے اور پرندوں کی زبان بھی جانتے تھے، انھوں نے ہند ہند کی معرفت رانی کو خط بھیجا، اس نے ارکان دولت سے مشورہ کیا، اور ڈیلی گیشن (وفد) بھیجا، سلیمان علیہ السلام نے اس کی آمد سے پہلے اس کا تخت منگوا کر اس کا روپ بدل دیا، یہ اس کی ہدایت کا سامان کیا تھا، مگر وہ اپنا تخت پہچان گئی، دھوکہ نہیں کھایا، پس سامان ہدایت سے اس کو ہدایت نہیں ملی، مگر جب وہ سلیمان سے ملنے کے لئے دیوان خاص میں گئی تو وہاں دھوکہ لگا، اور وہ سمجھ گئی کہ وہ جو سورج کو پوجتی ہے وہ بھی دھوکہ ہے، اور فوراً سلیمان کے ہاتھ پر ایمان لے آئی۔

پھر قریش کو ثمود کا واقعہ سنایا ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ مکہ کے نوگرو گھنٹال بھی نبی ﷺ کے قتل کی سازش کریں گے اور ناکام ہونگے، پھر قوم لوط کا واقعہ بیان کیا ہے، اس میں بھی لطیف اشارہ ہے کہ تم جو مسلمانوں کو مکہ سے نکال رہے ہو تو اس کا انجام سوچ لو۔

اس کے بعد توحید پر تقریر ہے، جو پانچ آیات پر مشتمل ہے، اور ساتھ ہی مشرکین کی جواز شرک پر دلیل کا جواب ہے، اس کے بعد آخرت کا بیان شروع ہوا ہے، اور آگہی دی ہے کہ تکذیب رسول کا وبال آنے ہی والا ہے، جلدی مت مچاؤ۔ پھر قرآن کا موضوع لیا ہے کہ قرآن فیصل، ہدایت اور حجت ہے، اس سے بروقت فائدہ اٹھا لو اور قرآن سے نفع اسی کو پہنچتا ہے جو اس کی باتیں مانتا ہے۔

اس کے بعد آخرت کا تذکرہ ہے، اور شب و روز کے نظام کو اس کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، اور آخر میں تین باتیں ہیں: (۱) داعی خود کو اپنی دعوت کا نمونہ بنائے (۲) دعوت کا عمل مسلسل جاری رہے (۳) دعوت کا نتیجہ ایک دن ضرور ظاہر ہوگا، اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

(۲۷) آیاتھا ۹۳ (۲۸) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (۲۹) رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طَسَّ تَدْلُکَ اَیُّ الْقُرْآنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۝ هُدًی وَبُشْرَی لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝
 الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا
 یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیِّنًا لَّهُمْ اَعْمَالُهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَّهُمْ سُوءُ
 الْعَذَابِ وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمْ الْاٰخَسِرُوْنَ ۝ وَاِنَّکَ لَتُلْقِی الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَکِیْمٍ
 عَلِیْمٍ ۝

بِسْمِ	نام سے	وَبُشْرَی	اور مژدہ	اِنَّ	بے شک
اللّٰهُ	اللہ کے	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ	مؤمنین کے لئے	الَّذِیْنَ	جو لوگ
الرَّحْمٰنِ	بے حد مہربان	الَّذِیْنَ	جو	لَا یُؤْمِنُوْنَ	نہیں ایمان رکھتے
الرَّحِیْمِ	نہایت رحم والے	یُؤْمِنُوْنَ	اہتمام کرتے ہیں	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر
طَسَّ	طا، سین	الصَّلٰوةَ	نماز کا	زَیِّنًا (۳)	مزین کئے ہم نے
تَدْلُکَ	یہ	وَيُؤْتُوْنَ	اور دیتے ہیں	لَّهُمْ	ان کے لئے
اَیُّ	آیتیں ہیں	الزَّکٰوةَ	زکات	اَعْمَالُهُمْ	ان کے کام
الْقُرْآنِ	قرآن کی	وَهُمْ	اور وہ	فَهُمْ	پس وہ
وَکِتَابٍ (۱)	اور کتاب	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر	یَعْمَهُوْنَ (۳)	متردد ہیں
مُبِیْنٍ	واضح کی	هُمْ	وہی	اُولٰٓئِکَ	یہ
هُدًی (۲)	راہ نما	یُوقِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں	الَّذِیْنَ	وہ لوگ ہیں

(۱) کتاب کا عطف القرآن پر ہے، اور چونکہ معطوف کی صفت مبین آئی ہے، اس لئے معطوف اور معطوف علیہ میں من وجہ
 مغائرت ہوگئی اور عطف درست ہو گیا (۲) ہدی اور بشری: مصدر ہیں، اور آیات سے حال ہیں اور حمل مبالغہ ہے (۳) زینہ:
 سجانا، مزین کرنا (۴) عَمَہ (ف) فی الامر: متردد ہونا، صحیح نتیجہ پر نہ پہنچنا۔

لَهُمْ	جن کے لئے	هُمْ	وہی	الْقُرْآنَ	قرآن
سُوءَ الْعَذَابِ	سخت عذاب ہے	الْأَخْسَرُونَ	گھانا پانے والے ہیں	مِنْ لَّدُنْ	پاس سے
وَهُمْ	اور وہ	وَإِنَّكَ	اور بے شک آپ	حَكِيمٌ	بڑی حکمت والے
فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں	كَتَلَفْتَنِي ^(۱)	بالیقین دیئے گئے ہیں	عَلَيْهِمْ	بڑے جاننے والے کے

اللہ کے نام سے ابتداء ہے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اس سورت کا موضوع بھی گذشتہ دو سورتوں کی طرح توحید، رسالت، دلیل رسالت (قرآن کریم) آخرت اور جزاؤ سزا کا بیان ہے۔ اور سورت کا آغاز قرآن پاک نازل کرنے کی غرض سے ہوا ہے، پھر بتایا ہے کہ قرآن کو کلام الہی ماننے والوں کی زندگی کا نقشہ کیا ہوتا ہے؟ اور نہ ماننے والے کیوں نہیں مانتے؟ اور ان کا انجام کیا ہوگا؟

قرآن کریم مومنین کے لئے راہ نما اور مودہ ہے

طاہرین — یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ البتہ ایک بات جاننے کی ہے کہ جہاں بھی حروف مقطعات آئے ہیں وہاں فوراً قرآن کریم کا تذکرہ آیا ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: — یہ قرآن کی اور واضح کتاب کی آیتیں ہیں — یعنی یہ آیتیں جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہیں: قرآن کریم کی آیتیں ہیں اور قرآن واضح کتاب ہے، اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں، اس کی عبارت واضح اور مضامین ہر شخص کے لئے قابل فہم ہیں۔

(یہ آیتیں) مومنین کے لئے راہ نما اور مودہ ہیں — جو بندے قرآن کریم کو کلام الہی مانتے ہیں: ان کی یہ قرآن راہ نمائی کرتا ہے کہ ان کو دنیا میں کس طرح زندگی گزارنی چاہئے تاکہ ان کی آخرت کامیاب ہو، اور ان کو خوش خبری سناتا ہے کہ اگر انھوں نے احکام خداوندی کی پیروی کی تو ان کو آخرت میں کیا کیا نعمتیں ملیں گی۔

مومنین کون ہیں؟ — جو نماز کا اہتمام کرتے ہیں، اور زکات دیتے ہیں، اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں چار باتیں جانی چاہئیں:

۱- نماز دین کا بنیادی ستون ہے، اور نماز کا اہتمام یہ ہے کہ حقوق کی رعایت کے ساتھ وقت پر ادا کی جائے۔ اور

(۱) تَلَفَّتِي: مضارع مجہول، صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تَلَفَّتِي تھا، ایک تاء حذف ہو گئی ہے، مصدر تَلَفَّتِي: کھج کرنا، لینا، لُفِّي (مجرد) متعدی بیک مفعول ہوتا ہے، اور مضاعف کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ فاعل: جبرئیل: مخذوف ہے، ضمیر واحد حاضر پہلا مفعول نائب فاعل ہے اور القرآن دوسرا مفعول ہے..... تَلَفَّتِي: میں واسطہ کی طرف اشارہ ہے، زود زود اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا کلام نہیں سنایا، جیسے گیند دور سے آتی ہے اور کھج کی جاتی ہے اسی طرح کلام الہی نازل کیا گیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جو (پابندی سے) نماز نہیں پڑھتا اس نے دین کی بنیاد ڈھادی! پس جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے وہ سوچیں: ان کے دین کا کیا حال ہے؟

۲- اور نماز بدنی فریضہ ہے اور زکات مالی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جان و مال کی نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، پس ضروری ہے کہ دونوں نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے، چنانچہ مؤمن بندے نماز کا بھی اہتمام کرتے ہیں، یہ نعمت بدن کا شکر ہے، اور اپنے مال کی زکات بھی نکالتے ہیں، یہ نعمت مال کا شکر ہے۔ پس جو مسلمان زکات ادا نہیں کرتے وہ سوچیں: جس نے مال دیا ہے وہ واپس بھی لے سکتا ہے۔

۳- اور نماز اور زکات سے مراد سارا دین ہے، بیان میں اہم دو عبادتوں کی تخصیص کی ہے، مگر مراد سارا دین ہے، مؤمن بندے اللہ کے نازل کئے ہوئے مکمل دین پر عمل کرتے ہیں۔

۴- اور اللہ کے نازل کئے ہوئے دین پر وہی لوگ عمل کرتے ہیں جن کا آخرت پر ایمان ہے۔ اور یہ ایک کسوٹی ہے، اس کے ذریعہ جانا جاسکتا ہے کہ کس کا ایمان کھرا ہے اور کس کا برائے نام! جن کو یقین ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے وہی دین پر عمل پیرا ہوتے ہیں، اور جن کا آخرت پر ایمان نہیں یا کمزور ہے وہ اعمال سے غفلت برتتے ہیں۔

منکرین ایمان کیوں نہیں لاتے؟ — بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال مزین کئے ہیں، پس وہ متردد ہیں! — صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچتے!

اس آیت میں ایک ضابطہ بیان کیا ہے، پہلے وہ ضابطہ سمجھ لیں تو سوال کا جواب خود بخود سمجھ میں آجائے گا کہ مکہ والے قرآن کو کیوں نہیں مانتے؟ وہ ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکرین کے لئے ان کے عقائد و اعمال کو آراستہ کیا ہے، ان کو اپنے ہی خیالات اور اعمال بھلے معلوم ہوتے ہیں، اس لئے وہ قرآن پر اور اللہ کے دین پر ایمان نہیں لاتے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا آخرت پر ایمان نہیں، اس لئے وہ اپنے عقائد و اعمال کا آخرت سے موازنہ نہیں کرتے، جیسے جوان اگر سوچے کہ بوڑھا پا آنے والا ہے تو وہ جوانی میں کام کرے گا، اور پیری کے لئے کچھ جمع کرے گا۔ اور جو جوان بوڑھا پنے کو نہیں سوچتے وہ جوانی کو رنگ رلیوں میں گزار دیتے ہیں، اور ضعیفی میں کفِ افسوس ملتے ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کا آخرت پر ایمان ہے وہ آخرت کو پیش نظر رکھ کر عقائد و اعمال کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں، اور وہ ضرور قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جن کا آخرت پر ایمان نہیں وہ صرف دنیا کی زندگی پیش نظر رکھ کر سوچتے ہیں، اس لئے وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچتے۔ وہ سوچتے ہیں کہ زندگی بس یہی زندگی ہے، اور وہ ہمارے کفریہ اور شرکیہ عقائد و اعمال کے ساتھ ٹھیک گذر

رہی ہے، پھر کیوں ہم قرآن پر ایمان لائیں، اور دین الہی کی پابندیاں قبول کریں؟ ان کی یہی سوچ ہے جس کی وجہ سے وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچتے۔

اور یہ ضابطہ عام ہے، اہل ایمان اور اہل کفر سب کے لئے ہے۔ سورۃ اللیل (آیات ۵-۱۰) میں بھی یہ ضابطہ بیان ہوا ہے کہ اہل ایمان کے لئے ان کے عقائد و اعمال آسان کر دیئے جاتے ہیں اور اہل کفر کے لئے ان کے عقائد و اعمال آسان کر دیئے جاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص نیک بخت ہوتا ہے اس کے لئے نیک بختی والے کام آسان کئے جاتے ہیں، اور اسی طرح بد بخت کے لئے بد بختی والے کام آسان کئے جاتے ہیں۔ آسان کرنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ عقائد و اعمال ان کے لئے آراستہ کئے جاتے ہیں، چنانچہ وہ خوشی سے وہ کام کرتے ہیں۔

منکرین کا انجام: — انہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے، اور وہی آخرت میں گھائے میں رہنے والے ہیں — اور یہ انکار کا قدرتی نتیجہ ہے، جب آخرت کو مانا ہی نہیں، اور اس کے لئے کچھ کیا ہی نہیں تو آخرت میں گھائے کے علاوہ ان کے ہاتھ کیا آسکتا ہے؟ جس نے جوانی کھیل تماشے میں گزاری وہ پیری میں روئے گا نہیں تو اور کیا کرے گا؟

قرآن حکیم و علیم کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے: — اور بے شک آپؐ بڑی حکمت والے بہت جاننے والے کی طرف سے قرآن کریم دیئے جا رہے ہیں — اللہ تعالیٰ حکیم ہیں، وہ بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہیں، اور علیم بھی ہیں، وہ بندوں کے احوال جانتے ہیں۔ انہی دو صفتوں کے تقاضے سے آپؐ پر قرآن کریم نازل کیا گیا ہے۔ اب جو مانے گادارین میں اس کا بھلا ہوگا، اور جو انکار کرے گا وہ اپنی قسمت کو روئے گا!

اِذْ قَالَ مُوسَىٰ لَآ هِلَآءِ اِنِّىٓ اَنْتَ نَارًا ۖ سَاتِيْكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اَنْتَ بِسَهَابٍ قَبِيْٓسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهَا نُودِيَ اَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۖ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمُوسٰى اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۖ يٰمُوسٰى لَا تَخَفْ اِنِّىٓ لَا يَخَافُ لَدَئِىَ الْمُسْئِلُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلْ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَلَا يَزِيْزُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاَدْخَلَ يَدَكَ فِى جَيْبِكَ تَخْرِجُ بَيْضًا مِنْ غَيْرِ ۝ سُوْرَتِىْٓ اِنِّىٓ اِلَآءِ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

اٰیٰتِنَا مُبٰصِرَةً ۚ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵ وَجٰهَدُوْا بِهَا وَاسْتٰیْقِنْتَہَا اَنْفُسُہُمْ ظُلُمًا وَّعُلُوًّا ۚ فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عٰقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۶

۱۶

اِذْ قَالَ مُوسٰی لَا هٰلِیَہِ اِیَّیَّ اَنْتَ (۱) فَارَا سَاتِیْنِکُمْ مِنْہَا یَخْبِرُ اَوْ اٰتِیْنِکُمْ (۲) بِشَہَابٍ قَبِیْسٍ (۳) لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ (۴) فَلَمَّا جَآءَہَا	ماذ قال موسیٰ لا ہلیہ ای انت (۱) فارا ساتینکم منہا یخبر او اتینکم (۲) بشہاب قبیس (۳) لعلکم تصطلون (۴) فلما جاءہا	نُوْدِیْ اَنْ بُورِکَ (۵) مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوَّلَہَا وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یُمُوْسٰی اِنَّکَ اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحٰکِمِیْمُ وَالْقَبِیْرُ	پکارے گئے وہ کہ برکت دیا گیا جو آگ میں ہے اور جو اس کے پاس ہے اور پاک ہیں اللہ تعالیٰ پروردگار جہانوں کے اے موسیٰ بے شک وہ میں ہوں اللہ زبردست حکمت والا اور ڈالیں آپ	عَصَاکَ فَلَمَّا رَاہَا تَهْتَزُّ (۶) کَانْہَا جَاۡنَ (۷) وَلٰی مُذْبِرًا وَلَمْ یُعَقِّبْ (۸) یُمُوْسٰی لَا تَخَفْ اِیَّیَّ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُصْطَلُوْنَ لَا اَمِّنْ ظَلَمَ	اپنی لاٹھی پس جب دیکھا موسیٰ اسکو حرکت کر رہی ہے گویا وہ (لاٹھی) سفید پتلا سانپ ہے (تو) مڑے وہ پیٹھ پھیر کر اور پیچھے نہیں آئے وہ اے موسیٰ! نہ ڈریں آپ بے شک میں نہیں ڈرتے میرے پاس فرستادے مگر جس نے قصور کیا
---	---	---	--	--	---

(۱) اَنَسَ الشَّیْءَ: محسوس کرنا (۲) او: مانعہ اخلو کا ہے، یعنی دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی (۳) قبس: شہاب کی صفت ہے۔ شہاب کے معنی ہیں: شعلہ اور قبس کے معنی ہیں: حاصل کردہ، اسی سے اقتباس ہے یعنی اپنی لکڑی آگ میں جلا کر لاؤنگا۔ کیونکہ دوسرے کی آگ کا انگارہ لینا جائز نہیں، البتہ اپنی لکڑی دوسرے کی آگ میں جلا کر لا سکتے ہیں (۴) تصطلون: تم تاپو اصطلاء (اتعال) ت کو ط سے بدل دیا ہے (۵) بوردک: بارک کا مجہول ہے (۶) اهْتَزَّ الشَّیْءُ: ہلنا (۷) جان: ایک قسم کا سفید زردی مائل سانپ جو کاٹا نہیں۔ (۸) عَقَّبَ علیہ: کسی کے پاس واپس آنا، لوٹنا

ثمَّ بَدَّلَ ^(۱)	پھر بدل دیا	فِي تِسْعِ آيَاتٍ	نو نشانوں میں	سِحْرٍ	جادو ہے
حُسْنًا	نیکی سے	رَأَىٰ فِرْعَوْنُ	فرعون کی طرف	مُبِينٌ	صریح
بَعْدَ سُوءٍ	برائی کے بعد	وَقَوْمِهِ	اور اس کی قوم کی طرف	وَبَحْدُوًا	اور انکار کیا انھوں نے
فَلَمَّا	پس بے شک میں	لَأَنَّهُمْ	بے شک وہ	بِهَا	نشانوں کا
عَفْوٌ	بڑا بخشنے والا	كَانُوا	تھے وہ	وَأَسْتَبْقَيْنَهَا	در انحالیکہ یقین کیا انکا
تَجْنِيمٌ	بڑا مہربان ہوں	قَوْمًا	لوگ	أَنفُسَهُمْ	ان کے دلوں نے
وَأَدْخَلَ	اور داخل کیجئے آپ	فَسِيقِينَ	اطاعت سے نکلنے والے	ظُلُمًا	ظلم سے
يَدَاكَ	اپنا ہاتھ	فَلَمَّا	پس جب	وَعُلُوًّا	اور تکبر سے
فِي جَبِينِكَ	اپنے گریبان میں	جَاءَهُمْ	آئی ان کے پاس	فَانْظُرْ	پس دیکھ
تَخْرُجُ	نکلے گا وہ	أَيُّنَا	ہماری نشانیاں	كَيْفَ	کیسا
بَيضَاءَ	روشن	مُبْصَرًا	واضح روشن	كَانَ	ہوا
مِنْ غَيْرِ	بغیر	قَالُوا	(تو) کہا انھوں نے	عَاقِبَةُ	انجام
سُوءٍ	کسی بیماری کے	هَذَا	یہ	الْمُفْسِدِينَ	فساد مچانے والوں کا

منکرین ظلم و تکبر کی وجہ سے قرآن کا دانستہ انکار کرتے ہیں

اب مکہ کے منکرین کو فرعون اور اس کی قوم کا واقعہ سناتے ہیں۔ ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اہم معجزات: عصا وید بیضاء کا دیدہ و دانستہ انکار کیا۔ انھوں نے جادو گروں سے مقابلہ کرا کر ان معجزات کا یقین کر لیا تھا، پھر بھی آخر تک مان کرنے دیا، پس ان کا انجام کیا ہوا؟ بحر قلزم نے ان کو دبا لیا، اور صفحہ ہستی سے ان کا نام مٹ گیا۔

اسی طرح قرآن کریم جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، آپ ﷺ کی رسالت کی دلیل ہے، یہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، مکہ والے اس کا معجزہ ہونا خوب سمجھتے تھے، وہ فصحاء و بلغاء تھے، ان کو بار بار چیلنج دیا گیا تھا کہ قرآن جیسی ایک سورت بنالاء، اور ان کو ہار مان کر یقین آ گیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، مگر ظلم و تکبر کی وجہ سے وہ انکار پر کمر بستہ رہے، نا انصافی اور گھمنڈ کی وجہ سے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ ظلم کے معنی ہیں: نا انصافی یعنی کسی چیز کو اس کا وہ حق نہ دینا جس کی وہ مستحق ہے، اللہ کا کلام اس کا حقدار تھا کہ اس پر ایمان لایا جائے، مگر کفار اس کو یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں

(۱) اَبَدَلَ الشَّيْءِ شَيْئًا آخَرَ: ایک شے کو دوسری سے تبدیل کرنا، اولاً بدلا کرنا۔

تھے، یہ ان کا ظلم تھا، ان کو اپنی چودھراہٹ کے ختم ہونے کا اندیشہ تھا، قرآن پر ایمان لاتے اور نبی ﷺ کو بڑا ماننے تو ان کی مونچھ نیچی ہو جاتی، یہی تکبر ایمان کے لئے مانع بنا، جبکہ ان کو یقین آ گیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، پس یہ لوگ بھی اپنے انجام کا انتظار کریں۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ: — اور (ذکر کیجئے) جب موسیٰ نے اپنے گھروالوں سے کہا: بے شک میں نے آگ محسوس کی ہے، ابھی میں وہاں سے (راستہ کی) کوئی خبر لاتا ہوں، یا تمہارے لئے آگ میں سے سلگا کر کوئی شعلہ لاتا ہوں، تاکہ تم تاپو!

تفسیر: موسیٰ علیہ السلام مدین میں دس سال کا لمبا عرصہ گزار کر مع اہل و عیال شام کے لئے روانہ ہوئے، اور راستہ بھول کر وادی سینا میں پہنچ گئے۔ اور قدیم زمانہ میں یہ دستور تھا کہ پہاڑی علاقہ میں جہاں مسافر راستہ بھول سکتے تھے، اصحاب خیر کسی اونچے پہاڑ کر آگ روشن کیا کرتے تھے، تاکہ بھولے بھٹکے وہاں پہنچ جائیں، پھر کبھی وہاں کوئی آدمی بھی رہتا تھا، جس کے پاس کھان پان ہوتا تھا، جس سے وہ مسافروں کی مدد کرتا تھا، اور بستی سے دور پہاڑ پر صرف آگ جلتی تھی، وہاں کوئی آدمی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے گھروالوں سے کہا کہ میں نے بالیقین آگ محسوس کی ہے، میں جاتا ہوں اگر وہاں کوئی آدمی ہوا تو آگ بھی لیتا آؤں گا اور راستہ بھی معلوم کرتا آؤں گا، اور اگر وہاں کوئی نہ ہوا تو آگ میں سے کوئی لکڑی وغیرہ جلا کر شعلہ لیتا آؤں گا تاکہ گھروالے اس سے سیکنیں اور گرم ہوں۔

سوال: موسیٰ علیہ السلام نے کہاں کا رخت سفر باندھا تھا؟

جواب: کتابوں میں عام طور پر یہ لکھا ہے کہ آپ مصر جا رہے تھے، پھر سوال ہوا کہ وہاں سے تو آپ قطیفی قتل کر کے نکلے ہیں، اور ان کو ڈر بھی تھا کہ اگر وہ مصر گئے تو قتل کر دیئے جائیں گے: ﴿وَلَهُمْ عَلٰی ذَنْبٍ فَاَخَافُ اَنْ يَقْتُلُوْنَ﴾ [اشعراء آیت ۱۴] پھر اس سوال کا جواب دیا گیا کہ تقادم زمان سے جرم ختم ہو جاتا ہے، جیسے ایک عرصہ کے بعد وارنٹ کا عدم ہو جاتا ہے — مگر میری ناقص رائے یہ ہے کہ آپ اپنے آبائی وطن شام (بیت المقدس) جا رہے تھے، مدین اجنبی جگہ تھی، اور مدین کے وہ بھلے مانس بھی معلوم نہیں حیات تھے یا وفات پا چکے تھے، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے آبائی وطن جا کر وہیں بس جانا چاہتے تھے، مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا، چنانچہ آپ راستہ بھول کر وادی سینا میں پہنچ گئے، جو مصر کے راستہ میں ہے، اور وہاں نبوت سے سرفراز کئے گئے اور حکم ملا کہ مصر جاؤ اور فرعون کو دعوت دو (یہ بات آگے بھی آرہی ہے)

پس جب موسیٰ آگ پر پہنچے تو وہ آواز دیئے گئے کہ مبارک ہے وہ جو آگ میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں، اور پاک ہیں جہانوں کے پانہار اللہ تعالیٰ! — اس آیت کے ذیل میں تین باتیں سمجھنی چاہئیں:

۱- موسیٰ علیہ السلام آواز دیئے گئے: یعنی ابھی موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نہیں پہنچے، دور ہی تھے کہ آگ سے آواز آئی، اور وہ وہیں رک گئے۔ اور بات سننے لگے۔

۲- جو آگ میں ہے: یعنی اللہ تعالیٰ۔ اور جو اس کے ارد گرد ہیں: یعنی فرشتے، اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے: ﴿مَنْ فِي النَّارِ﴾ یعنی تبارک و تعالیٰ نفسه، و كان نور رب العالمين في الشجرة، ﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ یعنی الملائكة: [در منشور ۵: ۱۰۲] درخت میں نور الہی ظاہر ہو رہا تھا۔

۳- پاک ہیں جہانوں کے پالنے والے اللہ تعالیٰ: یعنی مکان، جہت، جسم، صورت اور رنگ وغیرہ سماتِ حدوث سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اور آگ میں اس کی تجلی کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ذات پاک آگ میں حلول کر آئی، بلکہ جس طرح آفتاب آئینہ میں متجلی (آشکارہ) ہوتا ہے، بغیر تشبیہ کے وہی صورت سمجھنی چاہئے۔

اور ہدایت القرآن (۵: ۳۲) میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اطلاقی شان رکھتے ہیں، مگر مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنے میں — اپنی کسی کمزوری کی بنا پر نہیں، بلکہ مخلوق کی کمزوریوں کی بنا پر — محدود وسائل اختیار فرماتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام سے کلام کے لئے بھی محدود طریقہ اختیار فرمایا، تاکہ آپ اللہ کا کلام سن سکیں اور سمجھ سکیں۔

فائدہ: درخت پر جو آگ نظر آئی تھی وہ تجلی تھی، اللہ پاک بذاتِ خود نہیں تھے، دلیل یہ ہے کہ وہ آگ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی، پھر درخواست کی تھی ﴿رَبِّ ارْنِي﴾ اے پروردگار! آپ مجھے دکھائیں کہ میں آپ کو دیکھوں [الاعراف ۱۴۳] یعنی میرے اور اپنے درمیان میں سے حجاب اور موانع اٹھا دیں تاکہ میں رخِ زیبا کو بے مہابا دیکھوں، یہ درخواست دلیل ہے کہ وہ آگ محض تجلی تھی۔

اے موسیٰ! بے شک وہ میں ہی اللہ زبردست حکمت والا ہوں — وہ: یعنی جو بول رہا ہوں اور جس کی آواز تم سن رہے ہو وہ میں ہی ہوں، یہ ایک غیبی آواز تھی، جو بلا کیف اور بلا سمت سنی جا رہی تھی، لیکن مباد اس کا وہ آگ یا درخت تھا جس سے آگ کی شکل موسیٰ علیہ السلام کو دکھائی دے رہی تھی۔

پہلا معجزہ: — اور تم اپنی لاشی ڈالو، پس جب اس کو لہر اتا دیکھا گویا وہ پتلا سانپ ہے تو موسیٰ نے پیٹھ پھیری، اور مڑ کر نہیں دیکھا، اے موسیٰ! ڈرو نہیں! میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے، مگر جس سے کوئی قصور ہو جائے، پھر وہ برائی کے بعد (اس کو) نیکی سے بدل دے، تو میں بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہوں — اس آیت میں چار باتیں ہیں:

۱- وہ سانپ بڑا اڑدھا تھا، مگر سرعتِ سیر اور تیز رفتاری میں چھوٹے سانپ کی طرح تھا، اس لئے جان کے ساتھ کٹا ہوا بڑھایا۔ باقی تفصیل کے لئے سورۃ طہ دیکھیں (ہدایت القرآن ۵: ۳۰۴)

۲- مڑ کر نہیں دیکھا: یعنی گھبرا کر بھاگے۔ آدمی جب معمولی ڈرتا ہے تو بار بار مڑ کر دیکھتا ہے کہ بلا پیچھے تو نہیں آرہی۔ اور جب گھبراہٹ شدید ہوتی ہے تو پاؤں سر پر رکھ کر بھاگتا ہے۔ اور یہ طبعی خوف تھا، جو نبوت کے منافی نہیں۔

۳- میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے: یعنی مقام حضور میں پہنچ کر ایسی چیزوں سے ڈرنے کے کیا معنی؟ رسولوں کے لائق یہ بات نہیں کہ بارگاہِ قرب میں پہنچ کر سانپ وغیرہ کسی مخلوق سے ڈریں۔ وہاں تو دل کو انتہائی سکون اورطمین حاصل ہونی چاہئے۔

۴- مگر جو برائی کے بعد اس کو نیکی سے بدل دے: یعنی قوی یا فعلی توبہ کر لے، زندگی کا ورق پلٹ دے، بری زندگی چھوڑ کر اچھی زندگی اختیار کر لے تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں، وہ توبہ قبول کر لیتے ہیں، پس اس کی وجہ سے بھی نہیں ڈرنا چاہئے۔

دوسرا معجزہ: — اور تم اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو، وہ بغیر کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا (یہ دونوں معجزے) نو معجزات میں سے ہیں (ان کے ساتھ) فرعون اور اس کی قوم کی طرف (جاؤ) بے شک وہ حد سے نکلنے والے لوگ ہیں — پس ان کو سمجھاؤ تا کہ وہ حد اطاعت میں آئیں۔

وہ نو معجزات یہ ہیں: (۱) عصائے موسیٰ: جو زمین پر ڈالنے سے اڑ دہاں جاتا تھا (۲) ید بیضاء: ہاتھ بغل میں دبا کر نکالنے سے سورج کی طرح چمکنے لگتا تھا (۳) پانی کا سیلاب (۴) نڈی دل (۵) جوئیں یا چیڑی یا سرسری (۶) مینڈک (۷) خون (۸) قحط سالیاں (۹) پھلوں کی کمی — پہلی دو نشانیاں یہاں اور قرآن میں متعدد جگہ مذکور ہیں، اس کے بعد کی چار نشانیاں سورۃ الاعراف آیت ۱۳۳ میں مذکور ہیں، اور آخری دو نشانیاں سورۃ الاعراف آیت ۱۳۰ میں مذکور ہیں۔

یہ دونوں معجزے نو معجزات میں سے ہیں: یعنی فی الحال ان دو معجزوں کے ساتھ جاؤ، باقی معجزات اور دیئے جائیں گے جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوں گے۔

پس جب ان کو ہمارے واضح معجزات پہنچے تو انھوں نے کہا: یہ صریح جادو ہے! — اور ظلم و تکبر کی راہ سے ان لوگوں نے معجزات کا انکار کیا، درانحالیکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا، پس دیکھ کیسا انجام ہوا ان مفسدوں کا! — موسیٰ علیہ السلام کے یہ واضح معجزات ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھے، اور ان کے دلوں نے یقین بھی کر لیا تھا کہ یہ جادو نہیں خدائی نشانات ہیں، مگر انھوں نے ایمان لانے کا بار بار عہد کر کے بھی خلاف ورزی کی، اور بالآخر تباہ ہوئے، پس آج مکہ والے جو رسالت کا انکار کر رہے ہیں: کیا ان کے لئے یہ قرآن واضح معجزہ نہیں؟ ان کے دلوں کو تو یقین آ گیا ہے کہ یہ کلام الہی ہے، مگر قولِ فعل سے اقرار نہیں کرتے، پس کیا ان کا حشر ان کے برادروں سے کچھ مختلف ہوگا؟

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَ الْחَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلْنَا عَلَى
كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
عَلِمْنَا مَنَظِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝ وَحُشِرَ
لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا
عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطُمَنَّكُمْ
سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَتَّبَسَّمَ صَاحِبًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ
أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا
تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	الْمُؤْمِنِينَ	ایمان والے	لَهُوَ	البتہ وہ
آتَيْنَا	دیا ہم نے	وَوَرِثَ	اور وارث بنے	الْفَضْلُ	فضل ہے
دَاوُدَ	داؤد	سُلَيْمَانَ	سلیمان	الْمُبِينُ	واضح
وَسُلَيْمَانَ	اور سلیمان کو	دَاوُدَ	داؤد کے	وَحُشِرَ	اور جمع کیا گیا
عِلْمًا	علم	وَقَالَ	اور کہا اس نے	لِسُلَيْمَانَ	سلیمان کے لئے
وَقَالَ	اور کہا دونوں نے	يَا أَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو	جُنُودُهُ	اس کا لشکر
الْحَمْدُ	تمام تعریفیں	عَلِمْنَا	سکھلائے گئے ہم	مِنَ الْجِنِّ	جنات سے
لِلَّهِ	اس اللہ کے لئے ہیں	مَنْظِقَ	بولی	وَالْإِنسِ	اور انسانوں سے
الَّذِي	جس نے	الطَّيْرِ	پرندوں کی	وَالطَّيْرِ	اور پرندوں سے
فَضَّلْنَا	برتری بخشی ہمیں	وَأُوتِينَا	اور دیئے گئے ہم	فَهُمْ	پس وہ
عَلَىٰ كَثِيرٍ	بہت سوں پر	مِنْ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز سے	يُوزَعُونَ ^(۱)	روکے جاتے ہیں
مِّنْ عِبَادِهِ	اپنے بندوں میں سے	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ	حَتَّىٰ إِذَا	یہاں تک کہ جب

(۱) یوزعون: مضارع مجہول، جمع مذکر غائب، وَزَعَ يَزَعُ وَزَعًا (ف) روکنا، جمع کرنا۔

آتُوا	پہنچو وہ	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ	أَنْعَمْتَ عَلَىٰ	کی آپ نے مجھ پر
عَلَىٰ وَاوٍ	میدان پر	كَأَيْشَعُرُونَ	جانتے بھی نہ ہوں	وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ	اور میرے والدین پر
النَّمْلِ	چیونٹیوں کے	فَتَبَسَّمَ	پس مسکرائے وہ	وَأَنْ	اور یہ کہ
قَالَتْ	کہا	صَاحِبُهَا	ہنستے ہوئے	أَعْمَلَ	کروں میں
نَمْلَةً	ایک چیونٹی نے	مَنْ قَوْلُهَا	اس کی بات سے	صَالِحًا	وہ نیک کام
يَا أَيُّهَا الْمَثَلُ	اے چیونٹیو!	وَقَالَ	اور کہا انھوں نے	تَوَضَّعْتُ	جس آپ پر راضی ہوں
ادْخُلُوا	گھس جاؤ	رَبِّ	اے میرے رب!	وَأَدْخَلْنِي	اور داخل فرمائیں آپ مجھے
مَسْكِنَكُمْ	اپنے گھروں میں	أَوْزِعْنِي ^(۱)	توفیق دے مجھے	بِرَحْمَتِكَ	اپنی مہربانی سے
لَا يَحْطِطُكُمْ	ہرگز نہ کچل ڈالیں تمہیں	أَنْ أَشْكُرَ	کہ شکر بجالاؤں میں	فِي عِبَادِكَ	اپنے بندوں میں
سَلِيمِينَ	سلیمان	نِعْمَتِكَ	آپ کی اس نعمت کا	الطَّالِحِينَ	نیک
وَجُنُودَهُ	اور اس کا لشکر	الَّتِي	جو		

سبا کی رانی بغیر معجزہ کے ایمان لائی

فرعون مصر کا راجہ تھا، وہ معجزاتِ موسیٰ سے ایمان نہیں لایا، اس کے لئے ہدایتِ مقدر نہیں تھی، اور سبا کی رانی بغیر معجزہ کے ایمان لائی اور سرخ رو ہوئی، اب مکہ والوں کو ملکہ سبا کا واقعہ سنایا جا رہا ہے، اور تمہید میں سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

ارشاد پاک ہے: اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا فرمایا! — یعنی دونوں کو اللہ تعالیٰ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا، شرائع و احکام کے ساتھ اصولِ سیاست و حکمرانی کے علوم سے بھی سرفراز فرمایا — اور دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو بہت سے ایماندار بندوں پر برتری بخشی! — یعنی دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ نعمتِ الہی پر شکر بجالانا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے، اور اس پر نعمت میں فرونی کا وعدہ بھی ہے — اور ان دونوں نے ”بہت سے“ اس لئے کہا کہ بہت سے انبیاء ان دونوں سے افضل ہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام وغیرہ، اور فضیلتِ کلی تو ایک ہی بندے کو حاصل ہے، اور وہ ہیں سید المرسلین ﷺ! اور سلیمان: داؤد کے قائم مقام ہوئے — یعنی داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹوں میں سے ان کے اصل جانشین

(۱) أَوْزَعَ إِزَاعًا (افعال) أَوْزَعَ اللَّهُ فَلَانَا الشَّيْءَ: اللہ کا کسی کے دل میں کوئی بات ڈالنا، کسی بات کی توفیق دینا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے، ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی عطا فرمائی اور بادشاہت بھی۔ اور بادشاہت بھی ایسی کہ نہ ان سے پہلے کسی کو ایسی حکومت ملی نہ ان کے بعد۔ — وراثت سے وراثت مالی مراد لی جائے گی تو اشکال ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے اور بھی بیٹے تھے، پھر سلیمان علیہ السلام کی تخصیص کیوں؟ اس لئے وراثت یہاں بمعنی قائم مقامی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا ملک اور سلطنت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی، بلکہ اس میں اضافہ کر دیا۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت جن و انس اور وحوش و طیور تک تھی، اور ہوا کو بھی آپ کے لئے مسخر کر دیا گیا تھا۔ — اور اس نے کہا: ”اے لوگو! ہم پرندوں کی بولی سکھلائے گئے ہیں، اور ہم ہر چیز میں سے دیئے گئے ہیں، بے شک یہ یقیناً اللہ کا کھلا ہوا فضل (انعام) ہے۔ — یعنی سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے دو خاص فضل فرمائے تھے:

ایک: چرند و پرند اور حشرات الارض کی بولیاں آپ کو سکھائیں، آگے چیونٹی کی بولی سمجھنے کا ذکر موجود ہے، اور اس آیت میں پرندوں کی بولی کی تخصیص ہد ہد کی وجہ سے کی ہے، جس کا آگے ذکر آ رہا ہے۔
دوسرا: بہت بڑی حکومت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سبھی چیزیں آپ کو عنایت فرمائیں۔ نکل سے عموم کلی مراد نہیں، بلکہ خاص مقصد کی حد تک عموم مراد ہے۔

سلیمان علیہ السلام حشرات کی بولی جانتے تھے

اور سلیمان کے لئے ان کا لشکر بٹات، انسان اور پرندوں میں سے جمع کیا گیا، پس وہ روکے گئے۔ — یعنی کوئی مہم درپیش تھی، سلیمان علیہ السلام لاؤ لشکر کے ساتھ اس طرف جا رہے تھے، ایسے موقع پر جن و انس اور وحوش و طیور میں سے حسب ضرورت بڑی تعداد ساتھ لی جاتی تھی۔ اتنی بڑی تعداد کہ ان کا نظم قائم کرنا پڑتا تھا، تاکہ پچھلی جماعت تیز چل کر یا آڑ کر آگے نہ نکل جائے، ہر سپاہی اپنے مقام پر رہے ﴿يُوزَعُونَ﴾: پس وہ روکے گئے کا یہی مطلب ہے کہ ان کی ترتیب قائم کی گئی۔

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: ”اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ، کہیں تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالے!“ — یعنی وہ جان بوجھ کر تو تم کو ہلاک نہیں کریں گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بے خبری میں تم پس جاؤ۔ — چیونٹی کی آواز کوئی نہیں سنتا، مگر سلیمان صاحب نے سن لی، یہ ان کا معجزہ تھا۔

فائدہ (۱): علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور شگن بشریہ سے بہت قریب واقع ہوا ہے، آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں، ان میں تعاون باہمی کا جذبہ، تقسیم عمل کا اصول اور نظام حکومت کی ادارات نوع انسانی کے مشابہ

پائے جاتے ہیں، محققین یورپ نے مدتوں ان اطراف میں قیام کر کے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں (نوائد عثمانی)

فائدہ (۲): یہ چیونٹا تھا یا چیونٹی؟ یعنی نہ تھا یا مادہ؟ تفسیر جلالین میں: ملکہ النمل ہے یعنی چیونٹیوں کی رانی تھی، اور ایک واقعہ میں امام اعظم رحمہ اللہ سے بھی یہی بات مروی ہے، اور انھوں نے قالت میں تائے تانیث سے استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم

پس سلیمان اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنسے — یعنی سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سمجھ لی، اور فرط تعجب سے نہ صرف مسکرائے بلکہ ہنسے — مسکراہٹ: دبی دبی ہنسی، ہونٹوں ہونٹوں میں ہنسی — ہنسی: خندہ، دانت کھل جائیں اور قریب میں آواز سنی جائے — قہقہہ: کھل کھلا کر ہنسا، جس کی آواز دور تک سنی جائے۔

انبیاء عام طور پر مسکراتے ہیں، اور کبھی فرط تعجب سے ہنستے بھی ہیں قہقہہ ان کی شان کے خلاف ہے، آیت کریمہ میں تبسم کے بعد ضاحکا بڑھا کر اشارہ کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا اور وہ نہ صرف مسکرائے، بلکہ ہنس پڑے!

اور فرط مسرت سے ادائے شکر کا جذبہ جوش میں آیا — اور انھوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے، اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کروں جن سے آپ خوش ہوں، اور آپ مجھ کو اپنی مہربانی سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائیں — حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین دعائیں کیں:

۱- اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ میں شکرِ نعمت کو ہر وقت ساتھ رکھوں، اس سے کسی حال میں جدا نہ ہوؤں، مداومت اور پابندی کے ساتھ شکر بجالاؤں۔ ﴿أَوْزِغْنِي﴾ وزغ سے بنا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: روکنا ﴿فَهُمْ يُوزَّغُونَ﴾ اسی معنی میں آیا ہے کہ لشکر کو کثرت کی وجہ سے انتشار سے بچانے کے لئے روکا جاتا تھا، پس ﴿أَوْزِغْنِي﴾ کا مفہوم ہے: مجھے شکرِ نعمت پر روک رکھ!

۲- اے اللہ! مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق عطا فرما جو آپ کے نزدیک مقبول ہو، رضا بمعنی قبول ہے، اور یہ قید اس لئے لگائی کہ عمل صالح کے لئے قبولیت لازم نہیں، صالح اور مقبول ہونے میں نہ عقلاً لزوم ہے نہ شرعاً، اور انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کے مقبول ہونے کی بھی دعا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت عمل کی قبولیت کی دعا کی ہے۔ پس نیک عمل کر کے بے فکر نہیں ہو جانا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرنی چاہئے کہ وہ اس کو قبول فرمائیں۔

۳۔ اے اللہ! مجھے اپنے فضل و کرم سے نیک بندوں میں شامل فرما! یعنی جنت کا وارث بنا، کیونکہ اللہ کے نیک بندے ہی جنت کے وارث ہونگے (الانبیاء آیت ۱۰۵) اور ﴿بِرَحْمَتِكَ﴾ اپنی مہربانی سے اس لئے بڑھایا کہ جو کچھ ہوگا ان کے کرم سے ہوگا، اپنے بوتے پر کچھ نہیں ہوگا، جو نیک بندوں میں شامل ہوگا اور جو جنت میں جائے گا وہ کریم مولیٰ کی مہربانی سے جائے گا۔

و تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَدُودَ ۖ أَمْ كَانِ مِنَ الْغَائِبِينَ ۖ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِي بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۖ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطَّتْ بِمَا لَمْ يُحَاطَ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ۖ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۖ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۖ

اور حاضری لی	مِنَ الْغَائِبِينَ	غیر حاضر	فَمَكَثَ	پس ٹھہرا وہ
پرندوں کی	لَأُعَذِّبَنَّهُ	ضرور سزا دوں گا اس کو	غَيْرَ بَعِيدٍ	زیادہ دیر نہیں
پس کہا:	عَذَابًا	سزا	فَقَالَ	پس کہا اس نے
کیا بات ہے	شَدِيدًا	سخت	أَحَطَّتْ ^(۵)	جانی میں نے
نہیں دیکھتا میں	أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ ^(۳)	یا ذبح کر ڈالوں گا اس کو	بِمَا	وہ بات جو
ہد ہد کو	أَوْ لَيَأْتِيَنِي	یا ضرور لائے وہ میرے پاس	لَمْ يُحَاطَ	نہیں جانی آپ نے
(ہے اور نظر نہیں آ رہا) ^(۲)	بِسُلْطٰنٍ ^(۴)	کوئی حجت	بِهِ	اس کو
یا ہے وہ	مُبِينٍ	واضح	وَجِئْتُكَ	اور لایا میں آپ کے پاس

(۱) فَتَقَدَّ: گم کرنا/ ہونا، تَفَقَّدَ: گم شدہ کو تلاش کرنا/ جانا، جیسے مدرسہ والے رات میں حاضری لیتے ہیں (۲) یہ ام کا معادل ہے جو محذوف ہے (۳) حرام جانور پریشان کرے تو اس کو مار ڈالتے ہیں، جیسے کتا پریشان کرے تو مار ڈالتے ہیں، اور حلال جانور پریشان کرے تو ذبح کر کے کھا لیتے ہیں، اور ہد ہد حلال پرندہ ہے، وہ ذی مِخْلَب نہیں ہے۔ (۴) قرآن میں ہر جگہ سلطان بمعنی حجت (دلیل) ہے، قالہ ابن عباسؓ (لغات القرآن) (۵) احاط: گھیرنا، اور جب صلہ میں ب اور علماً تمیز آئے تو معنی ہوتے ہیں: اچھی طرح جانا، احاطہ علمی میں لانا، آیت میں یہ کہ بعد علماً تمیز محذوف ہے۔

اور مزین کیا	وَزَيَّنَ	اور اس کے لئے	وَلَهَا	سبا سے	مِنْ سَبَا
ان کے لئے	لَهُمْ	تخت شاہی ہے	عَرْشٌ	ایک خبر	بَنِيَّا
شیطان نے	الشَّيْطَانُ	بڑا	عَظِيمٌ	یقینی	يَقِينٌ
ان کے کاموں کو	أَعْمَالَهُمْ	پایا میں نے اس کو	وَجَدْتُهَا	بے شک میں نے پایا	رَأَيْتُ وَجَدْتُ
پس روک دیا ان کو	فَصَدَّاهُمْ	اور اس کی قوم کو	وَقَوْمَهَا	ایک عورت کو	أَمْرًا
اللہ کی راہ سے	عَنِ السَّبِيلِ ^(۱)	سجدہ کرتے ہیں	يَسْجُدُونَ	جوان پر حکومت کرتی ہے	تَمْلِكُهُمْ
پس وہ	فَهُمْ	سورج کو	لِلشَّمْسِ	اور دی گئی ہے وہ	وَأُوتِيَتْ
راہ نہیں پاتے	لَا يَهْتَدُونَ ^(۲)	اللہ کو چھوڑ کر	مِنْ دُونِ اللَّهِ	ہر چیز سے	مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی جانتے تھے

اور (سلیمان علیہ السلام نے انتظام کے لئے) پرندوں کی حاضری لی — پس کہا: کیا بات ہے ہد ہد نظر نہیں آ رہا؟ (ہے اور نظر نہیں آ رہا) یا وہ غیر حاضر ہے؟ (اگر غیر حاضر ہے تو) میں اس کو ضرور سخت سزا دوں گا — سزا کی نوعیت خواہ کوئی ہو — یا اس کو ذبح کر دوں گا — اور چو لھے پر چڑھا دوں گا! — یا وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے — تو معاف کر دوں گا۔

پھر کچھ ہی وقت گزرا کہ (وہ آیا اور) کہا: میں نے وہ بات جانی جو آپ کو معلوم نہیں — انبیاء عالم الغیب نہیں ہوتے نہ ان کو جمع ماکان وما یکون کا علم ہوتا ہے — اور میں ملک سبا سے ایک پکی خبر لایا ہوں، میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر حکومت کرتی ہے — لوگ اس کا نام بلقیس بتاتے ہیں — اور اس کو ہر طرح کا سامان حاصل ہے اور اس کا ایک بڑا شاہی تخت ہے — یعنی اس کی حکومت بڑے کڑ و فر کی ہے — میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کرتے ہیں — آگے اللہ تعالیٰ ہد ہد کی بات میں اضافہ کرتے ہیں — اور شیطان نے ان کے لئے ان کے کاموں کو مزین کیا ہے — چنانچہ شرک جیسا بوگس نظریہ ان کو بالکل صحیح نظر آتا ہے — پس اس (ترتیب) نے ان کو اللہ کی راہ سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ اللہ کی راہ نہیں پاتے — حالانکہ اللہ کی معرفت فطری ہے!

فائدہ: سبا: ایک شخص کا نام تھا، پھر اس کی اولاد کو سبا کہنے لگے، یہ لوگ یمن میں آباد تھے، پھر ان کے شہر کو بھی جس کا نام مَادِب تھا سبا کہنے لگے، جو صنعاء سے تین دن کے فاصلہ پر ہے، بلقیس اُسی خاندان سے تھی، اور یعر ب بن قحطان کی (۱) السبیل: میں ال عہدی ہے، مراد اللہ کا راستہ ہے (۲) ہدایت: اللہ کا راستہ ہے، دوسرا راستہ ضلالت ہے۔

اولاد میں ہونے کی وجہ سے زبان ان کی عربی تھی (بیان القرآن)

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

أَلَّا ^(۱)	کیوں نہیں	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
يَسْجُدُوا	سجدہ کرتے	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں	لَا إِلَهَ	کوئی معبود نہیں
لِلَّهِ	اللہ تعالیٰ کو	وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں	إِلَّا هُوَ	مگر وہی
الَّذِي يُخْرِجُ	جو نکالتے ہیں	مَا تُخْفُونَ	جو چھپاتے ہو تم	رَبُّ	پروردگار
الْخَبْءِ ^(۲)	پوشیدہ چیز	وَمَا تُعْلِنُونَ	اور جو ظاہر کرتے ہو تم	الْعَرْشِ الْعَظِيمِ	بڑے تخت شاہی کا!

سورج کی تابانی اس کا اپنا کمال نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گذشتہ آیت کے نصف سے شروع ہوا ہے، اب ان آیات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سورج کی تابانی اس کی اختیاری نہیں، اس میں پوشیدہ رکھی ہوئی صلاحیت کی وجہ سے ہے، پھر وہ معبود کیسے ہو گیا؟ معبود تو وہ ہے جس نے سورج میں یہ صلاحیت رکھی ہے، پھر ایک مثال سے یہ بات سمجھائی ہے، انسان بہت کچھ دل میں چھپائے ہوئے ہوتا ہے، اس میں سے کچھ ظاہر کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں، یہی حال سورج میں مکون صلاحیت اور اس کی تابانی کا ہے۔ سب اللہ کے اختیار میں ہے، پس وہی معبود ہیں — رہا سب کی رانی کا کز و فر، ساز و سامان اور بڑا تخت تو وہ اس کے مذہب کی حقانیت کی دلیل نہیں، اللہ تعالیٰ کا تخت شاہی اس سے بھی بڑا ہے، آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے، پورا نظام شمسی اس کے سامنے پرکاش (تکے) کے برابر بھی نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — وہ اللہ تعالیٰ کو کیوں سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ چیزوں کو نکالتے ہیں، اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو: اس کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں! وہ عرش عظیم کے پروردگار ہیں!

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَذِبِينَ ۝ اذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ

(۱) الا: حرف تفضیل جملہ فعلیہ خبریہ پر داخل ہوتا ہے، دراصل ان لا تھا، نون کلام میں ادغام کیا ہے (۲) الخب: مصدر باب فتح بمعنی اسم مفعول: مَخْبُوءٌ: چھپی ہوئی۔

إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَإِئِنَّ الْقِيَّ
إِلَى كِتَابٍ كَرِيمٍ ﴿٥١﴾ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٥٢﴾ أَلَا تَعْلَمُونَ
عَلَى وَاتُّونِي مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾

۱۴

قَالَ	کہا (سلیماں نے)	عَنْهُمْ	ان سے	إِنَّهُ	بے شک وہ
سَنَنْظُرُ	ابھی دیکھتے ہیں ہم	فَانْظُرُ	پس دیکھ	مِنْ سُلَيْمَانَ	سلیماں کی طرف سے ہے
أَصَدَقْتَ	کیا سچ کہا تو نے	مَاذَا	کیا	وَلَا إِنَّهُ	اور بے شک وہ
أَمَرُكُنْتَ	یا تھا تو	يَرْجِعُونَ	لوٹاتے ہیں وہ	بِسْمِ اللَّهِ	شروع نام سے اللہ کے
مِنَ الْكَاذِبِينَ	جھوٹوں میں سے	قَالَتْ	کہا رانی نے	الرَّحْمَنِ	نہایت مہربان
إِذْ هَبْ	لے جا	يَا أَيُّهَا الْمَلَأَإِئِنَّ الْقِيَّ	اے سردارو!	الرَّحِيمِ	بڑے رحم والے
بِكُتَيْبِي	میرا خط	إِنِّي	بے شک میں	أَلَا	کہ نہ
هَذَا	یہ	أَلْقَى	ڈالا گیا	تَعْلَمُونَ ^(۱)	بلند ہوؤ
فَأَلْقَاهُ	پس ڈال اس کو	إِلَى	میری طرف	عَلَى	مجھ پر
إِلَيْهِمْ	ان کی طرف	رَكِبْتُ	خط	وَإَتُونِي	اور آ جاؤ میرے پاس
ثُمَّ تَوَلَّ	پھر ہٹ جا	كَرِيمٍ	معزز	مُسْلِمِينَ	مطیع ہو کر

سلیماں علیہ السلام رانی کو خط لکھتے ہیں

(سلیماں علیہ السلام نے) کہا: ہم ابھی معلوم کئے لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے؟ میرا یہ خط لے جا اور ان لوگوں کو پہنچا، پھر وہاں سے ہٹ جا، اور دیکھ کیا جواب دیتے ہیں؟ — رانی نے کہا: اے ارکانِ دولت! مجھے ایک معزز خط پہنچایا گیا ہے، وہ سلیماں کی طرف سے ہے، جو رحمان و رحیم اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے کہ مجھ پر بلند مت ہوؤ، اور میرے پاس مطیع ہو کر آ جاؤ! — اَلْقَاهُ إِلَيْهِمْ: محاورہ ہے یعنی ان کو پہنچا، پہنچانے کی جو بھی صورت ہو — وہاں سے ہٹ جا یعنی فوراً واپس مت لوٹ جا، بلکہ کسی جگہ ٹھہر جا اور سن کہ کیا جواب دینا طے کرتے ہیں — رانی نے اپنی کیبنٹ بلائی، اور ان کو خط پڑھ کر سنایا، رانی خود خط سے متاثر ہوئی، اس نے خط کو معزز کہا — خط کا مضمون تھا کہ میری (۱) اَعْلَمُوا: علو سے، مضارع، واحد مذکر حاضر، لانی کا: بلند مت ہوؤ، علو: چڑھنا، سرکشی کرنا۔

حکومت کے سامنے سرینڈر ہو جاؤ، باج گذار بن جاؤ! جلدی سے حاضر خدمت ہو جاؤ!

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ﴿٢٣٠﴾
 قَالُوا نَحْنُ أَوْلُوا قُوَّةٍ وَأُولُوا بَأْسٍ شَدِيدٍ ۚ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿٢٣١﴾
 قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ
 وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٢٣٢﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنْظُرَۃٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٢٣٣﴾

قَالَتْ	کہا رانی نے	شدید	سخت	اعزۃ	عزت داروں کو
يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ	اے سردارو!	وَالْأَمْرُ	اور معاملہ	أَهْلِهَا	اس بستی کے
أَفْتُونِي ^(۱)	رائے دو مجھے	إِلَيْكِ	آپ کے ہاتھ میں ہے	أَذِلَّةً	بے عزت
فِي أَمْرِي	میرے معاملہ میں	فَإَنْظُرِي	پس غور کریں آپ	وَكَذَٰلِكَ	اور اسی طرح
مَا كُنْتُ	نہیں ہوں میں	مَاذَا	کس چیز کا	يَفْعَلُونَ	کریں گے وہ
قَاطِعَةً	ٹپے کرنے والی	تَأْمُرِينَ	حکم دیتی ہیں آپ	وَإِنِّي	اور بے شک میں
أَمْرًا	کسی اہم معاملہ کو	قَالَتْ	کہا رانی نے	مُرْسِلَةٌ	بھیجے والی ہوں
حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	إِنَّ الْمُلُوكَ	بے شک بادشاہ	إِلَيْهِمْ	ان کے پاس
تَشْهَدُونَ	تم میرے پاس ہوؤ	إِذَا دَخَلُوا	جب داخل ہوتے ہیں	بِهَدِيَّةٍ	سوغات
قَالُوا	کہا انھوں نے	قَرْيَةً	کسی بستی میں	فَنْظُرَۃٌ	پس دیکھنے والی ہوں
نَحْنُ	ہم	أَفْسَدُوهَا	(تو) اس کو خراب کر دیتے ہیں	بِمَ	کس چیز کے ساتھ
أُولُوا قُوَّةٍ	طاقت ور	وَجَعَلُوا	اور بناتے ہیں وہ	يَرْجِعُ	لوٹتے ہیں
وَأُولُوا بَأْسٍ	اور جنگ جو ہیں			الْمُرْسَلُونَ	بھیجے ہوئے

رانی ارکانِ دولت سے مشورہ کرتی ہے

خط پڑھ کر رانی نے اپنے درباریوں کو جمع کیا — اس نے کہا: اے ارکانِ دولت! مجھے میرے معاملہ میں رائے دو

(۱) افتنی فی المسألة: قانونی رائے دینا، شرعی حکم بتانا۔

— مشورہ دو کہ اس خط کا کیا جواب دیا جائے؟ — میں کسی اہم معاملہ کو آپ لوگوں کی موجودگی کے بغیر طے نہیں کرتی — اور یہ اہم معاملہ ہے مشورہ دو کیا کروں؟ — سرداروں نے جواب دیا: ہم طاقت ور اور سخت جنگ جو ہیں — ہمارے پاس زور، طاقت اور سامان حرب کی کمی نہیں، پس ہمیں کسی بادشاہ سے دبنے کی ضرورت نہیں — اور سارا اختیار آپ کا ہے، پس آپ سوچ لیں: کیا حکم دیتی ہیں — ہم تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں۔

رانی نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو شہر کو ویران کر دیتے ہیں، اور اس بستی کے عزت داروں کو بے عزت کرتے ہیں، اور یہ لوگ بھی یہی کریں گے — اس لئے جلدی میں جنگ چھیڑنے فیصلہ مناسب نہیں — اور میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں: بھیجے ہوئے کیا لے کر لوٹتے ہیں — یہ اس نے بہت ہی دانشمندانہ فیصلہ کیا — اور ہد کو سلیمان علیہ السلام نے پہلے ہی ہدایت دی تھی کہ خط پہنچا کر ایک طرف کو ہٹ جانا یعنی خود کو چھپانا اور دیکھنا کہ خط کا کیا رد عمل ہوتا ہے، چنانچہ ہد نے سارا ماجرا سلیمان علیہ السلام کو کہہ سنایا۔

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنَ قَالَ اَسْتَدُّوْنِیْ بِمَالِیْ فَمَا اَنْتِجَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّا اَنْتُمْ بِکُلِّ اَنْتُمْ بِهَدٰیَّتِکُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝ اَرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَّا تِیْنَهُمْ بِمُجْنُوْدٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا اِذْ لَآ وَهْمٌ صٰغِرُوْنَ ۝

فَلَمَّا	پس جب	اَنْتِجَ	دیا ہے مجھ کو	اَرْجِعْ	واپس جا
جَاءَ	آیا (فرستادہ)	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	اِلَیْهِمْ	ان کے پاس
سُلَيْمَنَ	سلیمان کے پاس	خَیْرٌ	بہتر ہے	فَلَنَّا تِیْنَهُمْ	پس البتہ ضرور لائیں
قَالَ	(تو) کہا	مِمَّا	اس سے جو	بِمُجْنُوْدٍ	گے ہم ان پر
اَ	کیا	اَنْتُمْ	دیا ہے تم کو	لَا قِبَلَ	ایسا لشکر
اَسْتَدُّوْنِیْ ^(۱)	امداد کرتے ہو تم میری	بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	لَهُمْ ^(۲)	نہیں طاقت ہوگی
بِمَالِیْ	مال سے	بِهَدٰیَّتِکُمْ	اپنے ہدیہ پر	بِهٰی	ان میں
فَمَا	پس جو	تَفْرَحُوْنَ ^(۲)	اتراتے ہو		اس سے مقابلہ کی

(۱) تُمِلُّوْنَ: از امداد: مضارع، جمع مذکر حاضر، دوسرا نون کسور: نون و قایہ، پھری ضمیر واحد متکلم محذوف، اور نون کا کسرہ اس کی علامت

(۲) فَرَحَ (س): خوش ہونا، اترانا (۳) قِبَلَ: طاقت، دست رس، جیسے مالی بہ قِبَلَ: میرے اندر اس سے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

اور وہ ماتحت ہو گئے!	وَهُمْ صَاغِرُونَ ^(۱)	وہاں سے ذلیل کر کے	مِنْهَا آذِلَّةٌ	اور البتہ ضرور نکالیں گے ہم ان کو	وَنُخْرِجَنَّهُمْ
-------------------------	-------------------------------------	-----------------------	---------------------	--------------------------------------	-------------------

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دکھتی رگ دبائی

رانی نلمہ سلیمانی پڑھ کر رام ہو گئی تھی، اس کے ذہن میں اندیشے کلبلانے لگے تھے، مگر اس نے طاقت سلیمانی کا اندازہ لگانے کے لئے سوغات کا سوانگ بھرا، اس نے سوچا: اگر سلیمان ان ٹکڑوں پر راضی ہو گئے تو لاکھوں پائے، ورنہ طاقت کا اندازہ کر کے اگلا قدم اٹھائیں گے۔ پس جب فرستادہ سلیمان کے پاس آیا تو اس نے کہا: کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو؟ پس جو اللہ نے مجھ کو دیا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے! بلکہ تم اپنے ہدیہ پر ناز کرتے ہو۔ ان سے میرا دل لبھانا چاہتے ہو۔ ان کے پاس واپس جاؤ، ہم ان پر ایسا لشکر چڑھائیں گے جس سے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں ہوگی، اور ہم ضرور ان کو وہاں سے ذلیل کر کے باہر کریں گے، اور وہ ماتحت ہو گئے!۔ انہی باتوں کا رانی کو اندیشہ تھا، پس تیر نشانہ پر بیٹھا!

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَكُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ قَالَ عَفَرْتُكَ مِنَ الْجِنَّ أَنَا أْتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ۚ أَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَ تَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ۝ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۝ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ

(۱) صَغُرَ (ک) صَغَارًا: ذلیل و خوار ہونا، فہو صاغر، اور ماتحتی (بانج گذاری) بھی ایک طرح کی ذلت ہے۔

سَاقِيهَا، قَالَ إِنَّهُ صَرَحَ مُمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرِهِ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي
وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾

۱۵۸۲

قَالَ	کہا (سلیمان نے)	مِّن مَّقَامُوكَ ^(۲)	اپنی جگہ (در بار) سے	فَلَمَّا	پس جب
يَا أَيُّهَا	اے	وَأِنِّي	اور بے شک میں	رَأَاهُ	دیکھا اس کو
الْمَلَكُ	در بار یو!	عَلَيْهِ	اس پر	مُسْتَقِيرًا	رکھا ہوا
أَيُّكُمْ	تم میں سے کون	لَقَوِيَّ	یقیناً طاقت ور	عِنْدَهُ	اپنے پاس
يَا تِينِي	لائے گا میرے پاس	أَمِينٌ	امانت دار ہوں	قَالَ	(تو) کہا
بِعَرْشِهَا	اس کا تخت	قَالَ	اور کہا	هَذَا	یہ
قَبْلَ	پہلے	الَّذِي	اس نے جس	مِن فَضْلِ	مہربانی سے ہے
أَنْ	(اس سے) کہ	عِنْدَهُ	کے پاس (تھا)	رَبِّي	میرے رب کی
يَأْتُونِي	آئیں وہ میرے پاس	عِلْمٌ	علم	لِيَبْلُوَنِي	تاکہ جانچیں وہ مجھ کو
مُسْلِمِينَ	مطیع ہو کر	مِنَ الْكِتَابِ	کتاب (تورات) کا	أَشْكُرُ	کیا شکر کرتا ہوں میں
قَالَ	کہا	أَنَا	میں	أَمْ	یا
عَفْرِيَّتُ ^(۱)	ایک قوی بیکل	إِنِّي	لانے والا ہوں آپ {	أَكْفُرُ	ناشکری کرتا ہوں
مِنَ الْجِنَّ	جن نے	كُفْرًا	کے پاس	وَمَنْ	اور جو
أَنَا	میں	بِهِ	اس کو	شَكَرَ	شکر بجالاتا ہے
إِنِّي	لاؤں گا آپ کے پاس	قَبْلَ	پہلے	فَإِنَّمَا	تو بس
بِهِ	اس کو	أَنْ	(اس سے) کہ	يَشْكُرُ	شکر بجالاتا ہے
قَبْلَ	پہلے	يَرْتَدَّ	لوٹے	لِنَفْسِهِ	اپنے لئے
أَنْ	(اس سے) کہ	إِلَيْكَ	آپ کی طرف	وَمَنْ	اور جو
تَقُومَ	اٹھیں آپ	طَرَفُكَ ^(۳)	آپ کی پلک	كَفَرَ	ناشکری کرتا ہے

(۱) عفریت: دیو، بڑے ذیل ڈول کا آدمی، خبیث کے لئے بھی مستعمل ہے (۲) مقام: جگہ، مراد در بار ہے (۳) آنکھ کھلنے کے بعد تھوڑی دیر میں پلک بند ہو جاتی ہے، یہ پلک جھپکنے کی مقدار ہے یعنی چٹکی بجاتے لاؤں گا۔

فَإِنَّ	تو بے شک	هُوَ	وہ ہے	حَسِبْتَنِي	سمجھا اس کو
رَبِّي	میرا پروردگار	وَأُوتِينَا	اور دئے گئے ہم	لُجَّةً	گہرا پانی
غَنِيٌّ	بے نیاز	الْعِلْمَ	علم	وَكُشِفَتْ	اور کھولی اس نے
كَوْنُومُ	فیاض ہے	مِنْ قَبْلِهَا	قبل ازیں	عَنْ سَاقِيهَا	اپنی پنڈلیاں
قَالَ	کہا	وَكُنَّا	اور تھے ہم	قَالَ	کہا (سلیمان نے)
كَذَّبُوا	اوپرا (انجانا) کر دو	مُسْلِمِينَ	منقاد	لَا إِلَهَ	بے شک وہ
لَهَا	اس کے لئے	وَصَدَّهَا	اور روک دیا اس کو	صَدْرُ	محل ہے
عَرْشَهَا	اس کا تخت	مَا كَانَتْ	اس نے جو تھی	مُؤَمَّرَةً ^(۱)	پالش کیا ہوا
نَنْظُرُ	دیکھیں ہم	تَعْبُدُ	وہ پوجتی	مِنْ قَوَارِيرَ	شیشوں (کے مسالہ)
أَتَهْتَدِي	کیا ہدایت پاتی ہے وہ	مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ کو چھوڑ کر	قَالَتْ	کہا اس نے
أَمْرًا تَكُونُ	یا ہوتی ہے وہ	لَا إِلَهَ	بے شک وہ	رَبِّ	اے میرے رب!
مِنَ الدِّينِ	ان لوگوں میں سے جو	كَانَتْ	تھی	رَانِي	بے شک میں نے
لَا يَهْتَدُونَ	ہدایت نہیں پاتے	مِنْ قَوْمٍ	لوگوں میں سے	ظَلَمْتُ	ظلم کیا
فَلَمَّا	پس جب	كَفَرِينَ	انکار کرنے والے	نَفْسِي	اپنی ذات پر
جَاءَتْ	آئی وہ	قَبِيلَ	کہا گیا	وَأَسْلَمْتُ	اور مسلمان ہوئی میں
قَبِيلَ	کہا گیا	لَهَا	اس سے	مَعَ سُلَيْمَانَ	سلیمان کے ہاتھ پر
أَهْلَكَذَا	کیا ایسا ہے	ادْخُلِي	داخل ہو	لِلَّهِ	اللہ کے لئے
عَرْشِكَ	آپ کا تخت	الصَّرْحَ	دیوانِ خاص میں	رَبِّ	جورب ہیں
قَالَتْ	کہا اس نے	فَلَمَّا	پس جب	الْعَلِيِّينَ	سارے جہانوں کے
كَانَتْ	گویا وہ	رَأَتْهُ	دیکھا اس کو		

رانی بارگاہ سلیمانی میں باریاب ہوئی، اور سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت کا سامان کیا

وفد جو ہدایا لے کر آیا تھا واپس گیا، اس نے رانی کو آنکھوں دیکھا حال سنایا کہ وہ زبردست بادشاہ ہے، اس کی حکومت

(۱) مُؤَمَّرَةٌ: اسم مفعول، مصدر تَمَرَّدَ: چکنا کرنا، پالش کرنا، ہموار صاف کرنا۔

صرف انسانوں پر نہیں، جنات، پرند اور ہوا پر بھی ہے، اور ان کے مذہب کی تفصیلات بھی سنائیں کہ وہ اسلام کو ماننے ہیں اور ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، رانی نے سوچا کہ ایسے بادشاہ سے لوہا نہیں لیا جاسکتا، چنانچہ اس نے حاضری اور انقیاد کا فیصلہ کیا، ادھر سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت کا سامان کیا، اس کی ذہانت کا اندازہ تو ہو ہی گیا تھا، اور ذہین کو اشارہ کیا جاتا ہے، اشارہ اس کے لئے صراحت سے ابلاغ ہوتا ہے، چنانچہ رانی کا تخت منگوا لیا، اور اس کا روپ بدل دیا۔ تاکہ رانی اگر اس کو پہچان نہ سکے، اور دھوکہ کھا جائے تو اس کو سمجھانا آسان ہوگا کہ وہ سورج کے معاملہ میں بھی اسی طرح دھوکہ خوردہ ہے، پھر جب وہ آئی تو حکومت کے عملہ نے اس کا استقبال کیا، اور اس کو تخت دکھایا، اور پوچھا: کیا آپ کا تخت ایسا ہے؟ اس نے 'گویا' کی لاگ (سہارا) رکھ کر کہا: یہ تو میرا ہی تخت ہے! یہی بات کہ یہاں کیسے آیا؟ تو اس نے کہا: ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی حکومت جنات اور ہوا پر بھی ہے، جنات کے ذریعہ انھوں نے منگوا لیا، اور ہم منقاد ہو کر آئے ہیں، یہ کرشمہ دکھانے کی ضرورت نہیں تھی، اس طرح بات کہیں سے کہیں چلی گئی، اور رانی کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

پھر واقعہ روک کر اللہ تعالیٰ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ ایسی ذہین عورت سورج کی پوجا کیوں کرتی تھی؟ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں پہچانتی تھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے ان کے اعمال مزین کئے ہیں، وہ کافر (اللہ کو نہ ماننے والی) تھی، اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کرتی تھی، اور اسی کو حق سمجھتی تھی، اسی نے حق کی دریافت سے اس کو روک دیا، آج کروڑوں ہندو اینٹ پتھر کو پوجتے ہیں، جبکہ ان میں ایسے فرزانے بھی ہیں جو آسمان وزمین کے قلابے ملا تے ہیں، مگر ان کو بت پرستی کی سخافت نظر نہیں آتی۔

پھر عملہ رانی کو سلیمان علیہ السلام سے ملانے کے لئے دیوان خاص کی طرف لے چلا، اس محل میں کانچ کے مسالہ کی پاش کر رکھی تھی، جب اس پر روشنی پڑتی تھی تو صحن میں اس کا عکس پڑتا تھا، اور پانی کی لہریں اٹھتی نظر آتی تھیں۔ اور دیوان خاص میں نہر بنانے کا رواج قدیم زمانہ سے تھا، یہاں رانی دھوکہ کھا گئی، اس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولیں، سامنے سلیمان علیہ السلام تھے، انھوں نے کہا: یہ محل شیشہ کے مسالہ کی پاش کیا ہوا ہے، اس کی لہریں ہیں، پانی نہیں ہے، اب رانی کو اپنی عقل کا قصور سمجھ میں آیا کہ میں سورج کی تابانی پر مفتوں ہو کر جو اس کو خدا سمجھ بیٹھی ہوں یہ دھوکہ ہے، چنانچہ وہ اسی وقت سلیمان کے ہاتھ پر ایمان لے آئی، اور ایک اللہ کی پرستار بن گئی۔

رانی کو سامان ہدایت سے ہدایت نہیں ملی، اور اللہ تعالیٰ نے جہاں سے چاہا ہدایت دیدی

آیات کا ترجمہ: — سلیمان نے کہا: اے درباریو! تم میں سے کون میرے پاس رانی کا تخت لاسکتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مطیع ہو کر آجائیں؟ — ایک قوی ہیکل جن نے کہا: میں اس کو آپ کے پاس لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ

دربار سے اٹھیں، اور میں اس پر طاقت و رمانت دار ہوں — اس میں کچھ خیانت نہیں کروں گا — اور اس شخص نے جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم تھا: کہا: میں اس کو آپ کے پاس لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے — یہ اس بندہ کی کرامت تھی، اور امتی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے — پس جب اس کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے، تاکہ وہ مجھے جانچیں کہ میں شکر بجالاتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں — یہ بزرگ عالم کون تھے؟ سلیمان علیہ السلام کی امت کے صدیق اکبر تھے! ان کی کرامت کو سلیمان علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ کا احسان سمجھا اور اللہ کا ہر احسان خواہ کسی پر ہو شکر گذاری کے لئے ہوتا ہے — پھر فرمایا: اور جو شکر بجالاتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے شکر بجالاتا ہے — اللہ تعالیٰ کا اس میں کچھ نفع نہیں — اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز فیاض ہے — بے نیاز ہے: اس کا کچھ نقصان نہیں، اور فیاض ہے: ناشکروں کو بھی پالتا ہے۔

(سلیمان نے) کہا: اس کے لئے اس کا تخت انجانا کر دو، دیکھیں کیا اس کو ہدایت ملتی ہے یا وہ ان لوگوں میں ہوتی ہے جن کو ہدایت نہیں ملتی! — کائنات میں ہر سو ہدایت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں، مگر ہدایت اسی کو ملتی ہے جس کے لئے مقدر ہوتی ہے۔

پس جب وہ آئی تو پوچھا گیا: کیا آپ کا تخت ایسا ہے؟ اس نے کہا: گویا وہی ہے! اور ہمیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے اور ہم تابعدار ہو چکے ہیں — اس کی تفسیر تمہید میں آچکی ہے — پھر اللہ تعالیٰ کی بات ہے، اور ایک سوال کا جواب ہے: — اور اس کو روک دیا اس نے جس کو وہ اللہ کو چھوڑ کر پوجتی تھی، بے شک وہ کافر (انکار کرنے والوں) میں سے تھی — اس کی شرح بھی تمہید میں آگئی ہے۔

اس سے کہا گیا: دیوان خاص میں چلیں، پس جب اس کو دیکھا تو اس کو گہرا پانی سمجھا، اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھولیں، (سلیمان نے) کہا: یہ کانچ کے مسالہ کا پالش کیا ہوا محل ہے! اس نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا، اور میں سلیمان کے ہاتھ پر رب العالمین کے سامنے منقاد ہوتی ہوں!

فائدہ: دیوان خاص: شاہی خلوت خانہ، شاہی دربار۔ خاص دربار میں نہر چلانے کا رواج قدیم زمانہ سے ہے، دریائے نیل سے فرعون کے دیوان خاص میں نہر جاتی تھی، اسی میں بہہ کر موسیٰ علیہ السلام کا تابوت گیا تھا، جس کو فرعون کی بیوی نے اٹھوا لیا تھا، دہلی میں لالہ قلعہ میں بھی دیوان خاص میں جمناسے نہر چڑھائی گئی تھی — اور دیواروں اور کواڑوں پر پالش مسالہ لگا کر کی جاتی ہے، اس دیوان خاص میں کانچ کا مسالہ لگا کر پالش کی گئی تھی، جس کا عکس صحن میں پڑتا تھا تو پانی کی لہریں اٹھتی محسوس ہوتی تھیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَيْنِ يَخْتَصِمُونَ ۝ قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ قَالُوا أَطِيعُوا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ قَالَ طَاعُواكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ۝ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مُكْرِهِمْ ۚ إِنَّا دَمَرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ فَتِلْكَ يَوْمَئِذٍ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا ۚ إِن فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَانْحَبْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

وَلَقَدْ	بجدا! واقعہ یہ ہے	فَرِيقَيْنِ	دو فریق	تَسْتَغْفِرُونَ	معافی مانگتے
أَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	يَخْتَصِمُونَ	باہم جھگڑتے ہیں	اللَّهُ	اللہ سے
إِلَى ثَمُودَ	ثمود کی طرف	قَالَ	کہا	لَعَلَّكُمْ	شاید تم
أَخَاهُمْ	ان کے برادر	يَقَوْمِ	اے میری قوم	تُرْحَمُونَ	رحم کئے جاؤ
صَالِحًا	صالح کو	لِمَ	کیوں	قَالُوا	کہا انھوں نے
أَنْ	کہ	تَسْتَعْجِلُونَ	جلدی مانگتے ہو	أَطِيعُوا ^(۲)	نحوست پڑی ہم پر
اعْبُدُوا	عبادت کرو	بِالسَّيِّئَةِ	برائی کو	بِكَ	تیری وجہ سے
اللَّهُ	اللہ کی	قَبْلَ	پہلے	وَبِمَنْ	اور ان کی وجہ سے جو
فَإِذَا	پس اچانک	الْحَسَنَةِ	خوبی کے	مَعَكَ	تیرے ساتھ ہیں
هُمْ	وہ	لَوْلَا	کیوں نہیں	قَالَ	کہا

(۱) اُن: مفسرہ ہے، رسول جو پیغام لائے ہیں اس کی تفسیر کرتا ہے۔ (۲) اَطِيعُوا: اصل میں تَطِيعُوا تھا، ت کا ط میں ادغام کیا اور شروع میں ہمزہ وصل بڑھایا: ہم نے بدقالی لی، ہم نے منحوس سمجھا۔

ان کی چال کا	مَكْرِهِمْ	پھر	ثُمَّ	تمہاری نحوست	ظَلَمُواكُمْ
کہ ہم نے	اَنَّا	ضرور کہیں ہم	لَنَقُولَنَّ	اللہ کے پاس ہے	عِنْدَ اللّٰهِ
ہلاک کر دیا ان کو	دَمَّرْنَاهُمْ ^(۳)	اس کے وارث سے	لَوْلَا ^(۱)	بلکہ	بَلْ
اور ان کی قوم کو	وَقَوْمَهُمْ	نہیں	مَا	تم	اَنْتُمْ
سبھی کو	اَجْمَعِينَ	موجود تھے ہم	شَهِدْنَا	لوگ ہو	قَوْمٌ
پس وہ ہیں	فَتِلْكَ	ہلاک ہونے کی جگہ میں	مَهْلِكَ	آزمائے جارہے	تُفَكَّنُونَ
ان کے گھر	يُبْنَوْنَهُمْ	اس کے گھر والوں کی	اَهْلِيْهِ	اور تھے	وَكَانَ
خالی پڑے	خَاوِيَةً ^(۴)	اور بے شک ہم	وَلَا اَنَا	شہر میں	فِي الْمَدِيْنَةِ
ان کے ظلم کے سبب سے	بِمَا ظَلَمُوا	یقیناً سچے ہیں	لَصٰدِقُوْنَ	نو	تَسْعَةً
بے شک	اِنَّ	اور چال چلے وہ	وَمَكْرُوْا	افراد	رَهْطًا ^(۱)
اس میں	فِيْ ذٰلِكَ	ایک چال	مَكْرًا	بگاڑ پھیلاتے تھے	يُفْسِدُوْنَ
یقیناً نشانی ہے	لَاٰيَةً	اور چال چلے ہم	وَمَكْرُنَا	زمین میں	فِي الْاَرْضِ
لوگوں کے لئے	لِقَوْمٍ	ایک چال	مَكْرًا	اور سنوارتے نہیں تھے	وَلَا يُصْلِحُوْنَ
جو جانتے ہیں	يَعْلَمُوْنَ	اور وہ	وَهُمْ	کہا انھوں نے	قَالُوْا
اور بچا لیا ہم نے	وَاَنْجَيْنَا	جانتے نہیں تھے	لَا يَشْعُرُوْنَ	آپس میں قسمیں کھاؤ	تَقَاسَمُوْا
ان کو جو	الَّذِيْنَ	پس دیکھ	فَانْظُرْ	اللہ تعالیٰ کی	بِاللّٰهِ
ایمان لائے	اٰمَنُوْا	کیسا	كَيْفَ	ضرورت میں جا	لَنُبَيِّنَنَّ ^(۲)
اور تھے وہ	وَكَانُوْا	تھا	كَانَ	لیں ہم اس کو	
ڈرتے	يَنْتَقُونَ	انجام	عَاقِبَتُهُ	اور اس کے گھر والوں کو	وَ اَهْلَهُ

شمود کے واقعہ میں مکہ والوں کے لئے نشانی ہے

شمود نے صالح علیہ السلام کو رات میں قتل کرنے کا پلان بنایا، اور ناکام رہے، مکہ والے بھی اسی طرح رات میں

(۱) عدد کی رھط کی طرف اضافت کی جائے تو افراد مراد ہوتے ہیں (۲) نُبَيِّنَنَّ: مضارع، جمع متکلم، بانون تاکید ثقیلہ، ہ ضمیر مفعول، تَبَيَّنَتْ: مصدر: رات میں حملہ کرنا۔ (۳) تدمیر: اکھیر مارا، ہلاکت ڈالی (۴) خاویۃ: افتادہ، ڈھ پڑا ہوا، اندر سے کھوکھلا۔

نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنائیں گے اور ناکام رہیں گے، گفتہ آید در حدیث دیگر اس کے طور پر ان کو شہود کا واقعہ سنایا جا رہا ہے۔ اور بخدا! ہم نے ثمود کی طرف ان کے برادر صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو۔ ہر نبی کی بنیادی دعوت یہی ہے کہ شرک سے بچو، اور ایک اللہ کی عبادت کرو۔ پس اچانک وہ دو متخاصم فریق بن گئے۔ ایک ایمان والے اور ایک منکر، جس طرح مکہ میں دو فریق بن چکے ہیں، جبکہ چاہئے تھا کہ سب صالح کی بات پر کان دھرتے اور ثمود کے دونوں فریقوں کی گفتگو سورۃ الاعراف آیات ۷۵، ۷۶ میں آئی ہے۔ صالح نے کہا: اے میری قوم! تم کیوں جلدی مانگتے ہو برائی خوبی سے پہلے؟ تم کیوں اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگتے؟ شاید تم رحم کئے جاؤ۔ یہ بات صالح علیہ السلام نے اونٹنی کو زخمی کر کے عذاب کا مطالبہ کرنے پر عذاب آنے سے پہلے فرمائی تھی، سورۃ الاعراف (آیت ۷۷) میں ہے: ﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ، وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ، وَقَالُوا: يَا صَالِحُ اتَّبَا بِمَا تَعْلَمُنَا إِن كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ پس انھوں نے اونٹنی کو مار ڈالا، اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی، اور کہنے لگے: اے صالح! جس عذاب کی تو ہم کو دھمکی دیتا ہے اس کو لے آ اگر تو پیغمبر ہے! صالح علیہ السلام نے فرمایا: اب بھی توبہ کا موقع ہے، اپنی حرکت کی معافی مانگو، عذاب ٹل جائے گا۔ اور شاید: شاہی محاورہ ہے، پکے وعدہ کے لئے ہے۔ انھوں نے جواب دیا: ہم پر تیری وجہ سے اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے نحوست پڑی ہے۔ اور ہم اقتصادی پریشانیوں سے مبتلا ہو گئے ہیں۔ صالح نے کہا: تمہاری نحوست اللہ کے پاس ہے! یعنی تمہاری شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔ بلکہ تمہاری آزمائش کی جارہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، سورۃ الاعراف کی (آیت ۹۳) ہے: ﴿هُوَ مَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرُّوْنَ﴾ اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا تو وہاں کے رہنے والوں کو محتاجی اور بیماری میں پکڑا، تاکہ وہ ڈھیلے پڑیں۔ اسی سنت کے مطابق قوم ثمود بھی بد حالی سے دو چار ہوئی، مگر انھوں نے اس کو صالح علیہ السلام اور مؤمنین کی نحوست سمجھا۔

اور شہر میں نواشخاص تھے جو زمین میں بگاڑ پھیلاتے تھے، اور سنوارتے نہیں تھے۔ مکہ میں بھی ایسے ہی نوگرو گھنٹال تھے، ان کا بھی یہی کام تھا۔ انھوں نے کہا: باہم اللہ کی قسمیں کھاؤ کہ ضرور رات میں ہم جالیں گے صالح کو اور اس کی فیملی کو۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! پھر ہم اس کے وارث (خون کا مطالبہ کرنے والے) سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہیں تھے، اور ہم بالکل سچے ہیں۔ اس طرح ہم ملزم نہیں ٹھہریں گے جن سے ان کے حمایتی قصاص یا خون بہا لے سکیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ لوگ ایک چال چلے۔ صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی۔ اور ہم بھی

ایک چال چلے، اور وہ ان کو معلوم نہیں تھی — زلزلہ آیا، ایک چیخ سنائی دی، اور پہاڑوں کی چٹانیں لڑھک آئیں، اور سب کھیت رہے! ہلاک ہو گئے! — پس دیکھ کیسا ہوا ان کی چال کا انجام! ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو کبھی کو اکھیر مارا، اب یہ رہے ان کے گھر ڈھے پڑے ان کے ظلم کے سبب سے، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے جاننے والوں کے لئے — پس اے مکہ والو! سبق لو اگر تم بھی یہ حرکت کرو گے تو منہ کی کھاؤ گے! — اور بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور پرہیز گار تھے — اس میں مؤمنین کے لئے بشارت ہے۔

اللہ کی لالچی میں آواز نہیں ہوتی، مگر جب پڑتی ہے تو چھٹی کا دودھ یا دودلا دیتی ہے!

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ أَيْنَكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أَنْفُسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ قَدَّرْنَا نَهَا مِنَ الْغَيْرِينَ ۝ وَامْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ۝

وَلَوْطًا	اور (بھيجا) لوط کو	شہوۃ ^(۱)	شہوت کے لئے	آن	یہ کہ
إِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	مِّنْ دُونِ	چھوڑ کر	قَالُوا	کہا انھوں نے
لِقَوْمِهِ	اپنی قوم سے	النِّسَاءِ	عورتوں کو	أَخْرِجُوا	نکالو
أَتَأْتُونَ	کیا آتے ہو تم	بَلْ أَنْتُمْ	بلکہ تم	آلَ لُوطٍ	لوط کے گھر والوں کو
الْفَاحِشَةَ	بے حیائی کو	قَوْمٌ	لوگ ہو	مِّنْ قَرْيَتِكُمْ	تمہاری بستی سے
وَأَنْتُمْ	اور تم	تَجْهَلُونَ	نادانی کرتے	إِنَّهُمْ	بے شک وہ
تُبْصِرُونَ	دیکھتے ہو	فَمَا كَانَ	پس نہیں تھا	أَنْفُسٌ	لوگ ہیں
أَيْنَكُمْ	کیا بے شک تم	جَوَابَ	جواب	يَّتَطَهَّرُونَ	پاک بنتے
لَتَأْتُونَ	البتہ آتے ہو	قَوْمَهُ	اس کی قوم کا	فَأَنْجَيْنَاهُ	پس نجات دی ہم
الرِّجَالَ	مردوں کو	إِلَّا	مگر		نے اس کو

(۱) شہوۃ: مفعول لہ ہے، اور حال بھی ہو سکتا ہے۔

وَ أَهْلَكَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَرْنَهَا	اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی بیوی کو تجویز کیا ہم نے اس کو	مِنَ الْغَيْرِيْنَ باقی رہنے والوں میں سے اور برسائی ہم نے ان پر	{ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ	خاص بارش پس بری ہوئی بارش ڈرائے ہوؤں کی
---	---	--	--	--

قوم لوط کے واقعہ میں بھی عبرت کا سامان ہے

لوط علیہ السلام کی قوم نے خاندانِ لوط کو بستی سے نکالنے کا پلان بنایا، اس کا انجام کیا ہوا؟ اسی طرح مکہ والوں نے مومنین کو مکہ سے نکال باہر کیا، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا، پھر مدینہ کی طرف، وہ بھی اپنی حرکت کا انجام دیکھ لیں گے۔ اور ہم نے لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو، جبکہ تم سمجھدار ہو! کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر! بلکہ تم نادان لوگ ہو۔ گھوڑے کو چھوڑ کر گدھے پر سواری کرتے ہو!۔ پس اس کی قوم کا جواب یہی تھا کہ لوط کی فیملی کو اپنی بستی سے باہر کرو، یہ لوگ پاک باز بنتے ہیں۔ ہم گندوں کے درمیان ان کا کیا کام!۔ پس ہم نے اس کو اور اس کی فیملی کو نجات دی، علاوہ اس کی بیوی کے۔ وہ کافرہ تھی، ساتھ نہیں چلی۔ ہم نے اس کو باقی رہنے والوں میں تجویز کیا۔ اس کے مقدر میں کنکر تھے۔ اور ہم نے ان پر خاص قسم کی بارش برسائی، پس ڈرائے ہوؤں کی بارش بری ہوئی۔ اسی طرح مکہ والوں پر بھی عذاب کا کوڑا بر سے گا، انتظار کریں۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰۤی ۗ اَللّٰهُ خَبِيرٌۢ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۙ
اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَآءًۭ ۙ فَاَنْبَتْنَا بِهٖ حَدٰیْقَۃًۭ ذٰتِ
بَهْجَةٍۭ ۙ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُثْبِتُوْا شَجَرَهَاۙ اَعْلٰهٖۤ اَمَّۤ اَللّٰهُۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌۭ يَعْدِلُوْنَ ۙ اَمَّنْ
جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًاۙ وَجَعَلَ خِلَافَهَاۙ اَنْهٰرًاۙ وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَۙ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ
حَاجِزًاۙ اَعْلٰهٖۤ اَمَّۤ اَللّٰهُۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاۤهُ وَیَكْشِفُ
السُّوْءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِۙ اَعْلٰهٖۤ اَمَّۤ اَللّٰهُۚ قَلِیْلًاۙ مَا تَذَكَّرُوْنَ ۙ اَمَّنْ یُّهْدِیْكُمْ
فِی ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیْحَ بُشْرًاۙ بَيْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖۤ اَعْلٰهٖۤ اَمَّۤ

اللَّهُ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يُزْنُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ إِنَّكُمْ لَصَادِقُونَ ۝

اور بنایا	وَجَعَلَ	پانی	مَا	کہیں:	قُلْ
اس کے درمیان	خَلَقَهَا	پس اگائے ہم نے	فَاَنْبَتْنَا	تمام تعریفیں	الْحَمْدُ
نہروں کو	اَنْهَارًا	اس کے ذریعہ	رَبِّهِ	اللہ کے لئے ہیں	لِلَّهِ
اور بنائے	وَجَعَلَ	باغات	حَدَائِقَ	اور سلام ہے	وَسَلَامٌ
اس کے لئے	لَهَا	باروق (۳)	ذَاتَ بَهْجَةٍ	اس کے بندوں پر	عَلَىٰ عِبَادِهِ
بھاری پہاڑ	رَوَاسِيَ (۶)	نہیں تھا	مَا كَانَ	جن کو	الَّذِينَ
اور بنائی	وَجَعَلَ	تمہارے لئے	لَكُمْ	منتخب فرمایا	اصْطَفَىٰ (۳)
دوسندروں کے درمیان	بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ	کہ اگاتے تم	اَنْ تُنْبِتُوا	کیا اللہ تعالیٰ	اَللَّهُ
آڑ	حَاجِزًا	اس کے درخت	شَجَرَهَا	بہتر ہیں	خَيْرٌ
کیا کوئی معبود ہے	عَالَهُ	کیا کوئی معبود ہے	عَالَهُ	یا جن کو	اَمَّا
اللہ کے ساتھ	مَعَ اللَّهِ	اللہ کے ساتھ	مَعَ اللَّهِ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ	يُشْرِكُونَ
بلکہ اس کے بیشتر	بَلْ اَكْثَرُهُمْ	بلکہ وہ	بَلْ هُمْ	کیا جس نے	اَمَّنْ
جاننے نہیں	لَا يَعْلَمُونَ	لوگ ہیں	قَوْمٌ	پیدا کیا	خَلَقَ
کیا جو	اَمَّنْ	برابر ٹھہراتے	يَعْدِلُونَ	آسمانوں	السَّمَوَاتِ
جواب دیتا ہے	يُجِيبُ	کیا جس نے	اَمَّنْ	اور زمین کو	وَالْأَرْضِ
بے قرار کو	الْمُضْطَّرَّ	بنایا	جَعَلَ	اور اتارا	وَاَنْزَلَ
جب	اِذَا	زمین کو	الْأَرْضِ	تمہارے لئے	لَكُمْ
وہ اس کو پکارتا ہے	دَعَاؤُهُ	قرار گاہ	قَرَارًا (۵)	آسمان سے	مِّنَ السَّمَاءِ

(۱) حمد: تعریف، اختیاری خوبیوں پر ستائش (۲) سلام: سلامتی، دنیا و آخرت کی بھلائی (۳) اصطفیٰ: چنا، مصطفیٰ: چنیدہ
(۴) بھجہ: تروتازہ۔ (۵) قرار: اسم مصدر: ٹھہرنے کی جگہ، نہ لڑنے والی جگہ (۶) رَاسِيَةٌ کی جمع: مضبوطی کے ساتھ جھے ہوئے پہاڑ، جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان نہ ہو۔

وَيَكْشِفُ السَّيِّئَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتٍ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	اور کھولتا ہے تکلیف کو اور بنایا تم کو جانشین زمین میں کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ بہت کم یاد کرتے ہو تم کیا جو راہ دکھاتا ہے تم کو تاریکیوں میں خشکی اور سمندر کی	وَمَنْ يُؤْمِلْ الرِّيحَ بُظُرًا بَيْنَ يَدَيْهِ رَحْمَتَهُ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ أَمَّنْ يَبْدُوا	اور جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے والی سامنے اپنی رحمت کے کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ برتر ہیں اللہ تعالیٰ ان سے جن کو شریک ٹھہراتے ہیں وہ کیا جس نے اول بار پیدا کیا	الْخَلْقِ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يُؤْمِرُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ عَالَهُ مَعَ اللَّهِ قُلْ هَآئِنَا بُرْهَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ	مخلوق کو پھر وہ اس کو لوٹائیں گے اور جو روزی دیتے ہیں تم کو آسمان سے اور زمین سے کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ کہو لاؤ اپنی دلیل اگر ہو تم سچے
--	--	--	--	--	--

رابطہ: توحید، رسالت اور دلیل رسالت (قرآن کی حقانیت) کی باتیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں، پہلے منکروں کو شیطان راجہ اور مؤمن رانی کے واقعات سنائے، تاکہ وہ مؤمن و کافر کا فرق پہچانیں، پھر شمود قوم لوط کے واقعات بیان کئے، اور ان میں لطیف اشارے کئے، اب توحید پر خطبہ (تقریر) ہے، پہلی آیت تمہید ہے: ارشاد پاک ہے: — کہو، تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں — کسی اور کی کوئی تعریف نہیں، کیونکہ تعریف صاحب کمال کی ہوتی ہے۔ اور مرجع تمام کمالات (خوبیوں) کا اللہ کی ذات ہے، ہر کمال ان کا خاندان زاد ہے، دوسروں کے کمالات اللہ کے بخشے ہوئے ہیں۔ اور کمالات میں سب سے بڑا کمال معبود ہونا ہے، پس وہی قابل پرستش ہیں، اور کوئی معبود نہیں۔

اور سلام ان بندوں پر جن کو منتخب فرمایا — انبیاء اور اولیاء جن کو مشرکین نے معبود بنایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندے ہیں، ان کے لئے دنیا و آخرت میں سلامتی ہے۔ اب بتاؤ: — کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہیں یا وہ جن کو لوگ شریک ٹھہراتے ہیں؟ — اللہ تعالیٰ ہی بہتر ہیں، پس بہتر کو چھوڑ کر کم تر کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟

فائدہ: ﴿وَمَسَلَمَ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ﴾ مشرکین کے جواز شرک پر ایک استدلال کا جواب ہے، مشرکین کہتے ہیں کہ چونیک بندے ہم سے پہلے گذرے ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب بندگی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل کر لیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو خلعت الوہیت سے سرفراز کر دیا ہے اور وہ دیگر مخلوقات کی بندگی کے حق دار بن گئے ہیں، جیسے کوئی غلام بادشاہ کی شاندار خدمت کرتا ہے تو بادشاہ خوش ہو کر اس کو ”شاہی پوشاک“ عطا کرتا ہے اور اپنی مملکت کے کچھ حصہ کا نظم و نسق اس کو سونپ دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس علاقہ کے لوگوں کی طرف سے سمع و طاعت (بات سننے اور حکم ماننے) کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کو بعض بعض امور کا اختیار دیدیا ہے اس لئے ان کی بندگی ضروری ہے۔

جواب یہ دیا ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ نیک بندوں نے اللہ کی خوب عبادت کر کے قرب خاص حاصل کر لیا ہے، چنانچہ وہ دنیا و آخرت میں امن و سلامتی کے مستحق ہو گئے ہیں، اور بس! رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر ان کو خلعت الوہیت پہنایا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں، اور جب اللہ تعالیٰ ہر طرح ان بندوں سے بہتر ہیں، اور حکومت و ملک صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو معبود بھی وہی ہیں، اور کوئی خدائی میں شریک نہیں، سو جو، کم تر، برتر کے برابر کیسے ہو جائے گا؟

مقام حمد صرف اللہ کے لئے ہے، پس وہی معبود ہیں، اور نیک بندوں کے لئے منزل سلام ہے

۱- بتاؤ، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور تمہارے نفع کے لئے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے بارونق باغات اگائے، تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم اس کے درختوں کو اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ — جس نے یہ کام کئے ہوں یا کر سکتا ہو؟ کوئی نہیں! — بلکہ یعنی پھر بھی وہ لوگ اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں!

۲- بتاؤ جس نے زمین کو قرار دیا — تاکہ تم اس میں آرام سے زندگی بسر کر سکو، اگر وہ بچکولے کھاتی تو تمہارا کیا حال ہوتا؟ — اور اس کے درمیان نہریں چلائیں — زیر زمین سوت (چشمہ) چلایا، تاکہ جہاں سے چاہو کنواں کھود کر پانی نکال لو، اور زمین کے اوپر بھی ندیاں چلائیں، تاکہ جہاں سے چاہو بے مشقت پانی لے لو — اور اس پر بوجھل پہاڑ رکھے — یہ زمین میں میخیں ٹھوکیں، تاکہ وہ کپکپائے نہیں، اور ان کو پانی کی ٹنکیاں بنایا، وہیں سے پانی رس کر ندیاں چلتی ہیں، اور زیر زمین سوت بہتے ہیں — اور دو سمندروں کے درمیان آڑ بنائی — تاکہ حیوانات خشکی میں بسیں، اگر خشکی کی سطح بلند نہ کی جاتی تو ساری زمین پر پانی ہوتا، پھر تم کہاں بیستے؟ — کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ — جس نے یہ کام کئے ہوں یا کر سکتا ہو؟ کوئی نہیں — بلکہ یعنی پھر بھی ان کے بیشتر نہیں جانتے — کہ معبود کون ہے؟

۳- بتاؤ، جو بے قرار کی بات سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے، اور تکلیف دور کرتا ہے — مشرکین بھی سخت

مصائب و شدائد میں اسی کو پکارتے ہیں، اور جھوٹے معبودوں کو بھول جاتے ہیں — اور اس نے تم کو زمین میں جائش بنایا — تم سے پہلی نسل گئی اور تم ان کی جگہ زمین کو آباد کر رہے ہو — کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ — نہیں ہے جو پکار سنے اور تکلیف دور کرے، اور زمین کو خالی کر کے تمہارے تصرف میں دیدے — وہ لوگ بہت کم یاد کرتے ہیں — شدائد ہی میں یاد کرتے ہیں، ضمیر کی اس شہادت کو امن و اطمینان کے وقت بھول جاتے ہیں!

۴- بتاؤ، جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راہ دکھاتا ہے — اس مقصد سے ستارے بنائے جو تمہاری راہ نمائی کرتے ہیں، اس طرح کہ ستاروں سے تم نے قطب نما بنایا، اس کے سہارے رات میں جہاز رانی کرتے ہو، اور ہوائی جہاز اڑاتے ہو اور خشکی میں ستاروں کو دیکھ کر راہ پاتے ہو — اور جو مانسونی ہواؤں کو چلاتا ہے جو بارش سے پہلے خوش خبری دیتی ہیں — بارش کی آمد آمد کی اطلاع دیتی ہیں، پس تم بچاؤ کا سامان کر لیتے ہو، اور ہوائی کی تیاری کرتے ہو — کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ — کوئی نہیں، اور تم نے جو معبود بنائے ہیں وہ بوجس ہیں — اللہ تعالیٰ برتر ہیں ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

۵- بتاؤ، جس نے آفرینش کی ابتداء کی، اور جو اس کو دوبارہ بنائے گا، اور جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے — ابتداء پیدا کرنا تو سب کو مسلم ہے، یہی پہلا پریڈ چل رہا ہے، پھر کائنات کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا، جو دوسرا اور آخری دور ہوگا — کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ — جس نے پہلی بار پیدا کیا ہو؟ — کہو، لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو! — کہ خدائی میں کوئی ساجھی ہے — آگے مشرکین کی بوجس دلیل کا جواب ہے۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٥٠﴾
بَلِ ادْرَاكُ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ سَبَلٌ لَّهُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُونَ ﴿٥١﴾

قُلْ	کہو	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہیں	وَمَا	اور نہیں
لَا يَعْلَمُ	نہیں جانتے	الْغَيْبِ ^(۱)	غیب کو	يَشْعُرُونَ	جانتے وہ
مَنْ	جو	إِلَّا	سوائے	أَيَّانَ	کب
فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں	اللَّهُ	اللہ کے	يُبْعَثُونَ	اٹھائے جائیں گے

(۱) غیب: پوشیدہ، غیر حاضر، جو چیز انسان کے حواس سے بالاتر ہے، جو چیزیں حس اور عقل کی رسائی سے خارج ہیں، جن کا علم انبیاء کی اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتا، جیسے جنت و جہنم اور آخرت کے معاملات۔

بَلْ	بَلْ	بَلْ	بَلْ	بَلْ	بَلْ
اَذْرَكَ ^(۱)	تھک گیا ہے	ہُمُ	ہُمُ	وہ	وہ
عِلْمُهُمْ	ان کا علم	فِي شَكٍّ	شک میں ہیں	مِنْهَا	آخرت سے
فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں	مِنْهَا	آخرت کے بارے میں	عَمُونَ	اندھے ہیں

رابطہ: گذشتہ آیت میں مشرکین سے کہا گیا تھا کہ جوازِ شرک پر دلیل قائم کرو، اگر تم سچے ہو، چنانچہ وہ دلیل لائے کہ ایک عظیم الشان بادشاہ اپنی مملکت اور رعایا کا انتظام خود نہیں کر سکتا، وہ معاملات کا نظم و نسق مقررین بارگاہ کو سونپ دیتا ہے، اور رعایا پر ان کی اطاعت لازم کرتا ہے، اور ان کی سفارش ان کے خداموں اور مقررین کے حق میں قبول کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بعض مقرب بندوں کو الوہیت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے، اس لئے ان کی بندگی ضروری ہے۔ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ غیر محسوس کو محسوس پر، قادر کو عاجز پر اور کامل العلم کو ناقص العلم پر قیاس کرنا ہے جو باطل ہے کہیں، غیب کو نہیں جانتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اللہ کے — یعنی عظیم الشان بادشاہ ناقص العلم ہے، وہ اپنی مملکت کے سارے احوال براہِ راست نہیں جانتا نہ جان سکتا ہے، اس لئے وہ مددگاروں کا محتاج ہے، اور اللہ تعالیٰ کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں، لوگوں کے لئے جو چیزیں غیب (بن دیکھی) ہیں وہ سب اللہ کے سامنے حاضر ہیں، پھر ان کو مددگاروں کی اور غیروں کو الوہیت میں شریک کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ — پھر بندوں کے لئے غیب کی اور اللہ کے لئے شہادت کی مثال دی ہے — اور وہ نہیں جانتے کہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے — اسرافیل بھی نہیں جانتے کہ وہ کب صور پھونکیں گے؟ — اور نہ صرف یہ کہ یہ بات نہیں جانتے، جان بھی نہیں سکتے — بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم تھک گیا ہے بلکہ وہ آخرت کے بارے میں شک میں ہیں بلکہ وہ آخرت سے اندھے ہیں — عقل دوڑا کر تھک گئے، آخرت کی حقیقت نہ پائی، کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاءُ وَنَا أَيْبَانَا لَنُخْرِجَنَّكُمْ ۖ لَقَدْ وَعَدْنَا هَذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۖ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۖ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۖ

(۱) اذارك: ماضی، واحد مذکر غائب، اصل میں تَذَارَكَ تھا، تاء کا دال میں ادغام کیا، پھر شروع میں ہمزہ وصل بڑھایا، اس کے اصل معنی: پے درپے ہلاک ہونے کے ہیں، یہاں فنا ہونا اور تھک جانا مراد ہے۔

وَقَالَ	اور کہا	وَعِدْنَا	وعدہ کئے گئے ہم	فِي الْأَرْضِ	زمین میں
الَّذِينَ	جنہوں نے	هَذَا	اس کا	فَانْظُرُوا	پس دیکھو
كَفَرُوا	انکار کیا	نَحْنُ	ہم	كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا
إِذَا	کیا جب	وَابَاؤُنَا	اور ہمارے اسلاف	عَاقِبَةُ	انجام
كُنَّا	ہو جائیں گے ہم	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے	الْمُجْرِمِينَ	بدکاروں کا
ثَرَجًا	مٹی	إِنْ هَذَا	نہیں یہ	وَلَا نَحْزَنُ	اور نہ غم گیں ہوں
وَابَاؤُنَا ^(۱)	اور ہمارے اسلاف (بھی)	إِلَّا	مگر	عَلَيْهِمْ	ان پر
أَيُّنَا	کیا بے شک ہم	أَسَاطِيرُ	منقول باتیں	وَلَا تَكُنْ	اور نہ ہوں آپ
لنَحْزَنُونَ	ضرور نکالے جائیں گے	الْأَوَّلِينَ	انگوں سے	فِي صَنْعِهِ	تنگی میں
لَقَدْ	بخدا! واقعہ یہ ہے	قُلْ	کہیں	يَمَّا	اس سے جو
		وَسِيرُوا	چلو پھرو	يَمْكُرُونَ	چال چلتے ہیں وہ

اب مشرکین کے آخرت کے بارے میں شک اور اندھا پن کا بیان ہے، اس طرح آخرت کا موضوع چل پڑا — اور منکرین کہتے ہیں: کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے اسلاف بھی تو کیا ہم قبروں سے ضرور نکالے جائیں گے؟ بخدا! اس کا وعدہ کیا گیا ہم سے اور ہمارے اسلاف سے قبل ازیں، نہیں ہے یہ مگر انگوں سے منقول بات! — یعنی قرنہا قرن بیت گئے مگر یہ وعدہ واقعہ نہیں بنا، پھر ہم اس کا کیوں کر یقین کر لیں؟ یہ تو ایک مذہبی داستان ہے، اس سے زیادہ اس کی کچھ حقیقت نہیں! — کہو، چلو پھر زمین میں، پس دیکھو بدکاروں کا انجام کیسا ہوا! — یعنی اگر یہ جھوٹی بات ہے تو اس کے منکروں کو سزا کیوں ملی؟ اور پیغمبروں نے جو خبر دی تھی وہ واقعہ کیوں بنی؟ — اور آپ ان لوگوں کا غم نہ کھائیں، اور ان کی چالوں سے تنگی محسوس نہ کریں — ہم خود ان سے نبٹ لیں گے، جس طرح گذشتہ مجرموں کو سزا دی ہیں ان کو بھی دیں گے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدْفٌ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝

(۱) آباؤنا: کا عطف کان کے اسم پر ہے، اور فصل ہو گیا ہے اس لئے ضمیر متصل پر عطف درست ہے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

وَيَقُولُونَ مَنْ هَٰذَا الَّذِي يُوعَدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ قُلْ عَنِّي أَنْ يَكُونُ رَدْفٌ ^(۱) لَكُمْ بَعْضُ	اور کہتے ہیں وہ کب ہے یہ وعدہ اگر ہو تم سچے کہو ہو سکتا ہے کہ ہو پیچھے لگا تمہارے کچھ	الَّذِي تَسْتَغْلِبُونَ وَإِنَّ نَزْلَهُ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ	اس کا جو جلدی طلب کر رہے ہو تم اور بے شک تیرا رب مہربانی والا ہے لوگوں پر مگر ان کے اکثر شکر بجا نہیں لاتے اور بے شک تیرا رب البتہ جانتا ہے	مَا تُكِنُّ ^(۲) صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ	جو چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ اور نہیں کوئی چھپی چیز آسمان میں اور زمین میں مگر ایک کتاب میں ہے واضح
--	---	--	---	---	---

تکذیب رسول کا وبال آنے ہی والا ہے!

اور منکرین کہتے ہیں: کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ — یعنی تکذیب پر جس عذاب کی تم دھمکی دے رہے ہو وہ کب نازل ہوگا؟ — ہو سکتا ہے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہو کچھ حصہ اس عذاب کا جس کو تم جلدی طلب کر رہے ہو! — بدر میں اس سزا کی پہلی قسط پہنچی، باقی آخرت میں — اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں پر مہربان ہے — وہ سنبھلنے کا موقعہ دے رہا ہے — مگر اکثر لوگ شکر بجا نہیں لاتے — یعنی چاہتے تو یہ کہ موقعہ سے فائدہ اٹھائیں، اور مہربانی کے شکر گزار ہوں، مگر لوگ ہیں کہ اٹنے ناشکری کرتے ہیں اور عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں — اور بے شک آپ کا پروردگار یقیناً جانتا ہے اس کو جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں — یعنی فی الحال مکہ والے (۱) رَدْف: ماضی، واحد مذکر غائب، باب سمع (۲) تُكِنُّ: مضارع، واحد مؤنث غائب، مصدر اِكْتَنَان: دل میں کوئی بات پوشیدہ رکھنا، چونکہ صدور (فاعل) جمع مکسر ہے، اس لئے فعل مؤنث ہے۔

اگرچہ انکار کر رہے ہیں مگر ان کے ایمان کی امید ہے، جو ان کے دلوں میں مخفی ہے، اللہ تعالیٰ کو وہ معلوم ہے، اس کی وجہ سے عذاب آنے میں دیر ہو رہی ہے۔ اور آسمان وزمین میں کوئی مخفی چیز نہیں مگر وہ واضح کتاب (لوح محفوظ) میں مندرج ہے۔ اس طے شدہ امر کے موافق جلد یا بدیر عذاب ضرور آئے گا۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقْضُ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۖ وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ
وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۖ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۖ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ۖ

ان کے درمیان	بَيْنَهُمْ	اس میں	فِيهِ	بے شک	إِنَّ
اپنا فیصلہ	بِحُكْمِهِ ^(۳)	اختلاف کرتے ہیں	يَخْتَلِفُونَ	یہ	هَذَا
اور وہ زبردست	وَهُوَ الْعَزِيزُ	اور بے شک وہ	وَإِنَّهُ	قرآن	الْقُرْآنَ
ذی علم ہے	الْعَلِيمُ	یقیناً راہ نمائی	لَهْدَىٰ	بیان کرتا ہے	يَقْضُ ^(۱)
پس بھروسہ کریں	فَتَوَكَّلْ	اور مہربانی ہے	وَرَحْمَةً	اولاد پر	عَلَىٰ بَنِي
اللہ پر	عَلَى اللَّهِ	ایمان لائے والوں کیلئے	لِّلْمُؤْمِنِينَ	اسرائیل کے	إِسْرَءِيلَ
بے شک آپ	إِنَّكَ	بے شک	إِنَّ	اکثر	أَكْثَرَ
حق پر ہیں	عَلَى الْحَقِّ	آپ کا رب	رَبَّكَ	جو	الَّذِي
واضح	الْمُبِينِ	فیصلہ کرتا ہے	يَقْضِي ^(۲)	وہ	هُمْ

قرآن کریم فیصل، ہدایت اور رحمت ہے

گذشتہ آیات میں قرآن کریم نے خبر دی ہے کہ تکذیب رسول کا وبال آنے والا ہے، اس خبر کو انہی میں مت اڑاؤ، یہ خبر برحق ہے۔ قرآن کریم لوگوں کے اختلاف میں فیصل ہے، وہ اختلافات کا تصفیہ کرنے کے لئے آیا ہے، اسلام سے پہلے عربوں میں بعث بعد الموت میں اختلاف تھا، کچھ بندے اس کے قائل تھے، اور اکثر منکر تھے، قرآن نے نازل ہو کر اس اختلاف کا فیصلہ کیا کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے، اسی طرح اہل کتاب میں جن مسائل میں شدید اختلاف تھا (۱) قَصُّ (ن) القصۃ: واقعہ بیان کرنا (۲) قَضَى (ض) بین الخصمین: فریقین میں فیصلہ کرنا۔ (۳) حکم: فیصلہ۔

ان کا تصفیہ بھی قرآن نے کیا، مثلاً: عیسیٰ علیہ السلام کی واقعی پوزیشن کیا تھی؟ عیسائی اس میں بہت مختلف تھے، قرآن نے فیصلہ کیا: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِیْلَ﴾: عیسیٰ محض ایک بندے ہیں، ہم نے ان پر فضل کیا، اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنایا۔ اسی طرح اب مکہ والے رسول کی تصدیق و تکذیب میں مختلف ہو رہے ہیں، اس کا علمی فیصلہ قرآن کریم کر رہا ہے، اور عملی فیصلہ عذاب کی شکل میں ہونے والا ہے، پس جلدی مت مچاؤ، تھوڑا انتظار کرو اور قرآن ہدایت و رحمت بھی ہے، اس سے حصہ لے لو، عذاب سے بچ جاؤ گے۔

ارشاد پاک ہے: — بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے لئے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں — بنی اسرائیل میں یہود و نصاریٰ دونوں آگئے، عیسائیت بھی درحقیقت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے لئے تھی، پھر پولس نے اس کو عام کیا — اور اہل کتاب کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ عرب ان کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے، کیونکہ ان کے پاس آسمانی کتابیں تھیں، پس جب ان کے اختلافات کا قرآن تصفیہ کرتا ہے تو عربوں کے اختلافات کا فیصلہ تو بدرجہ اولیٰ کرے گا، کیونکہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک وہ (قرآن) ایمان لانے والوں کے لئے راہ نمائی اور مہربانی ہے — پس چاہئے کہ اس کی دکھائی ہوئی راہ اپنائیں، اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے حصہ لیں۔

پھر نبی ﷺ سے خطاب ہے: — بے شک آپ کے رب ان کے درمیان اپنا فیصلہ کرتے ہیں، اور وہ زبردست ذی علم ہیں، پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں، آپ یقیناً واضح حق پر ہیں — یعنی آپ کوگوں کے اختلاف و تکذیب سے متاثر نہ ہوں، اللہ پر بھروسہ کر کے اپنا کام جاری رکھیں، آپ صحیح اور صاف راستہ پر ہیں۔

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَةَ وَلَا تَسْمِعُ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۖ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُصِيِّ عَنْ صَلَاتِهِمْ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝

إِنَّكَ	بے شک آپ	الصَّمَّ	بہروں کو	مُدْبِرِينَ	پیٹھ پھیر کر
لَا تَسْمِعُ	نہیں سنا تے	الدُّعَاءَ	بلا نا	وَمَا أَنْتَ	اور نہیں آپ
الْمَوْتَةَ ^(۱)	مردوں کو	إِذَا	جب	بِهَادِي	راہ دکھانے والے
وَلَا تَسْمِعُ	اور نہیں سنا تے	وَلَّوْا	مڑیں وہ	الْعُصِيِّ	اندھوں کو

(۱) الموتی: المیت کی جمع: مردہ..... صَمَّ: اَصَمَّ کی جمع: بہرا..... عُمَى: الاعمی کی جمع: اندھا۔

ہماری باتوں کو	بَايِتِنَا	مگر	لَا	ان کی گمراہی سے	عَنْ ضَلَالَتِهِمْ
پس وہ	فَهُمْ	جو	مَنْ	نہیں	إِنْ
حکم بردار ہیں	مُسْلِمُونَ	مان لے	يُؤْمِنُونَ	ساتے آپ	تَسْمِعُ

قرآن سے نفع اسی کو پہنچتا ہے جو اس کی باتیں مانتا ہے

قرآن بے شک راہ نما اور رحمت ہے، مگر وہ ان لوگوں کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں، اللہ تعالیٰ کی باتوں کا یقین کریں اور فرمان بردار بنیں، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں، اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ راست پر لا سکتے ہیں، آپ تو اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری باتوں کو مانتا ہے، پس وہ فرمان بردار ہے! — یعنی مکہ والے مردہ دل ہیں، کان کے بہرے ہیں اور پیٹھ پھیر کر جا رہے ہیں، ان کو بات کیسے سنائی جاسکتی ہے؟ اور آنکھوں کے اندھے بھی ہیں، ان کو آپ گمراہی سے واپس کیسے لا سکتے ہیں؟ دعوت کا فائدہ انہی کو پہنچتا ہے جو اثر قبول کریں، اور اللہ کی باتوں کا یقین کر کے فرمان بردار بنیں۔

جاننا چاہئے کہ آیت میں مردوں کو سناسنے کی نفی کی ہے، سننے کی نفی نہیں کی، پس زندہ جو چاہے مردہ کو نہیں سنا سکتا، مگر اللہ تعالیٰ جو چاہیں وہ مردہ سنتا ہے، ورنہ زیارت قبور کے وقت سلام کرنا بے فائدہ ہوگا — اور بہرہ بات کہنے والے کی طرف متوجہ ہو تو ہونٹوں کی حرکت سے بھی بات سمجھ لیتا ہے، مگر پیٹھ پھیرے ہوئے ہو تو نہیں سمجھ سکتا، اس لئے ﴿وَإِذَا وَلَوْ سَأَلَ سَائِلٌ بِأَذْوَانِ﴾ کی قید لگائی۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۚ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝ وَيَوْمَ نَخْشِرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مَّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ أَكْذَبْتَهُمْ بِآيَاتِنَا وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لَيْسَكُنَا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَرَّعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلُّ أَتَوَةٍ ذَاخِرِينَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَائِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي

أَتَقْنِ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ أَمِنُونَ ۝ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

وَلَا ذَا وَقَعٌ ^(۱)	اور جب پڑے گی	لَا يُوقِنُونَ وَيَوْمَ تَنْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ^(۵)	یقین نہیں کرتے اور جس دن جمع کریں گے ہم ہر جماعت سے ایک گروہ کو ان میں سے جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو پس وہ روکے جائیں گے (جماعت بندی کئے جائیں گے)	جَاءُوا قَالِ أَكْذَبْتُمْ بِآيَاتِنَا وَلَمْ تُحِيطُوا ^(۶) بِهَا عِلْمًا أَفَمَا ذَا ^(۷) كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ وَوَقَعُ الْقَوْلُ	آئیں گے وہ فرمائے گا کیا جھٹلایا تم نے میری باتوں کو اور نہیں گھیرا تم نے ان کو جاننے کے اعتبار سے یا کیا تھے تم کرتے اور پڑی بات
---------------------------------	---------------	---	---	---	---

(۱) وقع کی تعبیر شدت کے لئے ہے، جو چیز پڑی وہ پڑ گئی، اب اٹھے گی نہیں، اور رکھی ہوئی چیز اٹھائی جاسکتی ہے
(۲) علیہم: منکرین بعث بعد الموت پر۔ (۳) تکلمہم: جملہ فعلیہ: دابة کی دوسری صفت ہے، پہلی صفت (کائنات) من الارض ہے (۴) ان سے پہلے باء سیبیہ یا لام اجلیہ محذوف ہے، اور جار مجرور آخر جنا سے متعلق ہیں۔ (۵) یوزعون: مضارع مجہول، جمع مذکر غائب، وَزَعٌ يَزْعُ (ف) وَزَعًا: روکنا، جمع کرنا، جماعت بندی کرنا، پہلا ترجمہ حضرت تھانویؒ نے کیا ہے، دوسرا شیخ الہند نے حاصل دونوں ترجموں کا ایک ہے، روکنا جماعت بندی کے لئے ہے۔ (۶) ولم تحيطوا: حال ہے اور کذبتم پر معطوف بھی ہو سکتا ہے (۷) افاذا: اصل میں ام ماذا ہے، ام متصل اور ما استفہامیہ ہے، اور یہ اکذبتم کا معادل نہیں، معادل صدقتم ہے، اور ماذا کنتم معادل کا قائم مقام ہے، کیونکہ تصدیق کا احتمال ہی نہیں، اس لئے معادل عام لائے ہیں۔

عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا ^(۱) فَهُمْ لَا يَنْظِقُونَ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الْبَيْلَ لِبَيْسَكُنَا رَفِيقَهُ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّا فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَقَرَعَهُ	ان پر ان کے ظلم کی وجہ سے پس وہ بات نہیں کریں گے کیا نہیں دیکھا انھوں نے کہ ہم نے بنایا رات کو تاکہ آرام پائیں وہ اس میں اور دن کو دکھانے والا بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں لوگوں کے لئے جو مانتے ہیں اور جس دن پھونکا جائے گا نرسنگے میں پس گھبرا جائیں گے	مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ ذُخْرَيْنِ ^(۲) وَوَثَرَهُ الْجِبَالُ تَحْسِبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ ثَمَرٌ مَرٌّ ^(۳) السَّحَابُ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي	جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں مگر جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ اور سب آئیں گے انکے پاس حقیر ہو کر اور دیکھتا ہے تو پہاڑوں کو سمجھتا ہے ان کو جما ہوا اور وہ گذریں گے گذرنے کی طرح بادل کے کارگیری اللہ کی جنھوں نے	أَتَقْنِ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَةٍ يَوْمَئِذٍ أَمِنُونَ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكَتَبَتْ وُجُوهَهُمْ	مضبوط بنایا ہر چیز کو بے شک وہ خوب واقف ہیں ان کاموں سے جو کرتے ہو تم جو لائے گا نیکی پس اس کے لئے بہتر ہے اس سے اور وہ گمراہی سے اس دن چلین میں ہونگے اور جو لائے گا برائی پس اوندھے کچھائیں گے ان کے چہرے
---	--	--	--	---	---

(۱) بما ظلموا: بے سببیہ اور مامصدر یہ ہے۔ (۲) ذُخْرٍ (ف) ذُخُورًا: حقیر و ذلیل ہونا۔ (۳) مَرٌّ السحاب: ای کمر

اس کا کہ تھے کرتے تم	مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	بدلہ دیئے جاؤ گے تم مگر	تُجْزَوْنَ إِلَّا	دوزخ میں نہیں	فِي النَّارِ هَلْ
-------------------------	-----------------------------	----------------------------	----------------------	------------------	----------------------

بعث بعد الموت (آخرت) کا تذکرہ

پہلی آیت میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ منکرین بعث کو کوئی نشانی دکھائی جائے تاکہ وہ مان لیں، ان سے کہا جا رہا ہے کہ قیامت کے قریب ہم منکرین بعث کو نشانی دکھائیں گے، زمین سے ایک جانور نکلے گا، جو لوگوں سے باتیں کرے گا، پھر قبروں سے مردوں کے زندہ ہو کر نکلنے میں کیا استبعاد ہے، وہ دور از امکان کہاں ہے، بات درحقیقت یہ ہے کہ آیات سے ایمان نہیں ملتا، انسان آیات کی تاویل کر لیتا ہے، ایمان تو دل کے کان سے اللہ کی باتیں سننے سے ملتا ہے، جو مفقود ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جب ان (منکرین بعث) پر بات پڑے گی (قیامت قریب آئے گی) تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا، اس لئے کہ لوگ ہماری باتوں کا یقین نہیں کرتے — اس لئے ان کو نشانی دکھائی جائے گی، مگر اس کا حاصل کچھ نہیں نکلے گا — دلیۃ الارض: قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے، اور یا جوج ماجوج کی طرح اس کے بارے میں بھی اسرائیلات کا ایک انبار ہے، جو غرقِ مئے ناب اولی کا مصداق ہے، اس کی حقیقت جب وہ نکلے گا معلوم ہوگی، قبل ازیں کچھ کہنا مشکل ہے۔

آخرت کا تذکرہ: — اور جس دن ہم ہر جماعت میں سے ایک گروہ علاحدہ کریں گے ان لوگوں میں سے جو ہماری باتوں کو جھٹلاتے تھے، پس وہ روکے جائیں گے (ان کی جماعت بندی کی جائے گی) — سورۃ الزمر میں ہے: ﴿وَمِيقَ الْاٰذٰنِ الْاٰتِیَۃِ اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا ۝۱۰﴾ اور منکر جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے، کیونکہ انکار کے اقسام و مراتب بہت ہیں، پس ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروپ الگ کر دیا جائے گا — یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے تو اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تم نے میری باتوں کو جھٹلایا، جبکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے تھے — یعنی بے سمجھے ہی جھٹلادیا — یا تم کیا کرتے تھے؟ — کہنا یہ چاہئے تھا: یا تم نے ان کی تصدیق کی تھی؟ مگر چونکہ اس کا دور تک امکان نہیں تھا، اس لئے اس کی جگہ عام بات رکھی کہ بتاؤ تم کیا کرتے تھے یعنی تکذیب کے علاوہ — ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا — اور پڑے گی بات ان پر ان کے ظلم کے سبب سے، پس وہ بات نہیں کر سکیں گے — کوئی جواب بن نہیں پڑے گا۔

شب و روز کا نظام دلیلِ آخرت ہے: — اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے، پس شریف میں ہے: ﴿مُسْبَحًاۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ وہ پاک ذات ہے جس نے سبھی چیزوں کے جوڑے بنائے، اس کا کوئی جوڑا نہیں، وہ یگانہ

ہے۔ اور جوڑا: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے شب و روز جوڑا ہیں، وہ وقت کے دو حصے ہیں، آدمی دن میں کام کرتا ہے، کماتا ہے اور رات میں کھاپی کر آرام کرتا ہے، سوچو، اگر صرف دن ہوتا تو آدمی کام سے تھک کر چور ہو جاتا، اور صرف رات ہوتی تو سوتا ہی رہ جاتا، اسی طرح دنیا کا جوڑا آخرت ہے، یہاں کمانا ہے اور آخرت میں کھانا ہے، اور یہاں نہیں کمایا تو آخرت میں کفِ افسوس ملتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا انھوں نے دیکھا نہیں: ہم نے رات کو بنایا، تاکہ لوگ اس میں آرام کریں، اور دن کو دکھانے والا بنایا، اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جن کو ماننا ہے۔ اور جن کو نہیں ماننا وہ خوابِ خرگوش میں مبتلا رہتے ہیں۔

اللہ کی ذات مرجعِ خلاق ہے: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پھیلائی ہیں، پھر ایک دن سب کو اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، سورۃ الملک میں ہے: ﴿قُلْ: هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾: آپ کہیں، وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین میں پھیلایا، اور تم (قیامت کے دن) اسی کے پاس اکٹھا کئے جاؤ گے، ارشاد پاک ہے: — اور جس دن نرسنگے میں پھونکا جائے گا — بگل بجایا جائے گا — پس گھبرا جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں — اس کی آواز مہیب ہوگی — مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں — وہ مطمئن رہیں گے — اور سب اللہ تعالیٰ کے پاس آئیں گے حقیر ہو کر — کیونکہ وہی مرجعِ خلاق ہیں اور اس دن سر مستوں (متکبروں) کی طمطراقی ہرن ہو جائے گی — اور دیکھتا ہے تو پہاڑوں کو، سمجھتا ہے ان کو جما ہوا، اور وہ گذریں گے بادلوں کے گذرنے کی طرح — یعنی روٹی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے اور بادلوں کی طرح گذرتے نظر آئیں گے، اور جس طرح سمندر سے بادل اٹھتے ہیں یہ گرد سمندروں میں جا گرے گی، جس سے پانی خشک ہو جائے گا اور گہرائی بھر جائے گی، اور پوری زمین روٹی کی طرح ہو جائے گی — اللہ تعالیٰ کی کارگیری (قدرت) جنھوں نے ہر چیز کو مضبوط بنایا — وہی ان کو بودا بنادیں گے، اور ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیں گے — بے شک وہ ان کاموں سے خوب واقف ہیں جو تم کرتے ہو — یعنی اس انقلاب کے بعد بندوں کا حساب و کتاب ہوگا، اور چونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہیں، اس لئے ہر ایک کو ٹھیک ٹھیک اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دی جائے گی، نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی، ہاں فضل ضرور ہوگا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

جزا و سزا کا ضابطہ: — جو نیکی لائے گا اس کے لئے اس سے بہتر ہوگا — کم از کم دس گنا ثواب تو دیا ہی جائے گا — اور وہ اس دن گھبراہٹ سے بے فکر ہونگے — یہ نیکیوں کا نقد اور پہلا فائدہ ہے — اور جو برائی لائے گا وہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائے گا، تم صرف انہی کاموں کا بدلہ دیئے جا رہے ہو جو تم کیا کرتے تھے — یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں، جیسا کرنا ویسا بھرنا!

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۚ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۚ وَكَانَ آتِلُوا الْقُرْآنَ ۚ فَمِنْ أَهْتَدَىٰ فَأَتَمَّمْتُ هَتْدَىٰ لِنَفْسِي ۚ وَمَنْ صَلَٰ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ۚ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۚ

إِنَّمَا	بِس	مِنَ الْمُسْلِمِينَ	فرمان برداروں میں	مِنَ الْمُنذِرِينَ	ڈرانے والوں سمجھوں
أُمِرْتُ	حکم دیا گیا ہوں میں	وَكَانَ	اور یہ کہ	وَقُلِ	اور کہہ
أَنْ	کہ	آتِلُوا	پڑھوں	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں
أَعْبُدَ	عبادت کروں	الْقُرْآنَ	قرآن	لِلَّهِ	اللہ کے لئے ہیں
رَبِّ	رب کی	فَمِنْ	پس جس نے	سَيُرِيكُمْ	عنقریب دکھائیں {
هَذِهِ	اس	أَهْتَدَىٰ	راہ پائی	آيَاتِهِ	اپنی نشانیاں
الْبَلَدَةِ	شہر کے	فَأَتَمَّمْتُ	تو بس	فَتَعْرِفُونَهَا	پس پہچان لو گے تم ان کو
الَّذِي	جس نے	يَهْتَدِي	راہ پائی اس نے	وَمَا	اور نہیں
حَرَّمَهَا	محترم بنایا اس کو	لِنَفْسِي	اپنے لئے	رَبُّكَ	آپ کا رب
وَلَهُ	اور اس کے لئے	وَمَنْ	اور جو	بِغَافِلٍ	بے خبر
كُلُّ شَيْءٍ ۚ	ہر چیز ہے	صَلِّ	گمراہ ہوا	عَمَّا	ان کاموں سے جو
وَأُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا میں	فَقُلْ	تو کہہ	تَعْمَلُونَ	کرتے ہو تم
أَنْ	کہ	إِنَّمَا	بس		
أَكُونَ	ہوؤں	أَنَا	میں		

آخری تین باتیں

پہلی بات: — داعی خود کو اپنی دعوت کا نمونہ بنائے — (کہیں) میں بس یہی حکم دیا گیا ہوں کہ اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں، جس نے اس کو محترم بنایا ہے، اور اس کے لئے ہر چیز ہے، اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ فرمان

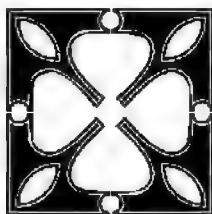
برداروں سے ہوؤں — اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو معظم و محترم بنایا ہے، اس شہر میں مرکز تو حید کعبہ شریف ہے، جہاں ہر قسم کے پھل کھینچے چلے آتے ہیں، یہ اللہ کی روزی ہے، پس کیا اس شہر کے پروردگار کا حق نہیں کہ اسی کی عبادت کی جائے؟ — اور اس شہر کی تخصیص نہیں، اللہ ہر چیز کے رب ہیں، ساری کائنات کے وہی خالق و مالک ہیں، اس شہر کی تخصیص محض اظہار احسان کے لئے ہے — اور فرمان برداری یہ ہے کہ خود کو ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے، داعی کی کتاب دعوت اور کتاب زندگی میں ہم آہنگی ہو جیسی اس کی دعوت میں اثر ہوگا، اور کہے کچھ اور کرے کچھ تو دعوت مؤثر نہیں ہوگی۔

دوسری بات: — دعوت کا عمل مسلسل جاری رکھا جائے — اور یہ کہ قرآن سناؤں، پس جو راہ پائے وہ اپنے نفع ہی کے لئے راہ پائے گا، اور جو گم راہ ہو تو کہیں: میں بس ڈرانے والا میں سے ہوں — یعنی کہیں: مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتاتا رہوں، اپنی محنت برابر جاری رکھوں، پھر جو بات مان لے تو اسی کا بھلا ہوگا، اور اگر کتنے کی دم ٹیڑھی رہے تو میرا کیا نقصان ہوگا، میں نصیحت کر کے فارغ ہو چکا۔

تیسری بات: — دعوت کا نتیجہ ایک دن ضرور ظاہر ہوگا — اور کہیں: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں — وہی معبود برحق ہیں، معبود ہونا: سب سے بڑی خوبی ہے، جو اللہ کے لئے خاص ہے — وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے، پس تم ان کو پہچان لو گے — یعنی تھوڑا انتظار کرو، آگے چل کر اللہ تعالیٰ میرے لائے ہوئے دن کی حقانیت کے ایسے نشان دکھلائیں گے کہ تم سمجھ جاؤ گے کہ دین اسلام برحق ہے، اور جو رسول یہ دین لے کر آیا ہے وہ سچا ہے — اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو — وہ وقت آنے پر سب بھگتان کر دے گا!

داعی: مدعو سے کبھی مایوس نہ ہو، اپنا کام برابر جاری رکھے، نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا

﴿الحمد للہ! سورۃ النمل کی تفسیر پوری ہوئی﴾



سورة القصص

نمبر شمار ۲۸ نزول کا نمبر ۴۹ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۸۸ رکوع: ۹

سورت کا نام: آیت ۲۵ ﴿وَقَصُّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ﴾: سے لیا گیا ہے۔ قَصَص (قاف کا زبر) مصدر اور اسم مصدر ہے یعنی قصہ اور قصہ بیان کرنا، اور قَصَص (قاف کا زیر) قصہ کی جمع ہے، یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا۔
زمانہ نزول: سورة الشعراء، سورة نمل اور سورة قصص یکے بعد دیگرے نازل ہوئی ہیں، اور مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہیں، اس وقت مکہ والوں کی مخالفت زوروں پر تھی، چنانچہ گذشتہ سورت میں ان کو دو واقعات سنائے تھے، جن میں لطیف اشارے تھے، اب اس سورت میں کمزور مسلمانوں کو دو واقعات سنائے جاتے ہیں، ایک بنی اسرائیل کا واقعہ ہے، ان کو کس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعونوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دی؟ اسی طرح مکہ کے مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ ظالموں کے چنگل سے چھڑائیں گے۔ دوسرا واقعہ: قارون کا ہے، اس کے پاس بے حساب دولت تھی، مگر وہ اپنی دولت کے ساتھ تباہ ہو گیا، اسی طرح ابولہب کے پاس بھی دولت کا ڈھیر تھا، مگر ٹوٹے اس کے ہاتھ اور وہ تباہ ہوا! اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی، پس نادار مسلمانوں کو مالداروں کے حال سے بد حال نہیں ہونا چاہئے۔

سورت کے مضامین: شروع سورت سے آیت ۴۲ تک موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے، پھر موسیٰ علیہ السلام کی اور تورات کی لاگ رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن کی حقانیت کا بیان شروع ہوا ہے، موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیلات کو نبی ﷺ کی نبوت کی ایک دلیل قرار دیا ہے۔ آپ امی تھے اور قبل تاریخ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سن و عن سنا رہے ہیں، یہ دلیل ہے کہ یہ واقعہ اللہ پاک نے نازل کیا ہے، پس قرآن اللہ کا کلام ہے اور آپ برحق نبی ہیں۔ پھر کفار کے کان کھولے ہیں کہ رسول بھیجے گا اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد اتمام حجت بھی ہے، اس کے بغیر کفار کو پکڑا جاتا تو ان کے پاس اپنی مظلومیت کا عذر ہوتا۔ پھر یہ بیان کیا ہے کہ جب دین حق آیا تو کفار نے اس کو کس طرح لیا؟ ان کے بالمقابل الہ کتاب کا حال بیان کیا ہے کہ انھوں نے کس طرح بڑھ کر استقبال کیا پس دونوں کا انجام یکساں نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ مضمون ہے کہ قیامت کے دن کافروں سے دو سوال ہوں گے، جن کا جواب ان سے بن نہ پڑے گا۔

پھر کفار کے بالمقابل مومنین کا تذکرہ کیا ہے، اور بتایا ہے کہ کامیابی کا راستہ ایمان و عمل صالح کا راستہ ہے، اور مومنین ہی اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں، اور پسند کرنے کا اللہ کو اختیار ہے، مگر یہ چنیدہ بندے خدائی میں حصہ دار نہیں، مقام حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

پھر آخرت کی ضرورت اور اس کا کچھ حال بیان کیا ہے، اور نادار مسلمانوں کو مودہ سنایا ہے کہ ذرا صبر کریں، ظفر مندی قریب ہے، اور اس کی دلیل میں قارون کا واقعہ سنایا ہے، پھر سورت کی آخری موعظتیں ہیں، اور توحید پر مضبوط رہنے کا حکم دے کر سورت پوری کی ہے۔

رکوعاتھا ۹

(۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (۲۹)

آیاتھا ۸۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طَسَمَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيْعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحْ اَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّشُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتَضَعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	اللہ کے نام سے	وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ ^(۲)	اور فرعون کی ٹھیک ٹھیک	قَتْلَهُمْ	ان میں سے ذبح کرتا تھا
طَسَمَ	بڑے مہربان نہایت رحم والے طاء، سین، میم	لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ	ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں	وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ	ان کے بیٹوں کو اور زندہ رہنے دیتا تھا
تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ	یہ آیتیں ہیں	اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيْعًا ^(۳)	بے شک فرعون چڑھا (بڑھا) زمین میں اور بنایا اس کے لوگوں کو گروہ گروہ	اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّشُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتَضَعِفُوْا فِي الْاَرْضِ	ان کی عورتوں کو بے شک وہ تھا مفسدوں میں سے اور چاہتے ہیں کہ اس پر جن کا زور گھٹا رکھا تھا زمین میں
نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوسٰى	آپ کے سامنے پڑھتے ہیں ہم خبر سے موسیٰ	وَنَجْعَلَهُمْ اِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ	اور بنایا اس کے لوگوں کو گروہ گروہ	وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ	ان پر جن کا زور گھٹا رکھا تھا زمین میں

(۱) تِلْكَ: مشارالیه پوری سورت ہے (۲) بِالْحَقِّ: محذوف سے متعلق ہو کر حال ہے ای نطو تلاوة متلبسة بالحق۔

(۳) شِيْعًا: شیعۃ کی جمع: گروہ۔

وَنَجْعَلُكُمْ أَيَّمَةً وَنَجْعَلُكُمْ الْوَرِثِينَ وَنُمَكِّنُ ^(۱)	اور بنائیں ان کو پیشوا اور بنائیں ان کو وارث اور جمائیں	لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ	ان کو زمین میں اور دکھائیں فرعون اور ہامان	وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ ^(۲) مَا كَانُوا يَحْتَدِرُونَ	اور دونوں کے لشکر کو ان کی طرف سے جو تھے وہ ڈرتے
---	---	---	--	---	---

اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان بڑے رحم والے ہیں

رابط: گذشتہ سورت میں مشرکین مکہ کو مود و قوم لوط علیہ السلام کے دو واقعات سنائے تھے، اور ان میں لطیف اشارے تھے، اب اس سورت میں مؤمنین کو دو واقعات سنائے جاتے ہیں، جن میں لطیف اشارے ہیں:

پہلا واقعہ: بنی اسرائیل کا ہے، فرعون نے ان کو تیسرے درجہ کا شہری بنا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو قتل کرتا، اور وہ کان نہیں ہلا سکتے تھے، مگر اللہ کا فیصلہ ہوا کہ وہ ابھریں، چنانچہ فرعون مع لاؤ لشکر غرقاب ہوا، اور بنی اسرائیل زمین کے وارث ہوئے، اس میں مؤمنین کے لئے اشارہ ہے کہ وہ قریش کی چیرہ دستیوں پر صبر کریں، ایک دن وہ ابھریں گے، اور ان کے مخالفین تباہ ہونگے۔

دوسرا واقعہ: قارون کا ہے، اس کے پاس بے حساب دولت تھی، اور اس کو اس پر ناز تھا، مگر وہ دولت خاک میں مل گئی، مشرکین مکہ کو بھی اپنی دولت پر ناز ہے، مگر مسلمان دیکھیں گے کہ وہ دولت ان کے کچھ کام نہیں آئے گی، وہ ان کو عذاب سے نہیں بچا سکے گی۔

ارشاد پاک ہے: — طاء، سین، میم — ان کے معنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں — یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں — یہ پوری سورت: واضح ہے، یعنی اس میں کوئی اغلاق (پچیدگی) نہیں، صاف صاف باتیں ہیں۔

ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں، موٹی اور فرعون کا کچھ حال، ان لوگوں کے نفع کے لئے جو ایمان لائے — اس میں صراحت ہے کہ یہ واقعہ مؤمنین کو سنایا جا رہا ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے چھٹکارا دیا، مکہ کے کمزور مسلمانوں کو بھی ان کے طاقت ور حریفوں کے مقابلہ میں کامیاب فرمائیں گے۔

آگے کی تمہید: مصر میں قبطی تھے، یہ فرعون کی قوم تھی، اور سبطی بھی، یہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھی، جو یوسف علیہ

(۱) نمکن: تمکین: جمانا، قدرت دینا (۲) منهم: ای من اولئک المستضعفین۔

السلام کے زمانہ میں مصر میں آبسی تھی، فرعون ان کو ابھرنے نہیں دیتا تھا، کہتے ہیں: فرعون نے ایک خواب دیکھا، کاہنوں نے تعبیر دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری حکومت جائے گی، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ کوئی اسرائیلی بچہ زندہ نہ رہنے دیا جائے، اور لڑکیوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا، اس لئے ان کو زندہ رہنے دیا جائے، اور فرعون کی فطرت میں فساد تھا، اس لئے اس نے یہ آرڈی نینس جاری کیا، اور اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔

بے شک فرعون زمین میں بڑھا چڑھا تھا، اور اس نے وہاں کے باشندوں کے فرقے بنارکھے تھے، ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

اللہ کا فیصلہ: — اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کا زمین میں زور گھٹا رکھا تھا، اور ہم ان کو پیشوا بنائیں، اور ان کو زمین کا وارث بنائیں، اور ان کو زمین میں جمادیں، اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو دکھلائیں ان کمزوروں کی طرف سے وہ بات جس سے وہ ڈرتے تھے — احسان کریں: اس کی تفصیل اگلے جملوں میں ہے —

پیشوا بنائیں: دین کی امامت سپرد کریں..... زمین کا وارث بنائیں: سرزمین مصر کی تخصیص نہیں کی، مطلق زمین فرمایا ہے، پس کوئی اشکال نہیں..... ہامان: ظلم و ستم میں فرعون کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا..... ڈرتے تھے: یعنی جس کے ہاتھ پر تباہی مقدر تھی، اس بچہ کو اسی کی گود میں پرورش کرائیں، اور ان کو دکھلا دیں کہ تمہاری کوئی تدبیر اللہ کی تقدیر کو روک نہیں سکتی۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَلَاذَا خَفَتْ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۚ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ ۖ وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنِي لِيُؤْتِيَنِي وَلَكَ ۚ لَا تَقْتُلُوهُ ۚ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۖ

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ	اور وحی کی ہم نے	مُوسَىٰ	موسیٰ کی	أَرْضِعِيهِ ^(۱)	دودھ پلا اس کو
إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكَ	ماں کی طرف	أَنْ	کہ	فَلَاذَا	پس جب

(۱) ارضعی: ارضاع سے فعل امر۔

خَفِيتْ	ڈرے تو	فَالْتَقَطَهُ	پس اٹھالیا اس کو	أَمْرَأْتُ	بیوی نے
عَلَيْهِ	اس پر	أَلْ فِرْعَوْنَ	فرعون کے لوگوں نے	فِرْعَوْنَ	فرعون کی
فَالْقِيَهُ	پس ڈال دے اس کو	لِيَكُونَ	تاکہ ہوئے	قُرْتُ	(وہ) ٹھنڈک ہے
فِي الْيَمِّ	دریا میں	لَهُمْ	ان کا	عَيْنِ	آنکھ کی
وَلَا تَخَافِي	اور نہ ڈر	عَدُوًّا	دشمن	لِيَّ	میرے
وَلَا تَحْزَنِي	اور نہ غم کر	وَحَزَنًا	اور غم	وَلَاكَ	اور تیرے
إِنَّا	بے شک ہم	إِنَّا	بے شک	لَا تَقْتُلُوهُ	نہ مار ڈالو اس کو
رَادُّوهُ	واپس لانے والے	فِرْعَوْنَ	فرعون	عَسَى أَنْ	ہو سکتا ہے کہ
	ہیں اس کو	وَهَامِنَ	اور ہامان	يَنْفَعُنَا	نفع پہنچائے وہ ہمیں
إِلَيْكَ	تیری طرف	وَجُنُودَهُمَا	اور دونوں کا لشکر	أَوْ نَخِذَهُ	یا ہتھیلیں ہم اس کو
وَجَاعِلُوهُ	اور بنانے والے ہیں	كَانُوا	تھے وہ	وَلَدًا	اولاد
	اس کو	خُطْبَيْنَ	چوکنے والے	وَهُمَّ	اور وہ
مِنَ الْمُرْسَلِينَ	رسولوں میں سے	وَقَالَتْ	اور کہا	لَا يَشْعُرُونَ	شعور نہیں رکھتے تھے

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلا، پس جب تو اس پر ڈرے تو اس کو دریا میں ڈال دے، اور نہ ڈر اور نہ غم کر، ہم اس کو تیرے پاس لانے والے ہیں، اور ہم اس کو رسولوں میں شامل کرنے والے ہیں۔

وحی کی کیا صورت ہوئی؟ جمہور مفسرین کے نزدیک فرشتہ آکر کہہ گیا تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک: الہام ہوا تھا، اللہ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی تھی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہی ترجمہ کیا ہے، پہلی صورت میں اشکال ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بے چین کیوں ہو گیا تھا؟ کیا ان کو فرشتہ کی بات پر یقین نہیں آیا تھا؟ اور دوسری صورت میں اشکال یہ ہے کہ اس طرح تفصیلی الہام نہیں ہوتا، اور موسیٰ علیہ السلام رسول ہو گئے: یہ بات تو انبیاء کو بھی قبل نبوت معلوم نہیں ہوتی، چالیس سال کے بعد جب نبوت ملتی ہے تب معلوم ہوتی ہے — پس راجح بات جمہور کی معلوم ہوتی ہے، اور بے چینی فطری تھی، اور فرشتہ کے نازل ہونے سے عورت کا نبی ہونا لازم نہیں آتا، نبوت کے لئے تشریحی وحی ضروری ہے، حضرت مریم کے پاس بھی فرشتہ آیا تھا، اور وہ نبی نہیں تھیں — اور ہم اس بچہ کو رسول بنائیں گے: اس میں

اشارہ تھا کہ بچہ زندہ رہے گا، اور لمبی عمر پائے گا۔ واللہ اعلم

اس کو دودھ پلا: یعنی جب تک بچہ کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہ، پھر جب اندیشہ ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دے، اور ڈوبنے سے مت ڈر، وہ ڈوبے گا نہیں، اور جدائی کا غم نہ کر، ہم اس کو تیری آغوش میں لے آئیں گے، اور اللہ کو اس بچہ سے بڑا کام لینا ہے: وہ منصب رسالت سے سرفراز کیا جائے گا۔

پس اس کو فرعون کے لوگوں نے اٹھالیا، تاکہ وہ ان کا دشمن اور غم بنے! بے شک فرعون، ہامان اور ان دونوں کا لشکر چوکنے والے تھے — دیوان خاص میں نہر چڑھانے کا رواج قدیم زمانہ سے ہے، دہلی کے لال قلعہ میں بھی دیوان خاص میں جمنا سے نہر چڑھائی گئی تھی، چنانچہ دریائے نیل سے محل خاص میں نہر جاتی تھی، صندوق بہتا ہوا اس شاخ میں داخل ہوا، اور محل میں پہنچ گیا، وہاں فرعون کے لوگوں میں سے کسی نے اس کو نکال لیا، اور ملکہ کی خدمت میں پیش کیا، یہی بچہ بڑا ہو کر فرعون اور فرعونوں کا دشمن ہوا، اور ان کے لئے درد سر بنا، پس وہ چو کے اور اپنے دشمن کو پالا، اور چوکتے نہ تو کیا کرتے، اللہ کی تقدیر کو کون بدل سکتا ہے!

اور فرعون کی بیوی نے کہا: میری اور آپ کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے، اس کو مت مار ڈالو، ہو سکتا ہے وہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو اولاد بنالیں، اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے — ظن غالب یہ قائم ہوا کہ یہ اسرائیلی بچہ ہے، ماں باپ نے اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کیا، اس لئے دریا کے حوالے کیا، پس اس کو ضرور قتل کرنا چاہئے، ورنہ اسکیم فیل ہو جائے گی۔ مگر فرعون کی بیوی آڑے آئی، اس نے کہا: اس کو قتل مت کرو، دیکھو، کیسی موہنی صورت ہے، میں اور آپ اس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کریں گے، اور ہم پالیں گے تو ہمیں نفع پہنچائے گا، نقصان نہیں پہنچائے گا، اور ہماری اولاد نہ ہوئی تو ہم اسی کو اولاد بنالیں گے — رانی کی بات مان لی گئی کیونکہ ہر شریف بیوی کی بات مانتا ہے، پس بچہ کے قتل کا فیصلہ ملتوی ہو گیا، مگر ان لوگوں کو کیا خبر تھی کہ آگے کیا ہونا ہے۔

وَاصْبِرْ فُؤَادُ امْرِئِ مُوسَىٰ فِرْعَاوْنَ كَادَتْ تُبْدِي بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَبَّنَا عَلٰٓى قَلْبِهَا لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ قَالَتْ لِاُخْتَيْهٖ قُصِيْهِ زَقِيْرَتٍ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَحَرَمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَہٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ فَرَدَدْنٰہٗ اِلٰٓى اُمِّہٖ كِیْ تَقْرَ عَیْنُہَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور وہ	وَهُمْ	پچھے جا اس کے	قُصِيصَهُ ^(۴)	اور صبح کی	وَاصْبَحَ ^(۱)
اس کے	لَهُ	پس دیکھا اس نے	فَبَصَّرَتْ	دل نے	قُوَادُ
خیر خواہ ہیں	نُصْحُونَ	اس کو	بِهِ	موسیٰ کی ماں کے	أُمُّ مُوسَى
پس پھیر دیا گئے اس کو	فَرَدَّدْنَاهُ	دور سے	عَنْ جُنُبٍ ^(۵)	بے قراری کلمات میں	فِرْقًا
اس کی ماں کی طرف	إِلَى أُمِّهِ	اور وہ	وَهُمْ	بے شک (وہ)	إِنْ ^(۲)
تاکہ	كَيْ	کچھ نہیں جانتے تھے	لَا يَشْعُرُونَ	قریب تھی	كَادَتْ ^(۳)
ٹھنڈی ہو	تَقَرَّ	اور روک دیا ہم نے	وَحَرَمْنَا	کہ ظاہر کر دیتی	لَتَبْدِي
اس کی آنکھ	عَيْنُهَا	اس پر	عَلَيْهِ	بے قراری کو	بِهِ
اور نہ غم گیں ہو وہ	وَلَا تَحْزَنَ ^(۸)	دودھ پلانے والیوں کو	الْمَرَضِعَ ^(۶)	اگر نہ ہوتی	كَوْلًا
اور تاکہ جان لے وہ	وَلَتَعْلَمَ	پہلے سے	مِنْ قَبْلُ	(یہ بات) کہ	أَنْ
کہ	أَنَّ	پس کہا اس نے	فَقَالَتْ	گرہ دی ہم نے	رَبَّنَا
اللہ کا وعدہ	وَعَدَ اللَّهُ	کیا	هَلْ	اس کے دل پر	عَلَى قَلْبِهَا
برحق ہے	حَقٌّ	بتلاؤں میں تم کو	أَذُنْكُمْ	تاکہ ہو وہ	لِتَكُونَ
مگر	وَلَكِنْ	ایک ایسا گھر	عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ	یقین کرنے والوں سے	مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
اکثر لوگ	أَكْثَرُهُمْ	چوپالے اس کو	يَكْفُلُونَهُ ^(۷)	اور کہا اس نے	وَقَالَتْ
نہیں جانتے	لَا يَعْلَمُونَ	تمہارے لئے	لَكُمْ	اس کی بہن سے	لَاُخْتَهُ

موسیٰ علیہ السلام آغوشِ مادر میں

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حسب ہدایت بچہ کو دودھ پلاتی رہیں، پھر جب انہیں اندیشہ ہوا کہ پولس کو پتہ چل جائے گا،

- (۱) اَصْبَحَ: صبح کے وقت میں داخل ہونا (فعل ناقص نہیں) فَوَاد: فاعل، اور فَاوَادًا: فاعل کا حال (یہ ترجمہ شیخ الہند نے کیا ہے)
- (۲) اِنْ: مخففہ، اسم پوشیدہ، اِیْ اِلَہ (۳) کاد: فعل مقارب، نزدیکی بتلانے کے لئے، یہ فعل محل اثبات میں نفی کرتا ہے، اور محل نفی میں اثبات کرتا ہے، یہاں محل اثبات میں ہے (۴) قُصِيصَ: بروزن مُدَدی، باب نصر سے فعل امر، صیغہ واحد مؤنث حاضر، قُصِصَ الشَّيْءَ: پیچھے چلنا (۵) الْجُنُب: دور (۶) الْمَرَضِع: المرضیع کی جمع: دودھ پلانے والی (۷) كَفَّلَ الصَّغِيرَ: بچہ کی پرورش کرنا (باب نصر) (۸) لَا تَحْزَنَ: فعل مضارع، صیغہ واحد مؤنث غائب۔

تو انھوں نے کشتی نما صندوق بنایا، اور اس میں بچہ کو لٹا کر مغرب کے بعد تاریکی میں اس کو دریائے نیل کے حوالہ کیا، صندوق بہتا ہوا فرعون کے دیوان خاص میں پہنچا، وہاں اس کو نکال لیا گیا۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ دل پر پتھر رکھ کر گھر لوٹ آئیں، رات تو کسی طرح گزر گئی، مگر صبح بے قراری کی انتہاء نہ رہی، یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، ورنہ وہ اپنی بے قراری کو ظاہر کر دیتیں، اور کھیل سارا بگڑ جاتا۔

ادھر فرعون کے محل میں جب فیصلہ ہو گیا کہ بچہ کو قتل نہیں کرنا، پالنا ہے، تو اس کے لئے دودھ پلانے والی کی تلاش شروع ہوئی، قبیلہ تو شاہی خاندان کے لوگ تھے، ان کی عورتیں تو دودھ کیا پلاتیں، سہمی غلام تھے، ان میں اقا کی تلاش شروع ہوئی، عورتیں لائی جاتیں مگر بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بندش کر رکھی تھی، بنی اسرائیل کے مکانات قبطیوں کے محلہ سے الگ تھے، دودھ پلانے والی عورتیں آنے جانے لگیں تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پتہ چل گیا، انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا: تو بچہ کے پیچھے جا، اور دور سے اس طرح دیکھ کہ لوگ سمجھ نہ سکیں، وہ گئیں اور دور سے دیکھتی رہیں، جب لوگ اقاؤں سے مایوس ہو گئے تو اس لڑکی نے کہا: میں ایک ایسا گھرانہ جانتی ہوں جس کا دودھ بچہ قبول کرے گا، اور وہ آپ لوگوں کے لئے بچہ کو پالیں گے، اور وہ گھرانہ بادشاہ کا خیر خواہ ہے، لوگوں نے کہا: اس کو لا، وہ اپنی والدہ کو لے گئیں، بچہ نے ان کا دودھ قبول کر لیا، لوگوں کو شبہ ہوا، موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے کہا: میں صاف رہتی ہوں اس لئے بچہ نے میرا دودھ قبول کیا، پھر ان سے کہا گیا کہ محل میں آ کر دودھ پلا جایا کر، انھوں نے معذرت کی تو بچہ ان کو پرورش کے لئے سوئپ دیا گیا، اس طرح موسیٰ علیہ السلام آغوش مادر میں لوٹ آئے، اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

آیات کا ترجمہ: اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا، قریب تھیں کہ وہ بے قراری کو ظاہر کر دیتیں، اگر ہم نے ان کا دل مضبوط نہ کیا ہوتا، تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔ یعنی اگر وہ بے قرار ہو کر راز فاش کر دیتیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے، اور بادشاہ کے محل میں جو بچہ دریا سے نکالا گیا ہے وہ میرا بچہ ہے تو وہ بچہ ضرور قتل کر دیا جاتا، پھر اللہ کا فرمایا ہوا کیسے پورا ہوتا؟ اب اللہ کا فرمایا ہوا پورا ہوگا، اس لئے ان کے دل کو مضبوط کیا۔

اور اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا: اس (بچہ) کے پیچھے جا، پس اس نے دور سے اس کو دیکھا، درانحالیکہ ان لوگوں کو محسوس نہیں ہوا۔ کہ یہ لڑکی بچہ کو دیکھ رہی ہے، ورنہ ان کو شبہ پڑ جاتا۔ اور ہم نے پہلے سے دودھ پلانے والیوں کی بندش کر رکھی تھی۔ چنانچہ بچہ کسی اقا کا دودھ نہیں پیتا تھا۔ پس اس (لڑکی) نے کہا: کیا میں تمہارے لئے ایسے گھرانے کی نشاہد ہی کروں جو تمہارے لئے اس کو پالے؟ اور وہ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔ غلام قوم میں ہمیشہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں: آقا کے خیر خواہ اور بدخواہ، یہ فیملی فرعون کی خیر خواہ ہے۔

پس ہم نے اس کو اس کی ماں کی طرف پھیر دیا، تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اور وہ غم نہ کرے، اور وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے — کہ اللہ کا ہر وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

وعدہ اللہ کا پہنچ کر رہتا ہے، ہاں بچ میں بڑے بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں، اس میں بہت لوگ بے چین ہونے لگتے ہیں (شاہ عبدالقادر صاحب)

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ ۖ وَاسْتَوَىٰ أَيْتَنُهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۖ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِنْ شِيعَةِ هَٰذَا وَمِنَ عَدُوِّهِ ۖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِّنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِّنْ عَدُوِّهِ ۖ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَن أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ۝

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ ۖ وَاسْتَوَىٰ	اور جب پہنچا وہ اپنی بھرپور جوانی کو اور درست ہو گیا	أَيْتَنُهُ حُكْمًا ۖ وَعِلْمًا ۖ وَكَذَٰلِكَ	(تو) دی ہم نے اس کو فہم اور علم اور اسی طرح	نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ	صلہ دیتے ہیں ہم نیکو کاروں کو اور داخل ہوا وہ شہر میں
---	--	--	---	--	---

(۱) اشد: اسم تفصیل نہیں، اسم تفصیل اشد: شین کے زیر کے ساتھ ہے، اشد: پورا زور، بھرپور جوانی، اس کی لفظی تحقیق میں پانچ قول ہیں (لغات القرآن) اسی طرح اس کے زمانہ کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، اٹھارہ سال سے چالیس سال کے بعد تک کے اقوال ہیں۔ (۲) استوی: درست ہوا، یہ وہی لفظ ہے جو استوی علی العرش میں ہے، اور یہ لفظ زمانہ کی تعیین کے لئے بڑھایا ہے، یوسف علیہ السلام کے تذکرہ میں یہ لفظ نہیں ہے، پس وہاں شروع جوانی مراد ہوگی، اور بھرپور جوانی کا درمیان تیس سال ہے، اس عمر میں موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے، دس سال مدین میں رہے، پھر واپسی میں چالیس سال میں نبوت ملی، تفسیر کبیر میں حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اٹھارہ تا تیس سال اشد ہے، پھر تیس تا چالیس سال استوی کا زمانہ ہے۔ (۳) یعنی نبوت سے پہلے ہی فہم سلیم اور عقل مستقیم عنایت فرمائی (۴) یہ فطری اور وہی علم تھا، اکتسابی نہیں۔

علیٰ حنین	وقت میں	فَوَكَزَهُ	پس گھونسا مارا اس کو	نَفْسِي	اپنے پیروں پر
عَفْلَةً	بے خبری کے	مُؤَيِّنَ	موسیٰ نے	فَاغْفِرْ	پس بخش دیں آپ
مَنْ اَهْلِيهَا	اس کے لوگوں کے	فَقَضٰى	پس تمام ہو گیا	لِيْ	مجھے
فَوَجَدَا	پس پایا اس نے	عَلَيْهِ	اس کا کام	فَقَعَّرَ	پس بخش دیا اللہ نے
فِيْهَا	شہر میں	قَالَ	کہا	لَهُ	اس کو
رَجُلَيْنِ	دو شخصوں کو	هٰذَا	یہ	لَا تَنْتَ	بے شک وہ
يَقْتَتِلٰنِ	جو لڑ رہے ہیں	مِنْ عَمَلِ	حرکت سے	هُوَ	ہی
هٰذَا	یہ	الشَّيْطٰنِ	شیطان کی ہے	الْغَفُوْرُ	بڑے بخشنے والے
مِنْ شَيْعَتِهِ	اس کے لوگوں سے	اِنَّهُ	بے شک وہ	الرَّحِيْمُ	بڑے رحم والے ہیں
وَهٰذَا	اور یہ	عَدُوٌّ	دشمن ہے	قَالَ رَبِّ	کہا اے میرے رب!
مِنْ عَدُوِّهِ	اس کے دشمن سے	مُضِلٌّ	گمراہ کرنے والا	بِمَا اَنْعَمْتَ	آپ کے احسان فرماتے
فَاَسْتَعَاثَهُ	پس فریاد کی اس سے	مُضِيْنٌ	کھلا		کی وجہ سے
الَّذِي	اس نے جو	قَالَ	کہا	عَلَيَّ	مجھ پر
مِنْ شَيْعَتِهِ	اس کے لوگوں میں سے تھا	رَبِّ	اے میرے رب!	فَلَنْ اَكُوْنَ	پس ہرگز نہیں ہوں گا میں
عَلَى الَّذِي	اس پر جو	اَتٰنِيْ	بے شک میں نے	ظَهِيْرًا	مددگار
مِنْ عَدُوِّهِ	اس کے دشمن سے تھا	ظَلَمْتُ	کھاڑی ماری	لِلْمُجْرِمِيْنَ	بدکاروں کا

قبلی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا

فرعون کی قوم قبطیوں کی آبادی الگ تھی اور وہ شہر تھا، اور سبطیوں کی آبادی الگ تھی اور وہ جھونپڑی تھی، موسیٰ علیہ السلام دن میں بنی اسرائیل کی بستی میں جاتے تھے، وہاں ان کی والدہ اور رشتہ دار تھے، اور رات کو فرعون کے محل میں لوٹ آتے تھے، ایک دن یہ واقعہ پیش آیا، موسیٰ علیہ السلام رات کو فرعون کے شہر میں داخل ہوئے، قدیم زمانہ میں شروع رات ہی سے شہر میں سناٹا چھا جاتا تھا، اس لئے سڑکیں سنسان تھیں، شہر میں ایک قبلی اور سبطی لڑ رہے تھے، قبلی کوئی بیگار لینا چاہتا تھا، سبطی اس کے لئے تیار نہیں تھا، اس لئے زبردست: زبردست کو مار رہا تھا، زبردست بھی جواب دے رہا تھا، موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزرے تو سبطی نے ان کو مدد کے لئے پکارا، موسیٰ علیہ السلام نے قبلی کو ہٹانے کے لئے ایک گھونسا مارا، وہ

ایسی جگہ لگا کہ وہ پانی مانگنے نہ رہا، موسیٰ علیہ السلام فوراً اللہ کی طرف رجوع ہوئے، روئے دھوئے اور توبہ کی جو قبول ہوئی۔ آیات کا ترجمہ: — اور جب موسیٰ بھری جوانی کو پہنچے اور ٹھیک ہو گئے تو ہم نے ان کو فہم و علم عطا کیا — صرف علم کافی نہیں ہوتا، فہم بھی ضروری ہے، یک من علم راہ من عقل باید، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو علم کے ساتھ فہم بھی عطا فرمایا — اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو صلہ دیا کرتے ہیں — نیک کردار بندے اسی طرح نوازے جاتے ہیں اور بدکاروں کو علم ہی نہیں ملتا یا ان کے علم میں برکت نہیں ہوتی — اور وہ لوگوں کی بے خبری کے وقت (فرعون کے) شہر میں داخل ہوئے، وہاں اس نے دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا، یہ اس کا آدمی ہے اور یہ اس کے دشمن کا، پس اس کے آدمی نے اس سے فریاد کی اس کے خلاف جو اس کا دشمن تھا، پس موسیٰ نے اس کو مکارا، پس کام تمام ہو گیا — بعض مرتبہ کسی نازک عضو پر چوٹ لگ جاتی ہے تو آدمی مرجاتا ہے — موسیٰ نے کہا: یہ شیطانی حرکت ہو گئی، بے شک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے — یعنی پچھتائے کہ بے قصد خون ہو گیا — (نیز) کہا: اے پروردگار! میں نے اپنے پیروں پر کلباڑی ماری! پس آپ مجھے معاف فرمائیں — انبیاء کی فطرت اور استعداد اعلیٰ ہوتی ہے، وہ نبوت سے پہلے بھی لغزش کی معافی مانگتے ہیں — سو اللہ نے اس کو معاف کر دیا، بے شک وہ بڑے معاف کرنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں — اس کی درگاہ مایوسی کی درگاہ نہیں، پس ہر خطا کار کو اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اور توبہ کی قبولیت کا اندازہ دل کے اطمینان سے ہوتا ہے، جب تک دل میں گناہ کی کھٹک رہے برابر توبہ کرتا رہے — (نیز) اس نے کہا: اے میرے پروردگار! چونکہ آپ نے مجھ پر احسان فرمایا اس لئے میں (آئندہ) ہر گز بدکاروں کا مددگار نہیں بنوں گا — یہ عہد توبہ کے لئے شرط ہے، ورنہ توبہ بربانی جمع خراج ہے۔

فائدہ: یہ واقعہ صرف پیش نہیں آیا تھا، بلکہ رونما کیا گیا تھا، اب اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس سے نہیں، اور ان کو کار نبوت کے لئے تیار کیا جائے، اس لئے یہ واقعہ پیش آیا، مگر واقعہ کا ظاہری پہلو برا تھا، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے توبہ تاللہ کی، جیسے آدم علیہ السلام نے ممنوع درخت کھایا تھا تو وہ لغزش بھی رونما کی گئی تھی، تاکہ آدم علیہ السلام زمین پر اتریں اور خلافت ارضی سنبھالیں، مگر چونکہ واقعہ کا ظاہری پہلو نافرمانی کا تھا، اس لئے آدم و حواء علیہما السلام نے فوراً توبہ کی، بلکہ توبہ کے الفاظ بھی ان کو الہام کئے گئے — اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو نامناسب واقعات رونما ہوئے ہیں وہ بھی تشریع (قانون سازی) کے لئے رونما کئے گئے تھے، چنانچہ وہ صحابہ بھی واقعہ رونما ہونے پر منفعل (نادم) ہوتے تھے اور توبہ کرتے تھے۔

معصیت بالقصد ہوتی ہے، اور زلت (لغزش) بلا ارادہ

فَاصْبِرْ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ
 قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ۝ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ
 لَهُمَا ۖ قَالَ يَأْتِيَنَّكَ الْمَوْتُ أَوْ يَأْتِيَنَّكَ الْحَيَاةُ ۖ تَتَقَلَّبُ كَمَا قَتَلْتَنِي نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِنَّ تُرِيدُ إِلَّا
 أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ۝ وَجَاءَ رَجُلٌ
 مِنَ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَى ۖ قَالَ يُؤْتِيكَ بِكَ الْمَلَأُ بِاتِّمُؤْنٍ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي
 لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

فَاصْبِرْ ^(۱)	پس صبر کی (موسیٰ نے)	لَغَوِيٌّ	یقیناً بدراہ ہے	اَتُرِيدُ	کیا چاہتا ہے تو
فِي الْمَدِينَةِ	شہر میں	مُبِينٌ	کھلا	أَنْ	کہ
خَائِفًا	ڈرتے ہوئے	فَلَمَّا	پس جب	تَقْتُلْنِي	مار ڈالے مجھے
يَتَرَقَّبُ ^(۲)	انتظار کرتے ہوئے	أَنْ ^(۳)	(زامدہ)	كَمَا	جیسا
فَإِذَا	پس اچانک	أَرَادَ	چاہا	قَتَلْتَ	مار ڈالا تو نے
الَّذِي	وہ جس نے	أَنْ	کہ	نَفْسًا	ایک شخص کو
اسْتَنْصَرَهُ	ان سے مدد مانگی تھی	يَبْطِشُ	پکڑے	بِالْأَمْسِ	کل گزشتہ
بِالْأَمْسِ	کل گزشتہ	بِالَّذِي	اس کو جو کہ	إِنْ	نہیں
يَسْتَصْرِخُهُ	انکو مدد کے لئے پکار رہا ہے	هُوَ	وہ	تُرِيدُ	چاہتا تو
قَالَ	کہا	عَدُوٌّ	دشمن تھا	إِلَّا	مگر
لَهُ	اس سے	لَهُمَا	دونوں کا	أَنْ	یہ کہ
مُوسَى	موسیٰ نے	قَالَ	کہا اس نے	تَكُونَ	ہوئے تو
إِنَّكَ	بے شک تو	يَأْتِيَنَّكَ	اے موسیٰ	جَبَّارًا	زبردست

(۱) اصبر: تامل ہے: صبح میں داخل ہوا، فعل ناقص بمعنی صابر نہیں، اور خائف اور يتربص: دو حال ہیں (۲) ترقب الشیء: منتظر ہونا، نگاہ رکھنا۔ (۳) ان: دو جگہ زائد آتا ہے: (۱) لما کے بعد (۲) لو سے پہلے جبکہ اس سے پہلے فعل قسم ہو (جمل)

فِي الْأَرْضِ	زمین میں	كَيْسِي	دوڑتے ہوئے	لَكَ	تیرے لئے
وَمَا	اور نہیں	قَالَ	کہا	مِنَ الْمُصَلِّينَ	خیر خواہوں سے ہوں
تُرِيدُ	چاہتا تو	يُمُوتُ	اے موسیٰ	فَخَرَجَ	پس نکلا وہ
أَنْ	کہ	إِنَّ	بے شک	مِنْهَا	شہر سے
تَكُونُ	ہوے	الْمَلَا	درباری	خَائِفًا	ڈرتا ہوا
مِنَ الْمُصَلِّينَ	ملانے والوں سے	يَا أَيُّهَا	مشورہ کر رہے ہیں	يَتَرَقَّبُ	انتظار کرتا ہوا
وَجَاءَ	اور آیا	بِكَ	تیرے بارے میں	قَالَ رَبِّ	کہا: اے رب!
رَجُلٌ	ایک شخص	رَيْفَتُنَا	کہ قتل کریں تجھ کو	يَخْنَعُ	بچا لیجئے مجھے
مِنْ أَقْصَا	کنارے سے	فَاخْرُجْ	پس نکل جا	مِنَ الْقَوْمِ	لوگوں سے
الْمَدِينَةِ	شہر کے	لَا تُقِ	بے شک میں	الظَّالِمِينَ	ظلم پیشہ

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر سے بے گھر ہوئے

قبلی کے قتل کے وقت کوئی موجود نہیں تھا، اس لئے فوری رد عمل نہ ہوا، موسیٰ علیہ السلام اپنی جگہ چلے گئے، انہوں نے صبح کی درانحالیکہ خائف تھے کہ انکو آری ضرور ہوگی، دیکھئے شک کی سوئی کہاں ٹھہرتی ہے! دوسرے دن پھر حضرت نے دیکھا کہ وہی سہلی کسی اور قبلی سے لڑ رہا ہے، آج بھی اس نے موسیٰ علیہ السلام کی دہائی دی، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ڈانٹا کہ تو بدراہ ہے، ہر ایک سے لڑتا پھرتا ہے! پھر قبلی کو ہٹانے کے لئے پکڑنا چاہا تو سہلی سمجھا آج مجھے مکاماریں گے، اور میرا کام تمام کر دیں گے، پس وہ بول پڑا، موسیٰ! کل تم نے ایک کو نمٹایا تھا، آج میری باری ہے! تم زبردست بننا چاہتے ہو، صلح صفائی کرانا نہیں جانتے، اس طرح کل کے قتل کا معاملہ کھل گیا۔

قاتل کا پتہ چلتے ہی فرعون نے ایوان بلایا، اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشورہ شروع ہوا، وہاں سے ایک آدمی جلدی سے آیا، اور موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ ایوان میں مشورہ ہو رہا ہے کہ تمہیں قصاص میں قتل کیا جائے، لہذا آپ شہر سے نکل جائیں، تاکہ پولیس کے ہاتھ نہ آئیں، موسیٰ علیہ السلام فوراً شہر سے نکل گئے، ان کو ڈرتا تھا کہ کہیں وہ پکڑے نہ جائیں، وہ دعا کر رہے تھے: الہی! مجھے ظالموں سے بچا!

آیات کا ترجمہ: — پس موسیٰ نے شہر میں صبح کی ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے، پس اچانک ایک شخص نے جس نے کل گذشتہ موسیٰ سے مدد طلب کی تھی: مدد کے لئے پکار رہا ہے — مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! — موسیٰ نے اس

سے کہا: بے شک تو ہی کھلا بد راہ ہے! — ہر کسی سے الجھتا ہے! — پھر جب موسیٰ نے چاہا کہ اس کو پکڑیں جو دونوں کا دشمن تھا تو (سبطی نے) کہا: موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے مار ڈالو جس طرح کل گذشتہ ایک آدمی کو مار ڈالا ہے؟ تم زمین میں زبردست بنتا چاہتے ہو، اور تم ملاپ کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے — یوں کل کے قتل کا بھانڈا پھوٹ گیا! — اور شہر کے کنارے سے — پارلیمنٹ شہر سے باہر بناتے ہیں — ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! اور باری تمہارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں، پس تم شہر سے نکل جاؤ، میں آپ کا خیر خواہ ہوں — اب بچنے کا یہی راستہ ہے — پس موسیٰ شہر سے نکلے، ڈرتے ہوئے، طلب کا اندیشہ لئے ہوئے، انھوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے ظلم پیشہ لوگوں سے بچالے! — آخری سہارا اب آپ ہی کا ہے!

قتل قبلی رحمت بنا، اس نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے جدا کر دیا، تاکہ ان کو کائنات کے لئے

تیار کیا جائے

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْفَافًا مَّدِينَ قَالَ عَلَىٰ بَنِيَّ أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ۖ وَلَمَّا مَرَدَّ مَاءَ مَدِينَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِّنَ النَّاسِ يَسْكُونُونَ ۖ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصَدِّقَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ۚ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۝

وَلَمَّا	اور جب	اَن	کہ	مَدِينَ	مدین کے
تَوَجَّهَ	رخ کیا	يَهْدِيَنِي	دکھائے مجھے	وَجَدَ	(تو) پایا
تَلْفَافًا	جانب	سَوَاءَ	سیدھی	عَلَيْهِ	اس پر
مَدِينَ	مدین کا	السَّبِيلِ	راہ	أُمَّةٌ	جماعت کو
قَالَ	(تو) کہا	وَلَمَّا	اور جب	مِّنَ النَّاسِ	لوگوں کی
عَلَىٰ	ہو سکتا ہے	وَرَدَّ	پہنچا	يَسْكُونُونَ	پلا رہے ہیں وہ
بَنِيَّ	میرا رب	مَاءَ	پانی پر	وَجَدَ	اور پایا

پس دعا کی	فَقَالَ	چرواہے	الرَّعَاةُ	ان سے ورے	مِنْ دُونِهِمْ
اے میرے رب!	رَبِّ	اور ہمارے ابا	وَآبُونَا	دو عورتوں کو	امْرَأَتَيْنِ
بے شک میں	لَاقِي	بوڑھے ہیں	شَيْخٌ	جو روکے ہوئے ہیں	تَذَوُّدِينَ
اس کے لئے جو	يَمَّا	بہت	كَبِيرٌ	پوچھا	قَالَ
اتاریں آپ	أَنْزَلَتْ	پس پلایا	فَسَقَتْ	تمہارا معاملہ کیا ہے؟	مَا خَطْبُكُمَا
میری طرف	لَاقِي	دونوں کے لئے	لَهُمَا	کہا انھوں نے	قَالَتَا
بھلائی سے	مِنْ خَيْرٍ	پھر	ثُمَّ	نہیں پلاتے ہم	لَا نَسْقِي
سخت محتاج ہوں	فَقِيْرٌ	مڑا	تَوَلَّى	یہاں تک کہ	حَتَّى
❁	❁	سایے کی طرف	إِلَى الظِّلِّ	لوٹیں	يُصْدِرُ

موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے

موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکلے اور مدین کی راہ لی۔ مدین مصر سے آٹھ دس دن کی مسافت پر ہے، وہاں پہنچے تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے، وہاں دیکھا: کنویں پر لوگ اپنے مویشی کو پانی پلا رہے ہیں، اور دو عورتیں اپنی بکریوں کو ایک طرف روکے کھڑی ہیں، پوچھا: تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انھوں نے کہا: جب چرواہے پلا کر چلے جائیں گے تب ہم پلائیں گے، چرواہوں سے مزاحمت ہمارے بس کی بات نہیں، اور ہمارے ابا بہت بوڑھے ہیں، اور گھر میں دوسرا کوئی مرد نہیں، اس لئے مجبوری میں ہمیں بکریاں چرائی پڑتی ہیں، یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کا جذبہ ہمدردی ابھرا، انھوں نے دونوں کی بکریوں کو پانی پلایا، پھر درخت کے سایے میں جا بیٹھے اور دعا کی: الہی! میں آپ کی طرف سے جو بھی خیر پہنچے اس کا سخت محتاج ہوں!

آیات کا ترجمہ: — اور جب موسیٰ نے مدین کا رخ کیا تو کہا: امید ہے: میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے! — چنانچہ دکھائی، اور خوب دکھائی: فرعون ملعون کے محل سے نکلے اور مدین میں نیک بندے کے گھر پہنچے — اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو اس پر لوگوں کی ایک جماعت کو پانی پلاتے ہوئے پایا، اور ان سے ورے دو عورتوں کو پایا جو مویشی کو پانی سے روک رہی تھیں — جانور پیاسے تھے، پانی کی طرف بڑھ رہے تھے، ان کو روک رہی تھیں — پوچھا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ — جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ — انھوں نے کہا: ہم اس وقت پانی پلاتی ہیں جب چرواہے لوٹ جاتے ہیں — اور گھاٹ خالی ہو جاتی ہے — اور ہمارے ابا بہت بوڑھے ہیں — اور گھر میں

دوسرا کوئی مرد نہیں — پس موسیٰ نے ان کے مویشی کو پانی پلایا، پھر وہ درخت کے سایے کی طرف پلٹے، اور دعا کی: اے میرے پروردگار! میں اس خیر کا سخت محتاج ہوں جو آپ میری طرف اتاریں! — بندہ جب متوجہ ہو کر مانگتا ہے تو محروم نہیں رہتا، موسیٰ علیہ السلام نے خیر مانگی تو اللہ تعالیٰ نے بڑی خیر اتاری، مدین میں ٹھکانہ دیدیا۔

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَتَشَّى عَلَى اسْتِحْبَاءٍ ۖ قَالَتْ إِنَّ ابْنِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيكَ أَجْرًا مَا سَقَيْتَ
لَنَا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَبَوْتُ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝
قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا بَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ۝ قَالَ إِنِّي
أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَي هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَجْجٌ فَإِنْ أَتَمَمْتَ
عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ
الصَّالِحِينَ ۝ قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ
وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝

۲۷۷

ظلم پیشہ کہا	الظَّالِمِينَ	ہمارے لئے	لَنَا	پس آئی ان کے پاس	فَجَاءَتْهُ
دو میں سے ایک نے	قَالَتْ	پس جب	فَلَمَّا	دو میں سے ایک	إِحْدَاهُمَا
اے میرے ابا	يَا بَتِ	آئے موسیٰ اس کے پاس	جَاءَهُ	چل رہی ہے	تَتَشَّى
نوکر رکھ لیجئے ان کو	اسْتَأْجِرْهُ	اور بیان کیا	وَقَصَّ	شرماتی ہوئی	عَلَى اسْتِحْبَاءٍ
بے شک بہتر	إِنَّ خَيْرَ	ان کے سامنے	عَلَيْهِ	کہا اس نے	قَالَتْ
جس کو	مِّن	سار واقعہ	الْقَصَصَ (۲)	بے شک میرے ابا	إِنَّ ابْنِي
آپ نوکر رکھیں	اسْتَأْجَرْتَ	تو کہا اس نے	قَالَ	آپ کو بلاتے ہیں	يَدْعُوكَ
طاقت ور	الْقَوِيُّ	مت ڈر	لَا تَخَفْ	تاکہ دیں آپ کو	لِيَجْزِيكَ
امانت دار ہے	الْأَمِينُ	نجات پائی تو نے	نَبَوْتُ	بدلہ	أَجْرًا
		لوگوں سے	مِنَ الْقَوْمِ	آپ کے پلانے کا	مَا سَقَيْتَ (۱)

(۱) کہ مصدر یہ ہے (۲) قصص: مصدر بمعنی مفعول ہے ای الامر المقصود۔

خوش معاملہ	مِنَ الصَّالِحِينَ	پورے کریں آپ	اٰثْمَمْتَ	کہا اس نے	قَالَ
کہا یہ	قَالَ ذَلِكَ	دس سال	عَشْرًا	بے شک میں	اِنِّيْ
میرے درمیان	بَيْنِيْ	تو وہ آپ کے پاس	فَمِنْ عِنْدِكَ	چاہتا ہوں	اُرِيْدُ
اور آپ کے درمیان ہے	وَبَيْنَكَ	سے ہے		کہ	اَنْ
جونسی	اَيُّمَا	اور نہیں	وَمَا	بیاہ دوں آپ سے	اُنْكَحَاكَ
دو مدتیں	الْاَجَلَيْنِ	چاہتا میں	اُرِيْدُ	دو بیٹیوں میں سے ایک کو	اِحْدَى ابْنَتَيَّ
پوری کروں میں	قَضَيْتُ	کہ	اَنْ	ان دونوں	هَتَيْنِ
تو نہیں زیادتی	فَلَا عُدْوَانَ	مشقت ڈالوں	اَشَقُّ	اس شرط پر کہ	عَلَى اَنْ
مجھ پر	عَلَى	آپ پر	عَلَيْكَ	نوکری کریں آپ	تَاْجُرَنِيْ
اور اللہ تعالیٰ	وَاللّٰهُ	عنقریب پائیں گے	سَتَجِدُنِيْ	میرے یہاں	
اس پر جو	عَلَى مَا	آپ مجھے		آٹھ	ثُمْنِيْ
ہم کہہ رہے ہیں	نَقُولُ	اگر چاہا	اِنْ شَاءَ	سال	حِجَّةٍ ^(۱)
کفیل ہیں	وَكَيْلٌ ^(۲)	اللہ نے	اللّٰهُ	پس اگر	فَاِنْ

موسیٰ علیہ السلام مدین میں ایک خوش معاملہ آدمی کے گھر پہنچے

موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی: پروردگار! آپ جو بھی خیر نازل فرمائیں میں اس کا سخت محتاج ہوں، دعا قبول ہوئی اور خیر نازل ہوئی، دو عورتوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی، اس نے کہا: ابا جان آپ کو یاد کرتے ہیں، آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے، ابا اس کا صلہ دینا چاہتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بلاوا سمجھ کر اس کے ساتھ ہو گئے، جب اس کے ابا کو اپنی ساری سرگذشت سنائی تو انھوں نے تسلی دی، اور کہا: آپ ظالم قوم کے بچے سے بچ نکلے، مدین فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا — پھر ایک لڑکی نے ابا کو مشورہ دیا کہ اس پر دیسی کو اپنے یہاں رکھ لیں، یہ طاقت ور اور امانت دار ہے، اور ایسا ملازم بہتر ہوتا ہے — اس کو کیسے پتہ چلا کہ موسیٰ علیہ السلام طاقت ور ہیں؟ اس کا اندازہ اس طرح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے چرواہوں کو ہٹا کر دما دم ڈول نکال کر مویشی کو پلایا تھا — اور اس کا کس طرح پتہ چلا کہ (۱) حِجَّة کی جمع: سال۔ (۲) وکیل: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں سے ایک نام ہے یعنی مخلوقات کے رزق و معاش کا کفیل، ذمہ دار، گواہ بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اس لئے گواہ بھی ترجمہ کرتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام امانت دار ہیں؟ اس کا پتہ بقول مفسرین اس طرح چلا کہ جو لڑکی بلائے آئی تھی اس کو اپنے پیچھے چلنے کے لئے کہا، تاکہ غیر محرم پر نظر نہ پڑے — لڑکیوں کے والد کو یہ مشورہ پسند آیا، انھوں نے کہا: چونکہ آپ پر دیسی ہیں، اس لئے میرے گھر رہیں، مگر میرے گھر میں لڑکیاں ہیں، پس غیر محرم کے ساتھ آپ کیسے رہیں گے؟ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے ایک لڑکی جو آپ کو پسند ہو آپ کے نکاح میں دوں، تاکہ یہ گھر آپ کا گھر ہو جائے، اور چونکہ آپ تہی دست ہیں اس لئے مہر کے طور پر آپ میرے یہاں کم از کم آٹھ سال نوکری کریں، اور دس سال کریں تو آپ کا احسان ہوگا، میں دس سال کی شرط لگا کر آپ پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا، اور اتنا لمبا عرصہ میرے یہاں رہنے میں آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، مجھے ان شاء اللہ آپ اچھا برتاؤ کرنے والا پائیں گے، موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بات منظور کر لی، اور کہا: مجھے اختیار ہوگا آٹھ برس رہوں یا دس برس، اور معاملہ کا اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا، اس طرح اچھا ٹھکانہ مل گیا۔

لوگوں نے بے دلیل متعین کیا ہے کہ یہ نیک بندے حضرت شعیب علیہ السلام تھے

آیات کا ترجمہ: — پس موسیٰ کے پاس دو میں سے ایک عورت آئی، وہ شرماتی ہوئی چل رہی تھی، اس نے کہا: میرے ابا آپ کو بلاتے ہیں، تاکہ آپ کو ہمارے لئے پلانے کا صلہ دیں — بے طلب ملے تو کیوں نہ لے! — پس جب موسیٰ اس کے پاس آئے، اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا تو اس نے کہا: آپ ڈریں نہیں، آپ نے ظالموں سے نجات پالی! ان میں سے ایک نے کہا: ابا جان! ان کو نوکر رکھ لیجئے، بہترین نوکر طاقتور اور امانت دار ہوتا ہے، ان کے ابا نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کے نکاح میں دوں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو، اس شرط پر کہ آپ میرے یہاں آٹھ سال نوکری کریں، اور اگر دس سال پورے کریں تو وہ آپ کا احسان ہوگا، اور میں نہیں چاہتا کہ آپ پر مشقت ڈالوں، اور آپ مجھے ان شاء اللہ نیک معاملہ پائیں گے۔

موسیٰ نے کہا: یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے رہی، دو مدتوں میں سے جوئی مدت پوری کروں تو مجھ پر کوئی دباؤ نہیں ہوگا، اور ہم نے جو معاملہ کیا ہے اس کے اللہ تعالیٰ گواہ ہیں!

اگر بالغہ راضی ہو تو خدمتِ اقارب مہر ہو سکتا ہے (فوائد)

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ النَّاسُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۚ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا تَلْعَلْ أَتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ

مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُؤَسَّىٰ إِلَيَّ أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا
تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَمُوسَىٰ أَقْبَلُ وَلَا تَخَفْ ۚ إِنَّكَ
مِنَ الْآمِنِينَ ۝ أَسْلَكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْوِجٌ بَيْضَاءُ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ زَوَّضْنَاهُمُ إِلَيْكَ
جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذُنُوكَ بُرْهَانٍ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۚ إِنَّهُمْ
كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝ قَالَ رَبِّ ارْنِي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝
وَإِنِّي هَارُونَ هُوَ أَفْضَىٰ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۚ إِنِّي أَخَافُ أَنْ
يَكْذِبُونِ ۝ قَالَ سَنُنْشِئُ عُصْدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا
يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِأَيِّتِنَا ۚ أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعُكُمَا الْغٰلِبُونَ ۝

فَلَمَّا	پس جب	لَا هِلَةَ	اپنے گھروالوں سے	لَعَلَّكُمْ	شاید تم
قَضَىٰ	پوری کی	امْكُنُوا	ٹھہرو تم	تَصْطَلُونَ ^(۳)	تا پو
مُوسَىٰ	موسیٰ نے	إِنِّي	بے شک میں نے	فَلَمَّا	پس جب
الْأَجَلَ	مدت	أَنْشَأْتُ	محسوس کی ہے	أَنْتَهَا	آبادہ آگ پر
وَسَارَ	اور چلا وہ	نَارًا	ایک آگ	نُودِي	پکارا گیا
بِأَهْلِيهِ	اپنے گھروالوں کے ساتھ	لَعَلِّي	شاید میں	مِنْ شَاطِئِ	کنارے سے
إِنْسٍ ^(۱)	(تو) محسوس کی اس نے	أَتَيْنَكُمْ	لاؤں تمہارے پاس	الْوَادِ	میدان کے
مِنْ جَانِبِ	جانب سے	وَمِنْهَا	وہاں سے	الْأَيْمَنِ ^(۴)	دائیں
الطُّورِ	طور کے	يَخْبِرُ	کوئی اطلاع	فِي الْبُقْعَةِ ^(۵)	جگہ میں
نَارًا	آگ	أَوْ جَذْوَةٍ ^(۲)	یا انگارہ	الْمُبْرَكَةِ	بابرکت
قَالَ	کہا اس نے	مِنَ النَّارِ	آگ کا	مِنَ الشَّجَرَةِ	درخت سے

(۱) ایناس: محسوس کرنا، دیکھنا (۲) الجذوه: دکھتا ہوا انگارہ (۳) اضطلاع: تاپنا، گرمی حاصل کرنا (۴) الایمن: شاطی کی صفت ہے، وادی سینا میں چل رہے تھے، وہاں سے دائیں جانب کا کنارہ، شاطی کی جمع شواطی (۵) البقعة: زمین کا ٹکڑا۔

آن ^(۱)	کہ	إِنَّكَ	بے شک تو	قَوْمًا	لوگ
يُؤْمِنُونَ	اے موسیٰ	مِنَ الْأَمْنِيْنَ	امن والوں سے ہے	فَلْيَقِيْنَ	حداطعت سے نکلنے کے
إِنِّي	بے شک میں	أَسْأَلُكَ	داخل کر	وَالْ	والے
أَنَا	ہی	يَدَكَ	اپنا ہاتھ	قَالَ	کہا
اللَّهُ	اللہ ہوں	فِي جَنِيْبِكَ	اپنے گریبان میں	رَبِّ	اے میرے رب!
رَبُّ	پالنہار	تَخَوُّجُ	نکلے گا	إِنِّي	بے شک میں نے
الْعَالَمِيْنَ	جہانوں کا	بَيَضَاءُ	نہایت روشن	فَقَتَلْتُ	قتل کیا ہے
وَأَنْ ^(۲)	اور یہ کہ	مِنْ غَيْرِ	بغیر	مِنْهُمْ	ان میں سے
أَلِقَ	ڈال تو	سَمْعُ	کسی بیماری کے	نَفْسًا	ایک شخص کو
عَصَاكَ	اپنی لاٹھی	وَأَضْمَمُ	اور ملا تو	فَاخَافُ	پس اندیشہ ہے مجھے
فَلَمَّا	پس جب	إِلَيْكَ	اپنی طرف	أَنْ	کہ
رَأَاهَا	دیکھا اس کو	جَنَاحَكَ	اپنا بازو	يَقْتُلُونَ	قتل کریں وہ مجھے
تَهْتَزُّ	لہرا رہا ہے	مِنَ الرَّهْبِ ^(۵)	ڈرے	وَأَنخِي	اور میرا بھائی
كَأَنَّهَُا	گویا وہ	فَذَنِكَ	پس یہ	هَرُونَ	ہارون
جَانٌ ^(۳)	پتلا سانپ ہے	بُرْهَانِ	دو دلیلیں ہیں	هُوَ	وہ
وَلِي	(تو) مڑا وہ	مِنْ رِبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے	أَفْصَحُ	رواں ہے
مُذَبَّرًا	پیٹھ پھیر کر	إِلَى فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف	مِنِّي	مجھ سے
وَلَمْ يَعْقِبْ ^(۴)	اور واپس نہیں لوٹا	وَمَلَأِيْهِ	اور اس کے سرداروں کے	لِسَانًا	زبان کے اعتبار سے
يُؤْمِنُ	اے موسیٰ	لَهُمْ	بے شک وہ	فَارْسِلَهُ	پس بھیجیں اس کو
أَقْبِلْ	متوجہ ہو	لَهُمْ	بے شک وہ	مَعِيَ	میرے ساتھ
وَلَا تَخَفْ	اور ڈر مت	كَانُوا	تھے وہ	رَادُّ	مددگار کے طور پر

(۱) اُن: تفسیر یہ، نداء کی تفسیر (۲) پہلے اُن پر معطوف (۳) جان: جنات کے جدا مجد کا نام بھی ہے، اور اس کے معنی سانپ کی سناک بھی ہیں، یہاں یہی معنی ہیں (۴) تعقیب: پیچھے نہیں پھرا، پلٹ کر نہیں دیکھا (۵) من الرهب: اضمم سے متعلق ہے۔

ہماری نشانیوں کے { ساتھ (جاؤ) تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں غالب رہنے والے ہو	بَايِتِنَا اَنْتُمَا وَمِنْ اَتَّبَعَكُمَا الْعَلِيُّونَ	تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور بنائیں گے ہم تم دونوں کے لئے شوکت پس نہیں پہنچیں گے وہ تم دونوں تک	عَصْدَاكَ بَاخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا	تصدیق کرے وہ میری بے شک میں ڈرتا ہوں کہ جھٹلائیں وہ مجھے فرمایا ابھی مضبوط کریں گے ہم	يَصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكْذِبُونِ قَالَ سَنُشَدُّ
--	--	---	---	---	--

موسیٰ علیہ السلام مدین سے شام (بیت المقدس) جاتے ہوئے راستہ بھول کر طور پر پہنچے

بنی اسرائیل کا وطن ملک شام (بیت المقدس) تھا، یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں یہ خاندان مصر میں آکر آباد ہوا، یوسف علیہ السلام سے چار سو سال بعد موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے، آپ فرعون کے محل میں پلے بڑھے، تیس سال کی عمر میں قبطی کے قتل کا واقعہ پیش آیا، چنانچہ آپ مصر سے نکل کر مدین پہنچے، وہاں ایک نیک بندے کی لڑکی سے نکاح کیا، اس کے مہر میں آپ نے دس سال تک اس نیک بندے کی نوکری کی، جب مدت پوری ہوئی تو آپ اہل و عیال کے ساتھ مصر تو جانا نہیں سکتے تھے، وہاں جاتے تو قتل کر دیئے جاتے، اس لئے آپ نے ملک شام آبائی وطن میں منتقل ہونے کا فیصلہ کیا، اور فیملی کے ساتھ شام کے لئے روانہ ہوئے، مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا، چنانچہ راستہ بھول کر آپ وادی سینا میں پہنچ گئے، یہ مصر کے راستے میں ہے، وہاں کوہ طور پر آگ دیکھ کر راستہ معلوم کرنے کے لئے گئے، وہاں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہوئی، اور آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا گیا، اور فرعون کے پاس مصر میں جانے کا حکم ملا، باقی تفصیلات آیات پاک میں پڑھیں۔

پس جب موسیٰ نے مدت پوری کی — دس سال نوکری کر لی (قالہ ابن عباسؓ) — اور وہ اپنے گھر والوں کو لے کر چلے — اپنے آبائی وطن ملک شام (بیت المقدس) میں بسنے کے پروگرام سے چلے — تو انھوں نے طور کی جانب آگ محسوس کی — سردی کا زمانہ تھا، اور راستہ بھی بھول گئے تھے، اچانک دور پہاڑ پر آگ نظر آئی، اس زمانہ میں پہاڑی علاقہ میں جہاں مسافر بھٹک جایا کرتے ہیں کسی اونچے پہاڑ پر رات میں آگ روشن کر دیا کرتے تھے، تاکہ بھولا بھٹکا مسافر وہاں پہنچ جائے، پھر کہیں آگ پر کوئی آدمی بھی ہوتا تھا جس کے پاس فوری امداد کے لئے کھانا پانی وغیرہ ہوتا تھا، اور آبادی سے پہاڑ دور ہوتا تو وہاں آدمی نہیں ہوتا تھا، چنانچہ — انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ٹھہرو، میں نے

آگ محسوس کی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے لئے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا انگارہ لاؤں تاکہ تم تاپو — او: مانعہ اخلو کا ہے، دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی، اور دونوں جمع بھی ہو سکتی ہیں، خبر بھی لائیں اور انگارہ بھی۔

پس جب وہ آگ پر آئے تو میدان کے دائیں کنارے سے، بابرکت خطہ میں درخت سے پکارے گئے کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ رب العالمین ہوں — وہ آگ نہیں تھی، تجلی تھی، اس میں سے آواز آئی — اور ڈالیں آپ اپنی لاٹھی پس جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا، گویا وہ پتلا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر مڑے، اور واپس نہیں لوٹے — حرکت میں سانپ کی سنک تھی، اور جسامت میں اثر دہاتا تھا، اور پیٹھ پھیرنا طبعی خوف کی وجہ سے تھا — اے موسیٰ! سامنے آؤ، ڈرو نہیں، تم یقیناً امن والوں میں سے ہو — یعنی یہ سانپ تم کو ضرر نہیں پہنچائے گا، اس کو بے تکلف پکڑ لو، وہ حسب سابق لاٹھی بن جائے گا — اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، کسی بیماری کے بغیر نہایت روشن ہو کر نکلے گا، اور ڈر لگے تو اپنا بازو اپنی طرف ملا لو — وہ پہلی حالت میں لوٹ جائے گا — یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے دو معجزے ہیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے لئے، وہ لوگ یقیناً حد اطاعت سے نکلنے والے ہیں — یعنی حکم ملا کہ بجائے ملک شام کے مصر جاؤ، اور فرعون اور اس کے ارکان دولت کو اطاعت خداوندی کی دعوت دو۔

موسیٰ نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں — یہ قرینہ ہے کہ آپ مصر نہیں جارہے تھے، ملک شام کے ارادے سے نکلے تھے — اور میرا بھائی ہارون: اس کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے، پس آپ ان کو مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیجیں، وہ میری تصدیق کریں، مجھے ڈر ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے — یعنی آپ کا حکم سر آنکھوں پر مصر جاتا ہوں، مگر ہارون علیہ السلام کو بھی شریک کار بنادیں تو مجھے کام میں سہولت ہوگی، میں انک انک کر بولتا ہوں، وہ روانی سے بولتے ہیں، نیز وہ میری تصدیق کریں گے تو میری بات وزنی ہو جائے گی۔

ارشاد فرمایا: ہم ابھی آپ کے بازو کو آپ کے بھائی سے مضبوط کرتے ہیں — یعنی ان کو بھی نبوت سے سرفراز کرتے ہیں — اور تم دونوں کے لئے شوکت گردانتے ہیں، پس وہ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے — تمہارا رعب داب ان کو باز رکھے گا، وہ تم کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، پس — ہمارے معجزات کے ساتھ (جاؤ) تم دونوں اور تمہارے پیروکار غالب رہنے والے ہو — اس حکم اور وعدہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام ملک شام کے بجائے مصر گئے، بھائی وغیرہ سے ملے، پھر دونوں ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس داعی بن کر پہنچے۔

موسیٰ نے درخواست کر کے ہارون کو نبی بنوایا ایسا احسان بھائی نے بھائی پر نہیں کیا

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرٍ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَى رَبِّيْٓ أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ شَكَّوْا لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَأْتِيهَا الْمَلَآٓئِكَةُ لَعَلَّكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي ۖ فَأَوْقَدْ لِي بِهَا مِنْ عَلَى الطَّيْنِ فَأَجْعَلَ لِي صَرَخًا لَعَلِّي أَطْلِعُ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَى ۖ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَاسْتَكَبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ۝ فَآخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝

۱۱۱

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرٍ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَى رَبِّيْٓ أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ شَكَّوْا لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَأْتِيهَا الْمَلَآٓئِكَةُ لَعَلَّكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي ۖ فَأَوْقَدْ لِي بِهَا مِنْ عَلَى الطَّيْنِ فَأَجْعَلَ لِي صَرَخًا لَعَلِّي أَطْلِعُ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَى ۖ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَاسْتَكَبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ۝ فَآخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝	پس جب پہنچے ان کے پاس موسیٰ ہمارے معجزات کے ساتھ نہایت واضح (تو) کہا انھوں نے نہیں ہے یہ مگر جادو افر کیا ہوا اور نہیں	سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَى رَبِّيْٓ أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ شَكَّوْا لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَأْتِيهَا الْمَلَآٓئِكَةُ لَعَلَّكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي ۖ فَأَوْقَدْ لِي بِهَا مِنْ عَلَى الطَّيْنِ فَأَجْعَلَ لِي صَرَخًا لَعَلِّي أَطْلِعُ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَى ۖ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَاسْتَكَبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ۝ فَآخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝	اسی ہم نے یہ باتیں ہمارے اسلاف میں اگلے اور کہا موسیٰ نے میرا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو لایا ہے ہدایت	مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ شَكَّوْا لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَأْتِيهَا الْمَلَآٓئِكَةُ لَعَلَّكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي ۖ فَأَوْقَدْ لِي بِهَا مِنْ عَلَى الطَّيْنِ فَأَجْعَلَ لِي صَرَخًا لَعَلِّي أَطْلِعُ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَى ۖ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَاسْتَكَبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ۝ فَآخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۝ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝	اس کے پاس سے اور جو ہوگا اس کے لئے اچھا انجام اس دنیا کا بے شک شان یہ ہے کہ نہیں کامیاب ہوتے ظالم پیشہ لوگ اور کہا فرعون نے اے
---	--	---	--	---	--

(۱) مفتری: سحر کی صفت ہے یعنی جادو ہے، جس کو اللہ کی نشانیاں بتاتا ہے۔

پس دیکھ	فَانْظُرْ	اور بے شک میں	وَاِنِّي	در بار یو!	الْمَلَأُ
کیسا تھا	كَيْفَ كَانَ	یقیناً گمان کرتا ہوں اسکو	لَا ظَنُّهُ	نہیں جانتا میں	مَا عَلِمْتُ
انجام	عَاقِبَتُهُ	جھوٹوں سے	مِنَ الْكَذِبِيِّينَ	تمہارے لئے	لَكُمْ
ظالموں کا	الظَّالِمِينَ	اور گھمنڈ کیا	وَأَسْتَكْبَرُ	کوئی معبود	مِنَ اللَّهِ
اور بنایا ہم نے ان کو	وَجَعَلْنَاهُمْ	اس نے	هُوَ	میرے علاوہ	غَيْرِي
پیشوا	أَيَّتَهُ	اور اس کے لشکر نے	وَجُنُودُهُ	پس آگ جلا	فَأَوْقَدَ
بلا تے ہیں	يَذْعُونَ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ	میرے لئے	لِي
دوزخ کی طرف	إِلَى النَّارِ	ناحق	يَغْيِرُ الْحَقِّ	اے ہامان	يَهَامُنُ
اور قیامت کے دن	وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ	اور گمان کیا انھوں نے	وَضُنُودًا	مٹی پر	عَلَى الظَّالِمِينَ
وہ مدد نہیں کئے جائیں گے	لَا يُنصَرُونَ	کہ وہ	أَنَّهُمْ	پس بنا	فَأَجْعَلْ
اور پیچھے لگائی ہم نے ان کے	وَأَتَّبَعْنَاهُمْ	ہماری طرف	إِلَيْنَا	میرے لئے	لِي
اس دنیا میں	فِي هَذِهِ الدُّنْيَا	نہیں لوٹیں گے	لَا يُرْجَعُونَ	کوئی محل	صَرَحًا
لعنت	لَعْنَةً	پس پکڑا ہم نے اس کو	فَأَخَذْنَاهُ	تاکہ میں	تَعْلَى
اور قیامت کے دن	وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ	اور اس کے لشکر کو	وَجُنُودَهُ	جھانکوں	أَظْلَمُ
وہ	هُمْ	پس ڈال دیا ہم نے انکو	فَنَبَذْنَاهُمْ	معبود کی طرف	إِلَى اللَّهِ
بد حالوں میں سسہونگے	مِنَ الْمَقْبُوحِينَ	سمندر میں	فِي الْبَيْتِ	موسیٰ کے	مُوسَى

موسیٰ علیہ السلام فرعونوں کے پاس پہنچے، انھوں نے بات نہیں مانی، اور ان کا پارا چڑھ گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شام کے بجائے مصر کی راہ لی، بھائی سے ملے اور دونوں بھائی فرعونوں کے پاس پہنچے

_____ پھر جب موسیٰ ہمارے نہایت واضح معجزات کے ساتھ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا: یہ اللہ کے نام لگایا ہوا جادو

_____ ہے یعنی معجزات کو جادو بتایا، اور یہ بھی کہا کہ یہ شخص اپنے جادو کو اللہ کے نام لگا رہا ہے، اس کو اللہ کی نشانیاں بتا رہا ہے

_____ اور ہم نے یہ باتیں (توحید، رسالت اور آخرت کی باتیں) ہمارے گزشتہ اسلاف میں نہیں سنیں — پس آج یہ کیا

نئی باتیں کہہ رہا ہے! — اور موسیٰ نے (جواباً) کہا: میرا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو اس کے پاس سے ہدایت لایا

_____ ہے، اور اس کو جس کے لئے اس دنیا کا اچھا انجام ہے، بے شک ظالم پیشہ کامیاب نہیں ہوتے — یعنی میں اپنی طرف

سے نہیں کہہ رہا، اللہ کی طرف سے ہدایت لایا ہوں، اور اللہ تعالیٰ اس کے گواہ ہیں، اور میری صداقت ظاہر ہو کر رہے گی، دیکھنا، دنیا میں اچھا انجام کس کا ہوتا ہے؟ ظالموں کو کبھی سرخ روئی حاصل نہیں ہوتی۔

اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے علاوہ کوئی معبود نہیں جانتا، پس اے ہامان تو میرے لئے اینٹیں پکا، اور میرے لئے اونچا محل بنا، جس سے میں موسیٰ کے معبود کو جھانکوں، میں یقیناً اس کو جھوٹوں میں سے خیال کرتا ہوں۔ — یعنی اپنے وزیر ہامان سے کہا: اینٹوں کا بھٹا لگا، اور بہت اونچی عمارت بنا، میں آسمان کے قریب ہو کر موسیٰ کے رب کا پتہ لگاتا ہوں، میں تو اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں، پس حجت اس پر تام کر دوں گا کہ آسمان میں بھی مجھے کوئی خدا نظر نہیں آیا۔

اور اس نے اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق گھمنڈ کیا، اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹیں گے۔ — یعنی آخرت کا انکار سرکشی کا سبب بنا، اور ناحق: یعنی حقیر مخلوق کو گھمنڈ کا کیا حق ہے؟ مگر چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکلتے ہیں، اور وہ اڑنے کی کوشش کرتی ہے، اور گر کر مرتی ہے!

پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا، اور ان کو سمندر میں ڈال دیا، پس دیکھ، ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟ — قابل عبرت! — اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں — انبیاء ہدایت کے پیشوا ہوتے ہیں، اور یہ ظالم گمراہی کے — اور قیامت کے دن وہ مدد نہیں کئے جائیں گے — اور انبیاء مدد کئے جائیں گے — اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے پھنکار لگا دی، اور قیامت کے دن وہ بد حالوں میں سے ہونگے — یعنی لوگ رہتی دنیا تک ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے، اور آخرت میں ان کا برا حال ہوگا، نہ ادھر کے رہے نہ اوھر کے!

متکبر نہ سمجھیں کہ ان کی گردن نیچی کرنے والا اور سر توڑنے والا کوئی نہیں!

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۱﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۳۲﴾ وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًّا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا، وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۳۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۴﴾

وَلَقَدْ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	اِلٰی مُوسٰی	موسیٰ کی طرف	مِّنْ سُلَيْمٍ	سیحجنے والے
اٰتَيْنَا	دی ہم نے	الْاَمْرَ	معاملہ	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ
مُوسٰی	موسیٰ کو	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	بِحَارِبٍ	جانب میں
اَلْكِتٰبِ	کتاب (تورات)	مِّنَ الشَّاهِدِيْنَ	موجودین سے	الطُّورِ	طور کے
مِّنْ بَعْدِ	بعد	وَلَكِنَّا	لیکن ہم نے	اِذْ	جب
مَا اَهْلَكْنَا ^(۱)	ہمارے ہلاک کرنے کے	اَنْشَاْنَا	پیدا کیں	ثَاۤدِثِيْنَا	پکارا ہم نے
الْقُرُوْنَ	صدیوں کو	قُرُوْنَا	صدیاں	وَلٰكِنْ	لیکن
الْاَوَّلِ	اگلی	فَتَطَاوَلْ	پس دراز ہو گیا	رَحْمَةً	مہربانی
بَصَاۤئِرٍ ^(۲)	آنکھیں کھولنے والی	عَلَيْهِمْ	ان پر	مِّنْ رَّبِّكَ	آپ کے رب کی
لِّلنَّاسِ	لوگوں کی	الْعُمُرُ	زمانہ	مِّنْ رَّبِّكَ	طرف سے
وَهٰدًى	اور راہ نما	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	لِنُنْذِرَ	تاکہ ڈرائیں آپ
وَرَحْمَةً	اور مہربانی	ثَاوِيًا ^(۳)	ظہرے ہوئے	قَوْمًا	لوگوں کو
لَعَلَّهُمْ	شاید وہ	فِيْٓ اٰهْلِ	لوگوں میں	مَا	نہیں
يَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت پذیر ہوں	مَدِيْنَ	مدین کے	اَتَتْهُمْ	پہنچا ان کے پاس
وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	تَتَلٰوْا	پڑھیں آپ	مِّنْ نَّذِيْرٍ	کوئی ڈرانے والا
بِحَارِبٍ	جانب میں	عَلَيْهِمْ	ان پر	مِّنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے
الْعَرَبِيَّ ^(۳)	مغربی	اٰبَتْنَا	ہماری آیتیں	لَعَلَّهُمْ	ہو سکتا ہے وہ
اِذْ	جب	وَلٰكِنَّا	مگر ہم	يَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت پذیر ہوں
قَضٰیْنَا	طے کیا ہم نے	كُنَّا	تھے ہم		

(۱) ما مصدر یہ ہے۔ (۲) بصائر وغیرہ الکتاب کے احوال ہیں (۳) جانب الغربی (مرکب اضافی) اصل میں الجانب الغربی (مرکب توصیفی) تھا۔ موصوف صفت کو اپنی جگہ رکھ کر مرکب اضافی بنایا ہے، تاکہ عبارت سبک ہو جائے، مگر معنی مرکب توصیفی کے ہیں، جیسے مسجد الجامع اور دین القيمة [البینۃ آیت ۵] (۳) ثاویا (اسم فاعل): مقیم، باشندہ، رہنے والا بابہ ضرب۔

جب انسانیت پیاسی ہوتی ہے تو قدرت بارش برساتی ہے

قرونِ اولیٰ کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی، اسی طرح اب

نبی ﷺ کو قرآن دیا ہے دونوں ہی کتابیں بصیرت افروز، ہدایت اور رحمت ہیں

ایک قاعدہ: قرآن کریم کہیں فہم سامع پر اعتماد کر کے معادل (مساوی) کو حذف کرتا ہے، جیسے سورة آل عمران (آیت ۲۶) میں ہے: ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ، إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾: آپ کے اختیار میں بھلائی (اور برائی) ہے، بلاشبہ آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں — چونکہ مقام: مقام تعریف تھا اس لئے خیر کے معادل 'شر' کو چھوڑ دیا، مخاطبین اس کو خود ہی سمجھ لیں گے — اسی طرح یہاں تورات کا معادل 'قرآن کریم' ہے، تورات موسیٰ علیہ السلام کو دی، اور قرآن نبی ﷺ کو، دونوں کتابیں بصیرت افروز ہدایت اور رحمت ہیں، اور معادل کے حذف کا قرینہ اگلی آیات ہیں۔

اگلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کے عین احوال ذکر کئے ہیں:

۱- فرعون کی غرقابی کے بعد جب بنی اسرائیل میدانِ تہ میں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلایا، اور چلے کھینچوایا، پھر تورات عنایت فرمائی، کیونکہ بنی اسرائیل چھ لاکھ تھے، اتنی بڑی تعداد کو سنبھالنے کے لئے دستور ضروری تھا۔

۲- مدین میں موسیٰ علیہ السلام نے دس سال قیام کیا، وہاں شادی کی، اور بکریاں چرائیں، اس طرح ان کو کارِ نبوت کے لئے تیار کیا۔

۳- جب مدین سے آبائی وطن شام کے لئے چلے تو راستہ بھول کر وادیِ تہ میں پہنچ گئے، وہاں طور پر ان کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

یہ تینوں واقعات قرآن کریم اس طرح بیان کرتا ہے جیسے واقعہ بیان کرنے والا موقعہ پر موجود تھا، جبکہ نبی ﷺ موجود نہیں تھے، آپؐ مابعد زمانہ کے ہیں، پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ قرآن آپؐ کا کلام نہیں، علیم وخبیر کا کلام ہے، اور آپؐ برحق نبی ہیں، اور قرآن اللہ کا کلام ہے، کیونکہ آپؐ کی امت آسمان کے تاروں سے، درختوں کے پتوں سے اور ریت کے ذروں سے زیادہ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ امت کو سنبھالنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ہدایت ورحمت نازل فرمائیں، جو لوگوں کی آنکھیں کھولے اور لوگ اس سے نصیحت پذیر ہوں۔

البتہ تینوں واقعات کی ترتیب برعکس ہے، چونکہ موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کا ذکر آیا اس لئے ترتیبِ زمانی کے اعتبار سے تیسرا واقعہ پہلے ذکر کیا، پھر اس سے متصل قیام مدین کا واقعہ ذکر کیا، پھر طور پر نبوت سے سرفراز کرنے کا واقعہ بیان کیا۔

آیات کا ترجمہ اور تفسیر: ارشاد پاک ہے: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی، اگلی صدیوں کو ہلاک کرنے کے بعد — یعنی قوم نوح اور عاد و ثمود کو ہلاک کیا، ان کے پیغمبروں کو اللہ کی کتابیں اور ہدایتیں دی تھیں، زمانہ گزرنے کے ساتھ وہ کتابیں نہ رہیں، تو فرعونوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو جلیل القدر کتاب تورات عنایت فرمائی — جو آنکھیں کھولنے والی، راہ نما اور مہربانی ہے، تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں — اسی طرح اب جبکہ تورات اصلی حالت میں نہیں رہی، اور بنی اسماعیل میں کوئی پیغمبر اور کتاب نازل نہیں ہوئی، اور انسانیت سخت پیاسی ہوئی تو اللہ نے بارش برسائی، اور نبی ﷺ کو ایسی ہی بصیرت افروز، ہدایت و رحمت کی حامل کتاب عنایت فرمائی، تاکہ لوگ نصیحت پذیر ہوں۔

قرآن کی حقانیت کے دلائل:

۱- اور آپؐ (طور کی) مغربی جانب میں نہیں تھے، جب ہم نے موسیٰ کے ساتھ معاملہ کیا — یعنی تورات دی، اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ — بلکہ ہم نے صدیاں پیدا کیں، پس ان پر زمانہ دراز ہو گیا — اور گزشتہ ہدایات باقی نہ رہیں تو نئی کتاب نازل کرنے کی ضرورت پیش آئی، اسی طرح نزول تورات پر بھی عرصہ دراز گزر گیا، اور وہ اصلی حالت میں نہ رہی تو نئی کتاب (قرآن کریم) نازل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

۲- اور آپؐ مدین والوں میں مقیم نہیں تھے، کہ لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائیں — یہ بات آپؐ کے بس میں نہیں تھی، کیونکہ وہ ماقبل تاریخ کا واقعہ ہے — بلکہ ہم (وحی) بھیجے والے ہیں — یعنی آپؐ اللہ کی وحی سے یہ واقعہ بیان کر رہے ہیں، پس اس واقعہ کا بیان قرآن کے کلام الہی ہونے کی دلیل ہے۔

۳- اور آپؐ طور کی (دائیں) جانب بھی نہیں تھے، جب ہم نے موسیٰ کو پکارا — اور نبوت سے سرفراز کیا — بلکہ آپؐ کے پروردگار کی مہربانی ہے — یعنی قرآن اللہ کا کلام اور پیام رحمت ہے — تاکہ آپؐ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا — یعنی بنو اسماعیل کو، جو آپؐ کی بلا واسطہ امت ہے، باقی دنیا ان کے واسطہ سے امت ہے، جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ہے — تاکہ وہ لوگ نصیحت پذیر ہوں — اس تازہ کتاب قرآن کریم سے استفادہ کریں۔

تورات شریف اللہ کی عظیم المرتبت کتاب تھی، پھر جب اس کے پیروں نے اس کو ضائع کر دیا تو قرآن شریف نے اس کی جگہ لے لی

وَلَوْلَا اَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌۭ بِمَا قَدَّمْتُ اَيْدِيَهُمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ

إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا
 قَالُوا لَوْلَا أَوْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوْتِيَ مُوسَىٰ ۖ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوْتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ
 قَالُوا سِحْرُن تَظَاهَرَا ۖ وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَافِرُونَ ۝ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ
 اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعُهُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا
 يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۖ إِنَّ
 اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

ع

وَلَوْلَا	اور اگر نہ (ہوتی)	وَنَكُونُ	اور ہوتے ہم	مُوسَىٰ	موسیٰ؟
أَنْ	(یہ بات) کہ	مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والوں سے	أَوْ	کیا اور
تُصِيبُهُمْ	پہنچتی ان کو		(تو نہ ہم رسول بھیجتے)	لَمْ يَكْفُرُوا	نہیں انکار کیا
مُصِيبَةٌ	کوئی مصیبت		(قرآن نازل کرتے)	بِمَا أُوْتِيَ	اس کا جو دیئے گئے
بِمَا	ان کرتوتوں کی وجہ سے جو	فَلَمَّا	پس جب	مُوسَىٰ	موسیٰ
قَدْ مَتَّ	آگے بھیجے	جَاءَهُمْ	پہنچا ان کو	مِن قَبْلُ	قبل ازیں؟
أَبَدِيَهُمْ	ان کے ہاتھوں نے	الْحَقُّ	دین حق	قَالُوا	کہا انھوں نے
فَيَقُولُوا رَبَّنَا	پس کہیں وہ	مِن عِنْدِنَا	ہمارے پاس سے	سِحْرُن	(یہ) دوجادو (ہیں)
لَوْلَا	کیوں نہ	قَالُوا	(تو) کہا انھوں نے	تَظَاهَرَا	ایک دوسرے کے موافق
أَرْسَلْتَ	بھیجا آپ نے	لَوْلَا	کیوں نہیں	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے
إِلَيْنَا	ہماری طرف	أُوْتِيَ	دیا گیا وہ	لَنَا بِكُلِّ	بے شک ہم ہر ایک کا
رَسُولًا	کوئی رسول	مِثْلُ	مانند	كَافِرُونَ	انکار کرنے والے ہیں
فَنَتَّبِعَ	پس پیروی کرتے ہم	مَا	اس کے جو	قُلْ	کہیں
آيَاتِكَ	آپ کی آیتوں کی	أُوْتِيَ	دیئے گئے	فَأْتُوا	پس لاؤ

پس اس نے پیروی کی	مَنْ اتَّبَعَ	سچے!	صِدِّقِينَ	کوئی کتاب	بِكِتَابٍ
اپنی خواہش کی	هُوَ	پس اگر	فَإِنْ	پاس سے	مَنْ عِنْدِ
راہ نمائی کے بغیر	يَغْيِرْ هُدًى	جواب نہ دیں وہ	لَمْ يَسْتَجِيبُوا	اللہ کے	اللَّهِ
اللہ کی	صِرَاطَ اللَّهِ	آپ کو	لَكَ	وہ زیادہ راہ نما ہو	هُوَ أَهْدَى
بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ	تو جان لیں آپ	فَاعْلَمْ	ان دونوں سے	مِنْهُمْ
راہ نہیں دکھاتے	كَأَيُّهُدَى	کس پیروی کرتے ہیں وہ	أَنَّا يَتَّبِعُونَ	(پس) پیروی کروں	أَتَّبِعُهُ
لوگوں کو	الْقَوْمَ	اپنی خواہشات کی	أَهْوَاءَهُمْ	میں اس کی	
ظلم کرنے والے	الظَّالِمِينَ	اور کون زیادہ گمراہ ہے	وَمَنْ أَضَلُّ	اگر ہو تم	إِنْ كُنْتُمْ

رسول بھیجنے کا اور قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد اتمام حجت بھی ہے

گذشتہ آیت کے آخر میں فرمایا تھا کہ رسول اس لئے بھیجا جا رہا ہے اور اس پر قرآن اس لئے نازل کیا جا رہا ہے کہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، ایمان لائیں اور اپنی عاقبت سنواریں، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ مکہ والے تو نہیں مان رہے! اس کا جواب دے رہے ہیں کہ رسول بھیجنے کا اور اس پر قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد اتمام حجت بھی ہے، ایمان نہیں لائیں گے تو قیامت کے دن ان کا منہ بند ہو جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پہنچتی ان کو کوئی مصیبت (دنیا میں یا آخرت میں) ان کے ان کر تو توں کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، پس کہیں وہ: کیوں نہ بھیجا آپ نے ہماری طرف کوئی رسول، پس ہم آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے، اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہوتے؟ — تو ہم آپ کو رسول بنا کر نہ بھیجتے، نہ آپ پر قرآن نازل کرتے — یعنی اتمام حجت مقصود ہے، اگر رسول بھیجے بغیر اور کتاب نازل کئے بغیر دنیا میں عذاب بھیجتے یا آخرت میں سزا دیتے تو ان کے پاس اپنی مظلومیت کا عذر ہوتا، وہ کہتے: ہمیں یکدم عذاب میں دھر لیا، اگر کوئی پیغمبر بھیجتے تو دیکھتے کہ ہم کیسے نیک ایماندار ثابت ہوتے! — اب کیا عذر کریں گے!

جب لوگوں کو دین حق پہنچا تو مشرکین نے اس کو کس طرح لیا؟

جب مکہ والوں کو اللہ کی طرف سے دین حق پہنچا، رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، اور ان پر قرآن کریم نازل کیا گیا، تو انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا، اور دو باتیں کہیں:

۱- رسول کے بارے میں تو یہ کہا کہ اس کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح عصا اور ید بیضاء کے معجزات کیوں نہیں دیئے گئے؟ یہ خالی ہاتھ کیوں آیا ہے؟ — جواب: کیا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات فرعون اور اس کی قوم نے مان لئے تھے؟ پھر آج اگر ایسے ہی معجزات اس نبی کو دیئے جاتے تو کیا مشرکین ان کو مان لیتے؟ ہرگز نہ مانتے!

۲- نبی ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے، اس کے تعلق سے انھوں نے کہا: یہ تورات کی طرح جادو ہے، اور ہم دونوں کو نہیں مانتے — اس کا جواب اگلی آیت میں ہے۔

ارشاد پاک ہے: — پس جب ان کو (مکہ والوں کو) ہمارے پاس سے دین حق پہنچا تو انھوں نے (رسول کے تعلق سے) کہا: کیوں نہیں دیا گیا وہ جیسا موسیٰ دیئے گئے؟ — یعنی عصا اور ید بیضاء جیسے معجزات لے کر یہ رسول کیوں نہیں آیا؟ — (جواب) کیا اور نہیں انکار کیا انھوں نے (فرعونوں نے) اس کا جو قبل ازیں موسیٰ دیئے گئے؟ — پھر آج ان معجزات سے کیا فائدہ ہوگا؟

(اور قرآن کے تعلق سے) انھوں نے کہا: دو جادو ہیں، ایک دوسرے کے موافق — ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے! — اور انھوں نے کہا: ہم دونوں ہی کو نہیں مانتے! — مکہ والے تورات کو بھی نہیں مانتے تھے، اسی طرح قرآن کا بھی انکار کر دیا۔ (جواب میں) کہو: پس تم اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لاؤ، جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ راہ نما ہو، پس میں اس کی پیروی کروں، اگر تم سچے ہو — یعنی تم میں کچھ دم خم ہوا — اللہ کی طرف سے بندوں کی راہ نمائی ضروری ہے، پس اگر یہ دونوں کتابیں جادو ہیں تو تم ان سے بہتر راہ نما کتاب پیش کرو، جو اللہ کی طرف سے ہو، میں اس کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہوں — یہ کلام برسبیل فرض ہے، جیسا سورة الزخرف (آیت ۸۱) میں ہے: ﴿قُلْ: إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ﴾ کہو: اگر مہربان اللہ کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا — یعنی مجھے تمہاری طرح حق بات کے ماننے سے اباؤ انکار نہیں — مگر اللہ کی اولاد ہے کہاں؟ وہ تو ایسی کمزوری سے پاک ہیں۔

پھر اگر وہ آپ کو جواب نہ دیں — یعنی کتاب نہ لاسکیں — تو آپ جان لیں کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں — یعنی ان کا دھرم محض ان کی خواہشات کا پلندہ ہے — اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی راہ نمائی کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں (برخود غلط قسم کے لوگوں) کو راہ نہیں دکھاتے! — اللہ تعالیٰ اسی کو راہ دکھاتے ہیں جو ہدایت پانے کا ارادہ کرتا ہے۔

منکرین کی راہ نری خواہش کی راہ ہے، وہ کامیابی کی راہ نہیں

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَبَيَّزْنَاهُم بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ ۚ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

وَلَقَدْ	اور بخدا واقعہ یہ ہے	یُتْلَىٰ	پڑھی جاتی ہے وہ	يُؤْتُونَ	دیئے جائیں گے
وَصَّلْنَا ^(۱)	جوڑا ہم نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	أَجْرَهُمْ	ان کا بدلہ
لَهُمْ	لوگوں کے لئے	قَالُوا	(تو) کہتے ہیں	مَرَّتَيْنِ	دو مرتبہ
الْقَوْلَ	بات کو	آمَنَّا	ایمان لائے ہم	بِمَا صَبَرُوا	ان کے صبر کرنے کی [
لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ	بِهِ	اس پر	وَبَيَّزْنَاهُمْ	وجہ سے
يَتَذَكَّرُونَ	نصیحت پذیر ہوں	إِنَّهُ	بے شک وہ	وَبَيَّزْنَاهُمْ	اور ہٹاتے ہیں وہ
الَّذِينَ	جن کو	الْحَقُّ	برحق ہے	بِالْحَسَنَةِ	نیک سلوک کے ذریعہ
آتَيْنَاهُمْ	دی ہم نے	مِنْ رَبِّنَا	ہمارے پروردگار کی	السَّيِّئَةِ	بدسلوکی کو
الْكِتَابَ	کتاب (تورات و انجیل)		طرف سے	وَمِمَّا	اور اس میں سے جو
مِنْ قَبْلِهِ	اس (قرآن) سے پہلے	إِنَّا	بے شک ہم	رَزَقْنَاهُمْ	روزی دی ہم نے انکو
هُمْ	وہ	كُنَّا	تھے ہم	يُنْفِقُونَ	خرچ کرتے ہیں
بِهِ	اس (قرآن) پر	مِنْ قَبْلِهِ	اس کے پہلے سے	وَإِذَا	اور جب
يُؤْمِنُونَ	ایمان لاتے ہیں	مُسْلِمِينَ	ماننے والے	سَمِعُوا	سننے میں وہ
وَإِذَا	اور جب	أُولَٰئِكَ	یہی لوگ	اللَّغْوَ	فضول بات

(۱) وَصَّلَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اچھی طرح ملانا، جوڑنا۔

أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَّا أَعْمَالُنَا وَلكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ	(تو) روگردانی کرتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارا کیا ہے اور تمہارے لئے تمہارا کیا ہے سلام	عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِ الْجَاهِلِينَ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ	تم پر نہیں چاہتے ہم نادانوں کو بے شک آپ نہیں راہ دکھاتے جس کو چاہیں لیکن	اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ	اللہ تعالیٰ راہ دکھاتے ہیں جس کو چاہیں اور وہ خوب جاننے والے ہیں ہدایت پانے والوں کو
---	--	---	--	---	--

جب لوگوں کو دین حق پہنچا تو اہل کتاب نے اس کو کس طرح لیا؟

مشرکین مکہ نے دین حق کو کس طرح لیا؟ اس کا جواب آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس کے بالمقابل اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا حال ملاحظہ فرمائیں: انھوں نے کس طرح دین حق کا استقبال کیا؟ اور یہ بیان ایک تمہید سے شروع ہوا ہے، ارشاد پاک ہے: — اور بالتحقیق ہم نے لوگوں کے لئے بات (وحی) کو جوڑا، تاکہ وہ نصیحت پذیر ہوں — یعنی وحی کا سلسلہ مسلسل چلا آرہا ہے، جب بھی انسانیت پیاسی ہوتی ہے رحمت حق ہدایت کی بارش برساتی ہے، نیا نبی مبعوث کیا جاتا ہے اور اس پر نبی وحی نازل کی جاتی ہے، اسی سنت کے مطابق اب نبی آخر الزماں مبعوث کئے گئے ہیں اور ان پر قرآن نازل کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ اپنی عاقبت سنواریں — جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتاب دی — تورات و انجیل دیں، انجیل تورات کا ضمیمہ ہے، مستقل کتاب نہیں — وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں — کفار مکہ کی طرح انکار نہیں کرتے — اور جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق کتاب ہے، ہم اس کو پہلے ہی سے مانتے تھے — یعنی ہماری کتابوں میں نبی آخر الزماں ﷺ اور قرآن کریم کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں، ان پیشین گوئیوں پر ہمارا اجمالی ایمان تھا، اب جبکہ وہ آئے تو ہم تفصیل سے ایمان لاتے ہیں، یہ پروردگار کی برحق کتاب ہے — یہی لوگ: اپنا بدلہ دو مرتبہ دیئے جائیں گے، ان کے ہمت سے کام لینے کی وجہ سے — حدیث میں ہے: ”تین شخصوں کو دو ہرثواب ملتا ہے، ایک: وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا“ (الی آخرہ بخاری شریف حدیث ۹۷) ان حضرات کو دو ہرثواب اس لئے ملے گا کہ یہ کام بہت بھاری ہے، اجر بقدر مشقت ہوتا ہے، مشرک کے لئے ایمان لانا اتنا بھاری نہیں جتنا

اہل کتاب کے لئے ایمان لانا بھاری ہے، اس کا اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر ایمان ہوتا ہے، ان کے ساتھ اعتقادی وابستگی ہوتی ہے، اس کو چھوڑ کر خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانا بہت مشکل ہے، چنانچہ نبی ﷺ پر ایمان لانے کا ان کو دو ہر اثواب ملے گا، ہمت سے کام لینے کا یہی مطلب ہے — مسلمان ہونے کے بعد ہر عمل کا ان کو دو ہر اجر نہیں ملے گا، بلکہ ایمان لانے کا دو گنا ثواب ان کو دیا جائے گا۔

اور مسلمان ہونے کے بعد وہ دین کے داعی بن جاتے ہیں، اور ان کا کردار یہ ہوتا ہے:

۱- اور وہ بدسلوکی کو نیک سلوک سے ہٹاتے ہیں — یعنی اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیتے، بلکہ پھول برساتے ہیں، اس سے دوسرے لوگ قریب آتے ہیں، دعوت کا یہ خاص گُر ہے۔

۲- اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں — داعی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو قریب لانے کے لئے ان پر حسب استطاعت خرچ کرے، کھلائے پلائے اور بوقت ضرورت معاشی تعاون کرے، عیسائی اسی راستہ سے اپنی گمراہی پھیلاتے ہیں۔

۳- اور جب وہ فضول بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں — داعی کو کڑوی کسلی باتیں سننی ہی پڑتی ہیں، پس ان سے بددل نہ ہو — اور وہ کہتے ہیں: ہمارے لئے ہمارا کیا ہے، اور تمہارے لئے تمہارا کیا ہے، ہمارا سلام لو — یعنی معاف کرو — ہم نادانوں سے الجھنا نہیں چاہتے — جواب جاہل!اں باشد نموشی!

ایک واقعہ: سیرت ابن اسحاق میں یہ واقعہ ہے۔ حبشہ سے بیس آدمی مکہ آئے تاکہ نبی ﷺ کی تحقیق کریں، نبی ﷺ نے ان کو قرآن سنایا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، جب وہ مشرف بہ اسلام ہو کر واپس جانے لگے تو ابو جہل وغیرہ نے ان پر آوازے کسے کہ ایسا احمقوں کا ٹولہ، ہم نے کبھی نہیں دیکھا، آئے تھے تحقیق حال کے لئے لوٹے غلام بن کر! ان لوگوں نے جواب دیا: معاف رکھو، ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے دینا نہیں چاہتے، ہم اور تم میں سے جو جس حال پر ہے اس کا وہی حصہ ہے، ہم نے اپنے نفس کا بھلا چاہنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (فوائد ملخصا)

جس جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھائے پر لگے گا اس سے کنارہ ہی بہتر ہے (موضح)

داعی کو ایک خاص نصیحت:

بے شک آپ جس کو چاہیں راہ نہیں دکھا سکتے، ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں راہ دکھاتے ہیں، اور وہ راہ پانے والوں کو خوب جانتے ہیں — یعنی جس سے داعی کو طبعی محبت ہو، اس کا جی چاہتا ہو کہ وہ ہدایت پر آجائے: ضروری نہیں کہ ایسا ہو جائے، داعی کا کام صرف راستہ بتانا ہے، راستہ پر ڈالنا اللہ کا کام ہے، نبی ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے لئے بہت

سچی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لیں، مگر کامیابی نہیں ہوئی، جس کا نبی ﷺ کو بہت قلق ہوا، اس پر یہ آیت اتری، اور آپؐ کی تسلی فرمادی، اور داعیوں کو سمجھا دیا کہ اللہ ہی کے علم و اختیار میں ہے کہ کس میں راہِ راست پر پڑنے کی صلاحیت ہے، اور کون ہدایت چاہتا ہے، اسی کو ہدایت دیتے ہیں۔

داعی کو نتائج سے بے فکر ہو کر دل سوزی کے ساتھ دعوت کے کام میں لگا رہنا چاہئے

وَقَالُوا إِن تَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَتَّخِظُ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِّن قُرَيْبٍ بَطَرْتَ مَعِيشَتَهَا، فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمَّا تُسْكِنُ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٢﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٣﴾

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	لَهُمْ	ان کو	وَلَٰكِنَّ	مگر
إِن	اگر	حَرَمًا	حرم میں	أَكْثَرَهُمْ	اکثر لوگ
تَتَّبِعِ	پیروی کریں ہم	آمِنًا ^(۳)	امن والے	لَا يَعْلَمُونَ	جاننے نہیں
الْهُدَىٰ	ہدایت کی	يُجْبَىٰ ^(۴)	کھینچے جاتے ہیں	وَكَمْ	اور بہت سی
مَعَكَ	آپ کے ساتھ	إِلَيْهِ	اس کی طرف	أَهْلَكْنَا	ہلاک کی ہم نے
نَتَّخِظُ ^(۱)	(تو) اچک لئے جائیں ہم	ثَمَرَاتُ	پھل (فوائد)	مِّن قُرَيْبٍ	بستیاں
مِن أَرْضِنَا	ہماری زمین سے	كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	بَطَرْتَ ^(۶)	نازاں تھا
أَوْ لَمْ	کیا اور نہیں	رِزْقًا ^(۵)	روزی	مَعِيشَتَهَا ^(۷)	اس کا سامان زندگی
نُمَكِّنُ ^(۲)	جمایا ہم نے	مِّن لَّدُنَّا	ہمارے پاس سے	فَتِلْكَ	پس یہ ہیں

(۱) نَتَّخِظُ: اچک لینا، جھپٹا مار کر لے لینا یعنی قتل کر دیا جانا، لوٹ لیا جانا (۲) نُمَكِّنُ: جمانا، قدرت دینا، جگہ دینا، بنانا (۳) آمِنًا: حرما کا حال، حرماً: ممکن کا مفعول، ممکن: جعل کے مفہوم کو محضمن ہے (۴) يُجْبَىٰ: مضارع مجہول، بابہ ضرب و فتح، مصادر جیبی و جبایہ: کھینچ کر لانا (۵) رِزْقًا: یجبی کا مفعول مطلق یا ثمرات کا حال۔ (۶) بَطَرْتَ (س) بَطَرًا: اترانا، اکڑنا۔ (۷) مَعِيشَتَا: اسم مصدر: سامان زندگی۔

ان کو	عَلَيْهِمْ	آپ کے رب	رَبِّكَ	ان کے گھر	مَسْكَنُهُمْ
ہماری آیتیں	آيَاتِنَا	ہلاک کرنے والے	مُهْلِكَ	نہیں بسا گیا (ان میں)	لَمْ تُسْكَنْ
اور نہیں ہیں ہم	وَمَا كُنَّا	بستیوں کو	الْقُرَى	ان کے بعد	مِنْ بَعْدِهِمْ
ہلاک کرنے والے	مُهْلِكِي ^(۱)	یہاں تک کہ	حَتَّى	مگر تھوڑا سا	إِلَّا قَلِيلًا
بستیوں کو	الْقَرْيَ	بھیجیں	يَبْعَثُ	اور تھے ہم	وَكُنَّا
مگر	إِلَّا	ان کی بڑی بستی میں	فِي أُمَمٍ	ہی	نَحْنُ
جبکہ اس کے باشندے	وَأَهْلِهَا	اہم رسول کو	رَسُولًا	وارث	الْوَرَثَةِ
شرارت کرنے والے ہوں	ظَالِمُونَ	(جو) پڑھ کر سنائے	يَتْلُوا	اور نہیں تھے	وَمَا كَانَ

ایک ہوا جو مشرکین مکہ کے لئے قبول حق سے مانع بنا

ہوا: انجانا خوف — اور انھوں نے (مشرکین مکہ نے) کہا: اگر ہم ہدایت قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو لیں (یعنی مسلمان ہو جائیں) تو ہم اپنی زمین (مکہ) سے اچک لئے جائیں — سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے، تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑیں، ہماری نہ جان سلامت رہے نہ مال، اور ہم مکہ مکرمہ سے کھدیڑ دیئے جائیں!

جواب: — کیا ہم نے ان کو بہ اطمینان ٹھہرنے کی جگہ نہیں دی جو قابل احترام امن والی جگہ ہے! جس کی طرف کھینچے جاتے ہیں ہر طرح کے پھل جو ہماری طرف سے روزی ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں — یعنی اب عرب قبائل کی دشمنی سے کس کی پناہ میں ہو؟ یہ حرم کا ادب ہی مانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑھائی کر کے تم کو مکہ سے نکال نہیں دیتے، پس کیا ایمان لانے پر وہ تم کو پناہ نہیں دے گا؟ یہ محض ہوا ہے جو تم کو ایمان سے روک رہا ہے — پھر مزید اللہ کی نعمتوں میں غور کرو، اللہ نے تمہیں پھلوں کی روزی دی، جو دنیا جہاں سے مکہ کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں، کیا تم پر اس کا شکر واجب نہیں؟ ان کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ ایمان لاؤ، اللہ کے رسول کا ساتھ دو، اور ہر طرح اسلام کا بول بالا کرو۔

مکہ کے مشرک قوموں کی تباہی سے سبق لو

اور کتنی ہلاک کیں ہم نے بستیاں — عاد و ثمود کی، مدین اور قوط لوط کی — جن کا گذران اتراتا تھا — تمدن عروج پر تھا، اور ان قوموں کو اپنی معیشت پر ناز تھا — پس یہ رہے ان کے گھر، نہیں بسا گیا (ان میں) ان کے بعد مگر بس (۱) مہلکی: اصل میں مہلکین تھا، اضافت کی وجہ سے نون گرا ہے۔

برائے نام — کوئی مسافر وہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتا ہے یا کوئی عبرت کا نظارہ کرنے والا وہاں پہنچ جاتا ہے — اور ہم ہی تھے آخر میں سب کچھ لینے والے — یعنی سب کھیت رہے، کوئی وارث باقی نہ رہا، صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا۔

حاصل: کہا گیا کہ عربوں کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو، اللہ کے عذاب سے ڈرو، دیکھتے نہیں، کتنی قومیں گزر چکی ہیں، جن کو اپنی خوش عیشی پر غرہ تھا، جب انھوں نے تکبر اور سرکشی کی راہ اختیار کی، اور نبیوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کس طرح تباہ کر ڈالا، آج صفحہ ہستی پر ان کا نام و نشان باقی نہیں، ان کی بستیوں کے یہ کھنڈرات ہیں، جن میں کوئی بسنے والا نہیں، ان سے عبرت پکڑو!

مکہ کے مشرک! تمہاری ہلاکت کا سامان ہو چکا ہے، تمہاری شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے

اور آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کی بڑی بستی میں کوئی رسول نہ بھیج دے، جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے — وہ عظیم رسول آچکے ہیں، جو تمہیں غفلت سے ہوشیار کر چکے ہیں یعنی تمہاری بربادی کا سامان ہو چکا ہے — اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے، مگر جبکہ وہاں کے لوگ شرارت پر اتر آئیں — یعنی جب لوگ ہوشیار کرنے پر بھی باز نہیں آتے، ظلم و سرکشی پر کمر بستہ رہتے ہیں تو اللہ کی پکڑ میں دیر نہیں لگتی، اللہ نے بدر کے میدان میں ان کو پکڑا۔

روئے زمین کی تمام آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے، اسی لئے سب سے بڑے اور آخری رسول کو وہاں بھیجا گیا

وَمَا أُوْتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمِنَّا عَالِمُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزَيَّنٰهَا، وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ
أَبْقٰى ۖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۚ أَكَمِّنْ وَعَدْنَا لَهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمِنْ
مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝

وَمَا أُوْتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمِنَّا عَالِمُ	اور جو کچھ دیئے گئے تم کوئی چیز پس برتنے کا سامان ہے	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزَيَّنٰهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ	دنوی زندگی میں اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے	خَيْرٌ وَّأَبْقٰى أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	وہ بہتر اور دیر پا ہے کیا پس نہیں سمجھتے تم؟
--	---	--	---	---	---

پھر وہ	ثُمَّ هُوَ	مانند اس شخص کے ہے	كَمَنْ	کیا پس جو شخص	اَقَمَّنْ
قیامت کے دن	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	جس کو فائدہ اٹھانے کے لئے دیا ہم نے	مَنْعَنْهُ	وعدہ کیا ہم نے اس سے	وَعَدُنَا
{ حاضر کئے ہوؤں	مِنْ الْمُخْضَرِّينَ	سامان	مَتَاعًا	اچھا وعدہ	وَعَدًا حَسَنًا
میں سے ہوگا		دنوی زندگی کا	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	پس وہ	فَهُوَ
			اس سے ملا قات کرنے والا ہے	اس سے ملا قات کرنے والا ہے	لَدَيْهِ

مؤمن اور کافر انجام کے اعتبار سے برابر نہیں

ارشاد پاک ہے: — اور تم جو بھی چیز دیئے گئے ہو وہ دنیوی زندگی میں برتنے کا سامان اور اس کی رونق ہے — متاع: جیسے صافی، چولہے کا کپڑا، گندہ ہو گیا پھینک دیا، دنیا کے خان مان کی بس اتنی ہی حیثیت ہے، چند دن استعمال کیا، پھر پیچھے رہ گیا — پس عقل سے کام لینا چاہئے، دنیا میں کتنے دن جینا ہے، یہاں کی بہار چند روزہ ہے — اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دیر پا ہے — جنت اور اس کی نعمتیں مراد ہیں — پس کیا تم سمجھتے نہیں! — کیا تمہاری عقل چرنے لگی ہے، تمہیں دنیا میں کتنے دن جینا ہے، یہاں کا عیش ہیچ ہے، ان فانی لذتوں کو دائمی نعمتوں پر ترجیح دے رہے ہو! — بتاؤ، جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے اچھا وعدہ، اور وہ اس کو پہنچ کر رہنے والا ہے (کیا) اس کے برابر ہو سکتا ہے (وہ) جس کو ہم نے دنیوی زندگی میں چند روز فائدہ اٹھانے کے لئے سامان دیا ہے، پھر وہ قیامت کے دن پکڑا ہوا آئے گا؟! — نہیں، ہرگز نہیں، اول کے لئے دائمی عیش کا وعدہ ہے، جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا، اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ ہے، بھلا یہ دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہو سکتے ہیں! ایک مثال: ایک شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے سر پر شاہی تاج رکھا ہے، خدم و حشم پر اباندھے کھڑے ہیں، اور الوان نعمت دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں کہ اچانک آنکھ کھل جائے اور دیکھے کہ انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور بیڑی لئے کھڑا ہے وہ پکڑ کر لے گیا، اور جس دوام کی سزا لگئی، تلاء، اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ و قورمہ کی لذت کیا یاد آئے گی! (فوائد)

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا آيَاتِنَا يَعْبُدُونَ ۝ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمُ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ

الْمُرْسَلِينَ ۝ فَعَيَّتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءَ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ۝

وَيَوْمَ	اور جس دن	أَعْوَيْنَهُمْ	بہکایا ہم نے ان کو	لَوْ	کاش
يُنَادِيهِمْ	ان کو پکاریں گے	كُنَّا	جس طرح	أَنْتُمْ	کہ وہ
فَيَقُولُ	پس فرمائیں گے	عَوَيْنَا	ہم بہکے	كَانُوا	ہوتے
أَيْنَ	کہاں ہیں	تَبَرَأْنَا	بیزاری ظاہر کرتے ہیں ہم	يَهْتَدُونَ	راہ پائے ہوئے
شُرَكَائِي	میرے سا جھی	إِلَيْكَ	آپ کے سامنے	وَيَوْمَ	اور جس دن
الَّذِينَ	جن کو	مَا كَانُوا	نہیں تھے وہ	يُنَادِيهِمْ	ان کو پکاریں گے
كُنْتُمْ	تھے ہم	إِنَّا نَا	ہم کو	فَيَقُولُ	پس فرمائیں گے
تَزْعُمُونَ	گمان کرتے؟	يَعْبُدُونَ	پوجتے	مَا ذَا	کیا
قَالَ	کہا	وَقِيلَ	اور کہا گیا	أَجَبْتُمْ	جواب دیا تم نے
الَّذِينَ ^(۱)	ان لوگوں نے جو	ادْعُوا	بلاؤ تم	الْمُرْسَلِينَ	رسولوں کو
حَقَّ	ثابت ہو گئی	شُرَكَاءَكُمْ	ان شرکاؤ کو	فَعَيَّتْ	پس اندھی ہو جائیں گی
عَلَيْهِمْ	ان پر	فَدَعَوْهُمْ	پس وہ ان کو بلائیں گے	عَلَيْهِمْ	ان پر
الْقَوْلُ	بات	فَلَمْ	پس نہیں	الْأَنْبَاءَ	خبریں
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	يَسْتَجِيبُوا	جواب دیں گے وہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن
هَؤُلَاءِ	یہ (ہیں)	لَهُمْ	ان کو	فَهُمْ	پس وہ
الَّذِينَ	جن کو	وَرَأَوْا	اور دیکھیں گے وہ	لَا يَتَسَاءَلُونَ	آپس میں نہیں
أَعْوَيْنَا	ہم نے بہکایا	الْعَذَابَ	عذاب کو		پوچھیں گے

قیامت کے دن مشرکوں سے دو سوال

پہلا سوال: — توحید کے متعلق — اور (یاد کرو) جس دن اللہ تعالیٰ (عام مشرکین) کو پکار کر پوچھیں گے:

کہاں ہیں میرے سا جھی جن کو تم نے سا جھی بنا رکھا تھا؟ — میری خدائی میں وہ حصہ دار کہاں ہیں جن کو تم نے حصہ دار

(۱) الذین سے مراد مہنت (سادھوؤں کے سردار) ہیں جنہوں نے عام مشرکین کو گمراہ کیا ہے۔

بنار کھا تھا اور تم ان کی پوجا کرتے تھے؟ — وہ لوگ جن پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے — یعنی بڑے مجرم: مہنت اور گرو — بولیں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا، ہم نے ان کو بہکایا جیسے ہم بہکے، ہم آپ کے سامنے ان سے بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں، یہ لوگ ہمیں نہیں پوجتے تھے — جب عام مشرکین سے سوال ہوگا تو مہنت اور بڑے مجرم سمجھ جائیں گے کہ یہ لوگ ہمارا نام لیں گے، پس وہ سبقت کر کے کہیں گے: اے پروردگار! بے شک ہم نے ان کو گمراہ کیا، کیونکہ ہم خود گمراہ تھے، مگر ہم نے ان پر کچھ زبردستی نہیں کی، وہ اپنی مرضی سے ہمارے بہکائے میں آئے، بایں اعتبار وہ ہمیں نہیں پوجتے تھے، ہم آپ کے سامنے ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، وہ جانیں ان کا کام!

وہ لوگ جو بت پرستی میں واسطہ تھے وہ تو ہٹ گئے، اب ان سے کہا جائے گا کہ اپنی صورتوں کو پکارو، وہ تمہاری مدد کو آئیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور کہا گیا بلا واسطہ شرکاء کو، پس وہ ان کو پکاریں گے، پس وہ ان کو جواب ہی نہیں دیں گے — کیونکہ وہ ان کی پکار سن ہی نہیں رہے — اور وہ عذاب کو دیکھیں گے — اور کوئی ان کو عذاب سے بچانے کے لئے نہیں آئے گا — اور وہ یا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: — کاش ہوتے وہ راہ پائے ہوئے! — پس ان کو یہ برا دن نہ دیکھنا پڑتا۔ دوسرا سوال: — رسالت کے متعلق — اور (یاد کرو) جس دن اللہ تعالیٰ (مشرکوں سے) پکار کر پوچھیں گے — یعنی دور سے آواز آئے گی کہ — تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ پس اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی — یعنی مضامین گم ہو جائیں گے، ان سے کوئی جواب بن نہ پڑے گا — پس وہ آپس میں بھی نہیں پوچھیں گے — یعنی باہم مشورہ کر کے بھی کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔

مشرکین قیامت کے دن دیدارِ خداوندی سے محروم ہونگے اس لئے دور سے پکارے جائیں گے

فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ۝ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۖ سُبْحَنَ اللَّهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ ۚ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْحُدُوفُ الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةُ ۚ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

فَأَمَّا	مَنْ	تَابَ	وَأَمَنَ	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَعَسَىٰ	أَنْ	يَكُونَ	مِنَ	الْمُفْلِحِينَ	۝	وَرَبُّكَ	يَخْلُقُ	مَا	يَشَاءُ	وَيَخْتَارُ	ۚ	مَا	كَانَ	لَهُمُ	الْخِيَرَةُ	ۖ	سُبْحَنَ	اللَّهُ	وَتَعَالَىٰ	عَمَّا	يُشْرِكُونَ	۝	وَرَبُّكَ	يَعْلَمُ	مَا	تُكِنُّ	صُدُورُهُمْ	وَمَا	يُعْلِنُونَ	۝	ۚ	وَهُوَ	اللَّهُ	لَا	إِلَهَ	إِلَّا	هُوَ	ۚ	لَهُ	الْحُدُوفُ	الْأُولَىٰ	وَالْآخِرَةُ	ۚ	وَلَهُ	الْحُكْمُ	وَإِلَيْهِ	تُرْجَعُونَ	۝
----------	------	-------	----------	----------	----------	----------	------	---------	------	----------------	---	-----------	----------	-----	---------	-------------	---	-----	-------	--------	-------------	---	----------	---------	-------------	--------	-------------	---	-----------	----------	-----	---------	-------------	-------	-------------	---	---	--------	---------	-----	--------	--------	------	---	------	------------	------------	--------------	---	--------	-----------	------------	-------------	---

(۱) تَاب (ن): جب اس کا صلہ الی آئے تو معنی ہوتے ہیں: متوجہ ہونا (یہاں الی اللہ محذوف ہے) اور جب اس کا صلہ علی آئے تو معنی ہوتے ہیں: توبہ قبول کرنا۔

وَ اٰمَنَ	اور ایمان لایا	الْخَيْرَةُ ^(۳)	پسند کرنا	يُحْلِنُونَ	ظاہر کرتے ہیں وہ
وَعَمِلَ	اور کئے اس نے	سُبْحَنَ	پاک ہیں	وَهُوَ اللّٰهُ	اور وہی اللہ ہیں
صَالِحًا	نیک کام	اللّٰهُ	اللہ	لَا اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
فَعَسَى ^(۱)	پس ہو سکتا ہے	وَتَعْلٰی	اور برتر ہیں	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
اَنْ يَّكُوْنَ	کہ ہو وہ	عَمَّا	ان سے جن کو	لَهُ	ان کے لئے
مِنْ الْمُفْلِحِيْنَ	کامیاب ہونے والوں سے	بِشْرِكُوْتَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ	الْحَدِّ	تمام تعریفیں ہیں
وَرَبُّكَ	اور آپ کا رب	وَرَبُّكَ	اور آپ کا رب	فِي الْاَوَّلٰی ^(۵)	ورے کی دنیا میں
يَخْلُقُ	پیدا کرتا ہے	يَعْلَمُ	جانتا ہے	وَالْاٰخِرَةِ	اور پرے کی دنیا میں
مَا يَشَاءُ	جو چاہتا ہے	مَا	جو	وَلَهُ	اور ان کے لئے
وَيَخْتَارُ ^(۲)	اور پسند کرتا ہے	تَكُنْ ^(۴)	چھپاتے ہیں	الْحُكْمُ	حکم ہے
مَا كَانَ	نہیں تھا	صُدُوْرُهُمْ	ان کے سینے	وَلَا يَبْصُرُ	اور ان کی طرف
لَهُمْ	ان کے لئے	وَمَا	اور جو	تَرْجِعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے

کامیابی کا راستہ ایمان و عمل صالح کا ہے اور مومنین ہی اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں

مگر وہ لوگ خدائی میں شریک نہیں، مقام حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے

اب کفار و مشرکین کے بالمقابل مومنین کا تذکرہ کرتے ہیں، چیزیں ضد سے بھی پہچانی جاتی ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

— پس رہا وہ جو اللہ کی طرف متوجہ ہوا، ایمان لایا اور نیک کام کئے تو ہو سکتا ہے وہ آخرت میں کامیاب ہو! — یعنی آخرت کی کامیابی صرف ایمان و عمل صالح سے ہے، جو شخص کفر و شرک سے کنارہ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہوگا، ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرے گا وہ آخرت میں بالیقین کامیاب ہوگا۔

رہی یہ بات کہ مومن بندے ہی کامیاب کیوں ہونگے؟ اللہ تعالیٰ کو یہی بندے کیوں پسند ہیں؟ جواب ارشاد

(۱) عسی: ہو سکتا ہے، امید ہے: یہ شاہی محاورہ ہے یعنی یقیناً وہ کامیاب ہونگے۔ (۲) اختارہ (الاعتال): پسند کرنا، منتخب کرنا،

چننا (۳) الخیرۃ: مصدر، خار بخیر (ض) خیراً و خیرۃ: چھانٹنا، چننا، انتخاب کرنا (۴) تَکُنْ: مضارع، واحد مؤنث

غائب، امکان (افعال): دل میں کوئی بات چھپانا (فاعل صدورہم: اسم ظاہر جمع مکسر ہے، اس لئے فعل مؤنث لایا گیا ہے)

(۵) الاولیٰ اور الآخرة: موصوف کے قائم مقام ہیں ای فی الدار الاولیٰ: الدنیا، والدار الآخرة، ہی التی دولہا۔

فرماتے ہیں: — اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور (جس چیز کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے، لوگوں کو پسند کرنے کا کوئی اختیار نہیں — یعنی تم کون ہوتے ہو اس معاملہ میں دخل دینے والے؟ ہر چیز کا پیدا کرنا اللہ کی مشیت و اختیار سے ہے، اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے، ان کی مرضی! وہ جس کو چاہیں برگزیدہ بنائیں۔

پھر تو یہ برگزیدہ بندے خدائی میں حصہ دار ہونگے؟ نہیں — اللہ تعالیٰ پاک اور برتر ہیں ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں — یعنی کوئی بڑی سے بڑی برگزیدہ مخلوق بھی الوہیت میں حصہ دار نہیں، کیونکہ برگزیدہ مخلوق برگزیدہ ہو کر بھی اللہ کے برابر نہیں ہو سکتی، وہ مخلوقات سے برتر و بالا ہیں، پھر وہ خدائی میں برابر کی پوزیشن کیسے حاصل کر سکتی ہے؟ برگزیدگی کی بنیاد کیا ہے؟ اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ارشاد پاک ہے: اور آپ کا رب جانتا ہے ان باتوں کو جو لوگ دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں، اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں — یعنی جس مخلوق میں جیسی استعداد دیکھتے ہیں: اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں، انھوں نے ساتویں آسمان کو اور عرش و کرسی کو برتری بخشی، فرشتوں میں سے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو فضیلت دی، اولادِ آدم علیہ السلام میں سے انبیاء کو، اور ان میں سے اولوالعزم پانچ رسولوں کو، اور ان میں سے خاتم النبیین ﷺ کو افضل قرار دیا، اماکن میں سے مسجد حرام کو، ایام میں سے جمعہ کو اور راتوں میں سے شبِ قدر کو بابرکت بنایا، پس اگر مومنین کو جنت کا حقدار بنایا تو وہ ان کا اختیار ہے — وہی اللہ ہیں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، ان کے لئے تمام تعریفیں ہیں اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی — یعنی سارے جہاں میں وہی معبود ہیں، ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں، کیونکہ مقامِ حمد انہی کے لئے ہے (اس کی تفسیر سورۃ النمل آیت ۵۹ میں ہے) — اور انہی کا حکم (نافذ) ہے — سارے جہاں میں — پھر کوئی اور خدا کیسے ہو جائے گا؟ — اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے — یعنی کوئی اور خدا ہوتا تو وہ اپنے عابدوں کو اپنی طرف لوٹاتا جبکہ مرجعِ خلایق اللہ تعالیٰ ہی ہیں، پس وہی اکیلے معبود ہیں۔

اللہ تعالیٰ الوہیت میں یگانہ ہیں، پس ان کے سوا کسی کی بندگی جائز نہیں

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْبَلَّ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
يَا تَبٰرَكَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ
سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاتَّبِعْكُمْ بَلٰلِيْلٌ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۚ اَفَلَا

تُبْصِرُونَ ۝ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا
مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ
كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا
أَنَّهُ الْحَقُّ لِلَّهِ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

ع

قُلْ	پوچھیں	اللہ	اللہ تعالیٰ	فِيهِ	اس میں
أَرَأَيْتُمْ	کیا دیکھا تم نے (بتاؤ)	عَلَيْكُمْ	تم پر	وَلِتَبْتَغُوا	اور تاکہ تلاش کرو تم
إِنْ جَعَلَ	اگر بنائیں	النَّهَارَ	دن کو	مِنْ فَضْلِهِ	اللہ کے فضل سے
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	سَرْمَدًا	نہ ختم ہونے والا	وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ تم
عَلَيْكُمْ	تم پر	إِلَى يَوْمِ	دن تک	تَشْكُرُونَ	شکر بجالاؤ
الَّيْلَ	رات کو	الْقِيَمَةِ	قیامت کے	وَيَوْمَ	اور جس دن
سَرْمَدًا	نہ ختم ہونے والی	مَنْ إِلَهَ	کوئی معبود ہے	يُنَادِيهِمْ	پکاریں گے ہم ان کو
إِلَى يَوْمِ	دن تک	غَيْرِ اللَّهِ	اللہ کے علاوہ	فَيَقُولُ	پس فرمائیں گے
الْقِيَمَةِ	قیامت کے	بِأَتْيِكُمْ	لائے وہ تمہارے لئے	أَيْنَ	کہاں ہیں
مَنْ إِلَهَ	کوئی معبود ہے	بَلَدٍ	رات کو	شُرَكَائِيَ	میرے ساتھی
غَيْرِ اللَّهِ	اللہ کے علاوہ	تَسْكُنُونَ	آرام کرو تم	الَّذِينَ	جن کو
بِأَتْيِكُمْ	لائے وہ تمہارے لئے	فِيهِ	اس میں	كُنْتُمْ	تھے تم
بِضْيَا	روشنی؟	أَفَلَا	کیا پس نہیں	تَزْعُمُونَ	گمان کرتے
أَفَلَا	کیا پس نہیں	تُبْصِرُونَ	دیکھتے تم	وَنَزَعْنَا	اور کھینچ کر نکالیں گے ہم
تَسْعُونَ	سننے تم	وَمِنْ رَحْمَتِهِ	اور اپنی مہربانی سے	مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ	ہر امت میں سے
قُلْ	پوچھو	جَعَلَ لَكُمْ	بنایا تمہارے لئے	شَهِيدًا	احوال بتلانے والا
أَرَأَيْتُمْ	بتاؤ	الَّيْلَ وَالنَّهَارَ	رات اور دن کو	فَقُلْنَا	پس ہم کہیں گے
إِنْ جَعَلَ	اگر بنائیں	لِتَسْكُنُوا	تاکہ آرام کرو تم	هَاتُوا	لاؤ

بُرْهَانَكُمْ	اپنی دلیل	الْحَقُّ	برحق بات	عَنْهُمْ	ان سے
فَعَلِمُوا	پس جان لیں گے وہ	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے	مَا كَانُوا	جن کو تھے وہ
أَنَّ	کہ	وَصَلَّ	اور گم ہو جائیں گے	يَفْتَرُونَ	گھڑتے

آخرت کی ضرورت اور اس کا کچھ حال

گذشتہ آیت کے آخر میں تھا کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے یعنی قیامت کے دن، قیامت کا دن اس دنیا کا آخری دن ہے۔ اس کے بعد آخرت شروع ہوگی، اب آخرت کی ضرورت پر دلیل قائم کرتے ہیں۔ آخرت اس دنیا کا جوڑا ہے، جوڑا وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے، دو چپل، کرتا یا جامہ اور نرمادہ وغیرہ جوڑا ہیں، اسی طرح شب و روز بھی جوڑا ہیں، دونوں مل کر معیشت کا مقصد پورا کرتے ہیں، اگر صرف رات ہوتی تو سوتے سوتے تھک جاتے، اور اٹھتے تو اندھیرے میں کیا کرتے؟ اور صرف دن ہوتا تو جھلس کر رہ جاتے اور کام کرتے کرتے تھک کر چور ہو جاتے، یہ دن ہے جس میں آدمی کماتا ہے اور رات کو کھاپی کر چمپن سے سوتا ہے۔ اور دن میں بھی اور رات میں بھی عبادت کر کے اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے۔ اور سورۃ یٰس (آیت ۳۶) میں ہے کہ اللہ نے کائنات کی سب چیزیں جوڑا جوڑا پیدا کی ہیں، اکیلی ذات صرف اللہ کی ہے، اسی سنتِ الہی کے مطابق دنیا کا جوڑا آخرت ہے، کیونکہ اگر صرف یہ دنیا ہوتی تو عمل کرتے کرتے تھک جاتے، اور نتیجہ کچھ ظاہر نہ ہوتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزا و سزا معقول نہ ہوتی، اب اس دنیا میں مختصر وقت کے لئے عمل کرنا ہے، پھر آخرت میں اس کا ہمیشہ کے لئے بدلہ پانا ہے۔

آیاتِ پاک کا ترجمہ: پوچھو! بتلاؤ، اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات کو قیامت کے دن تک نہ ختم ہونے والا بنادیں تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے (دن کی) روشنی لائے؟ کیا پس تم سنتے نہیں؟! — رات میں سن ہی سکتا ہے — بتلاؤ، اگر اللہ تعالیٰ تم پر دن کو قیامت کے دن تک نہ ختم ہونے والا بنادیں، تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لائے، جس میں تم آرام کرو؟ کیا پس تم دیکھتے نہیں! — دن میں دیکھ سکتا ہے — اور دونوں سوالوں کا جواب ایک ہے کہ ایسا کوئی معبود نہیں! اس لئے فرماتے ہیں — اور اللہ نے اپنی مہربانی سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا، تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو، اور تاکہ (دن میں) اللہ کے فضل (روزی) کو تلاش کرو، اور تاکہ تم اللہ کا شکر بجالاؤ — یعنی دنیا میں صرف کمانا کھانا ہی نہیں ہے، اللہ کی بندگی کر کے اور اس کے احکام پر عمل کر کے شکر بھی بجالانا ہے، کیونکہ کل قیامت کو احوال بتلانے والے کھڑے کئے جائیں گے، جیسا کہ آگے ہے۔

آخرت کا کچھ حال: — اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکاریں گے، پس پوچھیں گے: کہاں ہیں میرے ساجھی جن کو

تم شریک گمان کیا کرتے تھے؟ — مشرکین انکار کریں گے: کہیں گے: ﴿وَاللّٰهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾ بخدا! ہمارے رب کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے (الانعام آیت ۲۳) — اور ہم ہر امت میں سے احوال بتلانے والا کھڑا کریں گے — جو گواہی دے گا کہ انھوں نے شرک کیا ہے — پس ہم پوچھیں گے: اپنی دلیل لاؤ — یعنی تمہارا شرک کرنا تو گواہوں سے ثابت ہو گیا، پس اب جواز شرک پر دلیل قائم کرو — پس وہ جان لیں گے کہ اللہ کی بات ہی سچی ہے — کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، وہ اکیلے ہی معبود ہیں — اور وہ معبود جن کو انھوں نے گھڑا تھا سب کا فور ہو جائیں گے — میدان صاف! رہا نام باقی اللہ کا! — یہاں مشرکین و منکرین سے گفتگو تمام ہوئی، آگے مؤمنین کو قارون کا قصہ سنایا جائے گا۔

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ اگر ایک تمہید پر دو مضمون متفرع کرنے ہوں تو تمہید کو مکرر لاتا ہے

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسٰٓى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاتَّيْنَهُ مِنَ الْكُفُوْرِ مَآ
اِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوْٓا بِالْعُصْبَةِ اُوْلٰی الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۖ وَابْتَغِ فِیْمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ
نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِی الْاَرْضِ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۖ قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ۚ اَوَلَمْ یَعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْہٗ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ
جَمْعًا ۚ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

اِنَّ قَارُوْنَ	بے شک قارون	موسٰی (کی)	موسٰی	موسٰی	قارون	بے شک قارون	اِنَّ قَارُوْنَ
كَانَ	تھا	پس زیادتی کی اس نے	قَبَغٰی ^(۱)	مِنَ الْكُفُوْرِ	تھا	قارون	كَانَ
مِنْ قَوْمِ	قوم سے	قوم پر	عَلَيْهِمْ	مَفَاتِحَهُ	قوم سے	قارون	مِنْ قَوْمِ
		اور دیئے ہم نے اس کو	وَاتَّيْنَهُ	لَتَنُوْٓا ^(۲)			
				اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ ^(۳)			
				اَوَلَمْ یَعْلَمْ			
				اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ			
				مِنْ قَبْلِهٖ			
				مِنْ الْقُرُوْنِ			
				مَنْ هُوَ اَشَدُّ			
				مِنْہٗ قُوَّةً			
				وَّاَكْثَرُ			
				جَمْعًا			
				وَلَا یُسْـَٔلُ			
				عَنْ ذُنُوْبِهِمُ			
				الْمُجْرِمُوْنَ			

(۱) بغی (ض) علیہ: زیادتی کرنا، حد اعتدال سے بڑھ جانا، مخالفت کرنا (۲) ما موصول/ موصوفہ، ان: موجب بالفعل، لتنوا: خبر، پھر جملہ ما کا صلہ/ صفت، پھر جملہ آتینا کا مفعول ثانی۔ (۳) تَنُوْٓا: مضارع، واحد مؤنث غائب، نَاء (ن) بِحَمْلِہ: بوجھل سامان کو مشکل سے لے کر اٹھنا

میری	عِنْدِي	دنیا سے	مِنَ الدُّنْيَا	جماعت کو	بِالْعُصْبَةِ ^(۱)
کیا اور نہیں	أَوْ لَكُمْ	اور اچھا سلوک کر	وَأَحْسِنُ	زور آور	أُولَى الْقُوَّةِ
جانا اس نے	يَعْلَمُ	جس طرح	كَمَا	جب کہا	إِذْ قَالَ
کہ اللہ تعالیٰ نے	أَنَّ اللَّهَ	اچھا سلوک کیا	أَحْسَنَ	اس سے	لَهُ
بالتحقیق ہلاک کیا	قَدْ أَهْلَكَ	اللہ نے	اللَّهُ	اس کی قوم نے	قَوْمَهُ
اس سے پہلے	مِنْ قَبْلِهِ	تیرے ساتھ	إِلَيْكَ	مت اترا	لَا تَفْرَحْ
صدیوں سے	مِنَ الْقُرُونِ	اور نہ چاہ	وَلَا تَبْغِ	بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ
جو وہ	مَنْ هُوَ	فساد	الْفَسَادَ	پسند نہیں کرتے	لَا يُحِبُّ
سخت تھیں	أَشَدُّ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ	اترانے والوں کو	الْفَرَحِينَ
اس سے	مِنْهُ	بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ	اور چاہ	وَابْتَغِ
طاقت میں	قُوَّةً	نہیں پسند کرتے	لَا يُحِبُّ	اس میں جو	فِيمَا
اور زیادہ تھیں	وَ أَكْثَرُ	فسادیوں کو	الْمُفْسِدِينَ	دیا تجھ کو	أَتَاكَ
تعداد میں	جَمْعًا	کہا اس نے	قَالَ	اللہ نے	اللَّهُ
اور نہیں پوچھے جاتے	وَلَا يُسْأَلُ	سوائے اس کے نہیں	إِنَّمَا ^(۳)	آخرت کا گھر	الدَّارَ الْآخِرَةَ
ان کے گناہوں سے	عَنْ ذُنُوبِهِمْ	دیا گیا ہوں میں اس کو	أَوْتَيْنَاهُ	اور مت بھول	وَلَا تُنْسِ ^(۲)
مجرم لوگ	الْمُجْرِمُونَ	مہارت سے	عَلَىٰ عِلْمٍ	اپنا حصہ	نَصِيبَكَ

نادار مسلمان صبر کریں ظفر مندی قریب ہے

سورت کے شروع میں مسلمانوں کو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سنایا تھا، بے بس بنی اسرائیل کو کس طرح فرعونوں کے چنگل سے چھڑایا، اسی طرح مظلوم مسلمانوں کو بھی ظالم کافروں سے چھڑایا جائے گا، اب ان کو قارون کا قصہ سناتے ہیں، قصہ کے آخر میں ایمان داروں کا قول ہے: ”بس جی! معلوم ہو گیا کہ کافروں کو کامیابی نہیں ملتی“، یعنی گو چند روز مزے لوٹ لیں، مگر انجام پھر خسران ہے، پس فلاح معتد بہ اہل ایمان کے ساتھ مخصوص ہے (تھانوی)

(۱) عصبہ: جماعت، گروہ، دس یا زیادہ (۲) ولا تنس: یعنی کھاپی اور اسراف مت کر (قالہ مالک) (۳) إنما: ان حرف مشبہ بالفعل اور ما کا ذہ اور إنما: کلمہ حصر۔

— اس سورت کا نزول ایسے وقت ہوا ہے جب مکہ میں کمزور مسلمان ظلم کی چٹکی میں پھنس رہے تھے، اور مکہ کے مالدار اپنی دولت پر اترا رہے تھے، ایسے وقت میں نادار مسلمانوں کو یہ واقعہ سنایا کہ چند روز صبر کرو صفحہ پلٹنے والا ہے اور ظفر مندی قریب ہے۔

قارون کا تعارف اور اس کا انجام

قارون: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا، ظالم حکومتیں قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے کسی کو اپنا آلہ کار بنایا کرتی ہیں، قارون نے تعلقات سے فائدہ اٹھا کر خوب دولت سمیٹی یا کہتے ہیں: کیمیا گر تھا، تانبا پیتل کا سونا بنا کر ڈھیر لگایا، جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوئے تو وہ بھی ساتھ تھا، وہ ظاہر میں مؤمن بنا ہوا تھا مگر سامری کی طرح منافق تھا، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی عزت دیکھ کر اس کا دل کباب ہوتا تھا، پھر جب زکات کا حکم آیا اور اس سے زکات نکالنے کے لئے کہا گیا تو بات اس کی برداشت سے باہر ہو گئی، اس نے ایک عورت کو بہکا کر تیار کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام مجمع میں زنا کی سزا بیان کریں تو تو ان کو اپنے ساتھ متہم کرنا، وہ اپنی حرکت کر گزری، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو وہ کھل گئی، اس نے اعتراف کیا کہ قارون نے اس کو بھائی پڑھائی تھی، اس وقت وہ موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے مح اس کے خزانے کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

آیات پاک کا ترجمہ اور تفسیر: — بے شک قارون موسیٰ کی برادری کا تھا، پس اس نے قوم پر سرا بھارا — شرارت کرنے لگا — اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اس کی چابیاں ایک زور آور جماعت کو گراں بار کرتی تھیں — یعنی مال کے صندوق اتنے تھے کہ ان کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جاتے تھے — جب اس سے اس کی قوم نے کہا: (اپنی دولت پر) اتر امت! بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے — جو کام اللہ کو نہ بھائے وہ کام کبھی نہیں کرنا چاہئے — اور چاہے تو آخرت کا گھر اس مال سے جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے — یعنی اللہ کے لئے مال خرچ کر کے اپنی آخرت سنوار — اور اپنا دنیا کا حصہ مت بھول — یعنی اسراف کے بغیر کھاپی اور پہن، اس میں کچھ خرچ نہیں — اور (غریبوں کے ساتھ) حسن سلوک کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ حسن سلوک کیا ہے — کیونکہ غریبوں کے نصیب کا بھی تجھے ملا ہے، پس ان کو پہنچا — اور زمین میں بگاڑ مت چاہ، بے شک اللہ تعالیٰ فساد یوں کو پسند نہیں کرتے — یعنی سیدھی راہ چل، پیسے کے بوتے پر زمین میں اودھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔

قارون نے کہا: مجھے سب کچھ میری ہنرمندی سے ملا ہے! — اللہ نے مجھے کہاں دیا ہے؟ — کیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ایسی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو اس سے زور آور اور تعداد میں زیادہ تھیں؟ — یعنی اللہ

نے ان کا سب کچھ لے لیا، نہ مال رہا نہ مالدار، اور یہ لے لینا دلیل ہے کہ دیا بھی اسی نے تھا، ورنہ اس کو لینے کا کیا حق تھا؟
— اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جاتا — وجہ بتاؤ؟ نوٹس نہیں دیا جاتا، وقت آنے پر یکدم موٹدی پکڑ کر کاٹ دی جاتی ہے، تیرا بھی جب وقت آئے گا یہی حشر ہوگا۔

عذاب کا کوڑا آنا فانا برستا ہے، پھر سنبھلنے کا موقعہ نہیں ملتا!

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَلِيتَ لَنَا
مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ ۖ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
وَبَدَلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنِ امْنَّ وَعَمِلَ صَالِحًا ۖ وَلَا يُكْفِّرُهُمَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ۝
فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ ۖ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ
اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ۝ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ
وَيْكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَا أَنَّ مَنَّ اللَّهُ
عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَاءِ وَيَكَانَهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝

ج

اور کہا	وَقَالَ	اے کاش ہمارے	یَلِيتَ لَنَا	پس وہ نکلا	فَخَرَجَ
جو	الَّذِينَ	لئے (ہوتا)		اپنی قوم کے سامنے	عَلَى قَوْمِهِ
دیئے گئے	أُوتُوا	مانند اس کے جو	مِثْلَ مَا ^(۱)	اپنے ٹھاٹھ (آرائش)	فِي زِينَتِهِ
علم	الْعِلْمَ	دیا گیا	أُوتِيَ	میں	
ناس ہو تمہارا!	وَبَدَلَكُمْ	قارون	قَارُونُ	کہا	قَالَ
بدلہ	ثَوَابُ	بے شک وہ	إِنَّهُ	جو	الَّذِينَ
اللہ کا	اللَّهُ	قسمت والا ہے	كَذُو حَظٍّ	چاہتے ہیں	يُرِيدُونَ
بہتر ہے	خَيْرٌ	بڑی	عَظِيمٍ	دنیا کی زندگی	الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

لَمَنْ	اس کے لئے جو	مِنْ فِتْنَةٍ	کوئی جماعت	يَبْسُطُ	کشادہ کرتے ہیں
أَمَنَ	ایمان لایا	يَنْصُرُ وَنَهْ	جو اس کی مدد کرتی	الرِّزْقَ	روزی
وَعَمِلَ	اور کیا اس نے	مِنْ دُونِ	ورے	لَمَنْ يَشَاءُ	جس کے لئے چاہتے ہیں
صَالِحًا	نیک کام	اللَّهُ	اللہ کے	مِنْ عِبَادِهِ	اپنے بندوں سے
وَلَا يُكْفِئُهَا ^(۱)	اور دور سے نہیں پکڑائے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا وہ	وَيَقْدِرُ	اور تنگ کرتے ہیں
	جاتے جنت	مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ^(۲)	بدلہ لینے والوں میں سے	لَوْ لَا	اگر نہ ہوتی
إِلَّا	مگر	وَأَصْبَحَ	اور صبح کی	أَنْ	(یہ بات) کہ
الصَّابِرُونَ	صبر شعار لوگ	الَّذِينَ	جنہوں نے	مَنْ اللَّهَ	احسان کیا اللہ نے
فَخَسَفْنَا	پس دھنسا دیا ہم نے	تَمَتُّوْا	آرزو کی تھی	عَلَيْنَا	ہم پر
رِيهَ	اس کو	مَكَانَهُ	اس جیسا ہونے کی	نُخَسَفَ	تو دھنسایا جاتا
وَبَدَارِهِ	اور اس کے گھر کو	بِالْأَمْسِ	گذشتہ کل	بِنَا	ہم کو
الْأَرْضِ	زمین میں	يَقُولُونَ	کہہ رہے ہیں	وَنِكَانَهُ	ارے! گویا
فَمَا كَانَ	پس نہیں تھی	وَيَكَّأَنَّ ^(۳)	ارے! گویا	لَا يُفْلِحُ	کامیاب نہیں ہوتے
لَهُ	اس کے لئے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	الْكَافِرُونَ	اللہ کا انکار کرنے والے

قارون کا باقی قصہ

پس قارون اپنی برادری کے سامنے اپنی آرائش کے ساتھ نکلا — لباسِ فاخر پہن کر، حشم و خدم کو ساتھ لے کر، شان و شوکت کے ساتھ کہیں جا رہا تھا، اس کو دیکھ کر طالبینِ دنیا کی رال ٹپک گئی — ان لوگوں نے جو دنیا چاہتے تھے کہا: کیا خوب ہوتا! جو ہمیں بھی قارون جیسا مال سامان ملا ہوتا! واقعی وہ بڑا خوش نصیب ہے! — اس کی زندگی قابلِ رشک ہے! اور جن لوگوں کو اللہ نے علم دیا تھا، انہوں نے کہا: تمہارا ناس ہو! اللہ کا ثواب بدرجہا بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لایا، اور اس نے نیک کام کیا، اور جنت نہیں عطا کی جاتی مگر صبر شعار لوگوں کو! — یعنی ذی علم لوگوں نے کہا: کم بنتی (۱) یُلْقَى: مضارع مجہول منفی، واحد مذکر غائب، مصدر تَلْقَى (تفعلیل): دور سے پھینک کر کوئی چیز پکڑانا، دینا، عطا کرنا..... ہا کامر جمع آخرت (جنت) ہے، جو ثواب سے سمجھا جاتا ہے (۲) اِنْتَصَار: بدلہ لینا (۳) ویکان: میں نحو یوں کا بڑا اختلاف ہے (لغات القرآن) میرے نزدیک: وَی: ہلکا کلمہ تعجب یا تحسر ہے، اور کَأَنَّ: حرف مشبہ بالفعل ہے۔

مارو! دنیا کی چمک دمک پر کیا سمجھتے ہو! آخرت کی فکر کرو، صالحین کو آخرت میں جو دولت ملے گی وہ دنیا سے بدرجہا بہتر ہوگی، مگر وہ انہی مومنین صالحین کو نصیب ہوگی جو حلال طریقوں سے رزق کماتے ہیں، اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پس کوئی ایسی جماعت نہیں تھی جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچاتی، اور نہ وہ خود اپنے کو عذاب سے بچا سکا! — یعنی نہ اس کے جتنے نے اس کی مدد کی نہ اس کی اپنی قوت ہی اس کے کچھ کام آئی — اور صبح کو — یعنی اس کی ہلاکت کے بعد — وہ لوگ جو کل گذشتہ — یعنی ماضی قریب میں

— اس جیسا ہونے کی آرزو کرتے تھے، کہنے لگے: بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں، اور (جس کے لئے چاہتے ہیں روزی) تنگ کرتے ہیں — یعنی رزق کی تنگی اور کشادگی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کے دروازے کھولتے ہیں، اور جس کے لئے چاہتے ہیں بند کرتے ہیں، اور ہر حال میں بندوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے، یہ بات قارون کا برا انجام دیکھ کر ترقی کے طالبوں کی سمجھ میں آگئی، چنانچہ انھوں نے کہا: — اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا — اور قارون جیسا نہیں بنایا، ورنہ — ہم بھی دھنسا دیئے جاتے! بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ منکرین کامیاب نہیں ہوتے — مومنین ہی کامیاب ہوتے ہیں، خواہ ان کو دنیا کم ملے یا زیادہ!

قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ اس کی بڑی قسمت ہے! بڑی قسمت یہ نہیں، آخرت کی کامیابی بڑی قسمت ہے!

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَمَنْ
جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَيْنَا مَعَادٌ ۚ قُلْ رَبِّ أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ
بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ
الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ۝ وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ

آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ
لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

۱۴

قرآن	القرآن	اس سے	مِنْهَا	وہ	تِلْكَ
ضرور لوٹانے والا	لَرَأَيْتُكَ	اور جولایا	وَمَنْ جَاءَ	گھر	الذَّارُ
ہے تجھ کو		برائی	بِالسَّيِّئَةِ	پہرے کا	الْآخِرَةُ
لوٹنے کی جگہ کی طرف	إِلَىٰ مَعَادٍ ^(۴)	پس نہیں بدلہ دیئے	فَلَا يُجْزَىٰ	بنائیں گے ہم اس کو	نَجْعُهَا
کہو	قُلْ	جائیں گے		ان کے لئے جو	لِلَّذِينَ
میرا پروردگار	رَبِّي	وہ جنہوں نے	الَّذِينَ	نہیں چاہتے	لَا يُرِيدُونَ
خوب جانتا ہے	أَعْلَمُ	کیس	عَمِلُوا	بڑائی	عُلُوًّا ^(۱)
اس کو جولایا ہے	مَنْ جَاءَ	برائیاں	السَّيِّئَاتِ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ
ہدایت	بِالْهُدَىٰ	مگر جو	إِلَّا مَا	اور نہ بگاڑ	وَلَا فُسَادًا
اور اس کو جو وہ	وَمَنْ هُوَ	تھے	كَانُوا	اور اچھا انجام	وَالْعَاقِبَةُ ^(۲)
گمراہی میں ہے	فِي ضَلَالٍ	کرتے	يَعْمَلُونَ	پر ہیزگاروں کے لئے ہے	لِلْمُتَّقِينَ
کھلی	مُبِينٍ	بے شک	إِنَّ	اور جولایا	مَنْ جَاءَ
اور نہیں	وَمَا	جس نے	الَّذِينَ	نیکی	بِالْحَسَنَةِ
تھے آپ	كُنْتَ	مقرر کیا	فَرَضَ ^(۳)	پس اس کے لئے	فَكَهُ
امید رکھتے	تَرْجُوا	آپ پر	عَلَيْكَ	بہتر ہے	خَيْرٌ

(۱) عَلُوا: عَلَا يَعْلو کا مصدر ہے، مادہ کی دلالت بلندی اور رفعت پر ہے، اور اس کا استعمال قابل مدح اور قابل مذمت دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں سرکشی کے معنی ہیں (۲) الْعَاقِبَةُ: عَقَبَ يَعْقب (ن) کا مصدر ہے: پیچھے آنا، اور العاقبة کا استعمال ثواب کے لئے مخصوص ہے (۳) فَرَضَ: مقرر کیا: یعنی اس کے احکام برائے عمل مقرر کئے (۴) مَعَاد (ظرف مکان): لوٹ کر آنے کی جگہ یعنی جنت، جو انسانوں کا وطن اصلی ہے۔

اَنْ يُّنْفِقَ	کہ ڈالی جائے گی	عَنْ اٰيَاتِ	آیتوں سے	مَعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	اللّٰهُ	اللہ کی	اِلٰهَا اٰخَرُ	دوسرے معبود کو
اَلْكِتٰبُ	کتاب (قرآن)	بَعْدَ اِذْ	اس کے بعد کہ	لَا اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
اِلَّا رَحْمَةٌ	مگر مہربانی ہے	اُنزِلَتْ	اتاری گئیں وہ	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
مِّنْ رَّبِّكَ	آپ کے رب کی	اِلَيْكَ	آپ کی طرف	كُلُّ شَيْءٍ	ہر چیز
فَلَا تَكُونَنَّ	پس ہرگز نہ ہوں آپ	وَ اَدْعُ	اور بلا	هٰذَا	نابود ہونے والی ہے
ظَهِيْرًا	مددگار	اِلٰى رَّبِّكَ	اپنے رب کی طرف	اِلَّا وَجْهَهُ	مگر اس کا چہرہ
لِلْكَافِرِيْنَ	کافروں کے	وَلَا تَكُونَنَّ	اور ہرگز نہ ہو تو	لَهُ الْحُكْمُ	اسی کے لئے حکم ہے
وَلَا يَصُدُّكَ	اور ہرگز نہ روکیں	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکوں میں سے	وَالْيَهُ	اور اسی کی طرف
	کافر تجھ کو	وَلَا تَدْعُ	اور نہ پکاریں آپ	تَرْجِعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم

رابطہ: اب آخر سورت تک مومنین سے خاص خطاب ہے، ایک دو آیتوں میں نزول کے اعتبار سے نبی ﷺ سے خطاب ہے، مگر وہ بھی نظم قرآنی میں مومنین ہی سے خطاب ہے، البتہ آخر میں عام خطاب ہے۔

جنت کس کے لئے ہے؟ — وہ آخرت کا گھر (جنت) بنائیں گے، ہم اس کو ان لوگوں کے لئے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں نہ بگاڑ، اور اچھا انجام پر ہیزگاروں کے لئے ہے — یعنی ایمان و عمل صالح کے بعد جنت نشیں بنانے والے دو وصف ہیں: ایک: تواضع (خاکساری) دوسرا: اصلاح معاشرہ۔ خاکساری: یہ ہے کہ خود کو مٹی جیسا سمجھے، فی حد ذاتہ دوسروں کو خود سے بہتر جانے، بڑائی نہ چاہنے کا یہی مطلب ہے، اور بگاڑ نہ چاہنے کا مطلب ہے: لوگوں کے احوال کو سنوارنا، اس کی جو بھی صورت ہو..... اور ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ بطور دلیل لایا گیا ہے کہ جنت نیکوں کی جگہ ہے، بدکاروں کی جگہ نہیں۔ آخرت میں جزا و سزا کا ضابطہ: — جو شخص نیکی لایا: اس کے لئے اس سے بہتر ہے، اور جو شخص بدی لایا: تو جنہوں نے برائیاں کیں: وہ بدلہ نہیں دیئے جائیں گے مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے — اس سے بہتر ہے: یعنی نیکی کا کم از کم دس گنا ثواب پائے گا — اور نیکی پر وعدہ کیا ہے، پس یقیناً اس کا بدلہ ملے گا — اور برائی پر وعدہ نہیں کیا، بلکہ فرمایا: اپنے کئے ہی کی سزا ملے گی، کیونکہ بدی معاف بھی ہو سکتی ہے، اور اس کی سزا بڑھتی بھی نہیں۔

(۱) لَا يَصُدُّكَ: نہی، بانون تاکید، جمع مذکر غائب، صَدَّ: مصدر باب نصر: روکنا۔ قاعدہ: واحد مذکر غائب میں نون ثقیلہ سے پہلے زبر ہوتا ہے، جیسے لَيَقُولُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اور جمع مذکر غائب میں پیش ہوتا ہے، جیسے یہاں، کیونکہ واحد محذوف ہوتا ہے۔

جنت میں پہنچنے کے لئے قرآن پر عمل ضروری ہے: — بے شک جس نے آپ کے لئے قرآن مقرر کیا ہے وہ ضرور آپ کو لوٹنے کی جگہ (جنت) کی طرف لوٹائے گا — انسان کا اصلی وطن جنت ہے، دادا دادی جنت میں بسائے گئے تھے، پھر وہاں سے زمین پر اتارے گئے، اور وطن سے ہر کسی کو محبت ہوتی ہے، ہر شخص اپنے وطن کی طرف لوٹنا چاہتا ہے، مگر وطن کا راستہ پیچ در پیچ ہو تو گانڈ بک کی ضرورت پڑتی ہے، اور وہ قرآن کریم ہے، اس کا نزول اسی مقصد سے ہوا ہے، لوگ اس پر عمل کر کے ہی جنت میں پہنچ سکتے ہیں۔

ملاحظہ: اس سورت کا نزول کا نمبر ۴۹ ہے، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں یعنی یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، مگر یہ آیت ہجرت کے وقت اتری ہے، اس کے ذریعہ نبی ﷺ کی تسلی فرمائی ہے کہ پھر مکہ میں آؤ گے، اور خوب اچھی طرح پورے غالب ہو کر آؤ گے، کیونکہ آپ برحق نبی ہیں، اللہ نے آپ پر قرآن اتارا ہے، پس یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا، جیسے اسی سورت کی (آیت ۵۶): ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ، وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ ابو طالب کے بے ایمان مرنے پر نبی ﷺ کی تسلی کے لئے نازل ہوئی ہے، اور نظم قرآنی میں اس کو اس سورت میں رکھا گیا ہے۔ پس نزول کے اعتبار سے معاد سے مکہ مکرمہ مراد ہے، اور نظم قرآنی کے اعتبار سے جنت مراد ہے۔

رسول اللہ ﷺ برحق نبی ہیں اور منکرین صریح گمراہی میں ہیں: — کہو: میرا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو ہدایت لایا ہے، اور اس کو جو کھلی گمراہی میں ہے — اور آپ کے برحق نبی ہونے کی دلیل آپ پر نازل شدہ قرآن ہے — اور آپ اُمید نہیں رکھتے تھے کہ آپ پر قرآن اتارا جائے گا، مگر وہ محض آپ کے رب کی مہربانی ہے — یعنی آپ کچھ رسالت اور نزول قرآن کے انتظار میں نہیں تھے، محض رحمت الہی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری اور وحی سے سرفراز فرمایا۔ خطاب عام: — پس آپ ہر گز کافروں کے پشت پناہ نہ بنیں — یہ امت کو سنایا کہ تم ان کی حمایت ہر گز مت کرو — اور ہر گز آپ کو کفار نہ روکیں اللہ کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے آپ کی طرف ان کے نزول کے بعد — اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں، اور ہر گز مشرکوں میں سے نہ ہوں — یعنی اپنی قوم کی ہم نوائی ہر گز مت کرو، بلکہ ان کو اپنے رب کی طرف دعوت دو — اور آپ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکاریں (کیونکہ) ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں (اور کوئی اور معبود کیسے ہو سکتا ہے؟) ہر چیز نابود ہونے والی ہے، سوائے اس کی ذات کے — اور فانی معبود نہیں ہو سکتا — اور اسی کا حکم چلتا ہے — پس وہی معبود برحق ہے — اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے! — یعنی وہی مرجع خلاق ہیں! ان کے علاوہ نہ کوئی خالق ہے نہ مالک!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة العنكبوت

نمبر شمار ۲۹ نزول کا نمبر ۸۵ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۶۹ رکوع: ۷

یہ آخری مکی سورت ہے، اس کے نزول کا نمبر پچاسی ہے، مکی سورتیں کل پچاسی ہیں۔ یہ سورت ایسے زمانہ میں نازل ہوئی ہے جب مکہ والوں کا ظلم اپنی انتہاء کو پہنچ گیا تھا، وہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کا پلان بنا رہے تھے، اور مسلمان وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے، چنانچہ ان کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیدیا تھا — ہجرت آسان کام نہیں، وطن، اقرباء اور کاروبار چھوڑ کر خالی ہاتھ چل دینا بڑا مجاہدہ ہے، آدمی سوچتا ہے کہ بے وطنی میں کون پرسانِ حال ہوگا؟ کیا کھاؤں گا، کہاں رہوں گا، کیا کروں گا؟ مگر دین کی خاطر یہ مشقت جھیلنی پڑتی ہے، اب موڑ آ گیا تھا کہ یا تو وطن چھوڑے یا دین کو، وطن کو چھوڑنا آسان تھا بہ نسبت دین چھوڑنے کے، اس لئے یہ سورت استقامت علی الدین کے بیان سے شروع ہوئی ہے، فرمایا: آزمائشوں سے مت گھبراؤ، دین پر مضبوط رہو، اور استقامت پر مودہ سنایا، اور بتایا کہ مجاہدہ میں مجاہد ہی کا نفع ہے — پھر مجاہدہ کی ایک مثال بیان کی ہے کہ اگر ماں باپ دین چھوڑنے کے لئے دباؤ ڈالیں تو ان کی بات مت مانو، یہ بڑا مجاہدہ ہے — پھر چند ظالم اقوام و اشخاص کی تباہی کا حال سنایا ہے، اس میں مسلمانوں کے لئے اچھے انجام کا اور اعداء کی تباہی کا اشارہ ہے، پھر چند ضمنی سوالوں کے جوابات ہیں۔

پھر یہ بیان شروع ہوا ہے کہ کائنات خاص مقصد سے پیدا کی گئی ہے، جس کو قرآن کریم واضح کرتا ہے، اور قرآن کی حقانیت کی تین دلیلیں بیان کی ہیں، اور کفار کے اس مطالبہ کے تین جوابات دیئے ہیں کہ اگر وہ باطل پر ہیں تو اللہ کا عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟

اس کے بعد مہاجرین کے لئے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ اسبابِ رزق اللہ نے پیدا کئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اسبابِ معیشت کی تجدید بھی کرتے ہیں، پس رزق کی فکر میں مت پڑو، اللہ پر بھروسہ کرو، وہ ہر جگہ رزق پہنچائیں گے۔ اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ اسبابِ رزق کی طرح اللہ تعالیٰ اس کائنات کی بھی تجدید کریں گے، اور دوسری زندگی — جو آخری زندگی ہوگی — اصل زندگی ہوگی، پس اس کے لئے محنت کرنی چاہئے، کیونکہ دنیا کی زینت کفر سے ہے اور آخرت کی ایمان اور اعمالِ صالحہ سے، پھر مشرکین کو اللہ کا یہ عظیم احسان یاد دلایا ہے کہ اللہ نے حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا ہے، اللہ کے اس احسان کا شکر بجالاؤ، بتوں کو چھوڑو، اور ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔

پھر آخر میں ان لوگوں کا انجام بیان کیا ہے جو کلمہ کے دونوں اجزاء کا انکار کرتے ہیں یا کسی ایک جزء کو نہیں مانتے، اور بالکل آخری آیت میں دین کے لئے مشقتیں جھیلنے والوں سے نصرت کا وعدہ کیا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۲۹) سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ (۸۵)

الْمَرَّةَ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۖ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۖ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ۖ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۖ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۖ

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ

بِسْمِ	نام سے	وَهُمْ	اور وہ	وَلَيَعْلَمَنَّ	اور ضرور جانیں گے
اللَّهُ	اللہ کے	لَا يُفْتَنُونَ	آزمائے نہیں جائیں گے؟	الْكَاذِبِينَ	جھوٹوں کو
الرَّحْمَنِ	نہایت مہربان	وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	أَمْ حَسِبَ	کیا خیال کرتے ہیں
الرَّحِيمِ	بڑے رحم والے	فَتَنَّا	(کہ) ہم نے آزمایا	الَّذِينَ	جو
الْمَرَّةَ	الف، لام، میم	الَّذِينَ	ان لوگوں کو جو	يَعْلَمُونَ	کرتے ہیں
أَحْسِبَ	کیا سمجھا ہے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	السَّيِّئَاتِ	برائیاں
النَّاسُ	لوگوں نے	فَلَيَعْلَمَنَّ	پس ضرور جانیں گے	أَنْ يَسْبِقُونَا	کہ ہمارے ہاتھ سے
أَنْ يُتْرَكُوا	(۱) کہ چھوڑ دیئے جائیں گے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	سَاءَ مَا	براہے جو
أَنْ يَقُولُوا	(۲) یہ کہنے پر کہ	الَّذِينَ	ان کو جنہوں نے	يَحْكُمُونَ	فیصلہ کرتے ہیں وہ
آمَنَّا	ہم ایمان لائے	صَدَقُوا	سچ کہا		

(۱) ان پتر کو: ان مصدریہ، مابعد کے ساتھ مل کر حسب کے دو مفعولوں کے قائم مقام (۲) ان يقولوا: ان مصدریہ، اس سے پہلے لام اجلیہ محذوف ہے، اور جار مجرور پتر کو اسے متعلق ہیں (۳) فتنا (ض) فتنا: سونے چاندی اور دیگر معدنیات کو جانچنے کے لئے آگ میں تپانا۔ ثانوی معنی: کسی چیز سے آزمانا، کسی آزمائش میں مبتلا کرنا۔

مَنْ كَانَ	جو شخص ہے	جَاهِدًا ^(۱)	پوری طاقت لگائی	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
يَرْجُوا	امید باندھے ہوئے ہے	فَاتَنَّا	پس صرف	لَنَكْفُرَنَّ	ضرور مٹائیں گے ہم
لِقَاءِ اللَّهِ	اللہ سے ملاقات کی	يُجَاهِدُ	طاقت لگاتا ہے	عَنْهُمْ	ان سے
فَإِنْ أَجَلَ	پس بیشک مقررہ وقت	لِنَفْسِهِ	اپنے نفع کے لئے	سَيِّئَاتِهِمْ	ان کی برائیاں
اللَّهُ	اللہ سے (ملاقات کا)	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ	اور ضرور بدلہ دیں
لَا يَت	ضرور آنے والا ہے	كَغْنًى	یقیناً بے نیاز ہیں	أَحْسَنَ ^(۲)	گے ہم ان کو بہترین بدلہ
وَهُوَ	اور وہ	عَنِ الْعَالَمِينَ	تمام جہانوں سے	الَّذِينَ	ان کاموں کا جو
السَّامِعِ	سب کچھ سننے والے	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	كَانُوا يَعْمَلُونَ	وہ کیا کرتے تھے
الْعَلِيمِ	سب کچھ جاننے والے ہیں	أَمَتُوا	ایمان لائے		
وَمَنْ	اور جس نے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے		

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

استقامت علی الدین کا بیان

ربط: گذشتہ سورت کے آخر میں خطاب عام تھا: ﴿وَلَا يَصْلُفْكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ﴾ اور ہرگز کفار تجھے نہ روکیں اللہ کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے، تیری طرف ان کے نزول کے بعد۔ یعنی جب قرآن آگیا، تو اب ایمان لانے میں دیر کیا؟ اور ایمان لانے کے بعد کسی آزمائش سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ سورت استقامت علی الدین کے بیان سے شروع ہو رہی ہے، پہلے مؤمنین کی ڈھارس بندھائی ہے، پھر ظالموں کو دھمکایا ہے اور مجاہدہ پر مژدہ سنایا ہے۔

یہ سورت مکی دور کے آخر میں اتری ہے، وہ پُر آشوب دور تھا، لوگ اسلام قبول کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے، کیونکہ جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ مصائب میں گھرے ہوئے تھے، اور کفار کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے، چنانچہ یہ سورت اس بیان سے شروع ہوئی ہے کہ جب بھی کوئی نئی ملت وجود میں آتی ہے تو اس کو کٹھنائیوں سے گزرنا پڑتا ہے، یہ آج کوئی نئی بات نہیں، ارشادِ پاک ہے: — الف، لام، میم — یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد

(۱) جہاد فی الامر: پوری طاقت صرف کرنا، پوری کوشش کرنا، نفس، شیطان اور اعدائے اسلام سے ٹکر لینا، مجاہدہ کرنا (۲) احسن (اسم تفضیل) مضاف الیہ کے ساتھ مل کر نجزی کا مفعول ثانی۔

اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — کیا لوگوں (مسلمانوں) نے سمجھا ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے گا یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ — ضرور آزمایا جائے گا! اللہ کی سنت (طریقہ) یہی ہے کہ ہر ملت کو ابتداء میں سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں، ارشاد پاک ہے: — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو جانچا جو ان سے پہلے ہوئے — یعنی گزشتہ نبیوں کے متبعین بھی سخت آزمائشوں سے گزرے ہیں، بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۳۶۱۲) ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں، اور دعا فرمائیں، دیکھئے کفار نے ہمارا کیا حال کر رکھا ہے؟ اور کرتا اٹھا کر پیٹھ دکھائی، آپ ﷺ کعبہ شریف کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے، آپ اٹھ بیٹھے، اور فرمایا: (بس ابھی سے گھبرا گئے) پہلے ایک آدمی زمین میں گاڑا جاتا تھا، پھر آرے سے اس کو چیر دیا جاتا تھا، دوسرے کی کھال اور گوشت لوہے کی تنگیوں سے اتار لیا جاتا تھا، مگر یہ مظالم ان کو ایمان سے نہیں ہٹاتے تھے۔ بخدا! ضرور یہ دین تکمیل پذیر ہوگا، یہاں تک کہ ایک اونٹ سوار صنعائے یمن سے حضرموت تک چلے گا، اور اسے خدا کے علاوہ اور بکریوں پر بھیڑیے کے علاوہ کوئی ڈر نہیں ہوگا، مگر تم جلدی مچاتے ہو! (تھیلی پر سرسوں جمانا چاہتے ہو یعنی تھوڑا انتظار کرو، حالات ضرور پلٹیں گے)

پس ضرور اللہ تعالیٰ جانیں گے ان کو جنھوں نے سچ کہا، اور ضرور جانیں گے جھوٹوں کو — یعنی اللہ تعالیٰ علانیہ ظاہر کریں گے کہ دعویٰ ایمان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ اور اس کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریں گے۔

سوال: ﴿لَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ﴾ (ضرور اللہ تعالیٰ جانیں گے) اس سے حدیث علم کا وہم ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے، حوادث (واقعات) کے وقوع سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ہر بات معلوم ہے، جانچ کی حاجت نہیں۔

جواب: مفسرین کرام نے اس سوال کا مختلف طرح سے جواب دیا ہے، اوپر ایک جواب کی طرف اشارہ کیا ہے، علم باری تعالیٰ کی دو جہتیں ہیں، ایک: اللہ کی جہت، دوسری: بندوں کی جہت، اول ازلی ہے اور دوسری حادث، اللہ تعالیٰ کے علم میں تو سب کچھ ازل سے ہے، مگر اس کے علانیہ اظہار کے لئے آزمائش ضروری ہے، پس لَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ بمعنی لَيَرَيْنَ اللَّهُ ہے (ابن عباسؓ)

نظیر: جیسے تقدیر کی دو جہتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی جانب میں تقدیم مہرم (قطعی) ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے شمول علم کے ساتھ ٹچ ہے۔ اور بندوں کی جانب میں معلق (لکی ہوئی) ہے، کیونکہ وہ بندوں کے عدم علم کے ساتھ ٹچ ہے (تفصیل تحفہ القاری شرح صحیح بخاری ۱۱: ۳۶۹ میں ہے)

مثال سے وضاحت: جیسے استاذ جانتا ہے کہ فلاں طالب علم جماعت میں اول آئے گا، اور فلاں ناکام ہوگا، مگر اس

جاننے پر احکام مرتب نہیں ہو سکتے، امتحان ضروری ہے، دونوں کے جوابات پوزیشن متعین کریں گے، اسی طرح بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی پر مدّار نہیں رکھا جاسکتا، علانیہ اظہار کے لئے جانچ ضروری ہے، اسی سے حجت قائم ہوگی۔

ظالموں کو دھمکی: — کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں — مسلمانوں کو ستاتے ہیں — یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے؟ — وہ بچ کر کہاں جائیں گے؟ — براہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں — یعنی مؤمنین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور پکڑے نہیں جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں؟ جو سخت ترین سزا ان کو ملنے والی ہے اس کے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کچھ بھی نہیں، اگر اس وقت کی عارضی مہلت سے انھوں نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ وہ ہمیشہ مامون رہیں گے، اور سزا کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ نہیں آئیں گے تو درحقیقت انھوں نے بہت ہی بری بات طے کی ہے، ایسا احمقانہ فیصلہ آنے والی مصیبت کو روک نہیں سکتا (نوائد شبیری)

مجاہدہ پر مرمّوہ! — مجاہدہ جان فشانی، سخت محنت۔ دین پر مضبوط جمنا اور اعداء اسلام کی طرف سے آنے والی سختیاں جھیلنا۔ اور ناموافق حالات میں بھی دین پر استوار رہنا بڑا مجاہدہ ہے، اس پر خوش خبری سناتے ہیں — جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہے وہ (جان لے کر) اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے — یعنی جو مؤمنین اس توقع پر ظلم و ستم سہہ رہے ہیں کہ ان کو آخرت میں اس کا صلہ ملے گا، وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا مقررہ وقت آیا چاہتا ہے، مؤمنین کی توقعات پوری ہو کر رہیں گی — اور وہ سب کچھ سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں — یعنی وہ سب کی باتیں سن رہے ہیں اور سب کے احوال دیکھ رہے ہیں، وہ مؤمنین کی محنت رائیگاں نہیں کریں گے۔

مجاہدہ میں لوگوں کا اپنا نفع ہے! — اور جو شخص پوری طاقت لگاتا ہے وہ اپنے فائدے ہی کے لئے پوری طاقت لگاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور معصیت سے کیا نقصان! وہ بے نیاز ذات ہے۔ ہاں بندہ پروردگار کی طاعت میں محنت اٹھائے اس کا پھل دارین میں اس کو ملے گا، مجاہدین کچھ اللہ پر احسان نہیں کرتے، اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجاہدہ کی توفیق دی۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم ❁ بلکہ تا بر بندگاں مجودے کنم

میں نے مخلوق اس لئے پیدا نہیں کی کہ کچھ فائدہ اٹھاؤں ÷ بلکہ اس لئے پیدا کی ہے کہ بندوں پر بڑی سخاوت کروں۔

ایمان کا صلہ: — اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے، ہم ضرور ان سے ان کی برائیاں مٹائیں گے، اور ہم ضرور ان کو ان کاموں کا بہترین بدلہ دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے — سورة ہود (آیت ۱۱۴) میں ضابطہ ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾: بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں، وضوء اور نماز وغیرہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں — اور ابھی سورۃ القصص (آیت ۸۴) میں آیا ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾: اور جو شخص نیکی لایا اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا یعنی زیادہ بدلہ ملے گا، جس کا اقل درجہ دس گنا ہوگا، مؤمنین اس بدلہ پر خوش ہوں، دین پر مضبوط رہیں اور ہر طرح کی سختیاں خندہ پیشانی سے جھیلیں، ان کی محنت رائگاں نہیں جائے گی۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِمَا كَرِهَ اللَّهُ لَكَ
بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَنْبِتْكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۝

وَوَصَّيْنَا	اور تاکید کی ہم نے	لَكَ	تیرے لئے	بِمَا	ان کاموں سے جو
الْإِنْسَانَ	انسان کو	بِهِ (۲)	اس کے خدا ہونے کا	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	تم کیا کرتے تھے
بِوَالِدَيْهِ	اس کے ماں باپ کے ساتھ	عِلْمٌ	کچھ علم	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ
حُسْنًا (۱)	بھلائی کرنے کی	فَلَا تُطِعْهُمَا	پس دونوں کا کہنا	آمَنُوا	ایمان لائے
وَإِنْ	اور اگر		مت مان	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
جَاهِدَكَ	دباؤ ڈالیں دونوں تجھ پر	إِلَىٰ	میری طرف	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
لِتُشْرِكَ	تاکہ شریک ٹھہرائے تو	مَرْجِعِكُمْ	تمہارا لوٹنا ہے	لَنُدْخِلَنَّهُمْ	ضرور داخل کریں
بِئِنَّ	میرے ساتھ	فَأَنْبِتْكُمْ	پس آگاہ کروں گا		گے ہم ان کو
مَا كَرِهَ	اس چیز کو کہ نہیں		میں تم کو	فِي الصَّالِحِينَ	نیک لوگوں میں

مجاہدہ کی مثال: ماں باپ شرک کے لئے دباؤ ڈالیں تو ان کی بات مت مانو:

ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں، مگر اللہ کا حق ان سے بھی زیادہ ہے، پس اللہ کی خاطر نہ دین چھوڑے نہ گناہ کرے، حدیث میں ہے: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ: کسی بھی مخلوق کی بات ماننا جائز نہیں خالق کی نافرمانی کے کام

(۱) حُسْنًا: مصدر محذوف کی صفت ہو کر وَصَّيْنَا کا مفعول مطلق ہے ای: وصیناہ ایصاء حسنا (۲) بہ میں مضاف محذوف ہے، ای: یالہیتہ: اس کے معبود ہونے کا..... اور علم: لیس کا اسم مؤخر ہے۔

میں، نہ ماں باپ کی، نہ شوہر کی، نہ پیر کی، نہ استاذ کی، نہ بادشاہ کی، اللہ کا حق ان سب کے حقوق سے مقدم ہے۔
آیت کا شان نزول: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی والدہ نے جو مشرک تھی بیٹے کے اسلام کی خبر سن کر عہد
کیا کہ دانہ پانی کچھ نہ چھکوں گی، نہ چھت کے نیچے آرام کروں گی، تا آنکہ سعد اسلام سے پھر جائے، لوگ زبردستی منہ چیر کر
کھانا پانی دیتے تھے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اور بتلایا کہ اس طرح والدین کا خلاف حق پر مجبور کرنا ایک ابتلاء ہے،
چاہئے کہ مؤمن ثابت قدم رہے، اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے۔

آیات پاک: — اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا — یہ حکم اپنی جگہ برحق
ہے، قرآن وحدیث اس کی تاکید سے بھرے پڑے ہیں — اور اگر دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک
ٹھہرائے اس چیز کو جس کے شریک ہونے کا تجھ کو کچھ علم نہیں — کہاں سے علم ہوگا جب اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں
— پس تو ان دونوں کا کہنا مت مان — اور تو حید کو مت چھوڑ — تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، پس میں
تم کو تمہارے سب کام جتلا دوں گا — کہ اولاد اور والدین میں سے کون ناحق تھا اور کون حق پر تھا — اور کل قیامت
کو کیا ابھی بتلا دیتے ہیں — اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، ہم ان کو ضرور نیک بندوں میں شامل
کریں گے — یعنی ایک اللہ پر ایمان لانے والے ہی برحق ہیں، ان کو نیک بندوں میں شامل کیا جائے گا، اور یہ آدھا
مضمون ہے، باقی آدھا فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا گیا ہے یعنی مشرک ماں باپ جنہوں نے مؤمن اولاد پر دباؤ ڈالا
ہو وہ جہنم میں جائیں گے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ
اللَّهِ وَلَكِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولَنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ دَٰوْلِينَ ۚ اللَّهُ يَٰعْلَمُ بِمَا فِي
صُدُورِ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ۝

وَمِنَ النَّاسِ	اور بعض انسان	فَإِذَا	پھر جب	فِتْنَةَ	آزمائش کو
مَن يَقُولُ	جو کہتا ہے	أُوذِيَ	وہ ستایا جاتا ہے	النَّاسِ	لوگوں کی
آمَنَّا	ایمان لائے ہم	فِي اللَّهِ ^(۱)	(راہ) خدا میں	كَعَذَابِ اللَّهِ	اللہ کے عذاب کی طرح
بِاللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر	جَعَلَ	(تو) قرار دیتا ہے	وَلَكِنْ جَاءَ	اور بخدا! اگر آئی

نَصْرًا	مدد	أَوَلَيْسَ	کیا اور نہیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
مَنْ رَزَقَكَ	تیرے رب کی طرف سے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	الَّذِينَ	ان لوگوں کو جو
لَيَقُولُنَّ	تو ضرور کہیں گے وہ	بِأَعْلَمُ ^(۱)	خوب جاننے والے	أَمَنُوا	ایمان لائے
إِنَّا	بے شک	بِمَا فِي صُدُورِ	اس کو جو سینوں میں ہے	وَلَيَعْلَمَنَّ	اور بخدا ضرور جانیں گے
كُنَّا	ہم تھے	الْعَالَمِينَ	جہاں والوں کے	الْمُتَّقِينَ	منافقین کو
مَعَكُمْ	تمہاری ساتھ	وَلَيَعْلَمَنَّ	اور بخدا ضرور جانیں گے		

ان لوگوں کا تذکرہ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ایمان دلوں میں راسخ نہیں

مسلمانوں کے زمرے میں بے پینڈے کے لوٹے بھی ہوتے ہیں، ان کو دین کی وجہ سے جب کوئی نقصان یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کو آخری درجہ کی تکلیف سمجھتے ہیں، خدائی عذاب سمجھتے ہیں، اور دعوائے ایمان سے دست بردار ہونے لگتے ہیں، کفار کی ہم نوائی شروع کر دیتے ہیں، قرآن کریم ان کو منافق قرار دیتا ہے — اور اگر مسلمانوں کا عروج اور کامیابی دیکھتے ہیں تو باتیں چھانٹتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ تھے — ایسے سب لوگ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، وہ زبانی جمع خرچ کر کے اپنے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ ان کا حال برملا ظاہر کرنا چاہتے ہیں، تاکہ مسلمان ان کو پہچان لیں۔

آیات پاک: اور بعض لوگ کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے! پھر جب وہ دین کی وجہ سے ستائے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب کے مانند قرار دیتے ہیں — یعنی آخری درجہ کا آزار محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ کہنی کی چوٹ ہوتی ہے جو جلد ہی زائل ہو جاتی ہے — اور بخدا! اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے کوئی مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے: ہم بالیقین تمہارے ساتھ ہیں! — تمہارے اسلامی بھائی ہیں، ہمیں بھی خیر پہنچنی چاہئے — کیا اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم نہیں وہ باتیں جو دنیا جہاں والوں کے سینوں میں ہیں؟ — اللہ کو ہر راز معلوم ہے! — اور بخدا! اللہ تعالیٰ ضرور جانیں گے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ضرور جانیں گے منافقوں کو — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے: ﴿لَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ﴾ کا ترجمہ لَبْرَيْنَ اللہ کیا ہے (ابن کثیر) یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھلا دیں گے، دودھ اور پانی الگ کر دیں گے، لوگ جان لیں گے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلَنَحْمِلَ خَطِيئَتَكُمْ وَمَا هُمْ

(۱) باعلم: یس کی خبر پر باء زائد ہے۔

يَحْمِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ۝ وَيَحْمِلُونَ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

- ۱۷۱ -

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلَ خَطِيئَتَكُمْ	اور کہا جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ان سے جنہوں نے قبول کیا پیروی کرو ہماری راہ کی اور ضرور اٹھائیں گے تم تمہارے گناہ	وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ وَيَحْمِلُونَ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا	اور نہیں ہیں وہ اٹھانے والے ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں اور وہ ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ اور دوسرے بوجھ	مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْعَلُونَ	اپنے بوجھوں کے ساتھ اور ضرور پوچھے جائیں گے قیامت کے دن اس بات کے بارے میں جو وہ تھے جھوٹی بنایا کرتے
--	--	--	---	---	--

ضعیف الایمان مسلمانوں کو کافر چکمہ نہ دیں، کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں

منافقوں کے تذکرہ کے بعد کمزور ایمان والوں کا تذکرہ کرتے ہیں، ان کو کفار دھوکہ دیتے ہیں، ان کو کفار کی احمقانہ باتوں میں نہیں آنا چاہئے، کفار ایسے مسلمانوں سے کہتے ہیں: اسلام چھوڑ کر ہماری راہ پر آ جاؤ، اپنے قدیم دھرم (شرک) کی طرف لوٹ جاؤ، اور ایسا کرنے کو اگر تم گناہ سمجھتے ہو تو ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے، تم بے فکر رہو۔

جواب: وہ لوگ جھوٹے ہیں، قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر شخص کو اپنا بوجھ اٹھانا ہوگا، اگر یہ کمزور ایمان والے خدا نخواستہ کفر کی طرف پلٹ گئے تو اس کا وبال انہی کے سر پڑے گا، دوسرا کوئی ذمہ دار نہ ہوگا۔ ہاں کفار اپنا بوجھ ضرور ڈھونڈیں گے، اور ساتھ ہی اضلال (گمراہ کرنے) کا بوجھ بھی ڈھونڈیں گے، کیونکہ جو کسی کو گمراہ کرتا ہے یا بہکا پھسلا کر گناہ کراتا ہے اس کے بوجھ کا ایک حصہ اس سبب بننے والے کے ذمہ بھی پڑتا ہے، پس یہ بھی اسی کا بوجھ ہے۔ اور کفار نے جو جھوٹی بات گھڑی ہے کہ ہم تمہارا بوجھ اٹھالیں گے: اس کے بارے میں قیامت کے دن ان سے باز پرس ہوگی۔

آیاتِ کریمہ: اور جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا: ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے والوں سے کہا: ہمارے

نسلیں چلیں۔ نوح علیہ السلام ان کی قوم میں نبی بنا کر مبعوث کئے گئے، اس زمانہ میں انسانوں کے قد اور عمریں لمبی ہوتی تھیں، ہزار سال سے کم عمریں نہیں ہوتی تھیں، اور قد ساٹھ ہاتھ کا ہوتا تھا۔ تورات کی کتاب پیدائش کے شروع میں آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان کے آباء کی عمریں مذکور ہیں، اور آدم علیہ السلام کے قد کی لمبائی حدیث میں آئی ہے، پھر عمر اور قد دونوں تیزی سے گھٹے، اور موجودہ حالت پر آ کر ٹھہر گئے، جیسے بچپن سے بائیس سال تک قد تیزی سے بڑھتا ہے پھر ٹھہر جاتا ہے۔

نوح علیہ السلام نے طویل زمانہ تک قوم پر محنت کی، ہر طرح ان کو سمجھایا، قوم بت پرستی کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی تھی، بجز چند نفوس کے کسی نے بات نہیں مانی، پس بے حساب بارش برسی، جس نے طوفان کی شکل اختیار کی، نوح علیہ السلام نے پہلے ہی بہ حکم الہی کشتی بنالی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ مؤمنین کو بچالیا، اور باقی قوم باڑ کی زد میں آ گئی۔ آج جو چھوٹی بڑی کشتیاں سمندروں میں تیر رہی ہیں وہ سفینہ نوح کی یادگار ہیں، زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ شکلیں بدلی ہیں۔

آیاتِ کریمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، پس وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال تک ٹھہرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ساڑھے نو سو برس دعوت و تبلیغ اور سعی و اصلاح میں مصروف رہے، پھر طوفان آیا، طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے، اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس ہوئی (فوائد)۔ پس ان کو طوفان نے پکڑا، اور وہ ظالم تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ انھوں نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری۔ پس ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچالیا۔ سنت اللہ یہی ہے۔ جب حق اور باطل میں کش مکش کے نتیجہ میں عذاب آتا ہے تو کافر تباہ ہوتے ہیں اور مؤمنین نجات پاتے ہیں۔ اور کشتی کو جہاں والوں کے لئے ایک نشانی (یادگار) بنایا۔ اب جو جہاز اور کشتیاں ہیں وہ سب نشانی ہیں، جنھیں دیکھ کر سفینہ نوح کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور قدرت الہی کا نمونہ نظر آتا ہے (فوائد)

وَإِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾
إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۱﴾ وَإِنْ تَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۲﴾

وَإِبْرَاهِيمَ ^(۱)	اور ابراہیم کو	أَوْثَانًا	مورتیوں کی	لَهُ	اس کا
إِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	وَتَخْلُقُونَ	اور گھڑتے ہو	إِلَيْهِ	اس کی طرف
لِقَوْمِهِ	اپنی قوم سے	أَفْكَا	جھوٹ	تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم
اعْبُدُوا	عبادت کرو	إِنَّ الدِّينَ	بے شک جن کو	وَلَنْ	اور اگر
اللَّهُ	اللہ کی	تَعْبُدُونَ	پوجتے ہو تم	تُكَذَّبُوا	جھٹلاؤ تم
وَأَتَقُوهُ	اور ڈرو اس سے	مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ سے ورے	فَقَدْ	تو بالیقین
ذِكْرُكُمْ	یہ	لَا يَمْلِكُونَ	نہیں مالک ہیں وہ	كَذَّبَ	جھٹلایا
خَيْرُكُمْ	بہتر ہے	لَكُمْ	تمہارے لئے	أُمُّ	امتوں نے
لَكُمْ	تمہارے لئے	رِشْقًا ^(۲)	روزی کے	مِنْ قَبْلِكُمْ	تم سے پہلے
إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	فَاتَّبِعُوا	پس چاہو	وَمَا	اور نہیں
تَعْلَمُونَ	جانتے	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ کے پاس	عَلَى الرَّسُولِ	رسول کی ذمہ داری
إِنَّمَا	صرف	الْيَزْقَى ^(۳)	روزی	إِلَّا	مگر
تَعْبُدُونَ	عبادت کرتے ہو تم	وَأَعْبُدُوهُ	اور عبادت کرو اس کی	الْبَلَاغُ	پہنچانا
مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ سے ورے	وَأَشْكُرُوا	اور شکر بجالاؤ	الْمُيِّنِينَ	کھول کر

ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا واقعہ

نوح علیہ السلام کے عرصہ بعد عظیم المرتبت رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے ہیں، آپ عراق میں دجلہ اور فرات کے ڈیلٹا میں اُور شہر میں نمرود (بروزن امرود) کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے، آپ نے بھی قوم پر ہر چند محنت کی مگر لوگوں نے ایک نہ سنی، اور دشمنی یہاں تک بڑھی کہ آپ کو نذر آتش کیا گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو باغ بنادیا، پھر آپ نے قوم سے مایوس ہو کر فلسطین کی طرف ہجرت کی۔

ارشاد پاک ہے: اور (بھیجا) ابراہیمؑ کو: جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اللہ کی بندگی کرو، اور اس سے ڈرو! — یعنی غیر اللہ کی بندگی مت کرو — یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھ رکھتے ہو — پس بات بوجھو! — تم اللہ تعالیٰ سے نیچے صرف مورتیوں کو پوجتے ہو — یعنی وہ صرف پتھر کی مورتیں ہیں، وہ خدا کیسے ہو سکتی ہیں؟ — اور تم جھوٹ (۱) ابراہیم: نوح پر معطوف ہے (۲) رزقاً: مفعول بہ ہے (۳) نکرہ معادۃ بالمعرفہ عین اول ہوتا ہے۔

گھڑتے ہو — یعنی ان بتوں کے بارے میں جو تمہارے عقائد ہیں وہ محض اوہام و خیالات ہیں — بے شک جن کو تم اللہ سے نیچے پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں — روزی رساں اللہ تعالیٰ ہیں — پس اللہ تعالیٰ ہی سے روزی مانگو، اور اس کی عبادت کرو، اور اس کا شکر بجالاؤ — اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا اس کی روزی کی شکر گزاری ہے — اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے — اس وقت وہ تمہیں اپنی بندگی کا صلہ دے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا دلیل ہے کہ وہی معبود ہے، کوئی اور معبود ہوتا تو وہ اپنی طرف لوٹاتا۔

اور اگر تم (مجھے) جھٹلاتے ہو تو بالیقین ان امتوں نے (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا ہے جو تم سے پہلے ہوئی ہیں — یعنی آج یہ کوئی نئی بات نہیں — اور رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچانا ہے — اور یہ فریضہ میں انجام دے چکا، آگے تم جانو اور تمہارا کام!

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِمِثْلِ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝
 قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ۝ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَكْسِبُونَ
 رَحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

۲۰

أَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھتے وہ	عَلَى اللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر	بَدَأَ	شروع کی
كَيْفَ	کیسے	يَسِيرٌ	آسان ہے	الْخَلْقَ	آفرینش
يُبْدِئُ	شروع کرتے ہیں	قُلْ	کہہ	ثُمَّ اللَّهُ	پھر اللہ تعالیٰ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	سِيرُوا	چلو پھرو	يُنْشِئُ	پیدا کریں گے
الْخَلْقَ	آفرینش کو	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	النَّشْأَةَ	پیدائش
ثُمَّ يُعِيدُهُ	پھر لوٹائیں گے وہ اس کو	فَانْظُرُوا	پس دیکھو	الْآخِرَةَ	آخری مرتبہ
لِمِثْلِ ذَلِكَ	بے شک یہ کام	كَيْفَ	کیسے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ

عَلَا كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	بِمُعْجزَاتِنَا	عاجز کرنے والے	بِآيَاتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کا
قَدِيرٌ	قادر ہیں	فِي الْأَرْضِ	زمین میں (بھاگ کر)	وَلَقَائِهِ	اور ان سے ملاقات کا
يُعَذِّبُ	سزا دیں گے	وَلَا فِي السَّمَاءِ	اوپر آسمان میں (چڑھ کر)	أُولَئِكَ	وہ لوگ
مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہیں گے	وَمَا لَكُمْ	اور نہیں ہے تمہارے لئے	يَكْسُوا	مایوس ہونگے
وَيَرْحَمُ	اور مہربانی کریں گے	مَنْ دُونِ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ سے ورے	مَنْ رَحِمْتَنِي	میری مہربانی سے
مَنْ يَشَاءُ	جس پر چاہیں گے	مِنْ وَجْهِ	کوئی کارساز	وَأُولَئِكَ	اور وہ
وَالْيَهُ	اور اسی کی طرف	وَلَا نَصِيرُ	اور نہ کوئی مددگار	كَهُمْ	ان کے لئے
تُقَلَّبُونَ	پلٹائے جاؤ گے	وَالَّذِينَ	اور جنہوں نے	عَذَابٌ	سزا ہے
وَمَا أَنْتُمْ	اور نہیں ہو تم	كُفَرًا	انکار کیا	أَلَيْمٌ	دردناک

آخرت کے امکان وقوع پر استدلال

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو قوم کو توحید عبادت کی دعوت دی تو اس میں آخرت کی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا: ﴿إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾: اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، مگر اس کی تفصیل نہیں کی، اس لئے اللہ تعالیٰ واقعہ روک کر امکانِ آخرت کی تفصیل کرتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا اور نہیں دیکھتے وہ (منکرینِ آخرت) کہ کیسے شروع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آفرینش کو؟ پھر وہ اس کو لوٹائیں گے، بے شک یہ کام اللہ تعالیٰ پر آسان ہے — جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات تین طرح پیدا کرتے ہیں:

اول: بے شمار مخلوقات ہر آن اور ہر لمحہ براہ راست مٹی سے پیدا ہو رہی ہے، پھل میں اور زخم میں کیڑے پڑ جاتے ہیں، مکھی، مچھر اور کھٹل میل سے پیدا ہوتے ہیں، نالی کی مٹی سے کیا کیا نہیں پیدا ہوتا، برسات میں گھاس میں طرح طرح کے کیڑے اور پتنگے پیدا ہو جاتے ہیں، یہ سب ڈائریکٹ مٹی سے پیدا ہوتے ہیں، ان میں تو الد و تناسل نہیں ہوتا، وہ اپنی مدتِ عمر پوری کر کے ختم ہو جاتے ہیں، یہی ان کی قیامت ہے، پھر وہ مٹی سے دوبارہ پیدا ہوتے ہیں، یہی اعادہ اور حیاتِ نو ہے۔

دوم: کچھ مخلوقات براہ راست مٹی سے بھی پیدا ہوتی ہیں، پھر ان میں تو الد و تناسل بھی ہوتا ہے، مچھلی اور مینڈک وغیرہ اس طرح پیدا ہوتے ہیں۔

سوم: بڑی مخلوقات کے پہلے دو فرد (نر و مادہ) مٹی سے پیدا کئے گئے، پھر ان میں تو الد و تناسل کا سلسلہ جاری کیا، اب وہ مٹی سے براہ راست پیدا نہیں ہوتے، جیسے انسان، گائے بھینس اور بکری، کبوتر وغیرہ، مگر ان کی نسل بھی بالواسطہ مٹی ہی

سے پیدا ہوتی ہے۔

اور یہ سب کچھ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہو رہا ہے، پس قیامت کے دن دوبارہ مٹی سے پیدا ہونے میں کیا استبعاد رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

یہ تو حضر میں آپ نے مخلوقات کا مشاہدہ کیا، اب ذرا سفر میں نکلیں، زمین کی سیر کریں، آفرینش کی حیرت انگیز صورتیں اور نئی نئی مخلوقات سامنے آئیں گی۔ ارشاد پاک ہے: کہیں: چلو زمین میں، پس دیکھو: کیسے شروع کی آفرینش، پھر اللہ تعالیٰ آخری مرتبہ مخلوقات کو پیدا کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں — اول و ثانی: دونوں مرتبہ پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں، ان کی قدرت پہلی مرتبہ پیدا کرنے تک محدود نہیں — اور ﴿النَّشْأَةُ الْآخِرَةُ﴾ میں اشارہ ہے کہ کائنات کی تجدید (نئے سرے سے آفرینش) بس ایک مرتبہ ہوگی، پھر وہی خلقت تا ابد چلتی رہے گی، جنت و جہنم ابدی ہیں۔

قیامت کے احوال: — سزا دیں گے جس کو چاہیں گے، اور مہربانی کریں گے جس پر چاہیں گے — یہ عموم قدرت کا بیان ہے، ضدین پر اللہ تعالیٰ یکساں قادر ہیں — اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے — کیونکہ وہی خالق و مالک ہیں، پس وہی معبود بھی ہیں — اور تم زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں — نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر سزا سے بچ سکتے ہو، نہ آسمان میں اڑ کر — اور تمہارے لئے اللہ کے سوانہ کوئی کار ساز ہے نہ کوئی مددگار — کوئی بھی طاقت تمہاری حمایت و مدد کو نہیں پہنچ سکتی۔

اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں اور ان کی ملاقات کا انکار کیا: وہ میری مہربانی سے مایوس ہو گئے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا — اس کا مقابل فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ دیدار خداوندی کے امیدوار ہیں: وہی اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے حقدار ہو گئے، وہی آخرت میں سرخ رو ہو گئے، اور اللہ کی جنت کے مزے لوٹیں گے۔

نوٹ: رکوع اس آیت پر لگنا چاہئے، ایک آیت پہلے لگ گیا ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ
أَوْثَانًا، مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ
وَيَلْعَنُ

بَعْضُكُمْ بَعْضًا: وَمَا أُولَٰئِكَ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نُصْرَةٍ ۖ فَاَمِنَ لَهُ لُوطٌ ۖ وَقَالَ
 اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ لِاِنَّهُ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحَاقَ وَیَعْقُوبَ
 وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النَّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاتَّيْنٰهُ اَجْرَهُ فِی الدُّنْیَا ۚ وَلِاِنَّهُ فِی
 الْاٰخِرَةِ لِمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

فَمَا كَانَ جَوَابَ ^(۱)	پس نہیں تھا جواب	لَا یٰتِ لَقَوْمٍ	البتہ نشانیاں ہیں لوگوں کے لئے	الدُّنْیَا ثُمَّ	دنیا کی پھر
قَوْمِهِ	اس کی قوم کا	يُؤْمِنُونَ	جو ایمان رکھتے ہیں	يَوْمَ الْقِيَمَةِ	قیامت کے دن
اِلَّا اَنْ قَالُوا	مگر یہ کہ کہا انھوں نے	وَقَالَ اِنَّمَا ^(۳)	اور کہا اس نے اس کے علاوہ نہیں	يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ	انکار کرے گا تمہارا بعض
اَقْتُلُوهُ	مار ڈالو اس کو	اَتَّخَذْتُمْ	(کہ) بنایا ہے تم نے	بِبَعْضٍ	بعض کا
اَوْ حَزِيقُوهُ	یا جلا دو اس کو	مِّنْ دُونِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	وَيَلْعَنُ	اور لعنت بھیجے گا
فَاَتَجِدُہُ	پس بچا لیا اس کو	اَوْثَاقًا	مورتیوں کو	بَعْضُكُمْ	تمہارا بعض
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	مَوَدَّةَ ^(۴)	برہنائے محبت	بَعْضًا	بعض پر
مِّنَ النَّارِ	آگ سے	بَيْنَكُمْ	باہمی	وَمَا أُولَٰئِكَ	اور تمہارا ٹھکانہ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ ^(۲)	بے شک اس میں	فِی الْحَیٰوَةِ	زندگی میں	النَّارُ	دوزخ ہے

(۱) جواب: کان کی خبر مقدم ہے۔ اور اَنْ قَالُوا: اسم مؤخر، اور ما و لا (نفی اثبات) حصر کے لئے ہیں۔ قاعدہ: جس چیز کا حصر کرنا ہوتا ہے اس کو اِلا کے بعد لاتے ہیں۔ جیسے مازید اِلا قائم اور ما قائم اِلا زید، اول میں قیام کا حصر ہے اور ثانی میں زید کا، آیت میں سزا کو دو صورتوں میں منحصر کیا ہے (۲) ذٰلِكَ کا مشار الیہ آگ سے نجات دینا ہے۔ قاعدہ: جیسے ضمیر کا مرجع اقرب ہوتا ہے، مشار الیہ بھی اقرب ہوتا ہے (۳) اِنَّمَا کلمہ حصر ہے، اس کا فارسی ترجمہ: جزیں نیست ہے یعنی اس کے علاوہ نہیں، بس یہی، صرف یہی، اور حصر مودۃ کا کرنا ہے یعنی علت استخاذ محض عقیدت کا غلو ہے (۴) مودۃ: اتخذا تم کا مفعول لہ ہے، اور مفعول لہ وجہ بیان کرتا ہے، جیسے ضربتہ تادیباً: میں نے اس کو سلیقہ سکھانے کے لئے مارا، پس مورتیوں کو معبود بنانے کی وجہ عقیدت کا غلو ہی ہے، جیسے جاہل مسلمان اولیاء کی قبور پر مر اسم عبودیت بجالاتے ہیں، اس کی وجہ بھی محض عقیدت کا غلو ہے یا جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہیں اور ان کو تہائی خدا مانتے ہیں۔

وَمَا لَكُمْ	اور نہیں ہوگا تمہارے لئے	إِنَّهُ هُوَ	بے شک وہی	النُّبُوَّةُ	نبوت
مِّنْ تُصَوِّرِينَ	کوئی بھی مددگار	الْعَزِيزُ	زبردست	وَالْكِتَابُ	اور کتاب
فَإِنَّ	پس ایمان لایا	الْحَكِيمُ	حکمت والا ہے	وَأَتَيْنَهُ	اور دیا ہم نے اس کو
لَهُ	اس پر	وَوَهَبْنَا	اور بخشا ہم نے	أَجْرَهُ	اس کا بدلہ
لُوطٌ	لوط	لَهُ	اس کو	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں
وَقَالَ	اور کہا اس نے	إِسْحَاقُ	اسحاق	وَرَأَيْنَهُ	اور بے شک وہ
إِنِّي	بے شک میں	وَيَعْقُوبُ	اور یعقوب	فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں
مُهَاجِرٌ	ہجرت کرنے والا ہوں	وَجَعَلْنَا	اور گردانی ہم نے	لِيَمَنَ	نیک بندوں میں سے
إِلَى رِبِّي	میرے پروردگار کی طرف	فِي ذُرِّيَّتِهِ	اس کی اولاد میں	الضَّالِّينَ	ہے

ابراہیم علیہ السلام کا باقی قصہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرست قوم پر لمبے عرصہ تک محنت کی، ان کو مورتیوں کا بوجس ہونا سمجھایا، جب نہیں سمجھے تو عملی طور پر سمجھایا، مورتیوں کی مرمت کر ڈالی، پھر جب قوم محقoul جواب دینے سے عاجز رہ گئی تو انھوں نے باہم مشورہ کر کے عملی فیصلہ کیا، ارشاد پاک ہے: — پس ابراہیمؑ کی قوم کا جواب یہی تھا کہ انھوں نے کہا: اس کو (تلوار سے) قتل کر دیا آگ میں جلادو — تاکہ سک سک کر مرے — پھر باہمی مشورہ سے دوسری صورت طے پائی، اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا — پس اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے بچالیا — آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا اور گل و گلزار بن جا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام صحیح سلامت آگ سے نکل آئے — بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

نشانیاں: کہتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مورتیوں کو توڑا تو قوم مقدمہ نمرود بادشاہ کے پاس لے گئی، نمرود خدائی کا دعوے دار تھا، ابراہیم علیہ السلام طلب کئے گئے، آپ نے اس کو بھی توحید کی دعوت دی، وہ ہکا بکارہ گیا، دلائل توحید کا جواب نہ دے سکا، پس کھسیانی بلی کھمبا نوچے، اس نے کہا: میں تجھے جہنم رسید کروں گا، اور میں اپنی جنت (باغ) میں جاؤں گا، چنانچہ اس نے رعایا کو حکم دیا کہ سوختہ جمع کرو، اور میرے لئے جنت بناؤ، قوم نے چھ ماہ سوختہ ڈھویا، جب لاوا بھڑکا تو یہ حال تھا کہ اس کے قریب نہیں جاسکتے تھے، چنانچہ گوپھن کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا، مگر آپ آگ سے صحیح سلامت نکل آئے، قوم حیرت زدہ رہ گئی، مگر ایمان نہیں لائی، اس واقعہ میں مؤمنین کے

لئے کئی ایک نشانیاں ہیں، مثلاً:

۱- جب حق اور باطل میں آویزش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ انبیاء کو اور مومنین کو سرخ رو کرتے ہیں، اور مخالفین منہ کی کھاتے ہیں، اس واقعہ میں بھی ابراہیم علیہ السلام کی جیت ہوئی اور قوم نامراد ہوئی، پس یہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

۲- دنیا دار الاسباب ہے، مسببات اسباب سے پیدا ہوتے ہیں، مگر اسباب خود کار نہیں، اسباب پر مسبب الاسباب کا کنٹرول ہے، اسباب ان کے حکم سے کام کرتے ہیں، اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا وہ ٹھنڈی ہو گئی اور سلامتی بن گئی، یعنی اس کی فطرت بدل گئی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں، آئے دن ایسے واقعات پیش آتے ہیں، مکان میں آگ لگتی ہے، اہل خانہ جل کر بھسم ہو جاتے ہیں، اور ایک بچہ زندہ سلامت نکل آتا ہے اور یہی حال پانی ہوا کا بھی ہے، پانی ڈوبتا ہے، ہوا اڑاتی ہے، مگر اس وقت جب اللہ کا حکم ہو، ورنہ کچھ نہیں ہوتا۔

۳- کبھی ظاہر و باطن مختلف ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ جنت و جہنم ہونگے، اس کی جنت درحقیقت دوزخ ہوگی اور دوزخ جنت ہوگی، نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس کی دوزخ میں گرنا، وہ جنت ہوگی“ اس واقعہ سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی آتش نمرود بظاہر آگ تھی، اور یہ باطن ٹھنڈی سلامتی تھی۔

فائدہ: نمرود کے لئے جنت بھی بنائی گئی تھی، مگر اس کو اس میں چانا نصیب نہ ہوا، پھر اس کے دماغ میں گھس گیا، اور بھیجا کھا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اور (آگ سے نکل کر یا پہلے) اس نے (یہ بھی) کہا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر مورتیوں کو اپنایا ہے، آپسی محبت ہی کی وجہ سے دنیوی زندگی میں — بت پرستی کی جڑ یہی ہے، عقیدت و محبت کا غلو شرک تک پہنچاتا ہے، قوم میں کچھ نیک لوگ ہوتے ہیں، جنہیں لوگ محبوب رکھتے ہیں، جب وہ انتقال کر جاتے ہیں تو لوگ جوش محبت میں ان کی تصویریں بنا کر بطور یادگار رکھ لیتے ہیں، پھر اگلی نسل میں ان تصویروں کی تعظیم شروع ہو جاتی ہے، وہی تعظیم بڑھتے بڑھتے عبادت کی شکل اختیار کر لیتی ہے، یا تصویریں بنانے کے بجائے ان اولیاء کی قبروں کی تعظیم شروع ہو جاتی ہے، جو رسوم شرک تک پہنچا دیتی ہے — مگر یہ آپسی محبت و مودت اس دنیا تک ہے — پھر قیامت کے دن تمہارے بعض بعض کا انکار کریں گے — اولیائے کرام قبوریوں سے دست بردار ہو جائیں گے — اور تمہارے بعض بعض پر لعنت بھیجیں گے — معبود عابدوں پر اور عابد معبودوں پر — اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں! — جو تمہیں دوزخ کی آگ سے بچالے۔

پس ان پر لوط ایمان لایا — آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، ان کے علاوہ قوم کے کسی مرد نے نہیں مانا، اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ وہ اہل خانہ تھیں، اور بیوی شوہر کے زیر اثر ہوتی ہے، اور عورتیں عام طور پر مردوں کے تابع سمجھی جاتی ہیں — اور یہاں وقف لازم اس لئے ہے کہ کوئی اگلے قال کا فاعل لوط علیہ السلام کو نہ بنا دے، اس کے فاعل ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

اور انھوں نے (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: میں میرے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں — عبارت میں مجاز بالخذف ہے، اے الہی ما اُمرونی بہ ربی: جدھر ہجرت کرنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے یا اللہ کو منظور ہے، کیونکہ آپ اللہ کے بھروسہ پر وطن سے نکل کھڑے ہوئے تھے، پہلے مصر پہنچے، وہ جگہ اس نہ آئی، تو شام میں فلسطین میں پہنچ گئے اور وہاں بس گئے — بے شک وہ زبردست حکمت والے ہیں — وہ میری حفاظت کریں گے اور مجھے شاد کام کریں گے — اس میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے لئے بڑا سبق ہے۔

اور ہم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) بخشا، اور ہم نے اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھی، اور ہم نے اس کو دنیا میں اس کا بدلہ دیا، اور وہ آخرت میں یقیناً نیک بندوں میں سے ہے — حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ صاحبزادے تھے، پلوٹھے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، جو بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، دوسرے: حضرت اسحاق علیہ السلام تھے، جو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور شادی کی تھی، اس بی بی کا نام قطورہ تھا، ان کے بطن سے ابراہیم علیہ السلام کے چھ بیٹے پیدا ہوئے (قصص القرآن ۱: ۲۵۵) مولانا حفظ الرحمن مجاہد ملت) اور حضرت یعقوب علیہ السلام: حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں، ان دو کا ذکر اس لئے کیا کہ ہجرت کی جگہ فلسطین میں یہی تھے — اور ہم نے ان کی نسل میں: یعنی ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں — حضرت ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں، ان کے بعد ان کی اولاد ہی میں نبوت اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ چلا — اور ہم نے ان کو دنیا میں ان کا صلہ دیا یعنی راہ خدا میں ان کی قربانیوں کی وجہ سے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مال و اولاد اور عزت دی اور ہمیشہ کے لئے نیک نام بنایا — اور آخرت میں اعلیٰ درجہ کے صالحین کی جماعت میں شامل ہونگے۔

فائدہ: یہاں اگر کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہیں جلایا؟ آگ کی خاصیت جلانا ہے، اس کا جواب پہلے آگیا ہے کہ اسباب خود کار نہیں یعنی ان کی خاصیت ذاتی نہیں جو جہانہ ہو سکے، بلکہ اللہ کے رکھنے سے ان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس تاثیر کو جدا بھی کر سکتے ہیں، ہندو میتھالوجی (مذہبیات) میں سیتا بائی کا آگ کے ذریعے امتحان کیا جانا مشہور ہے، وہ جلی نہیں تھیں، اور مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب

رحمہ اللہ نے قصص القرآن (جلد ۱ ص: ۱۳۳) میں لندن ٹائمز کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے۔

واقعہ: گذشتہ سال لندن اور امریکہ میں خدا بخش کشمیری نے وکٹی ہوئی آگ پر چلنے کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ خود بھی چلا اور دوسرے اشخاص کو بھی اپنے ساتھ آگ پر سے گذارا اور اُس کے بعد تمام سائنس دانوں نے اس کے جسم کا طرح طرح سے تجربہ کر کے یہ معلوم کرنا چاہا کہ شاید وہ فائر پروف ہو، مگر ناکام رہے، اور اُن کو اقرار کرنا پڑا کہ اُس کا جسم اور آگ پر گزرنے والے دوسرے اشخاص کا جسم عام انسانوں کے جسم سے زیادہ کوئی خاص کیفیت نہیں رکھتا اور انتہائی حیرت و استعجاب کے ساتھ اس کا اعتراف کیا کہ وہ اس حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ آگ موجود ہے اور نہیں جلاتی۔

پس علم کی فراوانی کے باوجود جب کہ ہمارے عجز کا یہ عالم ہے تو ہم کو کیا زبیا ہے کہ علم یقین (وحی) کی بیان کردہ حقیقت (معجزہ) کا اس لئے انکار کر دیں کہ ہماری عقل عام حالات میں سبب کے بغیر کسی مسبب کو دیکھنے کی عادی نہیں ہے۔

وَلَوْطَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنِّي أَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَإِن لَّكُم لَعَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۱۰۰
الْعَالَمِينَ ۝۱۰۱ إِنِّي أَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَإِن لَّكُم لَعَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۱۰۲
الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اسْتَثْنَيْنَا بَعْدَ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِينَ ۝۱۰۳ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ۝۱۰۴ وَلَمَّا جَاءَتْ
رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ إِنَّ أَهْلَهَا
كَانُوا ظَالِمِينَ ۝۱۰۵ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ
إِلَّا امْرَأَتَهُ ذَكَرْنَا مِنَ الْغَابِرِينَ ۝۱۰۶ وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَاءَ
بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا نُنَجِّيكَ وَآهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ
كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝۱۰۷ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا
كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۱۰۸ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝۱۰۹

۱۰۰

وَلَوْطَا

اور (بھیجا) لوط کو

إِذْ قَالَ

جب کہا اس نے

لِقَوْمِهِ

اپنی قوم سے

اِنَّكُمْ لَتَنَاقُثُونَ	بے شک تم	اَشْتَدْنَا	ہمارے پاس لا	قَالَ	کہا اس نے
اَلْفَاحِشَةَ	البتہ کرتے ہو	بِعَذَابِ اللّٰهِ	اللہ کا عذاب	اِنَّ فِيْهَا	بے شک اس میں
مَا سَبَقَكُمْ	ایسا بے حیائی کا کام	اِنْ كُنْتَ	اگر ہے تو	لَوْطًا	لوط ہیں
بِهَا	(کہ) نہیں بڑھاتم سے	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے	قَالُوْا	کہا انھوں نے
مِنْ اَحَدٍ ^(۱)	اس کام کے ساتھ	قَالَ	کہا اس نے:	نَحْنُ اَعْلَمُ	ہم خوب جانتے ہیں
مِنَ الْعٰلَمِيْنَ	کوئی بھی	رَبِّ	اے میرے رب	يَمُنْ فِيْهَا	ان کو جو اس میں ہیں
اَيِّنْكُمْ	جہاں والوں میں سے	اَنصُرْنِيْ	مدد فرما میری	لَنُنَجِّيَنَّكَ	بالضروزم بچالیں گے اس کو
لَتَنَاقُثُونَ	بے شک تم	عَلَى الْقَوْمِ	لوگوں پر	وَاَهْلَكَ	اور اس کے گھر والوں کو
الرِّجَالِ	یقیناً آتے ہو	الْمُفْسِدِيْنَ	فساد کرنے والے	اِلَّا اَمْرًا تَهُ	مگر اس کی بیوی کو
وَتَقْطَعُونَ	مردوں کو	وَلَمَّا جَاءَتْ	اور جب آئے	كَانَتْ	ہے وہ
السَّبِيْلَ	اور کاٹتے ہو	رُسُلَنَا	ہمارے فرستادے	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ	باقی رہ جانے والوں میں
وَتَنَاقُثُونَ	راہ	اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم کے پاس	وَلَمَّا	اور جب
فِي نَادِيْكُمْ	اور کرتے ہو	بِالْبَشَرِ	خوش خبری لے کر	اَنْ جَاءَتْ ^(۲)	آئے
الْمُنْكَرَ	اپنی محفل میں	قَالُوْا	کہا انھوں نے	رُسُلَنَا	ہمارے فرستادے
فَمَا كَانَ	نا جائز کام	اِنَّا مُهْلِكُوْا ^(۲)	بے شک ہم ہلاک	لَوْطًا	لوط کے پاس
جَوَابَ	پس نہیں تھا	اَهْلٍ	کرنے والے ہیں	يَسِيءَ ^(۳)	برا ہوا وہ
قَوْمِهِ	جواب	هٰذِهِ الْقَرْيَةُ	باشندوں کو	رَبِّهِمْ	ان کی وجہ سے
اِلَّا اَنْ	اس کی قوم کا	اِنَّ اَهْلَهَا	اس بستی کے	وَصَاقٍ	اور تنگ ہوا
قَالُوْا	مگر یہ کہ	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ	بیشک اس کے باشندے	رَبِّهِمْ	ان کی وجہ سے
	کہا انھوں نے		گنہگار ہیں	ذُرْعًا ^(۵)	ہاتھ کے طور پر

(۱) من زائدہ: برائے تاکید (۲) مہلکوا: (اسم فاعل) دراصل مہلکون تھا، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، پھر واو جمع کے مشابہ ہو گیا اس لئے الف بڑھایا (یہ قرآنی رسط الخط ہے) (۳) اَنْ: زائدہ، برائے تحسین کلام (۴) یسوء: مساء کا ماضی مجہول (۵) ذرعا: (ہاتھ کی کشادگی) تیز ہے۔

وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنْجُوْنَ	اور کہا انھوں نے مت ڈر اور مت غم گیس ہو	مِنَ الْغَيْرِیْنَ	باقی رہ جانے والوں میں سے	بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ	اس وجہ سے کہ تھے وہ نافرمانی کرتے اور بخدا تحقیق چھوڑی ہم نے
وَأَهْلَكَ إِلَّا أَمْرًا تَكَ	اور تیرے گھر والوں کو مگر تیری بیوی کو ہے وہ	هَذِهِ الْقَرْيَةُ رِجْزًا ^(۱)	اس بستی کے سخت عذاب آسمان سے	أَيُّهُ بَيِّنَةٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ	واضح نشانیاں لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی

حضرت لوط علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، ہجرت میں ساتھ تھے، جب ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں مقیم ہو گئے تو لوط علیہ السلام کو سدوم اور مضافات کی پانچ بستیوں کی طرف مبعوث کیا گیا، ان بستیوں کا محل وقوع 'بحر مردہ' تھا۔ یہاں کے لوگ ایک گندے گناہ میں مبتلا تھے، لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے، پس اللہ کا عذاب آیا، اور ان بستیوں کو تپکٹ کر دیا، اب وہاں 'بحر مردہ' ہے پس دیکھو اس کو جو دیدہ عبرت نگاہ ہو!

ارشاد پاک ہے: اور لوط کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: تم ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے جہاں والوں میں سے نہیں کیا — خلاف فطرت کام کی تم نے بنیاد ڈالی ہے! — بے شک تم مردوں کو آتے ہو — اور بیویوں کو چھوڑتے ہو — اور تم راستہ کاٹتے ہو — ڈاکہ زنی کرتے ہو یا بدکاری کے لئے مسافروں کی راہ مارتے ہو — اور تم اپنی محفل میں نامعقول حرکت کرتے ہو — وہی بدکاری برملا کرتے ہو نگے یا دوسری بے شرمی کی باتیں کرتے ہو نگے — پس اس کی قوم کا جواب یہی تھا کہ لے آہم پر اللہ کا عذاب اگر تو سچا ہے!

اعتراض: یہاں یہ جواب ہے اور اعراف ۸۲ اور نمل ۵۶ میں جواب ہے: "لوط کے لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو" اور دونوں جگہ حصر ہے، پس یہ تعارض ہے۔

جواب: تعارض کے لئے وحدتِ زمان شرط ہے، پس اگر دونوں جواب دو وقتوں کے ہوں تو کیا تعارض ہے؟ — (۱) رجز: بے چین کرنے والا عذاب۔

رہی یہ بات کہ پہلا جواب کونسا ہے؟ اس کی تعیین کی ضرورت نہیں۔

کہا اس نے: اے پروردگار! شریر لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما! — یعنی ان پر حسبِ طلب عذاب نازل فرما۔

سوال: لوط علیہ السلام نے تو حید کی دعوت تو دی نہیں، جبکہ تمام انبیاء سب سے پہلے تو حید کی دعوت دیتے ہیں؟

جواب: دی ہوگی اور ضرور دی ہوگی، مگر اس کا تذکرہ نہیں کیا، بدیہی بات کا تذکرہ نہیں کیا جاتا، صرف اس گندی

حرکت کا تذکرہ کیا، جس کی پاداش میں عذاب نازل ہوا۔

لوط علیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کو ان بستیوں کے تباہ کرنے کا حکم ہوا، فرشتے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس

پہنچے اور ان کو بیٹے (اسحاق علیہ السلام) کی بشارت دی، اور اطلاع دی کہ ہم سدوم وغیرہ بستیوں کو ہلاک کرنے جارہے

ہیں — ارشادِ پاک ہے: اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لائے تو انھوں نے کہا: ہم اس بستی

والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، بے شک اس کے باشندے گنہگار ہیں — پہلے بیٹے کی بشارت دی پھر سدوم کی

ہلاکت کی خبر سنائی، اس میں اشارہ ہے کہ ایک قوم سے اگر خدا کی زمین خالی کی جا رہی ہے تو دوسری قوم (بنی اسرائیل) کی

بنیاد بھی ڈالی جا رہی ہے۔

ابراہیمؑ نے کہا: بے شک اس میں لوط ہیں — فرشتوں نے جب خبر دی تھی تو کوئی استثناء نہیں کیا تھا، انھوں نے کہا

تھا: ”ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں“ اور سورہ انفال میں ضابطہ ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ

فِيهِمْ﴾ [آیت ۳۳] یعنی نبی کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا، یہ ضابطہ عام ہے، اور سدوم میں لوط علیہ السلام موجود تھے پھر

اس کے باشندوں کو کیسے ہلاک کیا جائے گا؟ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات فرمائی، پس فرشتوں نے استثناء کیا کہ

ہمیں معلوم ہے کہ اس بستی میں لوط علیہ السلام اور دیگر مؤمنین ہیں، ہم پہلے ان کو نکال لیں گے، پھر بستی کو ہلاک کریں گے

— کہا انھوں نے: ہم خوب جانتے ہیں ان کو جو اس میں ہیں، ہم ضرور اس کو اور اس کے گھر والوں کو بچا لیں گے، مگر ان

کی بیوی (نہیں بچے گی) وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے — وہ کافر تھے، صرف دو صاحبزادیاں مسلمان تھیں۔

اور جب آئے ہمارے فرستادے لوط کے پاس تو وہ ان کی وجہ سے غم گیس ہوا، اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوا —

فرشتے نہایت حسین و جمیل مردوں کی شکل میں وہاں پہنچے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے اول پہچانا نہیں، بہت تنگ

دل اور ناخوش ہوئے کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھ سے کس طرح بچاؤں گا، اگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو

اخلاق و مروت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے، ٹھہراتا ہوں تو اس بدکار قوم سے آبرو کس طرح محفوظ رہے گی (نوائد)

— اور انھوں نے کہا: نہ ڈر نہ غم کر، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں، مگر آپ کی بیوی (نہیں بچے

گی) وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے — آنے والوں نے کہا: ہم آدمی نہیں، فرشتے ہیں، ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا کر باقی لوگوں کو غارت کریں گے، ہاں آپ کی بیوی ساتھ نہیں دے گی، وہ عذاب میں گرفتار ہوگی — ہم اس بستی والوں پر آسمان سے سخت عذاب اتارنے والے ہیں، ان کی بدکاری کی سزا میں — کہتے ہیں: ان بستیوں کے نیچے گندھک کے خزانے تھے، ان میں آگ لگ گئی، اوپر کی زمین پکی، پھٹی اور زور کا دھماکہ ہوا، اور پورا قطعہ زمین بلند ہوا، اور بکھر کر کھنکر بن کر برسا، اور پورا علاقہ سطح زمین سے دو ہزار فٹ نیچے چلا گیا، اب وہاں بحر مردہ ہے — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ باقی رکھی ہم نے اس بستی سے کھلی نشانی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں — مراد وہی بحر مردہ ہے جو عبرت گاہ ہے۔

وَاللّٰی مَدَّیْنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جَثِمِیْنَ ۝ وَعَادًا وَثَوْدًا ۙ وَقَدْ تَبَّیْنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسْكِنِهِمْ ۚ وَرِیِّنْ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمٰلَهُمْ فَصَدَّاهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ ۙ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِیْنَ ۝ وَقَارُوتَ وَفِرْعَوْنَ وَ مَا هَامَنَّ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ۝ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذُنُبِهِ ۙ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۙ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذْنَاهُ الصَّیْحَةُ ۙ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهٖ الْاَرْضَ ۙ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخْرَقْنَاهُ ۙ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ یُظْلِمُوْنَ ۝

وَاللّٰی مَدَّیْنَ	اور مدین کی طرف	اعْبُدُوا	عبادت کرو	فِی الْاَرْضِ	زمین میں
اَخَاهُمْ	ان کے برادر	اللّٰهُ	اللہ کی	مُفْسِدِیْنَ ^(۱)	خرابی مچاتے ہوئے
شُعَيْبًا	شعیب کو	وَارْجُوا	اور امید رکھو	فَكَذَّبُوْهُ	پس جھٹلایا انھوں نے اس کو
فَقَالَ	پس کہا اس نے	الْیَوْمَ الْاٰخِرَ	پچھلے دن کی	فَاَخَذَتْهُمُ	پس پکڑا ان کو
یَقَوْمِ	اے میری قوم	وَلَا تَعْتَوْا	اور نہ پھیلو	الرَّجْفَةُ	بھونچال نے

(۱) مفسدین: حال برائے تاکید ہے، کیونکہ غنوکے معنی بھی فساد پھیلانے کے ہیں۔

فَاَصْبَحُوا	پس رہ گئے وہ	وَقَارُونَ	اور قارون کو	عَلَيْهِ	ان پر
فِي دَارِهِمْ ^(۱)	اپنے علاقہ میں	وَفِرْعَوْنَ	اور فرعون کو	حَاصِبًا	سنگ بار ہوا
جُثَيَيْنَ	اوندھے منہ پڑے ہوئے	وَهَامَانَ	اور ہامان کو	وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض
وَعَادًا ^(۲)	اور عاد کو	وَلَقَدْ	اور بخدا تحقیق	مَنْ أَخَذْتُهُ	پکڑا اس کو
وَتَمُودًا	اور تمود کو	جَاءَهُمْ	لائے ان کے پاس	الصَّبِيحَةَ	چنگھاڑنے
وَقَدْ تَّبَيَّنَ	اور تحقیق واضح ہو چکا ہے	مُوسَى	موسیٰ	وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض
لَكُمْ	تمہارے لئے	بِالْبَيِّنَاتِ	نشانیاں	مَنْ خَسَفْنَا	دھندلا دی ہم نے
مِنْ مَسْكِنَتِهِمْ ^(۳)	ان کے گھروں سے	فَاسْتَكْبَرُوا	پس بڑھے وہ	بِهِ	اس کے ساتھ
وَزَيْنَ	اور مزین کیا	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	الْأَرْضَ	زمین
لَهُمْ	ان کے لئے	وَمَا كَانُوا	اور نہیں تھے وہ	وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض
الشَّيْطَانُ	شیطان نے	سَابِقِينَ	ہاتھ سٹکل جانے والے	مَنْ أَخَذْنَا	ڈھونڈا ہم نے
أَعْمَالَهُمْ	ان کے کاموں کو	فَكَلَّا	پس ہر ایک کو	وَمَا كَانَ اللَّهُ	اور نہیں تھے اللہ تعالیٰ
فَصَدَّاهُمْ	پس روک دیا ان کو	أَخَذْنَا	پکڑا ہم نے	لِيُظْلِمَهُمْ	کہ ظلم کرتے ان پر
عَنِ السَّبِيلِ ^(۴)	اللہ کے راستے سے	بَدَّيْنَاهُ	اس کے گناہ کی وجہ سے	وَلَكِنْ كَانُوا	لیکن تھے وہ
وَكَانُوا	اور تھے وہ	فَمِنْهُمْ	پس ان میں سے بعض	أَنْفُسَهُمْ	اپنی ذاتوں پر
مُسْتَبْصِرِينَ	ہوشیار	مَنْ أَرْسَلْنَا	بھیجی ہم نے	يُظْلِمُونَ	ظلم کرتے

مدین والوں کا انجام

مدین: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام ہے جو آپ کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوا تھا، اس کی نسل آگے چل کر بڑا قبیلہ بنی اور شرک و کفر اور دیگر برائیوں میں مبتلا ہوئی، ان کی اصلاح کے لئے قبیلہ کے آدمی حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث کئے گئے، انھوں نے ہر چند محنت کی، مگر چند ضعفاء کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا، آخر اللہ کا عذاب آیا، اور سب کھیت رہے، ارشاد پاک ہے: — اور مدین والوں کی طرف ان کے برادر شعیب کو مبعوث کیا، پس انھوں نے

(۱) دار: شہر، علاقہ جیسے مدینہ دار الهجرة ہے (۲) ناصب اهلکنا مقدر ہے، جو اخذتہم الرجفۃ سے مفہوم ہے (۳) من:

مبعوضہ ہے (۴) السبیل کال عہدی ہے۔

کہا: اے قوم! اللہ کی عبادت کرو، اور قیامت کے دن کا خیال رکھو، اور زمین میں اودھم مت مچاؤ — لین دین میں دغا بازی مت کرو، سودیہ مت لگاؤ اور ڈاکہ زنی مت کرو — پس انھوں نے اس کی تکذیب کی تو ان کو بھونچال نے پکڑ لیا، اور وہ اپنے علاقہ میں ڈھیر ہو کر رہ گئے — لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے کہ یکا یک ہولناک زلزلہ آیا، صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے سرکش گھٹنوں کے بل اوندھے منہ مرے ہوئے پڑے ہیں!

عاد و ثمود اور قارون و فرعون و ہامان کا انجام

اور عاد و ثمود کو ہلاک کیا، اور تمہیں ان کے کچھ گھر صاف نظر آرہے ہیں — عاد قدیم عرب قوم تھی، ان کا مسکن احقاف تھا جو حضرموت (یمن) کے شمال میں واقع ہے، حضرت ہود علیہ السلام ان کی طرف مبعوث کئے گئے، انھوں نے قوم کو تو حید اور اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، مگر انھوں نے ایک نہ سنی تو عذاب نے ان کو آگھیرا، آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل تیز و تند ہوا چلی، جس نے ان کی آبادی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا — ثمود: عاد کے بعد عرب قوم تھی، ان کی آبادیاں حجر میں تھیں، حجاز اور شام کے درمیان وادی ثمری ان کا مسکن تھا، حضرت صالح علیہ السلام ان کی طرف مبعوث کئے گئے، جب دعوت ہر طرح بے اثر ہو گئی تو صاعقہ (کڑک دار بجلی) نے ان کا کام تمام کر دیا، یہ قوم سنگ تراشی میں مہارت رکھتی تھی، ان کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں، ان کے کچھ گھر آج بھی صاف نظر آرہے ہیں۔ ان کھنڈرات سے عبرت حاصل کرو — اور شیطان نے ان کو ان کے اعمال بھلے کر دکھائے، سو روک دیا ان کو راہِ راست سے، اور وہ سمجھدار تھے — بڑے فرزانہ تھے، مگر شیطان کے بہکاوے میں آ گئے۔

اور قارون و فرعون و ہامان کو ہلاک کیا، اور موسیٰ ان کے پاس بالتحقیق کھلی نشانیاں لائے تھے — مگر ان سے ان عقل کے اندھوں کی آنکھیں نہ کھلیں — پس انھوں نے زمین میں سرا بھارا — کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی حق کے سامنے نہ جھکے، کبر و غرور نے ان کی گردن نیچی نہ ہونے دی — اور وہ ہاتھ سے نکل جانے والے نہیں تھے — یعنی کیا بڑے بن کر سزا سے بچ گئے، کیا انھوں نے اللہ کو ہرا دیا؟ — پس ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا — یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی — پس بعض پر — قوم لوط اور عاد پر — سنگ بار ہوا بھیجی — اور بعض کو — ثمود اور مدین والوں کو — چنگھاڑنے پکڑا — اور بعض کو — قارون کو — ہم نے زمین میں دھنسا دیا — اور بعض کو — فرعون و ہامان کو — غرقاب کر دیا — اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا — ان کی بارگاہِ نا انصافی سے پاک ہے — بلکہ انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا — یعنی ایسے کام کئے جن کا نتیجہ ان کے حق میں برائے نکلا۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ إِذَا أَخَذَتْ بُيُوتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ مَكُونًا لَا يَعْلَمُونَ ۖ إِنْ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا يُدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۖ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۖ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۖ أَتُلُوا مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۖ

۱۰۰

مَثَلُ	عجیب حال	لَبَيْتُ	یقیناً گم ہے	وَتِلْكَ ^(۳)	اور یہ
الَّذِينَ	ان کا جنہوں نے	الْعَنْكَبُوتِ	مکڑی کا	الْأَمْثَالُ	مثالیں
اتَّخَذُوا	بنائے	مَكُونًا ^(۱)	اگر/کاش ہوتے وہ	نَضْرِبُهَا	بیان کرتے ہیں ہم ان کو
مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے نیچے	يَعْلَمُونَ	جانتے	لِلنَّاسِ	لوگوں کے فائدے کیلئے
أَوْلِيَاءَ	کارساز	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَمَا	اور نہیں
كَمَثَلِ	جیسے عجیب حال	يَعْلَمُ	جانتے ہیں	يَعْقِلُهَا	سمجھتے ان کو
الْعَنْكَبُوتِ	مکڑی کا	مَا يُدْعُونَ ^(۲)	جن کو پکارتے ہیں وہ	إِلَّا الْعَالِمُونَ	مگر جاننے والے
إِذَا أَخَذَتْ	بنایا اس نے	مِنْ دُونِهِ	اللہ سے نیچے	خَلَقَ	پیدا کئے
بُيُوتًا	کوئی گھر	مِنْ شَيْءٍ	جس چیز کو بھی	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے
وَإِنَّ	اور بے شک	وَهُوَ	اور وہ	السَّمَوَاتِ	آسمان
أَوْهَنَ	نہایت ہوا	الْعَزِيزُ	زبردست	وَالْأَرْضِ	اور زمین
الْبُيُوتِ	گھر	الْحَكِيمُ	حکمت والے ہیں	بِالْحَقِّ ^(۴)	بامقصد

(۱) لو: شرطیہ ہے یا تمہنی کا، پہلی صورت میں جزاء محذوف ہوگی، اور وہ ہے: ”تو ہرگز ان کو کارساز نہ بناتے“ (۲) ما يدعون: يعلم کا مفعول بہ ہے، اور ما موصولہ ہے، اور من دونہ: يدعون سے متعلق ہے، اور من شئ: ما کا بیان ہے (۳) تلك: اسم اشارہ بعید: اسم اشارہ قریب کے معنی میں ہے۔ (۴) حق: کے معنی ہیں: وہ چیز جو حکمت کے مقتضی کے مطابق ایجاد کی گئی ہو (دیگر معانی کے لئے دیکھیں: لغات القرآن لفظ حق)

اور یقیناً یاد	وَلَذِكْرُ	کتاب سے	مِنَ الْكِتَابِ ^(۲)	بے شک اس میں	إِنَّ فِي ذَلِكَ
اللہ کی	اللَّهُ	اور اہتمام کر	وَاقِمِ	یقیناً بڑی نشانی ہے	لَايَةً
بڑی چیز ہے	اَكْبَرُ	نماز کا	الصَّلَاةَ	ایمان والوں کے لئے	لِلْمُؤْمِنِينَ
اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	بے شک نماز	إِنَّ الصَّلَاةَ	تلاوت کر	أَثَلٌ ^(۱)
جانتے ہیں	يَعْلَمُ	روکتی ہے	تَنْهَى	جو	مَّا
جو کرتے ہو تم	مَا تَصْنَعُونَ	بے حیائی کے کام سے	عَنِ الْفَحْشَاءِ	وحی کی گئی	أَوْحَى
		اور ناجائز کام سے	وَالْمُنْكَرِ	تیری طرف	إِلَيْكَ

مضبوط محل طوفانِ باد و باراں سے بچا سکتا ہے، مکڑی کا جالا نہیں بچا سکتا

پہلی آیت: ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ ماقبل میں نواقوام و اشخاص کا ذکر آیا ہے، جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے معبودوں نے ان کو اللہ کی پکڑ سے کیوں نہیں بچایا؟ جواب یہ ہے کہ مضبوط محل طوفانِ باد و باراں سے بچا سکتا ہے، مکڑی کا جالا کیا بچائے گا! مشرکین کے معبودوں کی حیثیت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں، کاش وہ یہ بات جانتے تو کبھی بھی ان کو کارساز نہ بناتے۔ ارشاد پاک ہے: — ان لوگوں کا حال جنہوں نے اللہ کے سوا کارساز تجویز کر رکھے ہیں مکڑی کے حال جیسا ہے، اس نے ایک گھر بنایا — مکڑی تار کھینچ کر گھر بناتی ہے، اس میں رہتی ہے، اور اس میں اس کا شکار (کبھی وغیرہ) پھنستا ہے — اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے — تو ہر گز ان کو کارساز نہ بناتے۔

مخلوقِ خالق کے سامنے بے قدر ہے

دوسری آیت: بھی ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، کوئی سوچ سکتا ہے کہ مشرکوں کے معبودوں میں ملائکہ، انبیاء اور اولیاء بھی ہیں، جن کی اپنی جگہ کچھ حیثیت ہے، اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک لاشی سے کیوں ہانک دیا ہے! سب کو مکڑی کے جالے کیوں قرار دیا ہے! جواب: مشرکین جن کو بھی پکارتے ہیں، ان کی حیثیت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، کیونکہ وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں، اور خالق اپنی مخلوق سے خوب واقف ہوتا ہے ﴿وَالَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ، وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾: کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ باریک بین باخبر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ذاتی اختیار نہیں رکھتا، کوئی بھی متاثر کل (۱) تلاوت: قراءت سے خاص ہے۔ تلاوت کے معنی ہیں: کسی کلام کو پڑھنا جو باعمل کے اعتقاد کے ساتھ، چنانچہ تلاوت آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص ہے (۲) من الکتاب: ما موصولہ کا بیان ہے۔

نہیں، پس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ تو زبردست حکمت آشنا ہیں، بتاؤ، ان معبودوں میں سے کون زبردست اور حکمت آشنا ہے؟ ارشاد پاک ہے: — بے شک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں ہر اس چیز کو جس کو وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں — ان میں سے کوئی بھی اختیار کامل نہیں رکھتا — اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں — ان کے کسی معبود میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں؟

مکڑی کے جالے کی مثال مثل لہ کے حسب حال ہے

تیسری آیت: بھی ایک سوال کا جواب ہے۔ مشہور اعتراض ہے کہ مکڑی کے جالے کی مثال اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں، جواب: مثالیں لوگوں کے فائدے کے لئے بیان کی جاتی ہیں، مثال میں مثال دینے والے کی حیثیت ملحوظ نہیں ہوتی، بلکہ مثل لہ کی حالت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ یہ بات سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶) میں بھی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾: اللہ تعالیٰ شرم نہیں کرتے کہ بیان کریں کوئی بھی مثال، خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی معمولی چیز کی، ارشاد پاک ہے: — اور ہم ان مثالوں کو لوگوں کے فائدے کے لئے بیان کرتے ہیں، اور ان کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں — وہی ان کی کل بٹھاتے ہیں، جاہل گنوار ان کو کیا سمجھیں! (کل بٹھانا: ٹھیک مطلب سمجھنا)

کائنات حکمت کے مقتضی کے مطابق پیدا کی گئی ہے

چوتھی آیت: میں یہ بیان ہے کہ جب ثابت ہو گیا کہ کائنات کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہیں تو اب سوال پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کیوں پیدا کی ہے؟ جواب: کائنات بامقصد پیدا کی ہے، کھیل تماشا نہیں کیا۔ ارشاد پاک ہے: — اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو — یعنی ساری کائنات کو — بامقصد پیدا کیا ہے، بے شک اس (پیدا کرنے) میں یقیناً بڑی نشانی ہے ایمان والوں کے لئے — کائنات میں مومن بندے غور کریں وہ یہ حقیقت پاسکتے ہیں کہ یہ بچوں کا گھروندا نہیں کہ کھیل لئے، پھر برابر کر دیا، بلکہ اس کے اطوار و احوال گواہی دیتے ہیں کہ یہ کائنات بامقصد اور حکمت کے مقتضی کے مطابق پیدا کی گئی ہے، ہر ورق دفترے است از معرفتِ کردگار!

قرآن کریم تخلیق کائنات کے مقصد کو بیان کرتا ہے

پانچویں آیت: میں یہ بیان ہے کہ قرآن کریم تخلیق کائنات کے مقصد کو بیان کرتا ہے، اس کی تلاوت کرو، سب کچھ اس میں مل جائے گا، یہ کتاب اسی مقصد سے اتاری گئی ہے — اور تلاوت کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ وجوباً قرآن کے احکام پر عمل کیا جائے، پھر ایک خاص عمل نماز کا حکم دیا ہے اور فحشاء اور منکر کی ممانعت کی ہے، اور اس کو

نماز کے فائدے کے طور پر ذکر کیا ہے، پھر نماز کا اس سے بڑا فائدہ بیان کیا ہے۔ ارشادِ پاک ہے: — تلاوت کر اس کتاب کی جو تیری طرف اتاری گئی ہے، اور نماز کا اہتمام کر، نماز یقیناً بے حیائی اور ناجائز کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کی یاد اس سے بڑا فائدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جانتے ہیں جو تم کرتے ہو — یہ اہم آیت ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ قرآن کریم تمام انسانوں کی طرف اتارا گیا ہے:

ارشادِ پاک: ﴿أَوْحَىٰ إِلَيْكَ﴾ کا مخاطب ہر شخص ہے، خاص نبی ﷺ اس کا مصداق نہیں، کیونکہ قرآن کریم بواسطہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کی طرف اتارا گیا ہے۔ سورۃ النحل (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾: اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت نامہ (قرآن) نازل کیا ہے، تاکہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لئے اس کو جو ان کی طرف اتارا گیا ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مخاطب ہر شخص ہے مگر اب یہ غلطی تہ بہ تہ ہو گئی ہے کہ ہم بھی اور دوسرے بھی قرآن کو صرف مسلمانوں کی مقدس کتاب سمجھتے ہیں، اس لئے اغیار اس کو ہاتھ نہیں لگاتے، حالانکہ نبی ﷺ قرآن کریم مشرکوں کے سامنے بھی پڑھتے تھے، اور جب نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں قرآن پڑھتے تھے تو مشرکین کے رؤساء چھپ کر اور عام مشرک کھل کر قرآن سنتے تھے، اور اسی وجہ سے قرآن میں جگہ جگہ مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں، تاکہ ان کو شفی ہو۔

پس جو بھی شخص کائنات پیدا کرنے کا مقصد سمجھنا چاہتا ہے وہ قرآن کریم کا مطالعہ کرے۔ قرآن کریم اس کو سمجھائے گا کہ اللہ نے یہ کائنات کیوں بنائی ہے؟ اور اس عالم میں انسان کی ذمہ داری کیا ہے؟ اس کو کیا کام کرنے چاہئیں اور کیا کام نہیں کرنے چاہئیں؟ اور اس کو کیسی زندگی گزارنی چاہئے تاکہ اس کی آخرت آباد ہو۔

۲۔ دو امر ونہی:

مثبت و منفی پہلو سے احکام بہت ہیں۔ اس آیت میں مثبت پہلو سے مثال کے طور پر اسلام کے سب سے اہم رکن نماز کا ذکر کیا ہے، اور صَلُّوا: نماز پڑھو: نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ﴾: نماز کو سیدھا کرو، تیر کی لکڑی کی طرح یعنی پورے اہتمام سے نماز ادا کرو، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور آداب کا خیال رکھو، مکروہات اور مفسدات سے بچو، اور اس طرح توجہ کے ساتھ نماز ادا کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، ورنہ اللہ تو تم کو دیکھ ہی رہے ہیں۔

اور منفی پہلو سے فحشاء اور منکر سے بچنے کا تذکرہ کیا ہے، مگر ان منفی احکام کو نماز کے ایک فائدے کے طور پر ذکر کیا ہے۔ فحشاء: بے حیائی والے گناہ، جیسے زنا، امر و پرستی، طبق زنی، جلق اور غیر محرم پر بری نظر ڈالنا وغیرہ، اور منکر: ہر ناجائز کام، پس

یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے، اس منفی حکم کو نماز کے فائدے کے طور پر ذکر کیا ہے، ہم خرمائے ہم ثواب! نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر گناہ سے روکتی ہے، نمازی نہ بے حیائی والے گناہ کرتا ہے نہ کوئی اور ناجائز کام۔ یہاں ایک مشہور سوال ہے۔ بعض بندے پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، اور وہ کسی خاص گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، پس اللہ کا ارشاد کس طرح درست ہوگا؟

یہ اعتراض روکنے اور گناہ نہ ہونے دینے کے درمیان فرق نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے، فرمایا ہے: ﴿فَنَهَى﴾: نماز روکتی ہے، نہیں فرمایا: نماز گناہ نہیں ہونے دیتی۔ جیسے کسی کا بیٹا آوارہ ہے، اوہم مچا تا پھرتا ہے، لوگ اس کے باپ سے کہتے ہیں تم اپنے بیٹے کو روکتے نہیں؟ وہ جواب دیتا ہے: تمیراروکتا ہوں، مگر نالائق مانتا نہیں، اسی طرح نماز روکتی ہے، مگر کبھی نفس یا شیطان کے غلبہ سے نمازی نہیں مانتا، پس نماز کا کیا قصور؟ — اور نماز روکتی ہے: اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی لیبارٹری (تجربہ گاہ) ہو تو اس میں تجزیہ (تحلیل) کے لئے دو دل بھیجو، ایک نمازی کا جو کسی گناہ میں مبتلا ہے، دوسرا بے نمازی کا جو اسی گناہ میں مبتلا ہے، رپورٹ یقیناً مختلف آئے گی، نمازی گناہ کرتا نظر آئے گا درحالیکہ اس کا دل رورہا ہوگا، اور بے نمازی ڈھٹائی سے گناہ کرتا نظر آئے گا، یہ دلیل ہے کہ نمازی کو نماز روکتی ہے، مگر کسی وقتی جذبہ سے وہ نہیں رکتا۔ اسی وجہ سے نمازی کو کسی دن توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، اور بے نمازی اس سے محروم رہتا ہے۔

۳۔ نماز کا بڑا فائدہ اللہ کی یاد ہے:

اللہ اکبر: مستقل جملہ ہے، اس لئے مفصل منہ من کل شیء مقدر ہے یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بڑی ہستی ہیں۔ اسی طرح اگر: ﴿وَلَدِكُمُ اللَّهُ اَكْبَرُ﴾ کو مستقل لیا جائے تو مفصل منہ عام مقدر ہوگا یعنی اللہ کا ذکر سب سے اہم عبادت ہے۔ مگر آیت کریمہ میں جس سبق میں یہ جملہ آیا ہے اس میں مفصل منہ: من هذا مقدر ہے یعنی نماز فحشاء و منکر سے روکتی ہے وہ اس کا ایک فائدہ ہے۔ اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ نماز اللہ کو یاد رکھنے کا ذریعہ ہے۔ سورہ طہ (آیت ۱۴) میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا ہے: ﴿اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾: نماز کا اہتمام کر مجھے یاد رکھنے کے لئے یعنی نماز سے مقصود اللہ کی یاد ہے، جو نماز سے غافل ہوتا ہے وہ اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے — دنیا بھول بھلیاں ہے، ذرا دیر میں آدمی اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، نماز پڑھتے پڑھتے نماز کی رکعتیں بھول جاتا ہے، اسی لئے پانچ نمازیں پانچ الگ الگ اوقات میں رکھی گئی ہیں، تاکہ بندے ان کے سہارے اللہ کو یاد رکھیں، یہی نماز کا بڑا فائدہ ہے — آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے، بندے جو اچھے برے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر نہیں، وہ اچھے کاموں کا اچھا بدلہ دیں گے اور برے کاموں کو یا تو معاف کریں گے یا دھلائی کریں گے۔ اللھم اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا، وتب علینا، انک انت التواب الرحیم (آمین)

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَالْهَنَا وَالْهَكْمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۵﴾
 وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿۶﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذَا الْأَرْتَابُ الْمُبِطُ لُونَ ﴿۷﴾ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿۸﴾

وَلَا تُجَادِلُوا	اور مت جھڑو	إِلَيْنَا	ہماری طرف	فَالَّذِينَ	پس جن کو
أَهْلَ الْكِتَابِ	اہل کتاب سے	وَأُنْزِلَ	اور اتارا گیا	آمَنُوا	دی ہم نے
إِلَّا	مگر	إِلَيْكُمْ	تمہاری طرف	الْكِتَابَ	کتاب
بِالَّتِي ^(۱)	اس (طریقہ) سے	وَالْهَنَا	اور ہمارا معبود	يُؤْمِنُونَ	مانتے ہیں وہ
هِيَ	(کہ) وہ	وَالْهَكْمُ	اور تمہارا معبود	بِهِ	اس کو
أَحْسَنُ	بہتر ہے	وَاحِدٌ	ایک ہے	وَمِنْ هَؤُلَاءِ	اور بعض ان لوگوں میں
إِلَّا	مگر	وَنَحْنُ	اور ہم	مَنْ	جو
الَّذِينَ	جو	لَهُ	اس کی	يُؤْمِنُ	مانتے ہیں
ظَلَمُوا	نا انصاف ہیں	مُسْلِمُونَ	فرمان برداری کرنے والے ہیں	بِهِ	اس کو
مِنْهُمْ	ان میں سے	وَمَا يَجْحَدُ	اور اسی طرح	بِآيَاتِنَا	اور نہیں انکار کرتے
وَقُولُوا	اور کہو	وَكَذَلِكَ	اتاری ہم نے	إِلَّا	مگر
آمَنَّا	مان لیا ہم نے	أَنْزَلْنَا	آپ کی طرف	الْكَافِرُونَ	مکرمین
بِالَّذِي	اس کو جو	إِلَيْكَ	کتاب	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ
أُنْزِلَ	اتارا گیا	الْكِتَابَ			

تَتْلُوْا	تلاوت کرتے	لَا رَتَابَ ^(۳)	ضرور شک کرتے	الْعِلْمُ	علم
مِنْ قَبْلِهِ	اس سے پہلے	الْمُبْطِلُوْنَ	باطل پرست	وَمَا	اور نہیں
مِنْ كِتَابٍ	کوئی کتاب	بَلْ هُوَ	بلکہ وہ	يَجْعَلُ	انکار کرتے
وَلَا يَخْطُئُ ^(۱)	اور نہیں لکھتے تھے	آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ	واضح آیتیں ہیں	بِآيَاتِنَا	ہماری آیتوں کا
بِمِثْلِكَ ^(۲)	آپ اس کو	فِي صُدُوْرٍ	سینوں میں	الْاَظْهَارِ	مگر
اِذَا	اپنے دائیں ہاتھ سے	الَّذِيْنَ	ان کے جو	الظَّالِمُوْنَ	نا انصاف لوگ
	تب تو	اَوْتُوْا	دیئے گئے		

قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے

گذشتہ آیت میں قرآن کی تلاوت کا حکم تھا، اب روئے سخن قرآن کی حقانیت کی طرف ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: قرآن کریم سابقہ کتابوں کی طرح اللہ کی برحق کتاب ہے، اور یہ کوئی انوکھی کتاب نہیں، اس سے پہلے تورات و انجیل وغیرہ کتابیں آچکی ہیں، یہ سب کتابیں ایک سرچشمہ سے نکلی ہوئی ہیں، اس لئے اہل کتاب اور اس امت کے درمیان نقطہ اشتراک ہے اور وہ عقیدہ توحید ہے، اس کی رعایت میں اہل کتاب کے ساتھ مذہبی گفتگو میں سلیقہ مندی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ارشاد پاک ہے: — اور اہل کتاب سے مت الجھو، مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہے — کیونکہ مشرکوں کا دین تو جز سے غلط ہے، اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا ہے، اس لئے ان کے ساتھ مذہبی گفتگو کا انداز مختلف ہونا چاہئے، نرمی، متانت اور خیر خواہی کے ساتھ ان کے سامنے بات پیش کرنی چاہئے — مگر جو نا انصاف ہیں — اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو ان کو ترکی بہ ترکی جواب دے سکتے ہو۔

اہل کتاب کے ساتھ گفتگو کا انداز: — اور کہو: ہم نے مان لیا اس کو جو ہماری طرف اتارا گیا، اور جو تمہاری طرف اتارا گیا — یعنی ہم تمہاری کتابوں کو بھی اللہ کی کتابیں مانتے ہیں — اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے — یہ ہم میں اور تم میں نقطہ اشتراک ہے — اور ہم اس کے فرمان بردار ہیں — یعنی اب اللہ نے اپنی آخری کتاب میں جو احکام دیئے ہیں: ہم ان پر عمل پیرا ہیں۔

قرآن کی حقانیت کی پہلی دلیل: اہل کتاب کا ایمان لانا: — اور اسی طرح — یعنی سابقہ کتابوں کی طرح — ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے، اب جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب کو مانتے ہیں — یعنی (۱) خط (ن): لکھنا۔ (۲) بمِثْلِكَ: اصل دائیں ہاتھ سے لکھنا ہے (۳) اذِیَاب: شک کرنا، ریب: شک۔

انصاف پسند اہل کتاب قرآن کی صداقت دل سے قبول کرتے ہیں، یہ قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے، اہل کتاب بالصیرت لوگ ہیں، وہ اللہ کی کتابوں سے واقف ہیں، ان کا قرآن پر ایمان لانا قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے۔

اور ان لوگوں میں سے — یعنی مکہ کے مشرکوں میں سے — وہ ہیں جو اس کو مانتے ہیں — یعنی مشرکوں کا ایمان لانا بھی دلیل ہے — اور ہماری آیتوں کا انکار کٹر منکر ہی کرتے ہیں — خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک: جو لوگ حق پوش ناہنجار ہیں وہی قرآن کی صداقت کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن کی حقانیت کی دوسری اور تیسری دلیل: ایک اسی ہستی کا قرآن پیش کرنا اور لاکھوں انسانوں کا اس کو حفظ کرنا — اور آپ قرآن سے پہلے کسی کتاب کی تلاوت نہیں کرتے تھے، اور نہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے، تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے — کہ آپ نے اہل کتاب کی کتابیں پڑھ کر عربی میں یہ مضامین ڈھال لئے ہیں — نبی ﷺ کی نزول قرآن سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی مکہ والوں کے سامنے تھی، وہ سب جانتے تھے کہ آپؐ کبھی کسی استاد کے پاس نہیں بیٹھے، اور آپؐ لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھے، پھر ایسی محیر العقول کتاب کہاں سے پیش کر رہے ہیں؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ آپؐ کا کمال نہیں، یہ کسی بالاتر ہستی کا کلام ہے — بلکہ وہ واضح آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جو علم دیئے گئے ہیں — یعنی اہل علم اس کو حفظ کرتے ہیں، لاکھوں مرد، عورتیں اور بچے قرآن کے حافظ ہیں: یہ بھی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، کسی انسانی کتاب کا ایک آدمہ حافظ تو ہو سکتا ہے، اور وہ بھی جب کہ اس کو سمجھتا ہو، جیسے شعراء کے راویے ہوتے ہیں، مگر بغیر سمجھے اتنی بڑی کتاب بچے تک حفظ کر لیتے ہیں، یہ قرآن کی صداقت کی دلیل ہے — اور ہماری آیتوں کا انکار نا انصاف لوگ ہی کرتے ہیں — یعنی اب بھی جو لوگ مرغ کی ایک ٹانگ! گائے جائیں: وہ سخت نا انصاف ہیں، ان کا کوئی علاج نہیں، جب کوئی شخص ٹھان لے کہ مجھے ماننا نہیں تو اس کو کون منوا دے!

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرًا لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ۖ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لِّجَاءِهِمُ الْعَذَابُ ۖ وَلَئِيَّا تَتَذَكَّرُ ۖ

بَغْتَهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۝
يَوْمَ يَخْسَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُقُوا
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	عَلَيْكَ	تجھ پر	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہے
لَوْلَا	کیوں نہیں	الْكِتَابِ	کتاب	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ
أُنْزِلَ	اتاری گئیں	يُنْتَلَى	پڑھی جاتی ہے	أَمْتُوا	مانتے ہیں
عَلَيْهِ	اس پر	عَلَيْهِمْ	ان پر	بِالْبَاطِلِ	غلط بات
آيَاتُ	نشانیاں	إِنَّ فِي ذَلِكَ	بے شک اس میں	وَكُفَرُوا	اور انکار کرتے ہیں
مِنْ رَبِّهِ	اس کرب کی طرف سے	لِرَحْمَةٍ	البتہ مہربانی	بِاللَّهِ	اللہ تعالیٰ کا
قُلْ	کہہ	وَذِكْرٌ	اور نصیحت ہے	أُولَئِكَ	وہی لوگ
إِنَّمَا	بس	لِقَوْمٍ	ایسے لوگوں کے لئے	هُمْ	وہ
الْآيَاتُ	نشانیاں	يُؤْمِنُونَ	جو مانتے ہیں	الْخَاسِرُونَ	گھانا پانے والے ہیں
عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے پاس ہیں	قُلْ	کہہ	وَيَسْتَعْجِلُونَكَ	اور جلدی مچاتے ہیں {
وَلَا نَمَّا	اور بس	كُفَّ	کافی ہیں	وَهُ تَجْهَسُ	وہ تجھ سے
أَنَا	میں	بِاللَّهِ ^(۱)	اللہ تعالیٰ	بِالْعَذَابِ	عذاب کے بارے میں
نَذِيرٌ	ڈرانے والا ہوں	بَنِي	میرے درمیان	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتی
مُبِينٌ	کھلا	وَيُنَبِّئُكُمْ	اور تمہارے درمیان	أَجَلٌ	مدت
أَوَّلَهُ	کیا اور نہیں	شَهِيدًا ^(۲)	گواہ	مُسْتَعَى	مقرر
يَكْفِيهِمْ	کافی ان کو	يَعْلَمُ	جانتے ہیں	لَجَاءَهُمْ	تو پہنچتا ان کو
أَنَّا	کہ ہم نے	مَا	جو	الْعَذَابُ	عذاب
أَنْزَلْنَا	اتاری	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں	وَلِكَيْلَا تَذَكَّرَهُمْ	اور ضرور آئیگا ان کے پاس

(۱) کفی کے فاعل پر باء زائد ہے (۲) شہید: تمیز ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے۔

اور نیچے سے	وَمِنْ تَحْتِ	جہنم	جَهَنَّمَ	اچانک	بَعَثَهُ
ان کے پیروں کے	أَرْجُلِهِمْ	یقیناً گھیرنے والی ہے	لَحِيطَةً	اور وہ	وَهُمْ
اور فرمائیں گے	وَيَقُولُ	کافروں کو	يَا الْكَافِرِينَ	احساس نہیں کرتے ہوئے	لَا يَشْعُرُونَ ^(۱)
چکھو	ذُوقُوا	(یاد کرو) جس دن	يَوْمَ	اور جلدی مچاتے ہیں {	يَسْتَعْجِلُونَكَ
جو تم تھے	مَا كُنْتُمْ	ڈھانکے گا ان کو	يَنْفُسُهُمْ	وہ تجھ سے	
کرتے	تَعْمَلُونَ	عذاب	الْعَذَابُ	عذاب کے بارے میں	يَا الْعَذَابِ
		ان کے اوپر سے	مِنْ قَوْقِهِمْ	اور بے شک	وَلَا

ایک سوال کے تین جواب کہ نشانیاں دکھاؤ تو ہم قرآن کی حقانیت پر ایمان لائیں

سورة بنی اسرائیل (آیات ۹۰-۹۴) میں مشرکین مکہ کے نامعقول مطالبات آئے ہیں، مثلاً: (۱) سرزمین مکہ میں نہر جاری کر کے اس کو سرسبز و شاداب بناؤ (۲) آپ کے لئے کھجور اور انگور کا باغ ہو، اور اس کے بیج میں نہریں رواں ہوں (۳) آسمان کو پارہ پارہ کر کے گرا دو (۴) اللہ جلوہ گر ہو کر اور فرشتے ظاہر ہو کر آپ کے سچے نبی ہونے کی گواہی دیں، وغیرہ وغیرہ — وہاں ان بے ہودہ مطالبات کا جواب دیا ہے، یہاں اس مطالبہ کے تین جواب دیئے ہیں:

پہلا جواب: نشان دکھانا رسول کے اختیار میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اور نبی کی تصدیق اس پر موقوف بھی نہیں، نبی کا کام بدی کے نتائج سے صاف صاف آگاہ کرنا ہے، پھر نبی کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ جو چاہیں نشان دکھائیں، یہ ان کے اختیار کی بات ہے۔

دوسرا جواب: کیا قرآن کریم جو رات دن ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے: کافی نشان نہیں؟ دیکھتے نہیں! قرآن کی حقانیت پر ایمان لانے والے کس طرح رحمت خداوندی سے بہرہ ور ہو رہے ہیں؟ اور کس طرح اس کی نصیحت پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سنوار رہے ہیں؟ قرآن کریم کے مؤمنین کی زندگیوں پر مرتب ہونے والے اثرات اس کی حقانیت کی دلیل ہیں۔

تیسرا جواب: ہر دعوے پر گواہ چاہئے، رسول کے دعوئے رسالت کے گواہ اللہ تعالیٰ ہیں، اور وہ سب سے مضبوط گواہ ہیں، کیونکہ گواہ کے لئے معاملہ کی پوری واقفیت ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے تمام احوال سے واقف ہیں، تم دیکھتے نہیں! وہ رسول کو اور اس پر ایمان لانے والوں کو کس طرح بڑھا رہے ہیں، یہ رسول کے دعوئے کی عملی تصدیق ہے۔

(۱) شعور بھٹک پڑنا، محسوس ہونا، سان گمان ہونا۔

پس اب جو غلط چیز (بتوں) کو مانیں گے، اور برحق اللہ تعالیٰ کا انکار کریں گے: وہ گھائٹے میں رہیں گے۔
 آیات پاک: — اور کہا انھوں نے — منکرین نے — اس پر — رسول پر — اس کے رب کی
 طرف سے نشانیاں — جو ہم مانگتے ہیں — کیوں نہیں اتاری گئیں؟ پہلا جواب: — کہہ نشانیاں اللہ ہی کے
 پاس ہیں، اور میں کھول کر نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والا ہی ہوں — دوسرا جواب: — کیا اور ان کے لئے کافی
 نہیں یہ بات کہ ہم نے آپؐ پر کتاب اتاری ہے، وہ ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں یقیناً مہربانی اور
 نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو مانتے ہیں — تیسرا جواب: — کہہ: اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی
 گواہ ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے — اور جو لوگ غلط چیزوں کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا انکار
 کرتے ہیں وہی گھانا پانے والے ہیں!

نامعقول مطالبہ کی ایک مثال کہ ہم باطل پر ہیں تو ہم پر دنیوی یا اخروی عذاب کیوں نہیں آتا؟
 دنیوی عذاب: اس لئے نہیں آتا کہ ہر چیز کے لئے ایک وقت متعین ہے: کُلُّ أَمْرٍ مَرْهُونٌ بِوَقْتِهِ، اور جان لو کہ دنیا
 میں عذاب ضرور آئے گا، اور اچانک آئے گا، تمہیں اس کا سامان گمان بھی نہیں ہوگا — یہ عذاب بدر کے میدان میں آیا،
 مکہ والوں کے سب سورما قتمہ اجل بن گئے، اور ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے!
 اور اخروی عذاب: موت کے بعد آئے گا، وہ اس سے بچ نہیں سکتے، کیونکہ جہنم ان کو گھیرے ہوئے ہے — وہ دن یاد
 کرو جب جہنم کا عذاب ان کو اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے یعنی ہر طرف سے ڈھانکے گا، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں
 گے: اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو! — وہ دن نہایت بردن ہوگا، وہ دن آئے اس سے پہلے جہنم سے بچنے کا سامان کرلو!
 آیات پاک: — اور وہ آپؐ سے (دنیوی) عذاب جلدی مانگتے ہیں! — اور اگر مدت مقرر نہ ہوتی تو ان کو
 عذاب پہنچتا، اور ضرور ان کو اچانک پہنچے گا، اور ان کو سامان گمان نہ ہوگا!
 اور وہ آپؐ سے (اخروی) عذاب جلدی مانگتے ہیں! — اور جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے — (یاد
 کرو) جس دن ڈھانکے گا ان کو عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے، اور وہ کہے گا: چکھو، جو کچھ تم کیا
 کرتے تھے!

يُعَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّائِهِ فَاعْبُدُونِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ
 ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنْ

الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعَمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۖ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ وَكَآيِنٌ مِّنْ دَآئِبَةٍ لَا تَحِلُّ رِزْقَهَا ۗ اللَّهُ يَرْزُقُهَا إِيَّاهُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

یُعْبَادُونَ	اے میرے بندو	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	الَّذِينَ	جنہوں نے
الَّذِينَ	جو	الصَّالِحَاتِ	نیک کام	صَبَرُوا	برداشت کیا
آمَنُوا	ایمان لائے	لَيُبَوِّئَنَّهُمْ ^(۱)	{ ضرور ٹھکانہ دیں گے ہم ان کو	وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ	اور اپنے رب پر
إِنَّ أَرْضِي	بے شک میری زمین	مِّنَ الْجَنَّةِ	جنت کے	يَتَوَكَّلُونَ	بھروسہ کرتے ہیں
وَأَسْعَدُ	کشاہدہ ہے	غُرَفًا	بالا خانوں میں	وَكَآيِنٌ ^(۲)	اور بہت سے
قَوَائِمًا	پس میری ہی	تَجْرِي	بہتی ہیں	مِّنْ دَآئِبَةٍ	جانور
فَاعْبُدُونِ	بندگی کرو	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	لَا تَحِلُّ	نہیں اٹھاتے
كُلُّ نَفْسٍ	ہر نفس	الْأَنْهَارُ	نہریں	رِزْقَهَا	اپنی روزی
ذَآئِقَةً	چکھنے والا ہے	خَالِدِينَ	سدا رہنے والے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
الْمَوْتِ	موت کو	فِيهَا	ان میں	يَرْزُقُهَا	ان کو روزی دیتے ہیں
ثُمَّ إِلَيْنَا	پھر ہماری طرف	نِعَمَ	بہترین ہے	وَإِيَّاهُمْ	اور تم کو
تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے	أَجْرُ	بدلہ	وَهُوَ	اور وہ
وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	الْعَامِلِينَ	عمل کرنے والوں کا	السَّمِيعُ	خوب سننے والے
آمَنُوا	ایمان لائے			الْعَلِيمُ	ہر چیز جاننے والے ہیں

نیک مومنین کا بہترین انجام

اب کفار کے مقابلہ میں نیک مومنین کا بہترین انجام بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں: — اے میرے وہ بندو جو

(۱) لَيُبَوِّئَنَّهُمْ: جمع متکلم، مضارع بائون تاکید، ہم: مفعول، تَبَوُّؤُة: مصدر باب تفعیل: ہم ضرور ان کو جگہ دیں گے، اتاریں گے

(۲) وَكَآيِنٌ: اصل میں کَآئِی تھا، قرآنی رسم الخط میں تنوین کونون کی صورت میں لکھا گیا ہے، یہ لفظ مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے، اور اس کی تیز پر من آتا ہے۔

ایمان لائے! بے شک میری زمین کشادہ ہے، پس میری ہی بندگی کرو — یعنی مکہ کے کافر اگر تم کو تنگ کرتے ہیں تو اللہ کی زمین وسیع ہے، دوسری جگہ (مدینہ) چلے جاؤ، اور میری ہی بندگی کرو — ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے — یعنی دنیا کی زندگی کئی دن کی ہے؟ جہاں بن پڑے کاٹ لو، پھر ہمارے پاس آؤ گے تب صلہ پاؤ گے — اور وہ صلہ یہ ہے: — اور جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے: ہم ان کو ضرور ٹھکانہ دیں گے جنت کے بالا خانوں میں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، بہترین ہے ان عمل کرنے والوں کا بدلہ جنھوں نے مصائب سہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں — یعنی جو لوگ صبر و استقلال سے اسلام و ایمان کی راہ پر چمے رہے، اور خدا پر بھروسہ کر کے گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے: ان کو اس وطن کے بدلے بہترین وطن ملے گا، اور ان کو یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیئے جائیں گے! (فوائد) — اور توکل کی ایک مثال — اور بہتر ہے جانور اپنی روزی اٹھائے ہوئے نہیں ہیں — بعض جانوروں کے پاس ذخیرہ ہوتا ہے، اکثر بیلنس نہیں رکھتے — اور اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو روزی دیتے ہیں — یعنی روزی کی طرف سے بے فکر ہو کر ہجرت کرو، وہ تمہیں ضائع نہیں کرے گا — اور وہ خوب سننے والے ہر چیز کو جاننے والے ہیں — بندوں کی التجائیں سنتے ہیں، اور ان کے احوال جانتے ہیں، پس تم سامانِ معیشت ساتھ لے جانے کی فکر مت کرو، اللہ کے بھروسہ پر نکل کھڑے ہوؤ، وہ روزی مہیا کریں گے۔

وَلِئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَخَسَخَرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَلِئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

وَلِئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ	اور بخدا اگر	خَلَقَ	پیدا کئے	وَسَخَّرَ ^(۱)	اور کام میں لگایا
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ	پوچھیں آپ ان سے	السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ	آسمان اور زمین	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ	سورج اور چاند کو
كُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝	کس نے				

لَيَقُولَنَّ اللَّهُ (۱)	البتہ ضرور کہیں گے وہ اللہ نے	لَهُ إِنَّ اللَّهَ	اس کے لئے بے شک اللہ تعالیٰ	الْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ	زمین کو بعد
فَأَنَّهُ يُؤْفِكُونَ (۲)	پس کہاں اللہ پھر سبھا رہے ہیں وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ	ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں	مَوْتَهَا لَيَقُولَنَّ	اس کے مرجانے کے ضرور کہیں گے وہ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	وَكَلِمَ سَأَلْتَهُمْ	اور بخدا! اگر پوچھیں آپ ان سے	اللَّهُ قُلْ	اللہ نے کہیں
يَبْسُطُ الرِّزْقَ	پھیلاتے ہیں روزی	مَنْ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ	کس نے اتارا آسمان سے	الْحَمْدُ لِلَّهِ	تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں
لِمَنْ يَشَاءُ	جس کے لئے چاہتے ہیں	مَاءٍ فَاحْيَا	پانی پس زندہ کیا	بَلْ أَكْثَرُهُمْ	مگر ان میں سے اکثر
مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ (۳)	اپنے بندوں میں سے اور تنگ کرتے ہیں	بِهِ	اس کے ذریعہ	لَا يَعْقِلُونَ	سمجھتے نہیں

اسبابِ رزق اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں، پس وہی معبود ہیں

رزق کے تمام اسباب سماویہ اور ارضیہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کئے ہیں، پس اس پر بھروسہ کرنا چاہئے، ہجرت میں سامانِ معیشت ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں، یہ ماسبق سے ربط ہوا۔ اور جب رزاق اللہ تعالیٰ ہیں تو معبود بھی وہی ہیں، اس طرح کلامِ کارخ توحید کی طرف ہو گیا۔ ارشادِ پاک ہے: — اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ اور کس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا؟ — اوپر سے پانی برستا ہے، زمین غذا اگاتی ہے، سورج کی توانائی پھل اور غلہ پکاتی ہے اور چاند کی چاندی ذائقہ پیدا کرتی ہے، یوں اللہ تعالیٰ نے روزی کے اسباب فراہم کئے — پس وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! — مشرکین جو اہر کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو ایشور (خالق) کہتے ہیں، اس لئے وہ یہی جواب دیں گے — پس وہ کدھر پلٹے جارہے ہیں؟ — اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مورتیوں کے گرویدہ کیوں ہو رہے ہیں؟ جو خالق و رزاق ہے وہی معبود ہے، کوئی دوسرا معبود کہاں سے آگیا؟

اسبابِ رزق اختیار کرنے پر سب کو روزی حسبِ خواہش یا یکساں کیوں نہیں ملتی؟

آگے ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ لوگ اسبابِ رزق اختیار کرتے ہیں، مگر روزی سب کو دل خواہ نہیں ملتی: اس کی

(۱) اللہ: مبتدا ہے، اور خبر محذوف ہے ای خلق و مسخر (۲) إلفك (ضرب): پھیرنا، بھٹکانا (۳) قذو (ضرب): تنگ کرنا۔

کیا وجہ ہے؟ جواب: یہ بات بندوں کی مصلحت پر موقوف ہے، جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسباب خود کار نہیں، ان کا سراسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے، وہ بندوں کی مصلحت کے موافق روزی کشادہ اور تنگ کرتے ہیں، ارشاد پاک ہے: — اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں، اور اس کے لئے تنگ کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

اسباب معیشت کی اللہ تعالیٰ تجدید کرتے ہیں

اب یہ بات بیان کرتے ہیں کہ اسباب رزق کی اللہ تعالیٰ تجدید کرتے ہیں، جب زمین اجڑ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اوپر سے پانی برساتے ہیں جس سے زمین لہلہانے لگتی ہے، اور تازہ فصل تیار ہوتی ہے، اور لوگوں اور جانوروں کو روزی ملتی ہے۔ اسی طرح سیم وزر میں تقدیری (مان لیا ہوا) نماء (بڑھوتری) ہے، اموال تجارت میں تحقیقی، اور مواشی میں حسی، اسی نماء میں اللہ تعالیٰ نے غریبوں کا حق رکھا ہے۔ پس جو خدا اسباب معیشت کی تجدید کر کے روزی پہنچاتا ہے وہی معبود ہے، مگر اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

یہ ماقبل سے ربط و تعلق ہوا، اور مابعد سے تعلق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اسباب معیشت کی تجدید کرتے ہیں: اس دنیا کو بھی دوسری دنیا سے بدل دیں گے، تاکہ مومنین کے لئے سامان عیش (جنت) فراہم کریں، وہی ان کی روزی ہوگی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! کہو: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں — وہی معبود ہیں، کیونکہ معبود ہونا سب سے بڑا کمال ہے، اور تمام کمالات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، پس یہ کمال بھی ان کے ساتھ خاص ہے — مگر بیشتر لوگ سمجھتے نہیں! — ان کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں، اس لئے پتھروں کو معبود بنائے ہوئے ہیں!

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌ وَلَعِبٌ ۖ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَاتُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَلِيَتَمَنَّوْا ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِمَّا امْتَنَّا وَيُنْخَضُّ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِلَا بَاطِلٍ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَىٰ

اللَّهُ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٥٠﴾
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥١﴾

۴۴

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ ^(۱) وَلَعِبٌ ^(۲) وَلَآئِكَ الذَّآرِ الْآخِرَةُ لَهُوَ الْحَيَوَانُ ^(۳) لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ	اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی مگروں بہلانا اور کھیلنا اور بے شک پچھلا گھر البتہ وہ زندگانی ہے اگر/کاش وہ جانتے پس جب سوار ہوئے وہ کشتی میں پکارا انھوں نے اللہ کو خالص کر کے اس کے لئے دین (اعتقاد) کو پس جب نجات دی ہم نے ان کو	إِلَى النَّارِ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ لِيَكْفُرُوا بِمَا أَنبِئْتَهُمْ وَلِيَكْفُرُوا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ أَوَلَمْ يَذَرُوا آثَارًا جَعَلْنَا حَوَآصًا أَمْنًا ^(۴) وَيَنْخَفِطُ ^(۵) النَّاسُ	خشکی کی طرف اچانک وہ شریک کرتے ہیں تاکہ انکار کریں گے وہ اس کا جو دیا ہم نے ان کو اور تاکہ فائدہ اٹھائیں وہ پس عنقریب جانیں گے وہ کیا اور نہیں دیکھا انھوں نے کہ ہم نے بنایا حرم شریف کو امن والا (در انحالیکہ) اچکے جار ہے ہیں لوگ	مِّنْ حَوْلِهِمْ أَفْبَالٌ بَاطِلٌ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ	ان کے آس پاس سے کیا پس باطل پر یقین رکھتے ہیں اور نعمت کا اللہ کے انکار کرتے ہیں اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جس نے گھڑا اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا دین حق کو جب پہنچا اس کو کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ منکروں کا
--	--	---	--	---	---

(۱) لہو: غیر دانشمندانہ تفریح (۲) لعب: کھیل، دلچسپ مشغلہ (۳) حیوان: حیوانی یعنی کا مصدر، اصل میں حیوان تھا، یا، ثانیہ کو او سے بدل دیا ہے، یہ حیاۃ سے زیادہ بلیغ ہے۔ (۴) آمنا: جعلنا کا مفعول ثانی ہے (۵) جملہ حالیہ ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِينَا	اور جنہوں نے سخت محنت کی ہمارے لئے	لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا	ضرور دکھائیں گے ہم ان کو ہماری راہیں	وَرَأَى اللَّهُ لَعَمْرُكَ الْمُحْسِنِينَ	اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً ساتھ ہیں نیکو کاروں کے
------------------------------------	--	--------------------------------	--	---	---

کائنات کی تجدید ہوگی، اور دوسری زندگی اصل زندگی ہوگی

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ یہ دنیا جو اس وقت رواں دواں ہے: ایک دن ختم کر دی جائے گی: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ ہر چیز فنا ہونے والی ہے، علاوہ اللہ کی ذات کے (القصص آیت ۸۸) پھر بتدریج آفرینش کی ابتدا ہوگی: ﴿وَإِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ﴾: بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا (البروج آیت ۱۳) یہی کائنات کی تجدید یعنی نیا ایڈیشن ہے، اور دوسری زندگی ہی اصل زندگی ہوگی، وہ ہمیشہ کے لئے ہوگی، جنت اور جہنم ابدی ہیں، پس آدمی کو چاہئے کہ یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے، اس فانی دنیا پر نہ رکتھے، اس کی حقیقت بہلاوا اور تماشا ہے۔ ارشاد پاک ہے: — اور دنیا کی یہ زندگی بہلاوا اور تماشا ہی ہے، اور بے شک کچھلی دنیا ہی زندگی ہے، اگر/کاش لوگ جانتے!

دنیا کی زینت کفر سے ہے، اور آخرت کی ایمان سے

آخرت کو بھول کر اور دنیا کو محض نظر بنا کر رات دن اپنی توانائیاں وہی لوگ خرچ کرتے ہیں جن کو آڑے وقت اللہ یاد بھی آتا ہے تو جلد ہی اس کو بھول جاتے ہیں، اور اپنی دنیا میں مگن ہو جاتے ہیں، جب ان کی کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے تو بڑی عقیدت سے اللہ کو پکارتے ہیں، مگر جو نبی خشکی پر قدم رکھتے ہیں: اللہ کا احسان بھول جاتے ہیں، اور جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں چند دن مزے اڑانا چاہتے ہیں، اڑالیں! عنقریب ان کو پتہ چل جائے گا کہ احسان فراموشی کا نتیجہ کیا ہے! ارشاد فرماتے ہیں: — پس جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو انھوں نے اللہ کو پکارا، خالص اعتقاد سے، پھر جب ان کو خشکی کی طرف نجات دی تو اچانک وہ شریک ٹھہرانے لگے، تاکہ اس نعمت کا انکار کریں جو ہم نے ان کو دی — مثلاً ڈوبنے سے بچایا — اور تاکہ فائدہ اٹھائیں — چند روز مزے اڑالیں — سو عنقریب وہ جان لیں گے!

اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان کہ حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا

اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا: اللہ کی نعمتوں کا انکار ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان مشرکین مکہ پر یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا ہے۔ مکہ کے کفار اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں ہیں، ارد گرد سارے عرب میں کشت و خون کا بازار گرم تھا، اور مکہ والے چین سے تھے، وہ اللہ کا یہ احسان کیوں نہیں مانتے، اور صرف اس کی بندگی کیوں نہیں کرتے؟ وہ باطل (بتوں) کو تو مانتے ہیں جن کا کوئی احسان نہیں، اور برحق اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے جن کا یہ بڑا احسان ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا اور وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے حرم شریف کو امن کی جگہ بنایا، دراصل ایکہ لوگ ان کے آس پاس سے اچکے جا رہے ہیں؟ کیا پس وہ غلط چیز کو مانتے ہیں، اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں؟

شُرک کرنے والوں کا یادِ حق کو جھٹلانے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے

آیت کریمہ میں اَوَمَانَةُ الْخُلُو کا ہے، پس دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں، شرک کرنے والے: جیسے مشرکین مکہ، اور دین حق کا انکار کرنے والے: جیسے یہود و نصاریٰ: سب کا انجام دوزخ ہے، کیونکہ یہ دونوں باتیں سب سے بڑی نا انصافی ہیں، کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا: اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے جس کا کوئی جواز نہیں، اسی طرح نبی ﷺ جو دین حق لے کر آئے ہیں: اس کو جھٹلانا کیا کم ظلم ہے؟ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا — کہ بت ان کے شریک ہیں — یا سچی بات کو جھٹلایا جب وہ اس کو پہنچی، کیا جہنم میں منکروں کا ٹھکانہ نہیں؟

دین کے لئے مشقتیں برداشت کرنے والوں کی نصرت

منکرین کا انجام سنا کر اب مؤمنین کا انجام بیان کرتے ہیں، یہ وہ مؤمنین ہیں جو کفار مکہ کے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے، سورت کا آغاز انہی کے تذکرہ سے ہوا تھا۔ فرماتے ہیں: جو لوگ اللہ کے لئے محنت اٹھاتے ہیں اور بے وطنی کی مشقت جھیلتے ہیں: ان کو اللہ تعالیٰ کامیابی کی راہیں دکھائیں گے، ان کی دست گیری فرمائیں گے، کیونکہ اللہ کی حمایت و نصرت ہمیشہ نیکوکاروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جو لوگ ہمارے دین کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں: ہم ضرور ان کو اپنی راہیں سمجھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ یقیناً نیکوکاروں کے ساتھ ہیں۔

فائدہ: جہاد کے مادہ کے ساتھ فی سبیل اللہ آئے تو وہ خاص ہے، اس وقت جہاد کے معنی ہیں: دشمنانِ اسلام سے لوہا لینا، اور جب فی اللہ یا فینا آئے تو عام ہے، اس وقت لفظ دین محذوف رہتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ تن توڑ محنت کرے، آخری درجہ کی طاقت خرچ کر دے، اسی کو مجاہدہ کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الروم

نمبر شمار ۳۰ نزول کا نمبر ۸۴ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۶۰ رکوع: ۶

یہ بھی مکی دور کی تقریباً آخری سورت ہے، اس کے نزول کا نمبر ۸۴ ہے، سورة عنکبوت کا ۸۵ تھا، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں۔ اس سورت کے شروع میں رومیوں کے غلبہ کی پیشین گوئی ہے، اس لئے اس کا نام سورة الروم رکھا گیا ہے۔ گذشتہ سورت کے آخر میں قرآن کی حقانیت کا بیان تھا، یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہوئی ہے، شروع میں یہ پیش خبری ہے کہ دس سے کم سالوں میں رومیوں کا غلبہ ہوگا، یہ خبر ٹھیک وقت پر پوری ہوئی، جس سے قرآن کی حقانیت ثابت ہوئی۔

اور اس پیشین گوئی میں مہاجرین مدینہ کے لئے ایک خوش خبری تھی کہ وہ بھی چند سالوں میں مکہ کے کفار پر غالب آئیں گے، چنانچہ آٹھویں سال یہ خبر بھی واقعہ بنی — پھر معا بعد آخرت کا تذکرہ شروع ہوا ہے، یہ بھی آئندہ کی ایک خبر ہے، اور تحقق الوقوع ہے، پس دونوں خبروں میں مناسبت ہے — پھر وقوع آخرت کی خبر دے کر آخرت کی آٹھ دلیلیں بیان کی ہیں، یہ خاصہ کی چیز ہے، اس کے بعد شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات ہے، پھر مشرکین کے بے ہنگم احوال ہیں۔

پھر یہ مضمون شروع ہوا ہے کہ اللہ نے جس کے لئے روزی کشادہ کی ہے وہ صدقہ خیرات کرے، لون (سودی قرض) نہ دے، سود حرام ہے، اور سودی نظام تباہ کن معاشی نظام ہے، اس نے سارے عالم کو اپنی پلیٹ میں لے رکھا ہے، اور خشکی اور تری میں بگاڑ پھیل گیا ہے، پس اس سے بچنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کے حلال ذرائع: تجارت اور زراعت پیدا کئے ہیں، لوگ ان کے ذریعہ روزی حاصل کریں، حرام کو کیوں اپنائیں! سود خوری: مفت خوری کی ایک شکل ہے، اس سے بچیں، یہ مضمون بھی اہم ہے — پھر سورت کے آخر میں آخرت کا تذکرہ ہے، اور پانچ باتیں بیان کر کے سورت ختم کی ہے، یہ سورت کے بنیادی مضامین ہیں، درمیان میں ضمنی باتیں آئیں — اب سورت کی تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ قارئین کرام کو قرآن کی برکات سے نوازیں (آمین)



رُكُوعَاتُهَا ۶

(۳۰) سُورَةُ الرُّومِ مَكِّيَّةٌ (۸۴)

آيَاتُهَا ۶۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْمَ ۝ غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِيْ اَذْنِ الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بَضْعِ سِنِيْنَ ۝ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۝ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بَنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ ۝ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ لَا يَخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

بِسْمِ	نام سے	{ مِّنْ بَعْدِ	اپنے مغلوب ہونے	الْمُؤْمِنُوْنَ	مؤمنین
اللّٰهِ	اللہ کے	عَلَيْهِمْ ۝ (۱)	کے بعد	بَنَصْرِ اللّٰهِ	اللہ کی مدد سے
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	سَيَغْلِبُوْنَ	جلد غالب آئیں گے	يَنْصُرُ	مدد کرتے ہیں
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	فِيْ بَضْعِ سِنِيْنَ (۲)	چند سالوں میں	مَنْ يَّشَاءُ	جس کی چاہتے ہیں
الْمَ	الف، لام، میم	لِلّٰهِ	اللہ ہی کے لئے	وَهُوَ	اور وہ
غُلِبَتِ	مغلوب ہوئے	الْاَمْرُ	اختیار ہے	الْعَزِيْزُ	زبردست
الرُّومُ	رومی	مِنْ قَبْلُ	پہلے بھی	الرَّحِيْمُ	حکمت آشا ہیں
فِيْ اَذْنِ	لگواں زمین میں	وَمِنْ بَعْدُ	اور بعد میں بھی	وَعَدَ اللّٰهُ (۳)	اللہ کا وعدہ ہے
الْاَرْضِ	{	وَيَوْمَئِذٍ	اور اس دن	لَا يَخْلِفُ	نہیں خلاف کرتے
وَهُمْ	اور وہ	يَفْرَحُ	خوش ہو گئے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ

(۱) غُلِبَ: مصدر مجہول ہے، جس کے معنی ہیں: مغلوب ہونا، عربی میں مصدر معروف اور مصدر مجہول میں فرق نہیں ہوتا، قرآن سے پہچانا جاتا ہے۔ جیسے نَصَرَ يَنْصُرُ نَصْرًا میں نَصْرًا: مصدر معروف ہے، اس کے معنی ہیں: مدد کرنا۔ اور نَصِرَ يَنْصُرُ نَصْرًا: میں نَصْرًا: مصدر مجہول ہے، اس کے معنی ہیں: مدد کیا جانا (۲) بضع: تین تا نو (۳) وعد اللہ: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، جس کو محذوف رکھنا واجب ہے، ای وعد اللہ وعدا۔

وَعَدَا وَلَكِنَّ	اپنے وعدہ کا لیکن	يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا	جانتے ہیں وہ ظاہر کو	وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ	اور وہ آخرت سے
أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ	اکثر لوگ جانتے نہیں	مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی کے	هُمْ غُفْلُونَ	بے خبر ہیں

اللہ پاک کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمان و رحیم ہیں

رومیوں کے غلبہ کی پیشین گوئی قرآن کی حقانیت کی دلیل ہے، اور اس میں مہاجرین کے لئے اشارہ ہے ماقبل سے ربط: گذشتہ سورت میں قرآن کی حقانیت اور مدینہ کی طرف ہجرت کا ذکر آیا ہے۔ اب اس سورت میں ایک پیشین گوئی کے ضمن میں مہاجرین کو اشارہ دیا ہے کہ مدینہ کی طرف نکلو، ان شاء اللہ رومیوں کی طرح چند سالوں میں غالب آؤ گے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے، چنانچہ ہجرت کے بعد آٹھویں سال مکہ فتح ہوا، اور مہاجرین گھر لوٹے — اور رومی بھی ساتویں سال غالب آئے، قرآن کی حقانیت ظاہر ہو کر رہی اور بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔

پیشین گوئی: — جزیرۃ العرب سے لگی ہوئی دو بھاری حکومتیں: روم و فارس تھیں، یہ حکومتیں اس وقت کی سپر پاور تھیں، ان میں مدتِ دراز سے ٹکر چلی آرہی تھی ۶۰۲ء سے ۶۱۳ء کے بعد تک ان میں حریفانہ نبرد آزمائی کا سلسلہ جاری رہا۔ نبی ﷺ کی ولادت مبارکہ ۵۷۰ء میں ہوئی ہے، اور بعثت ۶۱۰ء میں۔ آپ کی بعثت کے بعد روم اور فارس میں مقامِ اذرعات و بصری کے درمیان لڑائی ہوئی، اور رومی مغلوب ہو گئے۔ خسرو پرویز نے رومن امپائر کو فیصلہ کن شکست دیدی، شام، مصر اور ایشیائے کوچک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے، اور رومی اپنے دارالسلطنت میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہو گئے — جب یہ خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو مشرکین نے بغلیں بجائیں، وہ مسلمانوں سے کہنے لگے: ”تم اور رومی اہل کتاب ہو، اور ہم اور فارسی ہم مشرب، پس روم پر فارس کا غالب آنا ہمارے لئے نیک فال ہے، ہم بھی تم پر غالب آئیں گے“

صحابہ نے یہ بات نبی ﷺ سے ذکر کی تو سورۃ الروم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں، جن میں پیشین گوئی تھی کہ نو سال کے اندر رومی فارسیوں پر غالب آئیں گے، جس کی بظاہر کوئی امید نہیں تھی، لیکن اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، اور مسلمانوں کو اللہ کے وعدے پر یقین تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے اس پر شرط بندی — پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ساتویں برس پھر دونوں میں مقابلہ ہوا، اور رومی غالب آ گئے، اور قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوئی — اور اس درمیان مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، پھر ۲ ہجری میں بدر میں مسلمانوں اور مشرکوں میں معرکہ آرائی ہوئی، جس

میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اور کفار نے منہ کی کھائی، اور اسی دن رومیوں کے غلبہ کی خبر آئی تو مسلمانوں کی خوشی دو بالا ہو گئی، اور مشرکین کی مکھی تیل میں گری!

آیات پاک: — الف، لام، میم — یہ حروف مقطعات (علاحدہ علاحدہ حروف ہجاء) ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے — لگوں علاقے میں رومی ہارے، اور وہ مغلوب ہونے کے بعد جلد چند سالوں میں غالب آئیں گے، اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور اس دن مومنین اللہ کی مدد سے خوش ہونگے — ایک تو اس دن اپنی فتح کی خوشی ہوگی، دوسری پیشین گوئی پوری ہونے کی خوشی، خوشی بالائے خوشی! — اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں، اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں — زبردست ایسے کہ ضعیف کو قوی کر دیں، حکیم ایسے کہ مصلحت کے مطابق پانسہ پلٹ دیں — یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے — وعدہ خلافی مروت کے خلاف ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں — لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں — ان کا اللہ کے وعدوں پر یقین نہیں — وہ دنیا کی زندگی کے ظاہری پہلو کو جانتے ہیں — ظاہر میں نگاہیں اسباب ظاہری پر فیصلہ کرتی ہیں — اور وہ آخرت سے بے خبر ہیں — یہ مثال ہے، ظاہر میں سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا اسی طرح چلتی رہے گی، حالانکہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی پوشیدہ ہے، اور وہ آخرت ہے جس سے لوگ بے خبر ہیں (باقی آگے)

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ تَمَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ
وَاجِلٍ مُّسَمًّى ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِي رَبِّهِمْ لَكُفْرُونَ ۝ أَوَلَمْ يَسِيرُوا
فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ
قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ
فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
أَسَاءُوا وَالسُّوَاءِ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ۝

أَوَلَمْ	کیا اور نہیں	مَا خَلَقَ	نہیں پیدا کیا	وَالْأَرْضَ	اور زمین کو
يَتَفَكَّرُوا	غور کیا انھوں نے	اللَّهُ	اللہ نے	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور اس کو جو ان کے درمیان ہے
فِي أَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں میں؟	السَّمَوَاتِ	آسمانوں	إِلَّا	مگر

اللہ تعالیٰ	اللہ	ان سے پہلے ہوئے	مِنْ قَبْلِهِمْ	خاص مقصد سے	بِالْحَقِّ ^(۱)
کہ ظلم کرتے ان پر	لَيُظْلِمَهُمْ	تھے وہ	كَانُوا	اور مدت	وَأَجَلٍ ^(۲)
لیکن تھے وہ	وَلَكِنْ كَانُوا	زیادہ سخت	أَشَدَّ	مقررہ تک	مُسْتَعًى
اپنی ذاتوں پر	أَنْفُسَهُمْ ^(۵)	ان سے	مِنْهُمْ	اور بے شک بہت سے	وَرَأَى كَثِيرًا
ظلم کرتے	يُظْلِمُونَ	قوت میں	قُوَّةً	لوگوں میں سے	مَنْ النَّاسِ
پھر ہوا	ثُمَّ كَانَ	اور جو تا بویا انھوں نے	وَإِنَّا رَوَّا ^(۳)	ملاقات کا	بِلِقَائِي
انجام	عَاقِبَتَهُ ^(۶)	زمین کو	الْأَرْضِ	ان کے رب کی	رَبِّهِمْ
جنھوں نے	الَّذِينَ ^(۷)	اور آباد کیا انھوں نے اس کو	وَعَمَرُوهَا ^(۴)	یقیناً انکا کرنے والے ہیں	لَكَفَرُونَ
برائیاں کیں	أَسَاءُوا	زیادہ	أَكْثَرُ	کیا اور نہیں	أَوَّلَهُ
برا	السَّوَاءِ ^(۸)	اس سے جو	مِمَّا	چلے پھرے وہ	يَسِيرُونَ
بائیں وجہ کہ انھوں	أَنْ كُنَّا بَوَّا ^(۹)	آباد کیا انھوں نے اس کو	عَمَرُوهَا	زمین میں	فِي الْأَرْضِ
نے جھٹلایا		اور آئے ان کے پاس	وَجَاءَتْهُمْ	پس دیکھتے وہ	فَيَنْظُرُونَ
اللہ کی آیتوں کو	رَبَّائِيَتِ اللّٰهُ	ان کے رسول	رُسُلَهُمْ	کیسا	كَيْفَ
اور تھے وہ ان کا	وَكَانُوا بِهَا	واضح دلائل کے ساتھ	بِالْبَيِّنَاتِ	ہوا انجام	كَانَ عَاقِبَتُهُ
ٹھٹھا کرتے	يَسْتَهْزِءُونَ	پس نہیں تھے	فَمَا كَانَ	ان کا جو	الَّذِينَ

آخرت سے غفلت کیوں؟ آخرت تو برحق ہے

انسان سوچتا کیوں نہیں؟ اس کے سوچنے کے لئے ایک نقطہ ہے کہ جب ہر چیز خاص مقصد کے لئے اور معین وقت کے لئے پیدا کی گئی ہے، تو خود انسان کو مہمل کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ اس کی پیدائش کا بھی ضرور کوئی مقصد ہونا چاہئے — اور وہ مقصد ہے: تکلیف شرعی، یعنی انسان کو کچھ احکام دیئے گئے ہیں، جن کی تعمیل اس پر لازم ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ

(۱) حق: حکمت کے اقتضاء کے مطابق کوئی چیز ایجاد کرنا (۲) أجل: کا حق پر عطف ہے۔ (۳) آثار إثارة: جوتا، کھیتی کرنا (۴) عَمَرُ عِمَارَةٍ: بسانا، آباد کرنا (۵) أَنْفُسَهُمْ: يَظْلِمُونَ کا مفعول مقدم ہے (۶) عَاقِبَةُ: کان کی خبر مقدم ہے (۷) الَّذِينَ: السَّاءُوا: موصول صلہ ل کر مضاف الیہ ہیں (۸) السَّوَاءِ: برا کام، اسوا کا مؤنث ہے، جیسے حُسْنٰی: احسن کا مؤنث ہے، اور مصدر بروزن فَعْلٰی بھی ہو سکتا ہے (۹) اَنْ سے پہلے لام یا باء محذوف ہے۔

الْمَوْتُ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنہوں نے موت و حیات کو پیدا کیا یعنی دنیا کی زندگی بنائی، جس میں مرنا اور جینا ہے، تاکہ وہ تمہاری آزمائش کریں کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے [الملک ۲]

پھر اعمال کی جزا و سزا اس دنیا میں نہیں ہے، اس کے لئے دوسری دنیا بنائی جائے گی، جس کا نام آخرت ہے، اس میں جنت و جہنم اسی مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں، اور آخرت میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ خداوندی ہوگی، اور سب سے بڑی سزا دیدارِ خداوندی سے محرومی ہوگی: ﴿إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾: کفار قیامت کے دن اپنے پروردگار کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے [التطہیف ۱۵] پس جو شخص آخرت کا انکار کرتا ہے وہ اپنے پروردگار کی ملاقات کا انکار کرتا ہے، جبکہ اللہ کی محبت انسان کی رگ و پے میں بسی ہوئی ہے، اسی وجہ سے دیدارِ خداوندی سے محرومی کفار کے لئے سزا ہوگی۔ اور انسان کے سوچنے کے لئے دوسرا نقطہ یہ ہے کہ گذشتہ اقوام جو دنیا کے ساز و سامان میں ہر طرح موجودہ لوگوں سے بہتر تھیں، اور انھوں نے عمریں بھی لمبی پائی تھیں، جب ان کے پاس رسول آئے، اور انھوں نے رسولوں کی بات نہ مانی تو ان کا دنیا میں کیا انجام ہوا؟ وہ کیوں تباہ و برباد کی گئیں؟ اگر انسان اس پر غور کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مکلف بنایا ہے، احکام دیئے ہیں، اگر وہ اس کی خلاف ورزی کریں گے تو دنیا میں بھی سزا پائیں گے اور آخرت میں بھی — یہ تین آیتوں کا خلاصہ ہے۔

آیاتِ پاک: — کیا اور وہ اپنے دلوں میں سوچتے نہیں؟ — سوچنے کے لئے پہلا نقطہ: — اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں خاص مقصد اور معین وقت کے لئے پیدا کیا ہے — وہ خاص مقصد: کائنات انسان کی مصلحت کے لئے بنائی گئی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَالِی الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾: اللہ نے تمہارے فائدے کے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا ہے جو زمین میں ہے [البقرہ ۲۹] — اور اس دنیا کی ہر چیز ناپائیدار ہے، ایک وقت کے بعد اس کو ختم ہو جانا ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ﴾: ہر چیز فنا ہونے والی ہے [القصص ۸۸] — پھر اللہ تعالیٰ کائنات کی تجدید کریں گے، یعنی مخلوقات کو دوبارہ پیدا کریں گے: ﴿إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ﴾: وہی آفرینش کی ابتدا کرتے ہیں، پھر اس کو لوٹائیں گے یعنی دوبارہ پیدا کریں گے [البروج ۱۳] اسی حیاتِ نو کا نام آخرت ہے — اور بہت سے انسان اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں — یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت کو نہیں مانتے، اور آخرت کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت دیدارِ الہی کا انکار کرتے ہیں۔

انسان کے غور کرنے کا دوسرا نقطہ: — کیا اور وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ — مراد جزیرۃ العرب کی سرزمین ہے — پس وہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے؟ — مراد عاد و ثمود وغیرہ ہیں —

وہ ان (مکہ والوں) سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور انھوں نے زمین کو جوتا بویا، اور اس کو آباد کیا زیادہ اس سے جو انھوں نے اس کو آباد کیا۔ یعنی عاد و ثمود بڑی طاقت و قوت میں تھیں، جنھوں نے زمین کو جوت بو کر خوب کمایا، پہاڑ کھود کر چشمے نکالے، اور تمدن کو ترقی دی، انھوں نے عمریں بھی لمبی پائیں، اور زمین کو موجودہ کافروں سے زیادہ آباد کیا۔ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے۔ پس انھوں نے تکذیب کی تو دنیا میں ان کا انجام کیا ہوا؟ کس طرح وہ تباہ و برباد کئے گئے؟ پس اللہ ایسے نہیں تھے کہ ان پر ظلم کرتے، لیکن وہ اپنی ذاتوں پر ظلم کرتے تھے۔ یعنی انھوں نے خود اپنے پیروں پر تیشہ زنی کی، اللہ کی بارگاہ ظلم و زیادتی سے پاک ہے یعنی انھوں نے وہ کام کئے جن کا نتیجہ برا نکلا، یہی اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے۔ پس برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا! بایں وجہ کہ انھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔ پھر آخرت میں تکذیب و استہزاء کی جو سزا ملے گی وہ الگ ہے۔

لوگوں کو چاہئے کہ گزرے ہوئے لوگوں کے احوال سے عبرت پکڑیں، اللہ کا قانون یکساں چلتا ہے

اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاؤُا۟ وَكَانُوا۟ بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُؤْمِنُ يَتَفَرَّقُونَ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۝ فَسُبْحَنَ اللَّهِ حِينَ تَسْجُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ۝

اللہ	اللہ تعالیٰ	ثُمَّ إِلَيْهِ	پھر اس کی طرف	السَّاعَةُ	قیامت
يَبْدَأُ	شروع کرتے ہیں	تُرْجَعُونَ	پھیرے جاؤ گے	يُبْلِسُ ^(۱)	حیران رہ جائیں گے
الْخَلْقَ	آفرینش	وَيَوْمَ	اور جس دن	الْمُجْرِمُونَ	مجرم لوگ
ثُمَّ يُعِيدُهُ	پھر اس کو لوٹائیں گے	تَقُومُ	قائم ہوگی	وَلَمْ يَكُنْ ^(۲)	اور نہیں ہونگا

(۱) ابلیس: حیران و شہسدر ہونا، ابلیس: رحمت سے مایوس (۲) لم یکن: لم مضارع کو ماضی متغی بناتا ہے، یہ تعبیر تھن وقوع کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے، لہم: خبر مقدم ہے، شفعا: اسم مؤخر، من شر کائنات: شفعا کی صفت ہے ای کائنات منہم۔

لَهُمْ	ان کے لئے	وَعَمِلُوا	اور کئے انہوں نے	فَسُبْحٰنَ (۲)	پس پاکی بیان کرو
مَنْ شَكَرَ لَهُمْ	ان کے شریک ٹھہرائے	الصَّالِحِينَ	نیک کام	اللّٰهِ	اللہ کی
هُدًى	ہوؤں میں سے	فَهُمْ	پس وہ	حَمِيدٌ	جب
شَفَعُوا	کوئی سفارش	فِي رَوْضَةٍ	خوبصورت باغ میں	تُسَوِّوْنَ (۳)	تم شام کرتے ہو
وَكَانُوا	اور ہونگے وہ	يُحِبُّوْنَ (۱)	خوش کئے ہوئے ہونگے	وَحَمِيدٌ	اور جب
بِشْرَكَائِهِمْ	اپنے شریکوں کا	وَأَمَّا الَّذِينَ	اور رہے وہ جنہوں نے	تُصِيبُحُونَ	تم صبح کرتے ہو
كُفِرِينَ	انکار کرنے والے	كَفَرُوا	انکار کیا	وَلَهُ	اور اس کے لئے
وَيَوْمَ نَقُومُ	اور جس دن قائم ہوگی	وَكَذَبُوا	اور جھٹلایا	الْحَمْدُ	تعریف ہے
السَّاعَةِ	قیامت	بِأَيْتِنَا	ہماری آیتوں کو	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں
يَوْمَئِذٍ	اس دن	وَلِقَائِ الْأَحْزَقِ	اور آخرت کی ملاقات کو	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں
يَتَقَرَّبُونَ	جدا جدا ہو جائیں گے وہ	فَأُولَٰئِكَ	پس وہ	وَعَشِيَّتًا (۴)	اور تیسرے پہر
فَأَمَّا الَّذِينَ	پس رہے وہ جو	فِي الْعَذَابِ	عذاب میں	وَحَمِيدٌ	اور جب
أَمَنُوا	ایمان لائے	مُحْضَرُونَ	حاضر کئے ہوئے ہونگے	تُظْهِرُونَ	تم دوپہر میں داخل ہوؤ

وقوع آخرت کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ آفرینش کی ابتداء کرتے ہیں، پھر اس کو لوٹائیں گے — یعنی اسی زمین پر مخلوقات کو دوبارہ پیدا کریں گے — پھر تم اس کی طرف پھیرے جاؤ گے — یعنی آخرت میں لے جائے جاؤ گے، پل صراط سے گذار کر — اور جس دن قیامت برپا ہوگی مجرم لوگ حیران رہ جائیں گے — سوچیں گے: ہائے کیا ہو گیا! — اور ان کے لئے ان کے معبودوں میں سے کوئی سفارشی نہیں ہوگا — یعنی وقت پر کوئی کام نہیں آئے گا — اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کریں گے — کہیں گے: ﴿وَاللّٰهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾: خدا کی قسم! اے ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے [الانعام ۲۳] یعنی جس کے حق ہونے کا آج دعویٰ ہے: اس کا انجام یہ ہوگا کہ خود ہی اس کو باطل سمجھنے لگیں گے۔

اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے — یعنی نیک و بد الگ الگ کر دیئے جائیں (۱) حبرہ (ن) حُبُوراً: خوش کرنا، مسرور کرنا (۲) مَسْبُحَان: فعل امر کا مفعول مطلق ہے اے مَسْبُحُوا مَسْبُحَانُ اللّٰهُ (۳) مَسَاء: شام، سورج ڈوبنے کا وقت (۴) پَہر: تین گھنٹے کا وقفہ، رات دن کے چار چار پہر ہوتے ہیں۔

گے — فصل جب تک کھیت میں ہوتی ہے دانہ، بھوس اور گھاس ساتھ ہوتے ہیں، پھر جب کھلیاں میں آتی ہے تو سب علاحدہ علاحدہ کر دیئے جاتے ہیں — پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، تو وہ خوبصورت باغ میں خوش کئے ہوئے ہونگے — انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے، اور ہر قسم کی لذت و سرور سے بہرہ ور ہونگے — اور رہے وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا، اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا: پس وہ عذاب میں حاضر کئے ہوئے ہونگے — جہاں ان کا یار ہوگا نہ مددگار!

جو جنت چاہتا ہے پابندی سے پانچ نمازیں پڑھے: — پس پاکی بیان کرو اللہ کی جب تم شام کرتے ہو — مَسَاء: شام، غروب آفتاب کا وقت — غروب دو ہیں: سورج کی ٹکلیا کا چھپنا اور اس کی روشنی (شفق) کا چھپنا، پس اس میں مغرب و عشاء: دو نمازیں آگئیں — اور جب تم صبح کرتے ہو — اس وقت صبح کی نماز ادا کرو — اور ان کے لئے سب تعریفیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں — یہ تسبیح کا معادل تحمید ہے، نماز میں دونوں باتیں جمع ہیں — اور تیسرے پہر — عصر پڑھو — اور جب تم دوپہر میں داخل ہوؤ — تو ظہر ادا کرو۔

یہ اوقات روحانیت کے پھیلنے کے اوقات ہیں، ان اوقات میں رحمت الہی کا فیضان ہوتا ہے، فرشتے اترتے ہیں، اللہ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، اور بندوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس لئے نمازوں کے لئے یہ اوقات متعین کئے گئے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ الواسعہ ۲۹۶:۳)

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ۝^{۱۰} وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ۝^{۱۱} وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝^{۱۲} وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَاوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ ۝^{۱۳} وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ لَيَسْمَعُونَ ۝^{۱۴} وَمِنْ آيَاتِهِ يُرْسِلُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝^{۱۵} وَمِنْ آيَاتِهِ

أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ ۝ وَلَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَهٗ قُنُوتٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۝ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۱۰۵۲

يُخْرِجُ الْحَيَّ	نکالتا ہے زندہ کو	ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ	پس اچانک تم	لَا إِلَهَ إِلَّا تَقُومُ	یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے
مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتِ	مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو	بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ وَمِنَ آيَاتِهِ	انسان ہو (زمین میں) پھیل رہے ہو اور اسکی نشانیاں میں سے	يَتَفَكَّرُونَ وَمِنَ آيَاتِهِ خَلْقُ	(جو) سوچتے ہیں اور اسکی نشانیاں میں سے پیدا کرنا
مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ	زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو	أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ^(۳)	(یہ بات ہے) کہ پیدا کئے تمہارے لئے تمہاری جنس ہے	السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ	آسمانوں کو اور زمین کو اور طرح طرح کا ہونا ہے
بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تَخْرُجُونَ	اس کے مرے پیچھے اور اسی طرح نکالے جاؤ گے تم	أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا لَا إِلَهَ إِلَّا هِيَ	جوڑے تاکہ سکون حاصل کرو تم ان کے پاس	أَلَسْتُمْ كُمْ وَالْوَارِثُكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	تمہاری بولیوں کا اور تمہارے رنگوں کا بے شک اس میں
وَمِنَ آيَاتِهِ ^(۱) أَنْ خَلَقَكُمْ ^(۲)	اور اس کی نشانیاں میں سے (یہ بات ہے) کہ پیدا	وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً	اور بنایا تمہارے درمیان پیار	لَا إِلَهَ إِلَّا لِلْعَالَمِينَ وَمِنَ آيَاتِهِ	یقیناً نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے اور اسکی نشانیاں میں سے
مِنَ تُرَابٍ	کیا تم کو مٹی سے	وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	اور مہربانی بے شک اس میں	مَنْ مَّا مَكُمُ بِالْبَلِيلِ	تمہارا سونا رات میں

(۱) من آیاتہ: سب جگہ خیر مقدم ہے اور اس میں مجاز بالخلف ہے ای من آیات قدرتہ۔ (۲) ان: مصدر یہ ہے، تاکہ فعل کا مبتدا بننا صحیح ہو (۳) الأنفس: مجاز عن الجنس (روح)

وَالْتَهَارِ	اور دن میں	الْأَرْضِ	زمین کو	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں
وَابْتِغَاوَكُمْ	اور تمہارا تلاش کرنا	بَعْدَ مَوْتِكُمْ	اس کے مرنے کے بعد	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہے
مَنْ فَضَّلِهِ	اس کے فضل سے	إِنْ فِي ذَلِكَ	بے شک اس میں	كُلُّ لَهٗ	سب اس کے
إِنْ فِي ذَلِكَ	بے شک اس میں	لَا يَتَّ	یقیناً نشانیاں ہیں	قُنُتُونَ	فرماں بردار ہیں
لَا يَتَّ	یقیناً نشانیاں ہیں	لِقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	وَهُوَ الَّذِي	اور وہی ہیں جو
لِقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	يَعْقِلُونَ	(جو) سمجھتے ہیں	يَبْدَأُ	شروع کرتے ہیں
يَسْمَعُونَ	(جو) سنتے ہیں	وَمِنْ آيَاتِهِ	اور اسکی نشانیاں میں ہے	الْخَلْقِ	آفرینش
وَمِنْ آيَاتِهِ	اور اسکی نشانیاں میں ہے	أَنْ تَقُومَ	کہ کھڑے ہیں	ثُمَّ يُعِيدُهُ	پھر لوٹائیں گے اس کو
يُرِيكُمْ ^(۱)	(یہ بات ہے کہ)	السَّمَاءِ	آسمان	وَهُوَ أَهْوَنُ	اور وہ آسان ہے
الْبُرْقِ	دکھاتے ہیں وہ تم کو	وَالْأَرْضِ	اور زمین	عَلَيْهِ	ان پر
خَوْفًا ^(۲)	بجلی	بِأَمْرِهِ	اس کے حکم سے	وَلَهُ	اور ان کے لئے
وَوُطْعًا	ڈر	ثُمَّ إِذَا	پھر جب	الْمَثَلِ ^(۳)	شان ہے
وَيُنَزِّلُ	اور امید کے لئے	دَعَاكُمْ	پکارے گا تم کو	الْأَعْلَى	بڑی
وَيُنَزِّلُ	اور اتارتے ہیں	دَعْوَةً ^(۳)	پکارنا	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں
مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	مِنَ الْأَرْضِ	زمین سے	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں
مَاءٍ	پانی	إِذَا أَنْتُمْ	اچانک تم	وَهُوَ	اور وہ
فَيُنْجِي	پس زندہ کرتے ہیں	تَخْرُجُونَ	نکل پڑو گے	الْعَزِيزُ	زبردست
بِهِ	اس کے ذریعہ	وَلَهُ مَنْ	اور اس کے لئے ہے جو	الْحَكِيمُ	حکمت والے ہیں

آخرت کی آٹھ دلیلیں

گذشتہ آیات میں وقوعِ آخرت کا تذکرہ تھا، چونکہ کفار و مشرکین امکانِ آخرت ہی کے منکر تھے، اس لئے اب اس

(۱) یوبکم: سے پہلے ان مصدر یہ محذوف ہے، تاکہ اس کا مبتدا بننا صحیح ہو (۲) خوفًا وطمعًا: مفعول لہ ہیں (۳) دعوة: مفعول مطلق بیانِ نوع کے لئے ہے یعنی جب تم کو یکبارگی پکار کر زمین سے بلائے گا (بیان القرآن) (۴) المثل (معرف باللام) سے مراد عظیم الشان صفت ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے مثل اور مثال کا استعمال درست ہے، مثل کا استعمال درست نہیں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾: اللہ کے مانند (نوع میں) کوئی چیز نہیں۔

کے امکان پر دلائل قائم کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: — اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتے ہیں، اور مردہ کو زندہ سے نکالتے ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ ایک چیز سے اس کی ضد پیدا کرتے ہیں، ضدین پر وہ یکساں قادر ہیں، انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، جانور کو بیضہ سے، بیضہ کو جانور سے، مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے نکالتے ہیں۔

ایک نظیر: — اور زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کرتے ہیں — یعنی زمین جب خشک ہو کر مر جاتی ہے تو رحمت کے پانی سے پھر زندہ کر کے سبز و شاداب کر دیتے ہیں — اور اسی طرح تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے — یعنی دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔

دوسری دلیل: — اور اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پس اچانک تم انسان ہو، زمین میں پھیل رہے! — ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے، سورة المؤمنون (آیات ۱۲-۱۴) میں اس کی تفصیل ہے، اللہ تعالیٰ بے جان مادہ کو مختلف احوال سے گذارتے ہیں، سورة نوح (آیت ۱۴) میں ہے: ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾: اللہ نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ سات مراحل سے گذرنے کے بعد بے جان مادہ اچانک اشرف المخلوقات انسان بن جاتا ہے، سورة المؤمنون کی (آیت ۱۴) ہے: ﴿ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ، فَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾: پھر ہم نے اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا، پس کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام کاریگروں سے بڑھ کر ہیں — پھر اللہ کی قدرت دیکھو! اس نے انسان کو کتنا پھیلا یا، ساری زمین اس سے بھر گئی — یہی قادر مطلق اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد مٹی سے مختلف احوال سے گذار کر دوبارہ پیدا کریں گے، پھر جس طرح ان کو زمین میں پھیلا یا ہے سمیٹ کر میدانِ محشر میں جمع کریں گے۔

تیسری دلیل: — اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے، تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان پیار و محبت گردانی، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سوچتے ہیں — یہ قانونِ ازدواج سے استدلال ہے، ازدواج کے معنی ہیں: جوڑا جوڑا بنانا۔ جوڑا: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، مرد و زن مل کر افزائشِ نسل کے مقصد کو پورا کرتے ہیں اس لئے وہ جوڑا ہیں — اللہ نے کائنات جوڑا جوڑا بنائی ہے، یس (آیت ۳۶) میں ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ﴾: وہ پاک ذات ہے جس نے سبھی چیزوں کو جوڑا جوڑا بنایا، زمین کی نباتات کو بھی، اور خود انسانوں کو بھی، اور ان چیزوں کو بھی جن کو لوگ نہیں جانتے۔ یعنی ہر قسم کا مقابل ہے، کوئی چیز مقابل سے خالی

نہیں، بے مقابل صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ اسی قاعدہ سے نوع انسان کو بھی دو صنفوں میں تقسیم کیا ہے، اور ان کا جوڑا بنایا ہے، تاکہ ایک کو دوسرے سے سکون حاصل ہو، اگرنا جنس جوڑا ہوتا تو اس سے وقتی طور پر ضرورت پوری ہو جاتی، مگر اس سے سکون حاصل نہ ہوتا، پھر مزید برآں مقصد تسکین کی تکمیل کے لئے باہم پیار و محبت کا جذبہ رکھا، تاکہ وہ شیر و شکر بن جائیں۔

استدلال: حسب قانون الہی اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور وہ آخرت ہے، دو دنیا مل کر ایک مقصد کی تکمیل کریں گے، اور وہ مقصد ہے: تکلیف شرعی اور جزا و سزا، اس دنیا میں انسان کو احکام دیئے گئے ہیں اس کی تعمیل یا عدم تعمیل پر آخرت میں جزا و سزا ہوگی، کیونکہ اس دنیا میں جزا و سزا نہیں ہو سکتی، ورنہ غیب سے پردہ ہٹ جائے گا، جو امتحان کے مقصد کے منافی ہوگا۔ پس آخرت کا انکار قانون قدرت کا انکار ہے!

چوتھی دلیل: — اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے: آسمان وزمین کو پیدا کرنا، اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا مختلف ہونا۔ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے — یعنی اللہ نے یہ دنیا بولقلموں بنائی ہے، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی دیکھو، نوع انسانی میں بھاشاؤں اور رنگوں کا اختلاف دیکھو، گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن! — اسی طرح یہ دنیا اپنی وضع میں آخرت سے مختلف ہے، یہاں اچھے برے رلے ملے ہیں، آخرت میں وہ جدا کر دیئے جائیں گے، اسی اختلاف سے کائنات میں تمکین ہے، اگر یہی دنیا ہوتی تو انسان اُوب جاتا، اس لئے ذائقہ بدلنے کے لئے دنیا کے ساتھ آخرت کو رکھا ہے۔

پانچویں دلیل: — اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے: تمہارا رات میں اور دن میں سونا، اور تمہارا اللہ کے فضل (روزی) کو تلاش کرنا، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں — نیند: موت کے مشابہ ہے، اور بیداری: حیات کے، بیداری کمانے کھانے کے لئے ہے، اور نیند آرام کے لئے، دونوں باتیں ایک ساتھ ضروری ہیں، اگر آدمی ہمیشہ ہی بیدار رہے تو کاموں سے تھک کر چور ہو جائے، اور ممد ام سوتا رہے تو زندگی کا لطف کہاں پائے، اللہ نے اپنی قدرت سے دونوں باتیں جمع کی ہیں، آدمی اٹھتا ہے، کما تا کھاتا ہے، پھر پڑ کر سو جاتا ہے، اور آرام پاتا ہے، دن میں بھی اور رات میں بھی — اسی طرح یہ دنیا کمانے کے لئے ہے اور آخرت کھانے اور عیش کرنے کے لئے، اور جس نے اس دنیا میں بویا نہیں وہ آخرت میں کیا کاٹے گا؟ پس جس طرح بیداری کے ساتھ نیند ضروری ہے: دنیا کے ساتھ آخرت بھی ضروری ہے۔

چھٹی دلیل: — اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتے ہیں، اور آسمان سے پانی برساتاتے ہیں، پس اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتے

ہیں، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں — دنیا خیر و شر کا مجموعہ ہے، جیسے بجلی چمکتی ہے تو ڈر بھی لگتا ہے اور امید بھی بندھتی ہے، پھر جب اس کے بعد بارش ہوتی ہے تو زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح یہ دنیا جو خیر و شر کا مجموعہ ہے: اگر ہمیشہ چلتی رہے تو ایسا ہے جیسے بجلی چمکتی رہے اور بارش نہ ہو، پس اس کے ساتھ آخرت ضروری ہے، وہاں رحمت کی بارش ہوگی، اور مومنین کی زندگی شاداب ہوگی، اور منکرین منہ کی کھائیں گے!

ساتویں دلیل: — اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے برقرار ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین سے یکبارگی پکارے گا تو تم اچانک نکل پڑو گے — اور اسی کی ملکیت ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اس کے فرمان بردار ہیں! — نظام عالم اللہ تعالیٰ کے اشاروں پر چل رہا ہے، ارض و سماء اسی کے حکم سے قائم ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ احکام الہی کا منتظر ہے، پس جب اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیں گے — اور اچانک دیں گے — تو وہ حکم کی تعمیل کرے گی، اور اپنے اندر سے مردے نکال باہر کرے گی، اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

آٹھویں دلیل: — اور وہی ہیں جو آفرینش کی ابتداء کرتے ہیں، پھر اس کو لوٹائیں گے، اور وہ لوٹانا ان کے لئے نہایت آسان ہے، اور ان کی شان بڑی عالی ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں — یعنی لوگوں کے احوال کے اعتبار سے پہلی بار بنانے سے دوسری بار بنانا آسان ہے، پھر یہ عجیب بات ہے کہ منکرین پہلی بار پیدا کرنے پر تو اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہیں، اور دوسری بار پیدا کرنے سے عاجز! جبکہ کائنات میں اللہ تعالیٰ عظیم الشان ہیں، وہ اعلیٰ صفات کے مالک ہیں، وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں، مگر وہ حکیم بھی ہیں جب ان کی حکمت کا تقاضا ہوگا اس دنیا کو ختم کر کے دوسری دنیا آباد کریں گے۔

کائنات جب تک اللہ کا حکم ہے قائم رہے گی، پھر جب دنیا کی میعاد پوری ہو جائے گی: اللہ تعالیٰ کی ایک پکار پر سب مردے قبروں سے نکل پڑیں گے

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِيْ مَا رَزَقْنَكُمْ فَإِنَّكُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ نَفْصِلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ﴿۳۷﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اٰهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِرِیْنَ ﴿۳۸﴾

جسوں نے	الَّذِينَ	اس میں	فِيهِ ^(۷)	ماری (اللہ نے)	صَرَبَ
ظلم کیا	ظَلَمُوا	برابر ہوؤ	سَوَاءٌ	تمہارے لئے	لَكُمْ
اپنی خواہشات کی	أَهْوَاءَهُمْ	ڈرو تم ان سے	تَخَافُونَهُمْ ^(۸)	ایک مثال	مَثَلًا
علم کے بغیر	بِغَيْرِ عِلْمٍ	جیسے تمہارا ڈرنا	كَيْخِفَتَكُمْ	تمہاری ذاتوں سے	مَنْ أَنْفُسِكُمْ ^(۱)
پس کون	فَمَنْ	اپنے لوگوں سے	أَنْفُسِكُمْ	کیا ہے تمہارے لئے	هَلْ لَكُمْ ^(۲)
راہ دکھائے	يَهْدِي	اس طرح	كَذَلِكَ	ان سے جن کے	مَنْ مَّا ^(۳)
جس کو	مَنْ	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	نَفْصِلُ	مالک ہیں	مَلَكَتْ
گمراہ کریں	أَضَلَّ	باتیں	الْآيَاتِ	تمہارے دائیں ہاتھ	أَيْمَانَكُمْ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	ان لوگوں کے لئے	لِقَوْمٍ	کوئی شریک	مَنْ شُرَكَاءِ ^(۴)
اور نہیں	وَمَا	(جو) عقل رکھتے ہیں	يَعْقِلُونَ	اس میں جو	فِي مَا ^(۵)
ان کے لئے	لَهُمْ	بلکہ	بَلْ	روزی وی ہم نے تم کو	رَزَقْنَكُمْ
کوئی مددگار	مِنْ نَصِيرِينَ	پیروی کی	اتَّبِعْ	پس تم	فَأَنْتُمْ ^(۶)

ابطال شرک

سابقہ آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہیں، پس وہی معبود برحق ہیں، اس لئے اب شرک کو ایک واضح مثال سے باطل کرتے ہیں — مشرکین: ملائکہ، انبیاء اور اولیاء وغیرہ کو شریک ٹھہراتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ کے بندے (غلام) ہیں، اور آقا: غلاموں سے کام تو لیتا ہے، مگر وہ آقا کی چیزوں میں برابر کے شریک نہیں ہوتے، جیسے مشارکہ (پانرشپ) میں تمام شرکاء شریک ہوتے ہیں، اور ہر شریک دوسرے شریک سے ڈر کر تصرف کرتا ہے، وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ باز پرس نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی کائنات میں ایسا کوئی شریک نہیں، مگر عقل ہو تو آدمی بوجھے، بے عقل کو راہ ہدایت پر کون لاسکتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے ہی حالات سے ایک

(۱) مَنْ أَنْفُسِكُمْ: مثلاً کی صفت ہے، ای کائنا مِنْ أَنْفُسِكُمْ (۲) هَلْ: استفہام الکاری ہے یعنی نہیں ہے، لکم: خبر مقدم ہے (۳) مَنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانَكُمْ: شرکاء کا حال ہے (۴) مَنْ شُرَكَاءِ: مبتدا مؤخر ہے، اور مَنْ زَانِدٌ نفی کی تاکید کے لئے ہے جو ہل سے مفہوم ہوتی ہے (۵) فَمَنْ مَارَزَقْنَاهُمْ: شرکاء سے متعلق ہے (۶) فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ: ہل کے جواب کی جگہ میں ہے (۷) فِيهِ: سواء سے متعلق ہے (۸) تَخَافُونَهُمْ: انتم کی دوسری خبر ہے۔

مثال بیان کرتے ہیں: کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی تمہارا اس مال میں شریک ہے جو ہم نے تم کو بطور روزی دیا ہے، اس طرح کہ تم اور وہ اس میں برابر کے ہو جاؤ، جن سے تم ایسا ڈرو جیسا تم اپنے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ اس طرح ہم کھول کر باتیں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ہم سے کام لیتے ہیں — یعنی ایسا برابر کا کوئی نہیں، غلام کام کرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، مگر آقا کے مال میں حصہ دار نہیں ہوتے۔

پھر مشرکین شرک میں کیوں مبتلا ہیں؟ — بلکہ ان ظالموں نے بے دلیل اپنے خیالات کا اتباع کر رکھا ہے، سو جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کو کون راہ پر لاسکتا ہے؟ — کوئی نہیں! وہ ہمیشہ شرک کی دلدل میں پھنسے رہیں گے — اور ان کا کوئی حمایتی نہیں ہوگا — کیونکہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شرکاء کا خدا کی خدائی میں کوئی حصہ نہیں۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِبَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝

فَأَقِمْ	پس سیدھا کر	النَّاسَ	لوگوں کو	وَلَكِنَّ أَكْثَرَ	مگر اکثر
وَجْهَكَ	اپنا رخ	عَلَيْهَا	اس پر	النَّاسِ	لوگ
لِلدِّينِ ^(۱)	دین اسلام کی طرف	لَا تَبْدِيلَ ^(۲)	نہیں بدلنا ہے	لَا يَعْلَمُونَ	جانتے نہیں
حَنِيفًا ^(۲)	ایک طرف کا ہو کر	لِخَلْقِ	بنانے کو	مُنِيبِينَ ^(۵)	رجوع ہو کر
فِطْرَتِ ^(۳)	آفرینش (لازم پکڑ)	اللَّهُ	اللہ کے	إِلَيْهِ	اس کی طرف
اللَّهُ	اللہ کی	ذَلِكَ	یہی	وَاتَّقُوهُ	اور ڈرو اس سے
الَّتِي	جو	الدِّينِ	دین ہے	وَأَقِيمُوا	اور اہتمام کرو
فَطَرَ	بنایا (اللہ نے)	الْقَيِّمِ	سیدھا	الصَّلَاةَ	نماز کا

(۱) الدین: میں ال عہدی ہے (۲) حنیفًا: اقم کے فاعل سے حال ہے، حنیف کے معنی ہیں: باطل سے کنارے ہو کر دین حق کی طرف مائل ہونا (۳) فطرت: منصوب علی الاغراء ہے (۴) لا تبدیل: خبر انشاء کو مضمّن ہے (۵) منیبین: اقم کے فاعل سے حال ہے۔

وَلَا تَكُونُوا	اور نہ ہوؤ	فَرَقُوا	ٹکڑے کئے	كُلُّ حَزْبٍ	ہر فرقہ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ	مشرکوں میں سے	دِينَهُمْ	اپنے دین کے	بِمَا	اس پر جو
مِنَ الدِّينِ ^(۱)	(اور مت ہوؤ ان میں سے)	وَكَانُوا	اور ہو گئے وہ	لَدَيْهِمْ	اس کے پاس ہے
	(سے) جنہوں نے	شَبَعًا	فرقے	فِرْعَوْنَ	نازاں ہے

توحید کا بیان

جب شرک باطل ہو گیا تو توحید کی طرف آؤ، اللہ کی رستی مضبوط پکڑو، ارشاد فرماتے ہیں: — سو آپ باطل سے یکسو ہو کر اپنا رخ دین اسلام کی طرف رکھیں — یعنی جو گمراہی سے کسی طرح ٹکنا نہیں چاہتے ان کو تو شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو، تم شرک سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف رخ کر لو اور اس سچے دین کو پوری توجہ اور یک جہتی سے تمام لو — اللہ کی اُس بناوٹ کا اتباع کرو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بناوٹ کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں — یعنی اللہ کی معرفت اور توحید کا علم انسان کی فطرت (نیچر) میں رکھا گیا ہے، پس انسان کو چاہئے کہ اس کی پیروی کرے، اپنی فطرت کو نہ بدلے، کیونکہ یہی دین مستقیم ہے، اور دیگر ادیان باطل ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں نیا نہیں آتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم نیا بنتا ہے کیونکہ یہ عالم اجساد ہے اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جا چکی ہے اور تمام روہیں عالم ارواح میں موجود ہیں، وہاں سے وہ روح شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں منتقل کی جاتی ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ أَشْهَدُنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ﴾ اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے مخفی بے خبر تھے۔

یہ عہد الست اور عالم ذر کا واقعہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلیبی اولاد پیدا کی جیسا کہ حدیث میں تفصیل ہے، پھر اولاد کی پشت در پشت سے ان کی اولاد نکالی، اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنے سامنے پھیلایا یعنی ان پر اپنی تجلی فرمائی، اپنا جلوہ دکھایا، اس طرح دیدار کرنا اپنی معرفت اور پہچان کرائی، پھر ان سے پوچھا: ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“ سب نے کہا! کیوں نہیں! ہم سب گواہی دیتے ہیں یعنی اقرار کرتے ہیں۔ یہ مضمون مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۲ اور مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۴۴ کی روایت میں ہے جس کی سند صحیح ہے۔

(۱) من الدین: من المشرکین سے بدل ہے، حرف جر کے اعادہ کے ساتھ۔

پھر وہ روحیں اصلاب میں واپس نہیں کی گئیں بلکہ عالم ارواح میں ان کو خاص ترتیب سے رکھ دیا گیا، بخاری شریف میں روایت ہے الأرواح جنودٌ مُّجَنَّدَةٌ: عالم ارواح میں روحیں خاص ترتیب سے جیسے فوج کی پلٹنیں ہوتی ہیں رکھی ہوئی ہیں پھر شکم مادر میں تیار ہونے والے جسم میں وہیں سے روح لا کر فرشتہ پھونکتا ہے۔

یہی وہ فطرت (نیچر) ہے جس پر انسان کو پیدا کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر جنا جاتا ہے، پھر بچہ جن ہاتھوں میں پلتا بڑھتا ہے ان کا مذہب قبول کر لیتا ہے، اور غلط راہ پر پڑ جاتا ہے، اسی کو فرمایا کہ فطرت کی اتباع کرو، اللہ کی بناوٹ کو مت بدلو، یہ تو حید سیدھا دین ہے، اس پر مضبوط رہو، دوسرے سب ادیان باطل ہیں۔

اللہ کی طرف رجوع ہو کر — یعنی کسی دنیوی مصلحت سے دین اسلام کو اختیار کیا تو یہ درست نہ ہوگا، اخلاص کے ساتھ دین کو اپناؤ — پھر دین فطرت کی چند اہم باتوں کا تذکرہ فرماتے ہیں — اور اللہ سے ڈرو، اور نماز کی پابندی کرو، اور شرک کرنے والوں میں سے مت ہوؤ، اور ان لوگوں میں سے بھی مت ہوؤ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے کر لئے، اور وہ گروہ گروہ بن گئے، ہر گروہ اس پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے — ان دو آیتوں میں مثبت پہلو سے تین باتوں کا حکم ہے اور منفی پہلو سے دو باتوں کی ممانعت ہے:

۱- اٰمَنِيْب (اسم فاعل) اِنَابَةٌ: مصدر باب افعال۔ یہ اِقِم کی ضمیر فاعل سے حال ہے، انا بت کے معنی ہیں: اللہ کی طرف رجوع کرنا، اخلاص کے ساتھ توبہ کرنا، ہر چیز سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا — پہلا حکم یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ دین اسلام کو اختیار کرو، کوئی دنیوی مصلحت پیش نظر مت رکھو۔

۲- اتَّقُوا: اتقاء سے فعل امر ہے یعنی ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو — اللہ سے ڈرنا محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، بر بنائے خوف نہیں، جیسے شیر سے، سانپ سے اور دشمن سے ڈرتے ہیں، ایسا ڈرنا مراد نہیں، بلکہ جس طرح باپ سے، استاذ سے اور پیر سے ڈرتے ہیں، ایسا ڈرنا مراد ہے۔ فرمان بردار لڑکا سوچتا ہے: مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ ابا ناراض ہو جائیں، ورنہ میرا بھلا نہیں ہوگا، طالب علم شاگرد سوچتا ہے: مجھے کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے کہ استاذ ناراض ہو جائیں، ورنہ مجھے علم نہیں آئے گا، عقیدت کیش مرید سوچتا ہے: مجھے کوئی ایسا وطیرہ اختیار نہیں کرنا چاہئے کہ پیر صاحب ناراض ہو جائیں، ورنہ مجھے وصلِ خداوندی نصیب نہیں ہوگا، اسی طرح مومن بندہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں، ورنہ میرا پرسانِ حال کون ہوگا؟ — پس تقویٰ میں تمام مامورات پر مضبوطی سے عمل کرنا، اور تمام منہیات سے بچنا شامل ہے۔

۳- پھر مامورات میں سے اہم عبادت نماز کی تخصیص کی، کیونکہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے، جو نماز کا اہتمام کرتا ہے وہ پورے دین کا خیال رکھتا ہے، اور جو نماز کی طرف سے غفلت برتتا ہے وہ دوسرے احکام کو بھی ضرور نظر انداز کرتا ہے۔

۴- اور پہلا منفی حکم یہ دیا کہ شرک کرنے والوں میں شامل مت ہوؤ، اور یہ حکم نماز کے اہتمام کے حکم کے بعد متصلاً اس لئے دیا ہے کہ نماز چھوڑنے والے میں اور ہندو میں کوئی فرق نہیں، حدیث میں ہے: جو ارادۂ نماز نہیں پڑھتا وہ دین اسلام کا منکر ہے: مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ یعنی کفر اور ترک نماز کے ڈانڈے ملے ہوئے ہیں، ایک قدم اُدھر تو مسلمان، اور ایک قدم اُدھر تو کافر ابین الکفر والایمان تَرَكَ الصَّلَاةَ: دو بڑے راستوں کے درمیان ڈیوا انڈر ہوتا ہے، اس کا دونوں راستوں سے تعلق ہوتا ہے، پس جو نماز نہیں پڑھتا وہ اس لائن پر پہنچ گیا، ایک قدم اٹھائے گا کفر کی سرحد میں پہنچ جائے گا۔

۵- دوسرا منفی حکم یہ دیا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں شامل مت ہوؤ، انھوں نے اپنے صحیح دین کے ٹکڑے کر لئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں، اور ہر گروہ اپنے عقائد و اعمال پر خوش ہے، گو ان کا دین اصل کے اعتبار سے صحیح تھا مگر اب ان کا کوئی گروہ حق پر نہیں۔

فائدہ: یہ تفسیر زمانہ نزول کے اعتبار سے ہے، اُس وقت مسلمانوں میں گروہ بندی نہیں ہوئی تھی، سب صحابہ حق پر تھے، اب مسلمانوں میں بھی جہتر فرقے بن گئے ہیں، ان میں سے حق پر صرف اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، دوسرے تمام فرقے کم و بیش اسلام سے ہٹ گئے ہیں، پس ان فرقوں میں شامل مت ہوؤ، اگرچہ وہ اپنے عقائد و اعمال پر نازاں ہیں، وہ اپنے ہی عقائد و اعمال کو صحیح دین بتاتے ہیں، مگر وہ گمراہ ہیں، ان میں شامل ہونے سے بچو!

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمْتَعُوا بِهِ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ أَمْ أُنْزِلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ۝ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا مَا قَدَّامَتِ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

وَإِذَا	اور جب	النَّاسَ	لوگوں کو	دَعَوْا	پکارتے ہیں
مَسَّ	چھوتا ہے	ضُرٌّ	ضرر (نقصان)	رَبَّهُمْ	اپنے رب کو

فُتِنِیْنَ ^(۱)	متوجہ ہو کر	اَمْر	کیا	سَبَّیْنَهُ	کوئی برائی
اِلَیْهِ	اس کی طرف	اَنْزَلْنَا	ہم نے اتاری ہے	بِمَا	اس کی وجہ سے جو
ثُمَّ اِذَا	پھر جب	عَلَيْهِمْ	ان پر	قَدْ اَمَتْ	آگے بھیجے ہیں
اِذَا قَهُمْ	چکھاتے ہیں ان کو	سُلْطٰنًا ^(۲)	کوئی حجت	اٰیٰدِیْهِمْ	ان کے ہاتھوں نے
مِنْهُ	اپنی طرف سے	قَهُوْ	پس وہ	اِذَا هُمْ	اچانک وہ
رَحْمَةً	مہربانی	یَتَكَلَّمُ	بولتی ہے	یَقْنَطُوْنَ	آس توڑ بیٹھتے ہیں
اِذَا	(تو) اچانک	بِمَا كَانُوْا	وہ جو ہیں وہ	اَوَّلَهُمْ	کیا اور نہیں
فَرِیْقٌ	ایک جماعت	بِه ^(۳)	اس کے ساتھ	یَرَوْنَ	دیکھا انھوں نے
مِنْهُمْ	ان میں سے	یُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتے	اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ
یَعْرِیْهِمْ	اپنے رب کے ساتھ	وَ اِذَا	اور جب	یَبْسُطُ	کشادہ کرتے ہیں
یُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتی ہے	اَذْنٰنَا	چکھاتے ہیں ہم	الرِّزْقِ	روزی
لِیَكْفُرُوْا	تاکہ انکار کریں وہ	النَّاسِ	لوگوں کو	لِمَنْ یَّشَآءُ	جس کیلئے چاہتے ہیں
بِمَا	اس کا جو	رَحْمَةً	مہربانی	وَيَقْدِرُ	اور تنگ کرتے ہیں
اَتَكْبِیْهِمْ	دیا ہم نے ان کو	فَرِحُوْا	(تو) خوش ہوتے ہیں وہ	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
فَاَتَمَّنَّعُوْا	پس فائدہ اٹھا لو	بِهَآ	اس سے	لَاٰیٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں
فَسَوْفَ	پس غمگین	وَ اِنْ	اور اگر	لِقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے
تَعْلَمُوْنَ	جان لو گے!	تَصْنِبُهُمْ	پہنچتی ہے ان کو	یُؤْمِنُوْنَ	(جو) یقین رکھتے ہیں

مشرکین کے بے ہنگم (غیر موزوں) حالات

ابھی حکم آیا تھا کہ مشرکین میں شامل مت ہوؤ، اب اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین بے پینڈے کے لوٹے ہیں، کبھی ادھر کبھی ادھر، کسی حال پران کو قرار نہیں، سختی کے بعد مہربانی پہنچے تو شرک پر ٹل جائیں، اور مہربانی کے بعد برائی پہنچے تو آس توڑ بیٹھیں، ایسوں سے دور کی صاحب سلامت اچھی! ارشاد فرماتے ہیں: — اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف (۱) منیبین: دَعَا کے فاعل سے حال ہے، اور اِنَابۃ کے معنی ابھی گذرے (۲) سلطان: اتھارٹی اور دلیل بھی اتھارٹی ہوتی ہے۔ (۳) بہ کی ضمیر مآ کی طرف لوٹتی ہے، مراد غیر اللہ ہیں۔

پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اس کی طرف متوجہ ہو کر پکارتے ہیں — کیونکہ اللہ کی معرفت فطرت میں ہے، اس لئے سختی کے وقت اس کا اظہار ہو جاتا ہے، اس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں، ایک اللہ ہی یاد رہ جاتا ہے — پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں — یعنی وہ سابقہ حالت باقی نہیں رہتی، جہاں اللہ کی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی، لگے دیوتاؤں کو پکارنے! — تاکہ وہ اس نعمت کا (عملی) انکار کریں جو اللہ نے ان کو دی — مراد تکلیف سے نجات دینا ہے — پس فائدہ اٹھا لو، عنقریب جان لو گے — کہ کفر و ناشکری کا نتیجہ کیا ہے!

شرک کا نظریہ بے سند ہے: — کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے جو ان کو شرک کرنے کے لئے کہہ رہی ہے؟ — شرک کے جواز کی کوئی نقلی دلیل نہیں، وہ محض بوجس نظریہ ہے، پھر وہ شرک میں کیوں مبتلا ہیں؟ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جب ہم لوگوں کو مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر ان پر کوئی مصیبت آتی ہے، ان کے ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو وہ یکا یک ناامید ہو جاتے ہیں — یہ پہلی حالت کی برعکس حالت ہے، پہلی حالت تھی تکلیف کے بعد مہربانی، اور یہ مہربانی کے بعد مصیبت آئی، جو انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے پس وہ رحمت الہی سے ایسے ناامید ہو جاتے ہیں کہ گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کو دور کرنے پر قادر ہو! — اور مومن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے، وہ ہمیشہ و راحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے، اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل سے کام لیتا ہے، اور اللہ سے فضل کی امید باندھتا ہے۔ اسباب کا سرا مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے، اس کے فضل سے فضا بدل جاتی ہے۔

اسباب کا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے: ایک مثال: — کیا اور وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ روزی کشادہ کرتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں، اور تنگ کرتے ہیں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں — رزق کے ایک ہی طرح کے اسباب چند لوگ اختیار کرتے ہیں، مگر روزی سب کو یکساں نہیں ملتی، کم و بیش ملتی ہے: یہ دلیل ہے کہ اسباب خود کار نہیں، بہ حکم الہی کام کرتے ہیں، اسی طرح سختی نرمی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔

بندے کو ہر حال میں رضا بہ قضا رہنا چاہئے، نعمت کے وقت شکر گزار رہے اور سختی کے وقت صبر کرے

فَإِنَّ ذَٰلِكَ الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْمُسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَا آتَيْتُم مِّن رَّبًّا لَّيْرُبُوا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ

فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُضْعِفُونَ ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُعْيِيكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ
شُرَكَائِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِثْلَ ذَٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

۳۷

فَاتِ	پس دے تو	مِّنْ رَبًّا	کوئی سود	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو
ذَا الْقُرْبَىٰ	رشتہ دار کو	لِيَرْبُوا	تاکہ بڑھے وہ	ثُمَّ رَزَقَكُمْ	پھر روزی دی تم کو
حَقَّهُ	اس کا حق	فِيْ اَمْوَالِ	مالوں میں	ثُمَّ يُعْيِيكُمْ	پھر مارے گا تم کو
وَالْمُسْكِينِ	اور غریب کو	النَّاسِ	لوگوں کے	ثُمَّ يُحْيِيكُمْ	پھر زندہ کرے گا تم کو
وَابْنَ السَّبِيلِ	اور مسافر کو	فَلَا يَرْبُوا	پس نہیں بڑھتا وہ	هَلْ مِنْ	کیا تمہارے شرکاء
ذَٰلِكَ خَيْرٌ	یہ بہتر ہے	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے پاس	شُرَكَائِكُمْ	میں سے کوئی ہے
لِّلَّذِينَ	ان کے لئے جو	وَمَا آتَيْتُمْ	اور جو دیا تم نے	مَّنْ يَّفْعَلُ	جو کرتا ہو
يُرِيدُونَ	چاہتے ہیں	مِّنْ زَكَاةٍ	زکات سے	مِنْ ذَٰلِكُمْ	اُس میں سے
وَجْهَ اللَّهِ	اللہ کا چہرہ	تُرِيدُونَ	چاہتے ہو تم	مِّنْ شَيْءٍ	کچھ بھی
وَأُولَٰئِكَ	اور وہ	وَجْهَ اللَّهِ	اللہ کا چہرہ	سُبْحَنَهُ	پاک ہے اس کی ذات
هُمْ	ہی	فَأُولَٰئِكَ هُمُ	پس وہ ہی	وَتَعَالَىٰ	اور برتر و بالا ہے
الْمُفْلِحُونَ	کامیاب ہونے والے ہیں	الْمُضْعِفُونَ ^(۱)	بڑھانے والے ہیں	عَمَّا	ان سے جن کو
وَمَا آتَيْتُمْ	اور جو دیا تم نے	اللَّهُ الَّذِي	اللہ: جس نے	يُشْرِكُونَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ

اللہ نے جس کے لئے روزی کشادہ کی ہے وہ خیرات کرے، لون (سودی قرض) نہ دے

اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے رزق کشادہ کیا ہے وہ صدقہ خیرات کرے، لون (سودی قرض) نہ دے۔ پہلی صورت میں مال بڑھے گا، اگرچہ بظاہر گھٹتا ہوا نظر آئے، اور دوسری صورت میں مال برباد ہوگا، اگرچہ بظاہر بڑھتا ہوا نظر آئے، وہ نظر کا دھوکہ ہے، اس کا انجام برا ہے، ارشاد پاک ہے: — پس رشتہ داروں کو ان کا حق دے، اور مسکین اور مسافر کو بھی،

(۱) الْمُضْعِفُ: اسم فاعل، مصدر إضعاف، مادہ ضَعَف: چند در چند کرنے والے، کئی گنا بڑھانے والے (۲) ذَٰلِكُمْ: ذَا اسم اشارہ قریب، لام بعد، کم: ضمیر خطاب۔

یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں — یعنی دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، پس جو لوگ اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کو چاہئے کہ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کریں۔ رشتہ داروں کی، غریبوں کی اور مسافروں کی خبر گیری کریں، سب کے درجہ بہ درجہ حقوق ادا کریں، ایسے ہی بندوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔

فائدہ: رشتہ داروں، غریبوں اور مسافروں کو دینے کا جو حکم ہے اس کو ان کا حق قرار دیا ہے۔ یعنی دینے والے کا ان پر کوئی احسان نہیں، وہ تو ان کا حق ہے جو ان کو دیا گیا — اس کی تفصیل یہ ہے کہ مالداروں کو رزق کے علاوہ جو زائد دیا جاتا ہے وہ ان کا نصیب (حصہ) نہیں ہوتا، وہ دوسروں کا حصہ ہوتا ہے جو مالداروں کے ذریعہ ان کو دیا گیا ہے — اور یہ حق منتشر (پھیلا ہوا) ہے، پھر جب کسی معین رشتہ دار وغیرہ کو دیدیا تو وہ حق سمٹ کر اس پر آ گیا — جیسے فرض کفایہ منتشر ہوتا ہے، پھر جب اس فرض کی ادائیگی کے لئے حسب ضرورت افراد کھڑے ہو گئے، اور انھوں نے وہ کام انجام دیدیا تو فریضہ ان پر سمٹ آیا، انہی کو فرض کی ادائیگی کا ثواب ملے گا، اور باقی لوگ فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے — اسی طرح یہ حق بھی پہلے منتشر تھا، پھر جب کسی معین غریب کو دیدیا تو وہ اسی کا حق ہو گیا، اب وہ دوسروں کا حق نہ رہا۔

اور جو دیاتم نے کوئی لون، تاکہ بڑھے وہ لوگوں کے مالوں میں (شامل ہو کر) تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، اور جو دی تم نے کچھ خیرات، تم اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو، تو وہی لوگ بڑھانے والے ہیں — یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے، جیسے ورم سے بدن پھول جاتا ہے مگر وہ مہلک بیماری ہے اور زکات خیرات سے مال کم ہوگا مگر حقیقت میں وہ بڑھتا ہے۔

فائدہ: لون (سودی قرض) دینے کی ممانعت قرآن کریم میں ہے، اور لینے کی ممانعت حدیثوں میں ہے، حدیثوں میں لینے دینے کو برابر کا گناہ قرار دیا ہے، مگر شدید مجبوری میں فقہاء نے دینے کی گنجائش دی ہے، لینے کی کسی حال میں گنجائش نہیں۔ فائدہ: ﴿لَا يَرْبُوْا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ﴾: تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں شامل ہو کر بڑھے۔ یہ سودی قرض دینے کی غرض ہے اور ﴿تَرْبُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ﴾: تم اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو۔ یہ صدقہ خیرات کی قبولیت کی شرط ہے۔

جو روزی رساں ہے وہی معبود ہے: — اللہ وہ ہیں جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو روزی دی، پھر تم کو مارے گا، پھر تم کو جلانے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرتا ہو؟ اللہ کی ذات پاک اور برتر ہے ان سے جن کو لوگ شریک ٹھہراتے ہیں — یعنی پیدا کرنا، روزی دینا اور مارنا جلانا تو تنہا اللہ کے اختیار میں ہے، پھر دوسرے شریک کدھر سے آ گئے؟ اور اللہ کی الوہیت میں کیسے شریک ہو گئے؟ تعالیٰ اللہ عما یقولون علواً کبیراً!

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَدِّعُونَ ﴿٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُ يَهْدِيهِ ۖ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤﴾

ظَهَرَ	ظاہر ہوا	بِزَجْعُونَ	لوٹیں وہ	وَجْهَكَ	اپنا رخ
الْفَسَادُ	فساد (بگاڑ)	قُلْ	کہہ	لِلدِّينِ	دین کے لئے
فِي الْبَرِّ	خشکی میں	سِيرُوا	چلو	الْقَيِّمِ	بالکل سیدھا
وَالْبَحْرِ	اور سمندر میں	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	مِنْ قَبْلِ	اس سے پہلے
بِمَا	ان اعمال کی وجہ سے جو	فَانْظُرُوا	پس دیکھو	أَنْ يَأْتِيَ	کہ آئے
كَسَبَتْ	کمائے	كَيْفَ	کیسا	يَوْمٌ	وہ دن
أَيْدِي	ہاتھوں نے	كَانَ	تھا	لَا مَرَدَّ ^(۲)	نہیں ٹالنا ہے
النَّاسِ	لوگوں کے	عَاقِبَةُ	انجام	لَهُ	اس کو
لِيُذِيقَهُمْ	تاکہ چکھائے ان کو	الَّذِينَ	ان کا جو	مِنَ اللَّهِ ^(۳)	اللہ کی طرف سے
بَعْضَ	کچھ	مِنْ قَبْلِ ^(۱)	پہلے ہوئے	يَوْمَئِذٍ	اس دن
الَّذِي	اس کا جو	كَانَ أَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر	يُصَدِّعُونَ ^(۴)	جدا جدا ہونگے
عَمِلُوا	کیا انھوں نے	مُشْرِكِينَ	مشرک تھے	مَنْ كَفَرَ	جس نے انکار کیا
لَعَلَّهُمْ	تاکہ	فَأَقِمْ	پس سیدھا کر	فَعَلَيْهِ	تو اس پر ہے

(۱) قبل: ضمہ پر مبنی ہے، مضاف الیہ محذوف منوی ہے، اور وہ ہم ہے (۲) مَرَدَّ: اسم فعل: پلٹنا، ٹالنا، پھیرنا۔ (۳) من اللہ: کا تعلق یاتی سے ہے وعلیہ اکثر (روح) (۴) یُصَدِّعُونَ: اصل میں یُتَصَدِّعُونَ تھا، تَصَدُّع (تفعل) متفرق ہونا، صَدْع: پھاڑنا، دو ٹکڑے کرنا، الگ الگ کرنا۔

کُفَرُهُ	اس کا انکار	يَمْهَدُونَ ^(۱)	بستر بچھا رہے ہیں	الصَّالِحِينَ	نیک کام
وَمَنْ عَمِلَ	اور جس نے کیا	لِيَجْزِيَ	تاکہ بدلہ دیں	مِنْ فَضْلِهِ ^(۲)	اپنی مہربانی سے
صَالِحًا	نیک کام	الَّذِينَ آمَنُوا	ان کو جو ایمان لائے	لَئِنَّهُ لَا يَجُوبُ	بیشک وہ پسند نہیں کرتے
فَلَا نَفْسِهِمْ	تو وہ اپنے ہی لئے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	الْكُفْرَيْنَ	انکار کرنے والوں کو

سودی نظام تباہ کن معاشی نظام ہے

ایک آیت پہلے لون (سودی قرض) کی ممانعت آئی تھی، اب یہ مضمون ہے کہ سودی نظام تباہ کن معاشی نظام ہے۔ جس معاشرہ میں یہ نظام چل پڑتا ہے وہ تباہ ہو جاتا ہے، کیونکہ سودی نظام سے سرمایہ داری وجود میں آتی ہے، ملک کی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے، سرمایہ دار براہ راست زر سے زر پیدا کرنے لگتے ہیں، جس سے بے روزگاری پھیل جاتی ہے، پھر اس کے رد عمل میں اشتراکیت پیدا ہوتی ہے، جو لوگوں کی جیبیں خالی کر دیتی ہے، پس وہ بھی مدد مانگیں، اللہ نے پانچ انگلیاں برابر نہیں بنائیں، پھر کوئی ان کو برابر کیسے کر دے گا؟

اسلام نے سود کو حرام کیا ہے، اور بیع کو جائز، یعنی زر سے زر پیدا کرنے کے لئے درمیان میں عمل کا واسطہ لانا ضروری ہے، سو روپے کی چیز لایا اور ایک سو دس میں بیچ دی: یہ جائز ہے، بیع ہے، اور سو روپے قرض دے کر ایک ماہ کے بعد ایک سو دس روپے لئے یہ حرام ہے، یہ سود ہے، ماضی میں مہاجنی سود کا رواج تھا، دولت بیوں کے ہاتھوں میں سمٹ گئی تھی، وہ غریبوں کا بری طرح خون چوستے تھے، پس برکت اسلامی نظام میں ہے، عمل کے واسطہ سے دولت بڑھائی جائے، مگر مراہمہ کا حیلہ کر کے نہیں، بلکہ واقعی مضاربہ کا واسطہ درمیان میں لایا جائے، کسی کے پاس دس کروڑ روپے ہیں، وہ کوئی کارخانہ قائم کرے اور مال تیار کرے، اور اس کو بیچ کر نفع کمائے، آدھا نفع ملازمین کی تنخواہوں میں جائے گا، اس طرح دولت پھیلے گی، بے روزگاری ختم ہوگی، اور کمونزم کی راہ رکے گی۔

ارشاد پاک ہے: — خشکی اور تری میں بگاڑ پھیل گیا، لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے، تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائیں: شاید وہ باز آئیں — یہ عام بات ہے، ہر بگاڑ کو شامل ہے، جو ایسے گناہوں سے وجود میں آئے جو از قبیل ظلم و ستم ہیں، جیسے سود خوری، زنا کاری اور ڈاکہ زنی وغیرہ — اور خشکی اور تری: محاورہ ہے، مراد پورا عالم ہے، کیونکہ زمین خشکی اور تری کا مجموعہ ہے، جیسے مشرق و مغرب سے مراد تمام عالم ہوتا ہے، شمال و جنوب بھی اس میں شامل ہیں — بد کاریوں سے بگاڑ پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا، مگر بعثت نبوی کے وقت صورت حال بہت بھیانک —

(۱) يَمْهَدُونَ: درست کرنا، ہموار کرنا (۲) مِنْ فَضْلِهِ: بیجزی سے متعلق ہے۔

ہو گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: زمین میں چلو پھرو، پھر ان لوگوں کا انجام دیکھو جو پہلے گزرے ہیں، ان کے بیشتر مشرک تھے — اور تھوڑے یہودی تھے، جزیرۃ العرب میں یہی لوگ سود خوری کا بازار گرم کئے ہوئے تھے، اور دیگر جرائم کے بھی خوگر تھے۔ گھوم پھر کر ان کا انجام دیکھو، اور اس سے سبق لو۔

سود کی گرم بازاری ہو تو مسلمان کیا کریں؟ — پس آپ اپنا چہرہ دین مستقیم کی طرف رکھیں — یعنی دین پر ٹھیک طرح قائم رہیں، سیلاب کی رو میں بہ نہ جائیں، اقتصادی نقصان برداشت کریں، سورة المائدہ (آیت ۱۰۰) میں ہے: ﴿قُلْ: لَا يَسْعَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ، وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ، فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾: کہو: ناپاک اور پاک برابر نہیں، اگرچہ تجھے ناپاک کی زیادتی پسند آئے، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے عظماء و تاکہ تم کامیاب ہوؤ — قبل ازیں کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جس کے لئے پلٹنا نہیں — یعنی قیامت آجائے، قیامت کا آنا اللہ کی طرف سے اٹل ہے، وہ خود نہیں پھرے گی نہ کوئی اس کو پھیرے گا — اس دن لوگ جدا جدا ہونگے — سود سے بچنے والے الگ کر لئے جائیں گے اور سود خور الگ — جس نے انکار کیا — یعنی اللہ کا حکم نہیں مانا — اس پر اس کا انکار پڑے گا — یعنی وہ اس کی سزا بھگتے گا — اور جس نے نیک کام کیا — یعنی سود سے بچا — وہ اپنا بستر بچھا رہے ہیں — یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کر رہے ہیں — تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو بدلہ دیں جنہوں نے مان لیا اور نیک کام کئے — یہ قیامت کے دن کے آنے کی وجہ بیان کی ہے — بے شک اللہ تعالیٰ حکم نہ ماننے والوں کو پسند نہیں کرتے — اور جو اس سچے مالک کو نہ بھائے اس کا کہاں ٹھکانا!

کتنا بھی بڑا نیک ہوا سے بھی اللہ کے فضل سے جنت ملے گی

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيَذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاذْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرُمُوا ۝ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادَةٍ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنْزَلَ

عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ۝ فَاَنْظُرْ إِلَىٰ اثْرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُغْنِيكَ الْأَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُنِجِي الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ۝ فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَدِ الْعُمَىٰ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۚ إِنَّ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝

۵۷

وَمَنْ آيَاتِهِ ^(۱)	اور اسکی نشانیوں میں سے ہے	مَنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	الرَّزِيقِ	ہوائیں
أَنْ يُرْسِلَ ^(۲)	کہ چلاتے ہیں وہ	رُسُلًا	رسول	فَتُنْذِرُ	پس ابھارتی ہیں وہ
الرِّيَّاحِ	ہوائیں	إِلَىٰ قَوْمِهِمْ	ان کی قوم کی طرف	سَحَابًا	بادل کو
مُبَشِّرَاتٍ ^(۳)	خوش خبری دینے والی	فَجَاءَ وَهُمْ	پس آئے وہ ان کے پاس	فَيَبْسُطُهُ	پس پھیلاتے ہیں {
وَلِيُنْذِرَكُمْ	اور تاکہ چکھائیں تم کو	بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلیل کے ساتھ		اللہ اس کو
مِنْ رَحْمَتِهِ	اپنی مہربانی سے	فَانْتَقَنَّا	پس بدلہ لیا ہم نے	فِي السَّمَاءِ	آسمان میں
وَلِيُنْجِرَنَّ	اور تاکہ چلیں	مِنَ الَّذِينَ	ان سے جنھوں نے	كَيْفَ يَشَاءُ	جس طرح چاہتے ہیں
الْفَلَكَ ^(۴)	کشتیاں	أَجْرُمُوا	گناہ کئے	وَيَجْعَلُهُ	اور بناتے ہیں اس کو
بِأَمْرِهِ	اس کے حکم سے	وَكَانَ حَقًّا	اور تھا لازم	كُفًّا ^(۵)	تہ بہ تہ
وَلِيَتَّبِعُوا	اور تاکہ تلاش کرو تم	عَلَيْنَا	ہمارے ذمہ	فَتَرَىٰ	پس دیکھتا ہے تو
مِنْ فَضْلِهِ	اس کے فضل سے	نَصْرُ	مدد کرنا	الْوَدَقِ	بارش کو
وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ تم	الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کی	يَخْرُجُ	نکلے
تَشْكُرُونَ	شکر گزار ہوؤ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مِنْ خَلْقِهِ	اس کے درمیان سے
وَلَقَدْ	اور بخند واقعہ یہ ہے	الَّذِينَ	وہ ہیں جو	فَإِذَا	پس جب
أَرْسَلْنَا	(کہ) بھیجے ہم نے	يُرْسِلُ	چلاتے ہیں	أَصَابَ	پہنچتا ہے

(۱) من آیاتہ: خبر مقدم ہے (۲) ان: مصدر یہ ہے، تاکہ فعل کا مبتدا بننا درست ہو (۳) مبشرات: الرياح کا حال ہے

(۴) الفلك: میں مفرد جمع یکساں ہیں۔ (۵) کسف: بکلاء، اوپر تلے، تہ بہ تہ۔

یہ	اس کو	بَعْدَ مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے بعد	الْمَوْتِ	مردوں کو
مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہتا ہے	إِنَّ ذَلِكَ	بے شک وہ	وَلَا تَسْمَعُ	اور نہیں سنا سکتے
مِنْ عِبَادَةٍ	اپنے بندوں میں سے	كُنْهِ ^(۳)	البتہ زندہ کرنے والے ہیں	الصَّمِّ	بہروں کو
إِذَا هُمْ	اچانک وہ	الْمَوْتِ	مردوں کو	الدُّعَاءِ	پکار
يَسْتَبْشِرُونَ	خوشیاں مناتے ہیں	وَهُوَ	اور وہ	إِذَا	جب
وَأِنْ كَانُوا	اگرچہ تھے وہ	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	وَلَوْ	مڑیں وہ
مِنْ قَبْلِ	پہلے سے	قَدِيرٌ	قدرت رکھنے والے ہیں	مُذِيرِينَ	پیٹھ پھیر کر
أَنْ يُنْزَلَ	کہا تا رہیں وہ	وَلَكِنْ	اور بخدا! اگر	وَمَا أَنْتَ	اور نہیں آپ
عَلَيْهِمْ	ان پر	أَرْسَلْنَا	چلائیں ہم	بِهِدٍ	راہ دکھانے والے
مَنْ قَبْلِهِ ^(۱)	اس کے اترنے سے پہلے	رُجِيًّا ^(۴)	(بے برکت) ہوا	الْعُحْيِ	اندھوں کو
لَسُبُلِينَ ^(۲)	یقیناً نا امید تھے	فَرَاوَهُ	پس وہ کھیتی کو دیکھیں	عَنْ صَلَاتِهِمْ	ان کی گمراہی سے
فَانْظُرْ	پس دیکھ	مُضْفَرًا	مرد	إِنْ تَسْمَعُ	نہی سنا سکتے آپ
إِلَىٰ أَثَرِ	آثار کی طرف	لَظَلُّوا ^(۵)	تو ہو جائیں وہ	إِلَّا مَنْ	مگر اس کو
رَحْمَتِ اللَّهِ	اللہ کی رحمت کے	مِنْ بَحْدٍ	اس کے بعد	يُؤْمِنُ	جو مانتا ہے
كَيْفَ	کیسے	يَكْفُرُونَ	نا شکری کرتے	بِآيَاتِنَا	ہماری باتوں کو
يُنْجِي	زندہ کرتے ہیں	فَإِنَّكَ	پس بے شک آپ	فَهُمْ	پس وہ
الْأَرْضِ	زمین کو	لَا تَسْمَعُ	نہیں سنا سکتے	مُسْلِمُونَ	منقاد ہونے والے ہیں

اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کے حلال ذرائع تجارت اور زراعت پیدا کئے ہیں

اب نصیحت کرتے ہیں کہ سود کے ذریعہ کمائی مت کرو، اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کے لئے دو حلال ذرائع تجارت

اور زراعت پیدا کئے ہیں، ان کے ذریعہ روزی کماؤ، حدیث میں ہے: إِنْ نَفْسًا لَّنْ تَمُوتَ حَتَّىٰ تَسْتَكْمَلَ رِزْقَهَا،

(۱) من قبلہ کو قاصلہ کی رعایت میں مقدم کیا ہے اور ضمیر کا مرجع نزول ہے جو بنزل سے سمجھا جاتا ہے (۲) اہلاس: مایوس

ہونا (۳) منحی: اصل میں منحی تھا، ایک یاء حذف کی ہے، احياء: زندہ کرنا۔ (۴) ریح (مفرد) بے برکت ہوا کے

لئے، اور ریح (جمع) بابرکت ہوا کے لئے مستعمل ہے (۵) ظَلُّوا: فعل ناقص بمعنی صاروا ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمَلُوا فِي الطَّلَبِ: کوئی شخص اس وقت تک مرتا نہیں جب تک وہ اپنی روزی مکمل نہ کر لے، پس اللہ سے ڈرو (حرام ذرائع معاش اختیار مت کرو) اور خوبصورت (جائز) ذرائع سے روزی طلب کرو۔

سمندر پار کی تجارت مقامی تجارت سے زیادہ مفید ہے: اُورسینز (سمندر پار) کی تجارت مقامی تجارت سے زیادہ نفع بخش ہے، جہازوں کے ذریعہ تجارتی مال دوسرے ملکوں میں منتقل کر سکتے ہیں، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو مسخر کیا ہے، بلکہ اب تو فضائی راہیں بھی ہموار ہو گئی ہیں، پس بڑی تجارتیں کرو، اور نفع کماؤ، سود کے چکر میں مت پڑو، ارشاد پاک ہے: اور اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ وہ خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتے ہیں، اور تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں، اور تاکہ کشتیاں ان کے حکم سے چلیں، اور تاکہ تم ان کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر گزار بنو — ہوا: اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس پر زندگی کا مدار ہے، اور مانسونی ہوائیں تو بارش کی خوش خبری لاتی ہیں، پھر اللہ کی مہربانی سے مینہ برستا ہے، اور لوگوں کو پانی اور رزق ملتا ہے، یہ اللہ نے اپنی رحمت کا مزہ چکھایا — اور ہوا کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ بادبانی جہاز اور بڑی کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں، لوگ ان کے ذریعہ تجارتی مال سمندر پار منتقل کرتے ہیں، اور اللہ کے فضل سے خوب نفع کھاتے ہیں، بندوں پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

اللہ کی نعمت کی ناشکری کرنے والوں کو سزا ملتی ہے: — جب زمین اجڑ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ مانسونی ہوا چلاتے ہیں، بارش ہوتی ہے، اور مردہ زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح جب دنیا میں گمراہی چھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ رسولوں کو واضح دلیل کے ساتھ بھیجتے ہیں، پس جو لوگ ان کی دعوت پر ایمان لاتے ہیں سرخ رو ہوتے ہیں، کیونکہ انھوں نے اللہ کی نعمت ہدایت کی قدر کی، یہ اہل ایمان کی نصرت ہوئی، اور جو لوگ انبیاء کی دعوت قبول نہیں کرتے ان کو ان کے اس جرم کی سزا ملتی ہے، یہ انتقام لینا ہوا، اور سورۃ ابراہیم (آیت ۷) میں ارشاد پاک ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ، وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾: یعنی جو شکر بجالائے گا اس کو مزید نعمتیں ملیں گی، اور جو ناشکری کرے گا وہ جان لے کہ اللہ کی سزا سخت ہے — یہاں یہ مضمون نظیر کے طور پر بیان ہوا ہے، ارشاد پاک ہے: — اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپؐ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، وہ ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ پہنچے، پس ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو جرم کے مرتکب ہوئے، اور اہل ایمان کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

زراعت بھی ایک اہم ذریعہ معاش ہے: معیشت کا بڑا مدار زراعت (کھیتی باڑی) پر ہے۔ غور کرو! اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کیا کیا انتظام کیا ہے؟ وہ بارش برساتے ہیں، جس سے زمین اجڑ جانے کے بعد سرسبز ہو جاتی ہے، اور لوگوں کو اور جانوروں کو روزی ملتی ہے، اور بارش کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ سمندر سے آنے والے اٹھتے ہیں، جن کو ہوائیں ابھار

کرفضاء میں لے جاتی ہیں، وہاں وہ تہ بہ تہ بادل بن جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان بادلوں کو جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں پھر بادل ویسے ہی رہتے ہیں، اور مینہ کے قطرے ان کے درمیان سے ٹکنے لگتے ہیں جو زمین کی آبادی کا ذریعہ بنتے ہیں، یہی اللہ کی رحمت کے آثار ہیں، ان سے فائدہ اٹھاؤ، کھاؤ، کھاؤ، لوگوں کا خون مت چوسو! — اور جس طرح بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے قیامت کے دن مردے زندہ کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کو اس پر پوری قدرت حاصل ہے (تفصیل آگے آئے گی) ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ ایسے ہیں جو ہوائیں چلاتے ہیں — یہ مانسونی ہوائیں نہیں، عام ہوائیں ہیں — پس وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں — یعنی انہوں کو فضاء میں لے جاتی ہیں — پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتے ہیں آسمان میں پھیلاتے ہیں، اور اس کو تہ بہ تہ کرتے ہیں — اس کا نظارہ ہوائی جہاز سے خوب ہوتا ہے — پس آپ بارش کو دیکھتے ہیں اس (بادل) کے درمیان سے نکلتی ہے — یعنی بادل تو بادل رہتا ہے، اور بارش ہونے لگتی ہے — پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں وہ (بارش) پہنچاتے ہیں تو یکا یک وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں، اگرچہ وہ ان پر بارش برسنے سے پہلے، اس سے پہلے ناامید تھے — یعنی ان کو بارش کے کچھ آثار نظر نہیں آرہے تھے، پہلے سے لوگ ناامید تھے، بارش آنے سے ذرا دیر پہلے تک ان کو رحمت الہی کی امید نہیں تھی — سو آپ رحمت الہی (بارش) کے آثار دیکھیں، کس طرح اللہ تعالیٰ زمین کو اجڑ جانے کے بعد ہرا بھرا کر دیتے ہیں! — بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

اللہ تعالیٰ کھیتی خراب بھی کر سکتے ہیں: — اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، وہ کھیتی خراب بھی کر سکتے ہیں، کبھی بے برکت ہوا چل پڑتی ہے، اور ہری کھیتی پیلی پڑ جاتی ہے، اور دانے کے لالے پڑ جاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بخدا! اگر ہم بے برکت ہوا چلائیں، پس وہ کھیتی کو زرد دیکھیں، تو وہ خوشی کے بعد ناشکری کرتے رہ جائیں — یعنی فوراً بدل جائیں، اللہ کا احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کر دیں!

بات اسی کے لئے مفید ہے جو گوش ہوش سے سنتا ہے: — سود سے متعلق جو گفتگو چل رہی ہے اس کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ بات اسی کے لئے مفید ہے جو گوش ہوش نبوش سے سنتا ہے، مردے، بہرے اور اندھے کیا خاک فائدہ اٹھائیں گے! ارشاد فرماتے ہیں: — پس آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جارہے ہوں، اور نہ آپ اندھوں کو ان کی بے راہی سے راہ پر لا سکتے ہیں — مردوں کے اسماع (سنانے) کی نفی کی ہے، سمع (سننے) کی نفی نہیں کی، اور زیارت قبور کے وقت سلام مأمور بہ ہے، پس اگر مردے نہیں سنتے تو یہ فضول عمل ہے! ہاں زندے جو چاہیں مردوں کو نہیں سنا سکتے، ویسے یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف فیہ تھا — اور بہرہ متوجہ ہو تو ہونٹوں کے اشارے

سے بھی کچھ سمجھ لیتا ہے، لیکن اگر اس کا رخ دوسری طرف ہو تو کیا خاک اندازہ کر سکتا ہے! — اور اندھے سے عقل کا اندھا مراد ہے، گمراہ شخص کو راہ پر لانا کسی کے بس میں نہیں — آپ تو انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری باتوں کو مانتے ہیں، پس وہ منقاد ہونے والے ہیں — دل سے ماننا ایمان ہے، اور ظاہری انقیاد اسلام ہے، اور دونوں ضروری ہیں، چنانچہ آیت میں دونوں کو جمع کیا ہے۔

سود خوری ایک طرح کی مفت خوری ہے، اور مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال ہے، اس لئے دین دار لوگ بھی اسلامی بینک نام رکھ کر سود لیتے ہیں، جبکہ بینک اسلامی نہیں ہو سکتا، بینک زر سے زر پیدا کرنے کا نام ہے، جو سود ہے

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿١٠﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لِيُثْبِتَا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ۖ فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٢﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿١٤﴾ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٥﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿١٦﴾

سج

اللہ تعالیٰ	مِنْ ضَعْفٍ	کمزوری سے	ضَعْفٍ	کمزوری کے
جنہوں نے	ثُمَّ جَعَلَ	پھر بنائی	قُوَّةً	طاقت
پیدا کیا تم کو	مِنْ بَعْدِ	بعد	ثُمَّ جَعَلَ	پھر بنائی

مِنْ بَعْدِ	بعد	الْعِلْمِ	علم	وَلَكِنْ	اور بخدا! اگر
قُوَّةٍ	طاقت	وَالْإِيمَانِ	اور ایمان	جِئْتَهُمْ	آئے تو ان کے پاس
ضَعْفًا	کمزوری کے	لَقَدْ	البتہ تحقیق	بِآيَةٍ	کسی نشانی کے ساتھ
وَسَيِّئَةً	اور بڑھاپا	لَبِئْسَتْكُمْ	ٹھہرے تم	لَيَقُولَنَّ	(تو) ضرور کہیں گے
يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں	فِي كِتَابِ اللَّهِ	نوشہ الہی میں	الَّذِينَ	جنہوں نے
مَا يَشَاءُ	جو چاہتے ہیں	رَالَيْ يَوْمَ الْبَعْثِ	قیامت کے دن تک	كَفَرُوا	انکار کیا
وَهُوَ	اور وہ	فَهَذَا	پس یہ	إِنْ أَنْتُمْ	نہیں ہو تم
الْعَلِيمُ	سب کچھ جاننے والے	يَوْمَ الْبَعْثِ	قیامت کا دن ہے	إِلَّا مُبْطِلُونَ	مگر جھوٹ کہنے والے
الْقَدِيرُ	بڑی قدرت والے ہیں	وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ	مگر تھے تم	كَذَلِكَ	اور اسی طرح
وَيَوْمَ	اور جس دن	لَا تَعْلَمُونَ	نہیں جانتے	يُطْبَعُ	مہر کرتے ہیں
تَقُومُ	برپا ہوگی	فَبِیَوْمَیذِ	پس آج	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
السَّاعَةِ	قیامت	لَا يَنْفَعُ	نہیں کام آئے گی	عَلَى قُلُوبٍ	دلوں پر
يُقْسَمُ	قسمیں کھائیں گے	الَّذِينَ	جنہوں نے	الَّذِينَ	ان کے جو
الْمُجْرِمُونَ	گنہگار	ظَلَمُوا	ظلم کیا	لَا يَعْلَمُونَ	جانتے نہیں
مَا لَيْسُوا	نہیں ٹھہرے وہ	مَعَذَرَتُهُمْ ^(۱)	ان کی معذرت	فَاصْبِرْ	پس صبر کیجئے
غَيْرَ سَاعَةٍ	علاوہ ایک گھڑی کے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	إِنْ وَعَدَ	بے شک وعدہ
كَذَلِكَ كَانُوا	اسی طرح تھے وہ	يُسْتَعْتَبُونَ ^(۲)	معافی منگولے جائیں گے	اللَّهُ	اللہ کا
يُؤْفَكُونَ	پھیرے جاتے	وَلَقَدْ صَرَبْنَا	اور البتہ تحقیق ماری ہم نے	حَقٌّ	سچا ہے
وَقَالَ	اور کہا	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	وَلَا يَسْتَخْفِكَ ^(۳)	اور نہ بھڑکائیں آپ کو
الَّذِينَ	جو	فِي هَذَا الْقُرْآنِ	اس قرآن میں	الَّذِينَ	جو
أُوتُوا	دیئے گئے	مِنْ كُلِّ مَثَلٍ	ہر طرح کی مثالیں	لَا يُوقِنُونَ	یقین نہیں کرتے

(۱) معذرة: عذر، جمع معاذیر۔ (۲) استعتاب: کسی سے رضامند کرنے کی خواہش کرنا، مضارع مجہول ہے۔ (۳) استخفہ: بھڑکانا، مشتعل کرنا، اوجھا کرنا۔

آخرت کا تذکرہ اور آخری پانچ باتیں

چند آیات پہلے ضمنیہ بات آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ زمین کو بارش برسا کر حیاتِ نو عطا فرماتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن مردوں کو زندہ کر کے زمین سے نکالیں گے، اللہ تعالیٰ اس کی پوری قدرت رکھتے ہیں، اب آخری آیات میں تفصیل سے آخرت کا تذکرہ فرماتے ہیں، ان آیات میں پانچ باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- دنیا میں انسان کا بدن ضعیف بنایا ہے

دنیا دار الاسباب ہے، یہاں احکامِ عمل کرنا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی باڈی ایسی قوی نہیں بنائی کہ ہمیشہ چلے، کمزور بدن بنایا ہے، تاکہ عمل کا زمانہ مختصر رہے، ایک وقت کے بعد بدن کمزور ہو کر ختم ہو جاتا ہے، آدمی مرجاتا ہے، پھر قیامت کے دن نہایت قوی بدن بنائیں گے جو اب تک باقی رہے گا، تاکہ جہاں کا زمانہ طویل سے طویل ہو جائے، ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنہوں نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا — یعنی کمزوری کو یا انسان کا خمیر ہے، ایسا ناتواں بنایا کہ ابتداء میں بل بھی نہیں سکتا — پھر کمزوری کے بعد طاقت عطا فرمائی — جو ان ہوا، طاقت آئی، شیر کو بھی پچھاڑ سکتا ہے — پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا آیا — قوی نے جواب دیدیا، بالآخر مر گیا، اور بے قراری کو قرار آیا — اور وہ سب کچھ جاننے والے بڑی قدرت والے ہیں — وہ جانتے ہیں کہ اس زندگی میں کیسا بدن ہونا چاہئے، اس کو وہ بخوبی جانتے ہیں، اور وہ کمزور اور طاقت ور ہر طرح کے جسم کو بنانے پر قادر ہیں — پس یہ آخرت کی ضرورت کا بیان ہے۔

۲- قیامت کے دن گنہ گاروں کو دنیا کی زندگی مختصر معلوم ہوگی

جب غم کا پہاڑ ٹوٹتا ہے تو خوشی کے دن بہت مختصر معلوم ہوتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — اور جس دن قیامت قائم ہوگی گنہ گار قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے — یعنی قبر میں یا دنیا میں — کفِ افسوس ملیں گے کہ بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہو گئی، کچھ بھی مہلت نہ ملی — اسی طرح وہ الٹی چال چلائے جاتے تھے — یعنی ان کے گروان کو الٹی بات بتاتے تھے کہ تمہیں دنیا میں سدا رہنا ہے۔

اور ان لوگوں نے جو علم اور ایمان عطا کئے گئے ہیں کہا: تم نوشتہ الہی میں قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو، پس یہ ہے قیامت کا دن، مگر تم جانتے نہیں تھے — یعنی مومنین: مجرمین کی تردید کریں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو، تم لوح محفوظ کے نوشتہ کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو، اور آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آپہنچا ہے، اگر پہلے سے تم اس دن کا یقین کرتے، اور اس کے لئے تیاری کرتے تو آج مسرتوں سے ہمکنار ہوتے، اور کہتے کہ یہ دن بہت دیر میں آیا، آنکھیں

تھک گئیں! انتظار کی حد ہو گئی!

۳- قیامت کے دن مجرموں کی نہ معذرت قبول کی جائے گی نہ ان کو اصلاح حال کا موقعہ دیا جائے گا پس آج ظالموں کے کام نہیں آئے گی ان کی معذرت، اور نہ وہ معافی منگوائے جائیں گے — یعنی وہ نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اللہ کو راضی کر لو، کیونکہ اس کا وقت گزر چکا، اب تو ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔

۴- اسلام کی صداقت جانچنے کے لئے قرآن کافی ہے، کسی اور معجزہ کی ضرورت نہیں

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں — یعنی منکرین قیامت کے دن کفرِ افسوس ملیں گے، آج اصلاح حال کا موقعہ ہے، قرآن کریم مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح سے سمجھاتا ہے، پر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی، اور وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ کوئی نشانی دکھلاؤ، اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ — اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں تو منکرین ضرور کہیں گے کہ تم نرے باطل گو ہو — تم مل کر جھوٹ بنا لائے ہو، ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اس پر ایمان لانا ہے کو تیار ہو گئے! — یوں مہر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو جانتے نہیں — یعنی آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے، ضد و عناد سے ہر بات کا انکار کرے، تو رفتہ رفتہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے، اور قبولِ حق کی صلاحیت ضائع ہو جاتی ہے۔

۵- صبر سے کام لو بے برداشت مت ہو جاؤ، اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا

آخری بات: — سو آپ صبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور بدیقین لوگ ہرگز آپ کو بے برداشت نہ کریں — یعنی آپ معاندین کی شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، صبر و تحمل سے کام لیں، اور اصلاح میں لگے رہیں، اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا ہو کر رہے گا، اور یہ بد عقیدہ اور بے یقین لوگ ذرا بھی آپ کو بے برداشت نہ کریں، آپ کو ان کی حرکتوں پر طیش نہ آئے، کامیابی بڑھ کر آپ کے قدم چومے گی، وما ذلک علی اللہ بعزیز!

معاندین سے انتقام لینا جائز ہے، مگر دعوت و تبلیغ کی مصلحت کے خلاف ہے اور جہاد کوئی انتقام

نہیں، وہ راستہ کار وڑا ہٹانے کی کوشش ہے

﴿الحمد للہ سورۃ الروم کی تفسیر مکمل ہوئی﴾

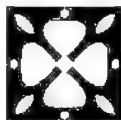
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورہ لقمان

نمبر شمار ۳۱ نزول کا نمبر ۵۷ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۳۴ رکوع: ۴

یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس کا موضوع اثباتِ توحید، ابطالِ شرک اور معاد و آخرت کا بیان ہے۔ اس سورت میں حضرت لقمان کی نصائح آئی ہیں، اس لئے سورت ان کے نام سے موسوم کی گئی ہے، یہ سورت اس بیان سے شروع ہوئی ہے کہ قرآن کریم سرمایہ ہدایت و رحمت ہے، مگر بعض لوگ اللہ سے غافل کرنے والی باتوں میں لگتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ پھر توحید کا مضمون شروع ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، پھر شرکاء کہاں سے آگئے؟ پھر یہ بیان ہے کہ اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری توحید ہے، اور ناشکری کفر و شرک، اسی ذیل میں حضرت لقمان کی بیٹی کو نصیحت آئی ہے کہ شرک سے بچ، شرک بڑا بھاری گناہ ہے، پھر یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کا حق ہے، لیکن اگر وہ شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات نہ مانی جائے، پھر حضرت لقمان نے ایسے عقائد، اعمال اور اخلاقی حسنہ بیان کئے ہیں جو ایک مسلمان میں ہونے چاہئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان و انعام یاد دلا کر توحید کی طرف متوجہ کیا ہے۔ پھر یہ بیان ہے کہ توحید میں اختلاف محض بے دلیل اور اسلاف کی اندھی تقلید ہے، اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، باقی سب بے بنیاد ہیں۔ اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ کائنات کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا علم بے انتہاء ہے، اور وہ کائنات کی تجدید کریں گے، پس وہی معبود ہیں، اور توحید ہی فطرت کی آواز ہے۔

اور آخر میں یہ بیان ہے کہ آفات و بلیات میں تو اقرباء و ہمدردی کر سکتے ہیں، مگر جب قیامت کا بھونچال آئے گا تو کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کر سکے گا، اور قیامت کب آئے گی؟ یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اس کے ضمن میں چار باتیں بیان کی ہیں جو قیامت کے لئے تیاری کرنے سے غافل کرتی ہیں۔



(۳۱) سُورَةُ لَقْمَنْ مَكِّيَّةٌ (۵۷) ﴿۱﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْم ﴿۱﴾ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَرَحْمَةً لِلْمُحْسِنِينَ ﴿۳﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۴﴾ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۶﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَهُ مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۷﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ فِيهَا هُمْ وَعَدَدُ اللَّهِ حَقًّا ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۸﴾

بِسْمِ	نام سے	تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ	نیکو کاروں کے لئے	أُولَٰئِكَ	یہ لوگ
اللَّهُ	اللہ کے	الَّذِينَ	جو	عَلَىٰ هُدًى	ہدایت پر ہیں
الرَّحْمَنِ	نہایت مہربان	يُقِيمُونَ	اہتمام کرتے ہیں	مِّن رَّبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف سے
الرَّحِيمِ	بڑے رحم والے	الصَّلَاةَ	نماز کا	وَأُولَٰئِكَ	اور یہ لوگ
الْم	الف، لام، میم	وَيُؤْتُونَ	اور دیتے ہیں	هُمْ	ہی
تِلْكَ	یہ	الزَّكَاةَ	زکات	الْمُفْلِحُونَ	کامیاب ہونے والے ہیں
آيَاتُ	باتیں ہیں	وَهُمْ	اور وہ	وَمِنَ النَّاسِ	اور بعض لوگ
الْكِتَابِ الْحَكِيمِ	حکمت بھری کتاب کی	بِالْآخِرَةِ	آخرت پر	مَن يَشْتَرِي	جو خریدتے ہیں
هُدًى ﴿۱﴾	ہدایت	هُمْ	وہی	لَهْوَ الْحَدِيثِ ﴿۲﴾	غافل کرنے والی باتیں
وَرَحْمَةً	اور مہربانی	يُوقِنُونَ	یقین رکھتے ہیں	لِيُضِلَّ	تاکہ گمراہ کریں

(۱) ہدی ورحمة: آیات سے حال ہیں۔ (۲) لہو الحديث: مرکب اضافی (اضافت بواسطہ من ہے): فضول، بیہودہ، بے سرو پا قہے (ناج گانا بھی اس کا مصداق ہے)

اور کئے انھوں نے	وَعَلُوا	پیٹھ پھیرتا ہے	وَلَّيْ	راستے سے	عَنْ سَبِيلِ ^(۱)
نیک کام	الصَّالِحِينَ	غور سے	مُسْتَكْبِرًا	اللہ کے	اللہ
ان کے لئے	لَهُمْ	گویا نہیں	كَأَن لَّمْ	نادانی سے	يَغْيِرَ عِلْمُ
باغات ہیں	جَنَّاتُ	سنتا ان کو	يَسْمَعَهَا	اور بناتے ہیں ان کو	وَيَتَّخِذَهَا ^(۲)
نعمتوں کے	الشَّعِيرِ	گویا	كَأَن	ٹھٹھا (ہنسی)	هَزُوا
ہمیشہ رہنے والے	خُلْدًا بَيْنَ	اس کے کانوں میں	فِي أَذْنَيْهِ	یہ لوگ	أُولَئِكَ
ان میں	فِيهَا	بوجھ ہے	وَقَرًا	ان کے لئے	لَهُمْ
اللہ نے وعدہ کیا ہے	وَعَدَ اللَّهُ	پس خوش خبری دے اس کو	فَبَشِّرْهُ	عذاب ہے	عَذَابٌ
سچا	حَقًّا	سزا کی	بِعَذَابٍ	رسوا کرنے والا	مُهَيِّنٌ
اور وہ	وَهُوَ	دروناک	الْبِيمِ	اور جب	وَإِذَا
زبردست	الْعَزِيزُ	بے شک جنھوں نے	لِأَنَّ الَّذِينَ	پڑھی جاتی ہیں اس پر	تُثْلَى عَلَيْهِ
حکمت والے ہیں	الْحَكِيمُ	مان لیا	أَمَنُوا	ہماری آیتیں	أَيُّنَا

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قرآن کریم سرمایہ ہدایت و رحمت ہے

یہ سورت قرآن کریم کی اہمیت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، قرآن کریم تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ (آیت ۱۸۵) میں اس کا وصف: ﴿هُدًى لِلنَّاسِ﴾ آیا ہے، یعنی قرآن سبھی لوگوں کے لئے راہ نما کتاب ہے، پھر جو اس کی ہدایت کی پیروی کریں ان کے لئے رحمت و مہربانی بھی ہے — پھر قرآن کی راہ پر چلنے والوں کے اوصاف بیان کئے ہیں: وہ نماز کا اہتمام کرتے ہیں، زکات دیتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں، کامیابی انہی کا حصہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — الف، لام، میم — یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — یہ پر حکمت کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں، جو نیکوکاروں کے لئے ہدایت و رحمت ہے — وہی اس سے منتفع ہوتے ہیں — اور نیکوکار وہ ہیں — جو نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور زکات ادا کرتے ہیں، اور وہی آخرت کا یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ ان کے پروردگار کی ہدایت پر ہیں، اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۱) سبیل: واضح راستہ، یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے (۲) ہا کا مرجع آیات یا سبیل ہے۔

بدکاروں کا وتیرہ: — نیکوکاروں کے بالمقابل بدکاروں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر رنگ رلیوں میں، کھیل تماشوں میں، واہیات و خرافات میں، ٹی وی، وی سی آر اور کیلوں میں مستغرق رہتے ہیں، خود بھی احکام قرآنی سے غافل ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل و تفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے منحرف کر دیں، ایسے بد راہوں کے بارے میں ارشاد ہے: — اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل

کرنے والی باتیں خریدتے ہیں، تاکہ وہ نادانی سے اللہ کی راہ (دین) سے ہٹادیں، اور وہ اللہ کی آیات کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ روایات میں ہے کہ نصر بن حارث: جو رؤسائے کفار میں سے تھا، بغرض تجارت فارس جاتا، اور وہاں سے شاہانِ عجم کے قصے خرید کر لاتا، قریش کو سناتا، اور کہتا: محمد (ﷺ) تم کو عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں، آؤ میں تمہیں رستم و اسفندیار کے واقعات سناؤں، یہ قصے قرآن سے زیادہ دلچسپ ہیں، مانتجار لوگ اس کی طرف مائل ہو جاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور علماء نے لُہو الحدیث میں ہر وہ چیز داخل کی ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے ہٹانے والی ہے، مثلاً: ناول اور افسانے پڑھنا، ہنسی مذاق کی باتیں کرنا، واہیات مشغلوں میں لگنا، گانا بجانا اور ہمارے زمانہ کی خرافات ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ اور رٹکن موبائلوں میں کھوجانا۔

انہی لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے — شانِ نزول کو خاص ہے مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام ہے، جو بھی مشغلہ دین سے پھیر دے وہ حرام بلکہ کفر ہے، اور جو احکام ضروریہ سے باز رکھے وہ معصیت ہے، اور جو لا یعنی ہو وہ خلافِ اولیٰ ہے، اور جس میں معتد بہ شرعی مصلحت ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ متکبرانہ منہ موڑ لیتا ہے، گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں نقل (بھاری پن) ہے، پس آپ اس کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنائیے — کیونکہ ایسا شخص نام کا بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

نیکوکاروں کا انجام: — اب اشیاء کے بالمقابل سعداء (نیکوکاروں) کا اخروی انجام سنیں — بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، ان کے لئے عیش کے باغات ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے، اور وہ زبردست حکمت آشنا ہیں! — زبردست ہیں: کوئی طاقت ان کو ایفاء وعدہ سے روک نہیں سکتی، حکمت آشنا ہیں: جب وقت آئے گا فوراً وعدہ پورا فرمائیں گے۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَآلَفَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ
وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ

کَرِيمٌ ۝ هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

خَلَقَ	پیدا کیا	وَبَثَّ	اور پھیلانے	هَذَا خَلْقُ	یہ بنانا ہے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	فِيهَا	زمین میں	اللَّهُ	اللہ کا
بِغَيْرِ عَمَدٍ	ستونوں کے بغیر	مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ	ہر قسم کے جانور	فَأَرُونِي	پس دکھاؤ مجھے
تَرَوْنَهَا ^(۱)	دیکھتے ہو تم ان کو	وَأَنْزَلْنَا	اور اتارا ہم نے	مَاذَا	کیا
وَالْفُ	اور ڈالے	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	خَلَقَ	بنایا ہے
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	مَاءٍ	پانی	الَّذِينَ	جو
رَوَّاسِي	مضبوط پہاڑ	فَأَنْبَتْنَا	پس اگائی ہم نے	مِنْ دُونِهِ	اس سے نیچے ہیں
أَنْ ^(۲)	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ	فِيهَا	زمین میں	بَلِ الظَّالِمُونَ	بلکہ نا انصاف
تَمِيدًا	بلنے لگے	مِنْ كُلِّ رَوْحٍ	ہر قسم	فِي ضَلَالٍ	گمراہی میں ہیں
بِكُمْ	تمہارے ساتھ	كَرِيمٍ	عمدہ	مُبِينٍ	صریح

اللہ کے علاوہ کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، پھر شرکاء کہاں سے آگئے!

اب توحید کا مضمون شروع ہوتا ہے، اللہ پاک پوچھتے ہیں: بتاؤ! یہ بلند آسمان کی چھت ستونوں کے بغیر کس نے تانی ہے؟ جس کو لوگ ہر جگہ سے دیکھتے ہیں، زمین میں یہ بھاری پہاڑ کس نے ڈالے ہیں؟ سمندروں کی گہرائی کے مقابلہ میں پہاڑوں کی بلندیاں رکھی ہیں، پہاڑ نہ ہوتے تو بیلنس نہ رہتا، زمین ڈالو ڈالو ہوتی رہتی، یہ زمین میں بھانت بھانت کے جانور پیدا کر کے کس نے پھیلانے ہیں؟ آسمان سے پانی کون برساتا ہے؟ اور زمین سے ہر قسم کی عمدہ اقسام کون اگاتا ہے؟ — یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں، جس کو مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں — اب دکھاؤ: مشرکوں کے معبودوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ — کچھ بھی نہیں! — پس جو خالق نہیں وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو ان کو معبود بناتے ہیں وہ ظالم (نا انصاف) ہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلا ستون بنایا، تم ان کو دیکھتے ہو، اور زمین میں بھاری پہاڑ ڈالے کہ زمین تم کو لے کر ڈالو ڈالو نہ ہونے لگے، اور اس میں ہر قسم کے جانور (۱) تر و نہا: مستقل جملہ ہے دیکھیں ہدایت القرآن سورۃ الرعد آیت ۲ (۲) یہ ان خاص قسم کا ہے: بحاث نے اس کو بیان نہیں کیا۔

پھیلائے، اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین میں ہر طرح کی عمدہ اقسام اُگائیں، یہ چیزیں اللہ نے بنائی ہیں، پس مجھے دکھاؤ: کیا پیدا کیا ہے اُن شرکاء نے جو اللہ سے کم رتبہ ہیں؟ بلکہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔

معبود وہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا ہے

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ وَلَاذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنَىٰ
لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ
أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِي عَامَيْنِ أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَى الْمَصِيرِ ۝
وَإِنْ جَاهِدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا
فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّتُكُم بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بے شک اللہ تعالیٰ	يَا اللَّهُ	اللہ کے ساتھ
آتَيْنَا	دی ہم نے	عَنِّي	بے نیاز	إِنَّ الشِّرْكَ	بے شک شرک
لُقْمَانَ	لقمان کو	حَمِيدٌ	ستودہ ہیں	لَظُلْمٌ	یقیناً ظلم ہے
الْحِكْمَةَ	دانشمندی	وَلَاذْ قَالَ	اور جب کہا	عَظِيمٌ	بڑا بھاری
أَنْ اشْكُرْ ^(۱)	کہ شکر بجالا	لُقْمَانُ	لقمان نے	وَصَّيْنَا	اور تاکید کی ہم نے
لِلَّهِ	اللہ کا	لَا بِنِّهِ	اپنے بیٹے سے	الْإِنْسَانَ ^(۲)	انسان کو
وَمَنْ يَشْكُرْ	اور جو شکر بجالاتا ہے	وَهُوَ	در انحالیکہ وہ	بِوَالِدَيْهِ	اس کے والدین کے بارے میں
فَإِنَّمَا يَشْكُرُ	پس وہ بس شکر بجالاتا ہے	يَعِظُهُ	اس کو نصیحت کر رہے تھے	حَمَلَتْهُ	اٹھایا اس کو
لِنَفْسِهِ	اپنے لئے	يُبْنَىٰ	اے پیارے بیٹے	أُمُّهُ	اس کی ماں نے
وَمَنْ كَفَرَ	اور جس نے ناشکری کی	لَا تُشْرِكْ	مت شریک ٹھہرا	وَهْنًا	کمزوری سے

(۱) ان تفسیر کے لئے ہے، اور اس پورے رکوع میں (دو آیتوں کے علاوہ) حضرت لقمان کی دانشمندانہ باتیں ہیں (۲) وصیت آگے ہے۔

عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصْلَةٍ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي ^(۱) وَلَوْلَا دِينُكَ لَأَكَلْتُ الْمَصِيدُ وَأَنَا جَاهِدُكَ عَلَىٰ أَنْ	بالائے کمزوری اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا حق مان اور اپنے والدین کا میری طرف لوٹنا ہے اور اگر دباؤ ڈالیں دونوں تجھ پر اس بات کے لئے کہ	تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ ^(۲) عِلْمٌ فَلَا تُطْعَمُهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا	شریک ٹھہرائے تو میرے ساتھ اس چیز کو کہ نہیں تیرے لئے اسکے بارے میں کچھ علم پس نہ کہا مان دونوں کا اور ساتھ رہ دونوں کے دنیا میں دستور کے موافق	وَأَتَيْنَا سَبِيلَ مَنْ أُنَابَ إِلَيْنَا ثُمَّ إِنَّا مَرْجِعُكُمْ فَأَنْتُمْ كُنْتُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ	اور پیروی کر (اس کی) راہ کی جو متوجہ ہوا میری طرف پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے پس آگاہ کرونگا میں تم کو اس سے جو تھے تم کرتے
--	--	--	--	---	--

اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری تو حید ہے، اور کفران (ناشکری) شرک!

گذشتہ آیت کے آخر میں تھا کہ تو حید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا کھلی گمراہی ہے، اور گذشتہ سے پیوستہ آیت میں اللہ کی چند نعمتوں کا ذکر آیا ہے، اب یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو فہم و بصیرت عطا فرمائی، انھوں نے اپنی دانشمندی سے یہ بات جان لی کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار بننا چاہئے، یہی تو حید کا تقاضہ ہے۔ اور اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری میں اللہ کا کچھ فائدہ نہیں، بندے ہی کا فائدہ ہے، دنیا میں نعمتیں بڑھتی ہیں، اور آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے، اس کی نعمتوں میں برکت نہیں ہوتی، اور آخرت میں سخت سزا پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کے شکر کی یا ناشکری کی کچھ پرواہ نہیں، وہ تو بے نیاز ستودہ ذات ہے، ساری مخلوق زبان حال سے اس کی تعریف کرتی ہے، کسی کی حمد یا شکر سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر اضافہ نہیں ہوتا۔

فائدہ: اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے، کیونکہ رسول وحی سے باتیں بتاتے ہیں، اور حضرت لقمان نے اپنی بصیرت سے حکمت کی باتیں بتائی ہیں، بلکہ وہ ایک پاکباز متقی انسان تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کا فہم عطا فرمایا تھا۔ ان کی حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور ہیں، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں کے اور کس زمانہ کے تھے، مشہور یہ ہے کہ وہ حبشی تھے، اور حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ واللہ اعلم

آیت کریمہ: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر بجالا! اور جو شخص شکر

(۱) ان: تفسیر کے لئے ہے، یہ وصیت کی تفسیر ہے، اور حملتہ درمیان میں جملہ مقررہ ہے (۲) بہ: ای ہکو نہ شریکا۔

بجالاتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر بجالاتا ہے، اور جس نے ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والے ہیں

شُرک بھاری ظلم ہے

ظلم: کے اصل معنی ہیں: غیر کی ملک میں تصرف کرنا، پس اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہو سکتے، کیونکہ تمام عالم ان کی ملکیت ہے، پھر ظلم کا استعمال حق سے تجاوز کرنے کے لئے ہونے لگا، خواہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر، اسی لئے گناہ خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ: دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے، آدم علیہ السلام کو بھی ان کی کوتاہی پر ظالم کہا گیا، اور ابلیس کے حق میں بھی یہی لفظ استعمال کیا گیا، جبکہ دونوں کے ظلموں میں آسمان زمین کا فرق ہے — اور امام راغب رحمہ اللہ نے بعض حکماء سے نقل کیا ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے:

اول: وہ نا انصافی جو انسان اللہ تعالیٰ کے حق میں کرتا ہے، یعنی کفر و شرک اور نفاق، اس سے بڑا کوئی ظلم نہیں۔

دوم: وہ نا انصافی جو ایک انسان دوسرے انسان کے حق میں کرتا ہے، ظلم، زیادتی اور ستم اسی معنی میں مستعمل ہیں۔

سوم: وہ نا انصافی جو انسان اپنے ہی حق میں کرتا ہے، یعنی گناہ کرتا ہے، یہ اپنے پیروں پر تیشہ زنی ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ شرک میں ملوث مت ہونا، شرک بڑی بھاری نا انصافی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حق تلفی ہے، عاجز مخلوق کو قادر خالق کے برابر کر دینا کوئی عقلمندی ہے!

آیت کریمہ: — اور (یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کا حق ہے

حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو اللہ کا حق بتلایا، باپ کا حق نہیں بتلایا، کیونکہ اس میں خود غرضی کا شبہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ حضرت لقمان کی نصیحتیں روک کر ماں باپ کا حق بتلاتے ہیں، مگر مقصود دوسری آیت ہے، پہلی آیت تمہید ہے یعنی اگر ماں باپ شرک کے لئے اصرار کریں تو ان کی بات نہ مانی جائے، تو حید پر جمار ہے، اس طرح یہ آیات بھی موضوع (شرک کی تردید) سے مربوط ہیں۔

اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے، ماں کا حق خدمت میں زیادہ ہے، اور باپ کا اطاعت میں، ماں نو ماہ تک بچے کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہے، اور جوں جوں مدت حمل بڑھتی ہے کمزوری بڑھتی ہے، کمزوری بالائے کمزوری کا یہ مطلب ہے۔ پھر ولادت کی تکلیف سہتی ہے، پھر دو سال تک دودھ پلاتی ہے، دودھ ماں کے خون سے بنتا ہے، علاوہ ازیں مختلف تکلیفیں جھیلیں ہیں، اپنے آرام کو بچہ کے آرام پر قربان کرتی ہے، اس لئے خدمت میں ماں کا حق زیادہ ہے۔

اور یہ آدمی بات ہے، باپ کی تکلیفوں کا ذکر نہیں کیا، فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا، باپ بچہ کی خاطر اپنی پسند کو بالائے طاق رکھ کر دیندار عورت سے نکاح کرتا ہے، پھر جب حمل قرار پاتا ہے تو عورت کی ہر طرح دیکھ بھال کرتا ہے، اور بچہ کی ولادت کا سارا خرچہ برداشت کرتا ہے، پھر جب تک بچہ خود کفیل نہیں ہو جاتا رات دن خون پسینہ ایک کر کے کھاتا ہے، اور بچہ کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

ان وجوہ سے اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے، انسان کو چاہئے کہ پہلے اللہ کی عبادت کرے پھر ماں باپ کی خدمت و اطاعت کرے — اور اللہ کا حق مقدم اس لئے ہے کہ سب کو اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، پس ان کے سامنے کیا منہ لے کر جائے گا: اس کی فکر کرے۔

آیت پاک: — اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی، اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا، کمزوری بالائے کمزوری کے ساتھ، اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہے کہ شکر گزار بن میرا اور اپنے ماں باپ کا، میری طرف لوٹنا ہے۔

مسئلہ: چاروں ائمہ کے نزدیک دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے، دو سال سے زیادہ دودھ پلانا حرام ہے، احناف کے یہاں بھی فتویٰ اسی پر ہے، البتہ حرمت رضاعت میں فتویٰ ڈھائی سال پر ہے، تفصیل سورۃ احقاف (آیت ۱۵) میں آئے گی۔

شُرک اتنی بری چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اس کو اختیار نہیں کیا جاسکتا

ماں باپ کا حق بتانے کے بعد اب یہ بات بیان کرتے ہیں کہ شرک بڑا بھاری گناہ ہے، ماں باپ بھی اگر شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات ماننا جائز نہیں، البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے، اور بوقت تعارض مؤمنین کا راستہ اپنانا چاہئے، مشرکین کا راستہ اختیار کرنا درست نہیں — پھر سب کو: ماں باپ اور اولاد کو: اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، وہاں پتہ چل جائے گا کہ ماں باپ کا اصرار صحیح تھا یا اولاد کا انکار۔

آیت کریمہ: — اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے، جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کا کہنا مت مان، اور تو دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کر، اور اس شخص کی راہ پر چل جو میری طرف متوجہ ہوا، پھر تم کو میرے پاس آنا ہے، پس میں تم کو بتلاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ مَرَّتٌ ۙ اللّٰهُ لَطِيفٌ خَبِيْرٌ ۝۶ يٰۤاَيُّهَا اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ

بِالْمَعْرُوفِ وَإِنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ
الْأُمُورِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ
أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝

۴۰۳ =

يُبْنَىٰ ^(۱)	اے میرے پیارے بیٹے	اے میرے پیارے بیٹے	لِلنَّاسِ	لوگوں سے
إِنِّهَا ^(۲)	پیشک وہ (جھگی رہی بات)	اہتمام کر	وَلَا تَتَّبِعْ	اور مت چل
إِنْ تَكُ	اگر ہو وہ	نماز کا	فِي الْأَرْضِ	زمین میں
مِثْقَالِ ^(۳)	برابر	اور حکم دے	مَرَحًا ^(۴)	اترا کر
حَبَّةٍ	دانے	بھلے کاموں کا	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
مَنْ خَرَدَلِ ^(۴)	رائی کے	اور روک	لَا يُحِبُّ	پسند نہیں کرتے
فَتَكُنْ	پس ہو وہ	برے کاموں سے	كُلِّ	ہر
فِي صَخْرَةٍ	پتھر میں	اور صبر کر	مُخْتَالٍ	اترانے والے
أَوْ فِي السَّمَوَاتِ	یا آسمانوں میں	اس پر جو	فَخُورٍ	شخی بگھارنے والے کو
أَوْ فِي الْأَرْضِ	یا زمین میں	تجھے پہنچے	وَاقْصِدْ	اور میانہ رہ
يَأْتِ بِهَا	لائیں گے اس کو	بے شک یہ بات	فِي مَشْيِكَ	اپنی چال میں
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	پختہ	وَاعْضُضْ	اور پست کر
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	کاموں سے ہے	مِنْ صَوْتِكَ	اپنی کچھ آواز
لَطِيفٌ	باریک بین	اور مت ٹیڑھا کر	إِنَّ	بے شک
خَبِيرٌ	خبردار ہیں	اپنا رخسار	أَنكَرَ	بری سے بری

(۱) بُنِيَ: ابن کی تصغیر پیار کے لئے ہے (۲) ہا کا مرجع الخصلة الحسنة أو السينة ہے، آگے مؤنث ضمیروں کا بھی یہی مرجع ہے (۳) مثقال: ہم وزن، جمع مثاقیل (۴) خردل: رائی، سرسوں، ذرا سی مقدار (۵) صَعْرَ خَدَّه: غرور و تکبر سے رخسار کو ٹیڑھا کرنا، صَعْرَ (س) صَعْرًا: گردن یا منہ کا ٹیڑھا ہونا۔ (۶) مَرَحًا: اسم فعل: اکڑ کر، اترا کر، حال ہے۔

الْأَصْوَاتِ	آوازیں	لَصَوْتُ	البتہ آواز ہے	الْحَمِيرُ ^(۱)	گدھوں کی
--------------	--------	----------	---------------	---------------------------	----------

عقائد، اعمال اور اخلاقِ حسنہ جو ایک مسلمان میں ہونے چاہئیں

حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو نصیحت کی کہ شرک سے کنارہ کش رہنا، یعنی توحید پر جمے رہنا، ایک اللہ کو معبود ماننا کسی اور سے لونہ لگانا، پھر انھوں نے توحید کے تقاضے سمجھائے، وہ عقائد، اعمال اور اخلاق بتائے جو ایک مسلمان میں ہونے چاہئیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ ان کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہے، کوئی ادنیٰ بات ان کے علم سے باہر نہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں، ان کی قدرت کامل ہے، مثلاً: اچھا برا عمل خواہ رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر خواہ وہ کسی سخت چٹان میں، یا آسمانوں کی بلندی پر، یا زمین کی گہرائی میں ہو: اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو لا حاضر کریں گے، پس آدمی ہزار پردوں میں جو کام کرتا ہے وہ بھی اللہ کے سامنے ہے، فرمایا: — بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر وہ کسی پتھر یا آسمانوں یا زمین میں ہو تو بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین باخبر ہیں۔

تین اعمال: ایک: نماز کا اہتمام کرنا، کیونکہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے۔ دوم: لوگوں کی اصلاح کی فکر کرنا، بھلی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔ سوم: بختیوں سے گھبرا کر ہمت نہ ہارنا، حوصلہ مندی سے کام لینا، زندگی میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، شدائد پیش آئیں تو جی نہ چھوڑے، فرمایا: — بیٹے! نماز پڑھا کر، اور اچھے کاموں کا حکم دیا کر، اور برے کاموں سے روکا کر، اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر، بے شک یہ (تینوں کام) ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔

چار اخلاقِ حسنہ: ایک: لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، ان سے روگردانی نہ کرنا دوم: خاکساری اختیار کرنا، اتر کر نہ چلنا سوم: میانہ چال چلنا، نہ دوڑنا نہ خراماں خراماں چلنا چہارم: بے ضرورت حد سے زیادہ نہ چلانا، فرمایا: — اور لوگوں سے اپنا چہرہ مت پھیر، اور زمین میں اتر کر مت چل، بے شک اللہ تعالیٰ کسی بھی تکبر کرنے والے، شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتے، اور میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو پست رکھ، بے شک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے! —

گدھے ناراض نہ ہوں وہ یہ نہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا! یہ حضرت لقمانؑ کا قول ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے، جیسے: ﴿إِنْ كَيْدُكُمْ عَظِيمٌ﴾ بے شک تمہاری (عورتوں کی) چالاکیاں بھی غضب کی ہوتی ہیں! [یوسف ۲۸]

یہ عزیزِ مصر کا قول ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بے ڈھنگی اور بے سُری ہو جاتی ہے

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءُنَا أَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝ وَمَن يَسْلَمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۚ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ ثُمَّ نُنَبِّئُكُم بِهِمْ قَتَلْتُمُوهُمْ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ كِبَارًا ۚ وَغَضِبْنَا عَلَيْهِمُ اللَّهُ وَاتَّخَذَهُمْ عِبْدًا مُّغْلَبِينَ ۚ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝

أَلَمْ تَرَوْا	کیا نہیں دیکھا تم نے	وَمِنَ النَّاسِ	اور بعض لوگ	اللَّهُ	اللہ نے
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ نے	مَن يُجَادِلُ	جو جھگڑتے ہیں	قَالُوا	کہا انھوں نے
سَخَّرَ	بیگاڑ میں لگایا ہے	فِي اللَّهِ	اللہ میں (توحید میں)	بَلْ نَتَّبِعُ	(نہیں) بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم
لَكُمْ	تمہارے لئے جو کچھ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	نادانی سے	مَا وَجَدْنَا	جو پایا ہم نے
مَّا فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں ہے	وَلَا هُدًى	اور راہ نمائی کے بغیر	عَلَيْهِ	اس پر
وَمَا	اور جو کچھ	وَلَا كِتَابٍ	اور کتاب کے بغیر	آبَاءُنَا	ہمارے اسلاف کو
فِي الْأَرْضِ	زمین میں ہے	مُنِيرٍ	روشن کرنے والی	أَوْ لَوْ كَانَ	کیا اگرچہ ہو
وَاسْبَغَ ^(۱)	اور کامل کی ہیں	وَإِذَا	اور جب	الشَّيْطَانُ	شیطان
عَلَيْكُمْ	تم پر	قِيلَ	کہا گیا	يَدْعُوهُمْ	بلا تا ان کو
نِعْمَهُ	اپنی نعمتیں	لَهُمْ	ان سے	إِلَىٰ عَذَابِ	عذاب کی طرف
ظَاهِرَةً	کھلی	اتَّبِعُوا	پیروی کرو	السَّعِيرِ	دوزخ کے
وَبَاطِنَةً	اور چھپی	مَّا أَنْزَلَ	(اس کی) جو اتارا		

(۱) اسباغ: کامل کرنا، پورا کرنا۔ (۲) لو: وصلیہ ہے۔

وَمَنْ يَسْلَمْ ^(۱)	اور جس نے جھکایا	عَاقِبَةُ	انجام ہے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
وَجْهَةً	اپنا چہرہ	الْأُمُورِ	کاموں کا	عَلَيْهِمْ	خوب جانتے ہیں
لِلَّهِ	اللہ کی طرف	وَمَنْ كَفَرَ	اور جس نے انکار کیا	بِذَاتِ الصُّدُورِ	سینوں کی باتوں کو
وَهُوَ مُحْسِنٌ	در انحالیکہ وہ نیکو کار ہے	فَلَا يَحْزُنُكَ	پس نہ غمگین کرے آپ کو	فَتُتَبِعُهُمْ	فائدہ اٹھانے دے
فَقَدْ	پس بالتحقیق	كُفْرُهُ	اس کا انکار کرنا	رَبِّهِمْ	رہے ہیں ان کو
اسْتَمْسَكَ	مضبوط پکڑا اس نے	إِلَيْنَا	ہماری طرف	قَلِيلًا	تھوڑا سا
بِالْعُرْوَةِ	کڑا	مَرْجِعُهُمْ	ان کا لوٹنا ہے	ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ	پھر مجبور کریں گے ہم ان کو
الْوُتْقِ	مضبوط	فَتَنْتَبِهُهُمْ	پس بتلائیں گے ہم ان کو	لِلْأَعْدَابِ	عذاب کی طرف
وَاللَّهُ	اور اللہ کی طرف	بِمَا عَمِلُوا	جو کچھ کیا انھوں نے	غَلِيظٍ	گاڑھا (بھاری)

اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان و انعام یاد دلا کر تو حید کی طرف متوجہ کیا

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تمام چیزیں انسان کی مصلحت کے لئے بنائی ہیں، سورۃ البقرۃ (آیت ۲۹) میں ہے: ”اللہ نے تمہارے فائدے کے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس ان کے درست سات آسمان بنائے“ چنانچہ آسمان و زمین کی کل مخلوق انسان کے کام میں لگی ہوئی ہے، پھر یہ کیونکر زیبا ہے کہ انسان اللہ کی بندگی اور اطاعت میں نہ لگے:

ابر و باد و مه و خورشید و فلک در کارند ❀ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ❀ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

بادل، ہوا، چاند، سورج اور آسمان کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تو ایک روٹی ہاتھ میں لائے اور غفلت سے نہ کھائے

سب مخلوق تیرے لئے حیران اور فرمان بردار ہے: انصاف کی بات نہیں کہ تو فرمان بردار نہ ہوے

ارشاد فرماتے ہیں: — کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ تعالیٰ نے کام میں لگا رکھی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں

ہیں، اور جو زمین میں ہیں، اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں؟ — ظاہری نعمتیں وہ ہیں

جو حواس سے مدد رکھوں، اور باطنی وہ ہیں جو عقل سے مدد رکھوں، اور مراد وہ نعمتیں ہیں جو تنخیر ارض و سماء پر مرتب

ہوتی ہیں (بیان القرآن)

(۱) اسلام: تابعدار ہونا، سرانگندہ ہونا۔

توحید میں اختلاف محض بے دلیل اور آباء کی اندھی تقلید ہے

اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان کے باوجود بعض لوگ اللہ کی وحدانیت میں جھگڑتے ہیں، اور بے سند جھگڑتے ہیں، نہ کوئی علمی اور عقلی دلیل ان کے پاس ہے، نہ کسی ہادی کی ہدایت، نہ کسی روشن (آسمانی) کتاب کا حوالہ، محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں — اور بعض لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اپنی نادانی سے، کسی راہ نمائی اور روشن کتاب کے بغیر — اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اُس وحی کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے، تو کہتے ہیں: ہم اس طریقہ کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے اسلاف کو پایا ہے — ترید: — کیا اگرچہ شیطان ان کو اللہ کے عذاب کی طرف بلارہا ہو؟ — یعنی اگر تمہارے باپ دادا گمراہ ہوں، دوزخ کی راہ چل رہے ہوں، تب بھی تم ان کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ پہنچیں گے وہیں پہنچو گے؟ اندھی تقلید جائز نہیں، جس طرح مشرکین کرتے ہیں، البتہ بصیرت کے ساتھ تقلید ضروری ہے، جس طرح ائمہ اربعہ کی کی جاتی ہے۔

موجود اور مشرک کا انجام

سچا مسلمان جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا، اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا: اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا، وہ گرنے سے اور چوٹ کھانے سے محفوظ ہو گیا، اس کا انجام بخیر ہوگا۔ اور منکرین کا انجام آگے آ رہا ہے، پہلے مسلمانوں کو یہ بات بتلائی ہے کہ تم ان کے انکار و تکذیب کی پرواہ مت کرو، ان کو ہمارے ہی پاس آنا ہے، اس وقت ان کا کچا چٹھا ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا، وہ کسی جرم کو اللہ سے چھپانہ سکیں گے، اللہ تعالیٰ کو سب راز ہائے نہفتہ معلوم ہیں۔ منکرین کا انجام: منکرین کو چند دن کی مہلت ہے، وہ چند دن عیش کر لیں، پھر مہلت ختم ہوتے ہی کشاں کشاں سخت سزا (دوزخ) میں کھنچے چلے آئیں گے، وہ دوزخ سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو — منافق نہ ہو — تو اس نے بڑا مضبوط کڑا پکڑ لیا، اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا انجام لوٹے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کا انجام درست کر دیں گے۔

اور جس نے انکار کیا تو آپ اُس کے انکار کا غم نہ کریں، ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے، پس ہم ان کو بتلائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے — اس وقت سب کیا ان کے سامنے آجائے گا — بے شک اللہ تعالیٰ کو دلوں کی سب باتیں خوب معلوم ہیں — وہ کسی جرم کو اللہ سے چھپانہ سکیں گے۔

ہم ان کو چند دن عیش کرنے دے رہے ہیں، پھر ان کو کشاں کشاں سخت عذاب کی طرف لے آئیں گے — مجال ہے کہ وہ چھوٹ کر بھاگ جائیں!

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ط قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ (۲۵) لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۚ (۲۶) وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۚ (۲۷) مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةً إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۚ (۲۸) أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتَحَرَّ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ (۲۹) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۚ (۳۰)

۴۰۷

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ط قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ (۲۵) لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۚ (۲۶) وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۚ (۲۷) مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةً إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۚ (۲۸) أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتَحَرَّ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ (۲۹) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۚ (۳۰)	اور بخدا! اگر آپ ان سے پوچھیں: کس نے پیدا کئے آسمان اور زمین؟ (تو) ضرور کہیں وہ اللہ نے کہو: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بلکہ ان کے اکثر	لَا يَعْلَمُونَ ۚ (۲۵) لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۚ (۲۶) وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۚ (۲۷) مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةً إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۚ (۲۸) أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتَحَرَّ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ (۲۹) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۚ (۳۰)	جانتے نہیں اللہ کے لئے ہے جو اسماءوں میں ہے اور زمین میں ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز خوبیوں والے ہیں اور اگر یہ بات ہو کہ جو زمین میں ہے درختوں سے	أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ (۲) مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۚ (۲۷) مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةً إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۚ (۲۸) أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتَحَرَّ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ (۲۹) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۚ (۳۰)	قلمیں ہوں اور سمندر: بڑھائیں اس کو اس کے بعد سات سمندر نہیں ختم ہوگی باتیں اللہ کی بے شک اللہ تعالیٰ زبردست
---	---	--	--	---	---

(۱) لو: شرطیہ، ان: حرف مشبہ بالفعل، ما فی الارض: اسم، من شجرة: ما: کا بیان، أقلام: خبر، ما نفدت: لو کا جواب۔ (۲) مَدَّ الشَّيْءُ: کسی چیز میں اضافہ کرنا، بڑھانا، جیسے مَدَّ النَّهْرُ النَّهْرَ: چھوٹی نہر نے دریا کو بڑھایا جملہ یمدہ: البحر کی صفت ہے

حَکِیْمٌ	حکمت والے ہیں	فِی النَّهَارِ	دن میں	حَبِیْبٌ	پوری طرح باخبر ہیں
مَا خَلَقَكُمْ	نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا	وَيُؤَلِّجُ	اور اخل کرتے ہیں	ذٰلِكَ	یہ سب
وَلَا بَعَثَكُمْ	اور نہ تمہارا دوبارہ زندہ ہونا	النَّهَارَ	دن کو	بِاَنِّ اللّٰهِ	بایں وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
اِلَّا كُنْهٖ	مگر جیسے شخص	فِی الْبَیْلِ	رات میں	هُوَ الْحَقُّ	ہی برحق ہیں
وَاحِدَةٍ	ایک کا	وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا ہے	وَ اَنَّ مَا	اور یہ کہ جن کو
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	الشَّمْسَ	سورج	يَدْعُوْنَ	پکارتے ہیں وہ
سَمِیْعٌ	سب کچھ سننے والے	وَالْقَمَرَ	اور چاند کو	مِنْ دُوْنِہٖ	اللہ سے ورے
بَصِیْرٌ	ہر چیز دیکھنے والے ہیں	کُلَّ یَجْرِی	ہر ایک چل رہا ہے	الْبَاطِلُ	بے بنیاد ہیں
اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	اِلَّا اَجَلٍ	مدت تک	وَ اَنَّ اللّٰهَ	اور یہ کہ اللہ تعالیٰ
اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ	مُسَمًّی	مقررہ	هُوَ الْعَلِیُّ	ہی برتر
یُؤَلِّجُ	داخل کرتے ہیں	وَ اَنَّ اللّٰهَ	اور یہ کہ اللہ تعالیٰ	الْکَبِیْرُ	سب سے بڑے ہیں
الْبَیْلِ	رات کو	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں کے جو کرتے ہو		

اللہ تعالیٰ ہی برحق معبود ہیں، باقی سب بے بنیاد ہیں

کائنات کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا علم بے انتہا ہے، اور وہ کائنات کی تجدید کریں گے: اس

لئے وہی معبود ہیں

کائنات کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں: — اور اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کئے ہیں آسمان اور زمین؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے! کہو: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، مگر ان کے اکثر جانتے نہیں — یعنی تم اعتراف کرتے ہو کہ آسمان و زمین اللہ نے پیدا کئے ہیں، جو اہر کے خالق تمہارے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ ہیں، پھر اب کوئی خوبی رہ گئی جو ان کی ذات میں نہیں؟ اور معبود ہونا سب سے بڑی خوبی ہے، پس وہ بھی ان ہی کے لئے ہے، بات صاف ہے، مگر بہت لوگ سمجھتے نہیں۔

کائنات کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں: — اللہ ہی کی ملکیت ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ

(۱) وَاِنَّ اللّٰهَ کَاٰیِلٌ اَنْ اللّٰہ پر عطف ہے، اور یہ بھی الم قر کے تحت داخل ہے۔

بے نیاز خوبیوں والے ہیں — یعنی آسمان وزمین اور ان میں جو چیزیں ہیں: سب اللہ کی مملوک ہیں، کوئی دوسرا مالک نہیں، اور سب چیزیں وجود اور توابع وجود میں ان کی محتاج ہیں، اور وہ کسی کے محتاج نہیں، ان کا کوئی کمال کسی سے مستفاد نہیں، وہ بالذات خوبیوں کے مالک ہیں، پھر انہیں کسی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے!

اللہ تعالیٰ کا علم بے انتہا ہے: — اور اگر یہ بات ہو کہ جو درخت زمین میں ہیں سب قلم بن جائیں، اور سمندر: بڑھائیں اس کو اس کے بعد سات سمندر اور: تو بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں نہ نمٹیں، بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں — یعنی تمام درختوں کو تراش کر قلم بنالیں، اور موجودہ سمندر سیاہی بن جائیں، پھر سات سمندر اور اس کی کمک کو آجائیں، اور لکھنے والے لکھنا شروع کریں تو سیاہی ختم ہو جائے گی، مگر اللہ کی باتیں پوری نہ ہوں گی — جس کا علم اتنا وسیع ہے، اس کے لئے کائنات کو سنبھالنا کیا مشکل ہے؟ وہ زبردست ہیں، حکمت کے تقاضوں کے موافق کائنات کو چلا رہے ہیں۔

کائنات دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے: — نہیں ہے تمہارا (پہلی بار) پیدا کرنا، اور تمہارا دوبارہ پیدا ہونا مگر ایک شخص (کے پیدا کرنے) کی طرح، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں — یعنی سارے جہاں کا پہلی بار پیدا کرنا، اسی طرح دوسری مرتبہ پیدا کرنا: ایک آدمی کے پیدا کرنے کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں، ان کی قدرت کے سامنے یکساں ہیں — پھر دوبارہ پیدا ہونے کے بعد سب کا رتی رتی کا حساب ہوگا، اس میں بھی اس کو کوئی دقت نہ ہوگی، وہ سب اقوال سنتے ہیں اور سب افعال دیکھتے ہیں، کوئی ادنیٰ بات ان سے پوشیدہ نہیں!

اللہ تعالیٰ کائنات کی تجدید کریں گے: — یہ کائنات ایک مقررہ وقت تک چلے گی، پھر ختم کر دی جائے گی، پھر یہی کائنات دوبارہ پیدا کی جائے گی، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وقت کو ادھر ادھر کرتے ہیں، کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن، اسی طرح کائنات در کائنات کا عمل ہوگا۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں، اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں؟ — اسی طرح ایک کائنات کو دوسری کائنات سے بدل دینا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں — اور کام میں لگایا ہے سورج اور چاند کو، ہر ایک مقررہ وقت تک چلے گا — پھر یہ نظام رک جائے گا، اور نیا نظام شروع ہوگا — اور (کیا نہیں دیکھتا) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی پوری خبر رکھتے ہیں؟ — پس ان کو کائنات کی تجدید کے بعد حساب کتاب میں کیا دشواری ہوگی!

مذکورہ شئون و صفات والی ہستی ہی معبود ہے: — یہ بات — یعنی معبود ہونا — بایں وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

برحق ہیں — ان کا وجود اور ان کی صفات و شئون واقعی ہیں — اور جن کو لوگ اللہ سے ورے پوجتے ہیں وہ بے بنیاد ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی عالی شان بڑے ہیں — پس بندوں کی عبادت (پستی اور تذلل) اسی کے لئے ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللَّهِ لِيُرِيَكُمْ مِنْ آيَاتِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ۝

نجات دیتے ہیں ان کو	نجات دیتے ہیں ان کو	نجات دیتے ہیں ان کو	نجات دیتے ہیں ان کو	نجات دیتے ہیں ان کو	نجات دیتے ہیں ان کو
خشکی کی طرف	خشکی کی طرف	خشکی کی طرف	خشکی کی طرف	خشکی کی طرف	خشکی کی طرف
تو بعض ان میں سے	تو بعض ان میں سے	تو بعض ان میں سے	تو بعض ان میں سے	تو بعض ان میں سے	تو بعض ان میں سے
سیدھے راستہ پر قائم	سیدھے راستہ پر قائم	سیدھے راستہ پر قائم	سیدھے راستہ پر قائم	سیدھے راستہ پر قائم	سیدھے راستہ پر قائم
رہنے والے ہیں	رہنے والے ہیں	رہنے والے ہیں	رہنے والے ہیں	رہنے والے ہیں	رہنے والے ہیں
اور نہیں انکار کرتا	اور نہیں انکار کرتا	اور نہیں انکار کرتا	اور نہیں انکار کرتا	اور نہیں انکار کرتا	اور نہیں انکار کرتا
ہماری نشانیوں کا	ہماری نشانیوں کا	ہماری نشانیوں کا	ہماری نشانیوں کا	ہماری نشانیوں کا	ہماری نشانیوں کا
مگر ہر	مگر ہر	مگر ہر	مگر ہر	مگر ہر	مگر ہر
عہد شکن	عہد شکن	عہد شکن	عہد شکن	عہد شکن	عہد شکن
حق نہ ماننے والا	حق نہ ماننے والا	حق نہ ماننے والا	حق نہ ماننے والا	حق نہ ماننے والا	حق نہ ماننے والا

توحید فطرت کی آواز ہے، کشتی جب سمندر میں جھکولے کھاتی ہے تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں

سمندر کی طوفانی موجوں میں گھر کر مشرک بھی اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ فطرت کی آواز ہے، مگر

(۱) ظلل: ظل کی جمع: سایہ (۲) مقتصد: اسم فاعل، اقتصد فی الامر: کسی کام میں میانہ روی اختیار کرنا، نہ غلو کرنا نہ کوتاہی (۳) ختار: اسم مبالغہ، ختَرَ (ن) فلانا: سخت بے وفائی کرنا، زبردست دھوکہ دینا۔

جب اللہ تعالیٰ طوفان سے نکال کر خشکی پر لے آتے ہیں تو کتے کی دم ٹیڑھی! کچھ ہی لوگ راہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا تو دیکھا نہیں کہ اللہ کے فضل سے کشتی سمندر میں چلتی ہے، تاکہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے، بے شک اس میں ہر صبر شعار شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں — یہ آگے کی تمہید ہے — اور جب ان کو موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد سے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں — اس وقت جھوٹے سہارے یاد نہیں آتے — پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی میں لے آتا ہے تو بعض سیدھی راہ پر قائم رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا انکار ہر بد عہد ناشکر ہی کرتا ہے — کشتی میں جو توحید کا عہد کیا تھا اس کو توڑ دیتا ہے، اور خشکی میں آنے کا مقتضا شکر تھا اس کو چھوڑ دیتا ہے!

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَانِبٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا ذَاتُ كَسْبٍ عَدَاءُ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

۴۱۲

يَا أَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو!	وَالِدٌ	باپ	إِنَّ	بے شک
اتَّقُوا	ڈرو	عَنْ وَلَدِهِ	اپنی اولاد کی طرف سے	وَعْدَ اللَّهِ	اللہ کا وعدہ
رَبِّكُمْ	اپنے پروردگار سے	وَلَا مَوْلُودٌ	اور نہ اولاد	حَقٌّ	برحق ہے
وَاحْشَوْا ^(۱)	اور ڈرو	هُوَ جَانِبٌ ^(۳)	وہ بدلہ دینے والی ہے	فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ	پس نہ دھوکہ دے تم کو
يَوْمًا	اس دن سے	عَنْ وَالِدِهِ	اپنے باپ کی طرف سے	الْحَيَاةُ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی
لَا يَجْزِي ^(۲)	(کہ) نہیں بدلہ دے گا	شَيْئًا	کچھ بھی	وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ	اور نہ دھوکہ دے تم کو

(۱) تقویٰ اور خشیت ایک ہیں، پس یہ تفنن ہے (۲) جملہ لایجزی: یوما کی صفت ہے (۳) ہو: ضمیر فصل مبتدا خبر کے درمیان آئی ہے، اس سے حصر پیدا ہوا ہے، اور جاز: قاضی کی طرح اسم ناقص ہے، حالت رفیعی میں ی گرتی ہے، اور شینا: مفعول بہ ہے۔

یا اللہ ^(۱)	اللہ کے بارے میں	الْغَيْثُ	بارش	وَمَا تَذَرِي	اور نہیں جانتا
الْغُرُورُ	بڑا دھوکہ باز	وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں	نَفْسُ	کوئی شخص
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مَا فِي الْأَرْحَامِ	جو بچہ دانیوں میں ہے	بِأُمِّي أَرْضُ	کس زمین میں
عِنْدَهُ	ان کے پاس	وَمَا تَذَرِي	اور نہیں جانتا	تَمُوتُ	مرے گا
عِلْمُ	علم ہے	نَفْسُ	کوئی شخص	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
السَّاعَةِ	قیامت کا	مَاذَا تَكْسِبُ	کیا کرے گا	عَلَيْهِمْ	سب کچھ جاننے والے
وَيُنْزِلُ	اور اتارتے ہیں	عَذَابًا	آئندہ کل	خَبِيرٌ	ہر چیز سے باخبر ہیں

آفات و بلیات میں اقرباء ہمدردی کر سکتے ہیں، مگر قیامت

کے بھونچال میں کوئی کسی کی ہمدردی نہیں کر سکے گا

سمندری طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری کا عالم ہوتا ہے، ہر ایک پر اپنی جان بچانے کی فکر سوار ہوتی ہے، تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہوتی، ایک دوسرے کو بچانے کی فکر کرتا ہے، بلکہ کبھی ماں باپ بچہ کی مصیبت سر لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک ہولناک اور ہوش رُبا دن آنے والا ہے، جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی، اولاد اور والدین میں سے کوئی دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا، اور تیار ہو بھی جائے تو اس کا موقع نہیں ہوگا، اپنی کرنی اپنی بھرنی کا قانون نافذ ہوگا۔ پس آدمی کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے، اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے، اور قیامت کے دن غضب الہی سے بچنے کا سامان کرے، دنیا کی چند روزہ بہار سے دھوکہ نہ کھائے، یہ چہل پہل ہمیشہ اسی طرح نہیں رہے گی، اور دعا باز شیطان کے فریب سے بھی ہوشیار رہے، وہ اللہ کا نام لے کر دھوکہ دے گا، کہے گا: اللہ غفور رحیم ہیں، بے شک! مگر ان کی پکڑ بھی سخت ہے اور کہے گا: بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا، اللہ بخش دیں گے، بے شک! مگر موت کا وقت کس کو معلوم ہے! بوڑھا پا آئے گا بھی یا نہیں؟ کون جانتا ہے؟ وہ یہ بھی کہے گا کہ تقدیر میں جنت لکھی ہے تو جنت میں ضرور جاؤ گے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح اس سے بچ نہیں سکتے، پھر کاہے کو دنیا کا مزہ چھوڑا! — حالانکہ تقدیر گول مول نہیں، کھول کر لکھا گیا ہے کہ جو یہ کرے گا جنت میں جائے گا اور جو برے کام کرے گا دوزخ میں جائے گا، جیسے رزق کو اسباب کے ساتھ جوڑا ہے، اسی لئے ہر شخص اسباب رزق اختیار کرتا ہے، اسی طرح جنت و جہنم کو بھی اعمال کے ساتھ جوڑا ہے اور اعمال میں گو نہ بندے کا اختیار ہے پس اپنے اختیار سے اچھے

(۱) یا اللہ: یعنی تم سے متعلق ہے۔

اعمال کرو اور برے اعمال سے بچو۔ خام خیالی میں مبتلا نہ رہو، وقت پر جو کچھ کر سکتے ہو کر لو۔

آیت کریمہ: — لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو — یہ عام حکم ہے، پھر خاص حکم ہے — اور اس دن سے (بھی) ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنی اولاد کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا کر سکے گا، اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ مطالبہ اداء کر سکے گا — پہلا جملہ سادہ ہے، اس میں حصر نہیں، اور دوسرے جملہ میں تاکید ہے، اس میں ضمیر فصل لا کر حصر کیا ہے، اس لئے کہ اولاد کو حکم ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کریں، مگر اس کا دائرہ اس دنیا تک ہے، قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، اس لئے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اولاد بھی ماں باپ کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہیں کر سکے گی — اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے — قیامت آ کر رہے گی — پس تمہیں دنیوی زندگی ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے — یہ چار دن کی چاندی ہے، پھر آگے اندھیری رات ہے — اور تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز! — یعنی ملعون شیطان!

قیامت کب آئے گی؟ یہ بات اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں

قیامت آ کر رہے گی! کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ کے پاس ہے، نہ معلوم یہ کارخانہ کب توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے! آدمی دنیا کے باغ و بہار اور تروتازگی پر رجحان رکھتا ہے، مگر نہیں جانتا کہ زمین کی ساری رونق بارش کی وجہ سے ہے، سال دو سال بارش نہ برے تو ہر طرف خاک اڑنے لگے، نہ سامان معیشت رہیں نہ اسباب راحت، چنانچہ فرمایا: ﴿وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ﴾: اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں — اور شیطان انسان کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ تقدیر میں اگر جنت لکھی ہے تو خواہ کتنے ہی گناہ کرے گا جنت میں پہنچ جائے گا، اور دوزخ لکھی ہے تو اس میں پہنچ کر رہے گا، پس تقدیر پر بھروسہ کیوں نہیں کرتا؟ اس لئے فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾: جو کچھ بچہ دانیوں میں ہے اس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جب حمل مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتہ کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیتے ہیں، ان میں ایک بات یہ ہے کہ بچہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت؟ اس کو اللہ ہی جانتے ہیں، پس بغیر جانے اس پر اعتماد کرنا کونسی عقلمندی کی بات ہے؟ پھر جس طرح روزی: اسباب کے ساتھ جوڑی گئی ہے: جنت و جہنم کو بھی اعمال کے ساتھ جوڑا ہے۔

اور شیطان انسان کو یہ حکمہ بھی دیتا ہے کہ ابھی بہت دن جینا ہے، چند دن مزے اڑالے، پھر توبہ کر لینا، سب گناہ ڈھل جائیں گے، اس لئے فرمایا: ﴿وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾: کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، بلکہ کل کس نے دیکھا ہے؟ کسی کو کل کی خبر نہیں، پس کل کل کرنا نفس کو دھوکہ دیتا ہے۔

نیز آدمی یہ بھی سوچتا ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لوں گا، پس فرمایا: ﴿وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَأَىٰ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾: کسی کو

نہیں معلوم کہ کس سرزمین میں کس وقت مرے گا؟ پس موت کے انتظار میں تو بہ کو مؤخر کرنا کونسی عقلندی ہے؟
پس آیت کے سب اجزاء باہم مربوط ہیں، اور غیب کی باتیں چار میں منحصر نہیں، غیوب بے شمار ہیں، اور حدیث میں ان چار کو مفاتیح الغیب: غیب کی چابیاں کہا گیا ہے، چابی سے دروازہ کھولو، اندر بے شمار غیوب ہیں۔

آیت کریمہ: — بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے، اور وہ مینہ برساتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں جو کچھ بچہ دانیوں میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ سب باتوں کو جانتے ہیں، پوری طرح باخبر ہیں۔

فائدہ: پہلے جملہ میں حرف تاکید اور تقدیم و تاخیر ہے، اس لئے اس میں حصر ہے، باقی جملے سادہ ہیں، ان میں حصر نہیں، اسی لئے ان کو غیب کی چابیاں کہا گیا، غیب نہیں کہا گیا، غیوب ان کے پیچھے ہیں، جیسے بارش ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اور ہوگی تو کہاں ہوگی اور کتنی ہوگی؟ اور بابرکت ہوگی یا بے برکت ہوگی؟ اس طرح کی بہت سی باتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

سوال (۱): اب محکمہ موسمیات بتا دیتا ہے کہ فلاں دن فلاں جگہ بارش ہوگی۔

جواب: جب مانسون (بارانی ہوا) چلتی ہے تب محکمہ موسمیات بتاتا ہے، وہ ہوا کی رفتار اور رخ دیکھ کر بتاتا ہے، اور بارہا اس کی پیشین گوئی صحیح ثابت نہیں ہوتی، ہوا کا رخ بدل جاتا ہے، اور اسباب کے وجود میں آنے کے بعد بتانا کچھ مشکل نہیں، جیسے جب تک بخار نہ چڑھے تھرما میٹر نہیں بتا سکتا کہ بخار آئے گا یا نہیں؟ اور تھرما میٹر کیا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ ازل سے جانتے ہیں کہ بارش ہوگی یا نہیں؟ اور کہاں ہوگی اور کتنی ہوگی؟

سوال (۲): اسکین مشین بتا دیتی ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا نہیں۔

جواب: آیت میں ماہ ہے، مَن نہیں، ما: غیر ذوی العقول کے لئے ہے، اس کے دائرہ میں اوصاف آتے ہیں، اور مَن: ذوی العقول کے لئے ہے، اس کے دائرہ میں جنس آتی ہے، حمل جب ما کے مرحلہ میں ہوتا ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ یہ حمل رکے گا یا گرے گا؟ اور رکے گا تو زندہ پیدا ہوگا یا مردہ؟ کالا ہوگا یا گورا؟ صحت مند ہوگا یا اپاہج؟ نیک بخت ہوگا یا بد بخت؟ لمبی زندگی پائے گا یا مختصر؟ اس کی روزی کیا ہوگی؟ وہ کہاں رہے گا؟ اور کہاں مرے گا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ اسی وقت سے جانتے ہیں جب وہ چیز ہوتا ہے، پھر جب جنس بن گیا، اور مَن کے مرحلہ میں داخل ہو گیا، اور مشین نے بتا دیا کہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ تو مشین نے کیا کمال کر دیا!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة السجدة

نمبر شمار ۳۲ نزول کا نمبر ۷۵ نزول کی نوعیت: کئی آیات ۳۰ رکوع: ۳

یہ سورت مکی دور کی آخری سورتوں میں سے ہے، اس کے نزول کا نمبر ۷۵ ہے، اس میں آیت سجدہ ہے، اس لئے اس کا نام سورة السجدة ہے، ایک دوسری سجدہ والی سورت پارہ ۲۴ کے آخر میں ہے، اس کو اس سورت سے ممتاز کرنے کے لئے حتم السجدة کہتے ہیں، اور اس کو مطلق سورة السجدة — اس سورت کی فضیلت میں متعدد روایات آئی ہیں، مگر ان کی اسنادی حالت مجہول ہے، البتہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں یہ سورت پڑھتے تھے، وکفی به فضيلة! — اب ائمہ بھی یہ سورت اور سورة الدھر پڑھتے ہیں، مگر رواں پڑھتے ہیں، کیونکہ یہ دو سورتیں دوسرے دنوں کی قراءت سے زیادہ ہو جاتی ہیں، اس لئے لوگوں کے لئے قراءت بھاری ہو جاتی ہے اور دور نبوی میں دوسرے دنوں کی قراءت سے کم ہوتی تھیں، پس اگر ایک جمعہ میں یہ سورت دو رکعتوں میں اور دوسرے جمعہ میں سورة الدھر دو رکعتوں میں پڑھیں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں، سنت ادا ہو جائے گی۔

اس سورت کا موضوع قرآن کریم ہے، پوری سورت میں یہی مضمون ہے، سب سے پہلے قرآن کی حقانیت اور اس کے نزول کا مقصد بیان کیا ہے، پھر اس کو دو دلیلوں سے ثابت کیا ہے: (۱) اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، لوگوں کی روحانی تربیت کے لئے ہدایت بھیجنا ضروری ہے (۲) انسان اشرف المخلوقات ہے، اس کی روح کا بھی ایک تقاضہ ہے، اس کی تکمیل کے لئے قرآن نازل کیا گیا ہے، پھر منکرین قرآن کا حال و مال بیان کیا ہے، اور اس کے بالمقابل مومنین کا حال و مال بیان کیا ہے، پھر دونوں میں موازنہ کیا ہے کہ ایمان دار اور بے ایمان برابر نہیں ہو سکتے، پھر فرمایا ہے کہ منکرین قرآن کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے — اس کے بعد اہم مضمون ہے کہ قرآن کریم تمام جہانوں کے لئے راہ نما کتاب ہے، اور اس کی نشر و اشاعت علمائے کرام کی ذمہ داری ہے، ضمناً یہ بات بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات کیوں دی؟ اور علماء کی ذمہ داری کیا ہے؟ اور پیشوائی کا مقام کب مل سکتا ہے؟

پھر یہ بات ہے کہ منکرین قرآن کو آخرت میں سزا ملے گی، اور دنیا میں بھی مل سکتی ہے، اور آخری مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ذریعہ مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں، جیسے بارش سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، اور بالکل آخری آیتوں میں یہ ہدایت ہے کہ ضد و عناد کا جواب بے رخی برتنا ہے، جواب جاہلاں باشد خموشی!

رکوع ثانی

(۳۲) سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۷۵)

آیاتھا ۳۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْمَ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ
بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُونَ ۝

بِسْمِ	بِسْمِ	بِسْمِ	بِسْمِ	بِسْمِ	بِسْمِ
اللَّهُ	اللَّهُ	اللَّهُ	اللَّهُ	اللَّهُ	اللَّهُ
الرَّحْمَنِ	الرَّحْمَنِ	الرَّحْمَنِ	الرَّحْمَنِ	الرَّحْمَنِ	الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ	الرَّحِيمِ	الرَّحِيمِ	الرَّحِيمِ	الرَّحِيمِ	الرَّحِيمِ
الْمَ	الْمَ	الْمَ	الْمَ	الْمَ	الْمَ
تَنْزِيلُ	تَنْزِيلُ	تَنْزِيلُ	تَنْزِيلُ	تَنْزِيلُ	تَنْزِيلُ
الْكِتَابِ	الْكِتَابِ	الْكِتَابِ	الْكِتَابِ	الْكِتَابِ	الْكِتَابِ
لَا رَيْبَ	لَا رَيْبَ	لَا رَيْبَ	لَا رَيْبَ	لَا رَيْبَ	لَا رَيْبَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قرآن کی حقانیت اور اس کے نزول کی غرض

پروردگار عالم نے انسان کو وجود بخشا اور اس کی راہ نمائی کی، مادی ضرورت پوری کرنے کے لئے عقل دی اور روحانی راہ نمائی کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، آسمان سے کتابیں نازل فرمائیں، پھر دور آخر میں اپنا کلام (قرآن کریم) نازل کیا، تاکہ لوگ راہ یاب ہوں، اور اپنی آخرت کو سنواریں۔

(۱) کنز الکتب (مرکب اضافی) مبتدا، جملہ لا ریب فیہ: پہلی خبر، اور ضمیر کا مرجع تنزیل، من رب العالمین: دوسری خبر اور لا ریب فیہ: مستقل جملہ بھی ہو سکتا ہے، جس کو خبر پر مقدم کیا ہے، اب ضمیر کا مرجع الکتب بھی ہو سکتا ہے (۲) الحق: پہلی خبر، اور من ربک: دوسری خبر (۳) جملہ ما اتہم: قوم کی صفت۔

الف، لام، میم — ان حروف کے معانی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — کتاب (قرآن) کا نازل کرنا، اس میں کچھ شک نہیں، جہانوں کے پالتہار کی طرف سے ہے — یعنی بے شک و شبہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے یا قرآن میں انگلی رکھنے کی جگہ نہیں، اس میں کھٹک، شبہ اور اعتراض کی کوئی بات نہیں، پس یہ دلیل ہے کہ یہ انسانی تصنیف نہیں، ورنہ ضرور اس میں ایسی ویسی بات ہوتی — اور یہ کلام پاک اللہ تعالیٰ نے اس لئے نازل کیا ہے کہ وہ سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، اور رب وہ ہوتا ہے جس میں تین باتیں ہوں: اول: وہ کسی چیز کو نیست سے ہست کرے، عدم سے وجود میں لائے۔ دوم: وہ اس کے بقاء کا سامان کرے، تاکہ مخلوق بجلی کی طرح کوند کر ختم نہ ہو جائے۔ سوم: اس مخلوق کو بتدریج بڑھا کر منعہائے کمال تک پہنچائے — اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: مادی اور روحانی، مادی ضرورتوں کی کفیل عقل انسانی ہے، اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اللہ نے اپنی کتابیں نازل کی ہیں، اس کے لئے عقل کافی نہیں، ورنہ مذہبیات میں انسانوں میں اختلاف نہ ہوتا۔

کیا وہ (منکر) کہتے ہیں: اس نے (محمد ﷺ نے) اس کو (قرآن کریم کو) خود گھڑ کر اللہ کے نام لگایا ہے! — (نہیں) بلکہ وہ برحق کتاب ہے، آپ کے پروردگار کی طرف سے، تاکہ آپ ان لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کریں، جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید وہ لوگ راہ پر آجائیں — یہ کتاب نازل کرنے کی غرض کا بیان ہے، عربوں میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آئے تھے، اس لئے گمراہی گھٹا ٹوپ ہو گئی تھی، پس ضروری ہوا کہ اللہ کی عظیم کتاب نازل ہو جو عربوں کے لئے، پھر ان کے واسطے سے دوسروں کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کرے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿١﴾ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٢﴾ ذَلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾

اللَّهُ الَّذِي	اللہ تعالیٰ	خَلَقَ	پیدا کیا	وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا	اور زمین کو
السَّمَوَاتِ	جہنوں نے	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

فِي مِثْقَةِ آيَاتِهِ ^(۱)	چھ دنوں میں	يَذِيرُ	انتظام کرتا ہے	مِمَّا تُعَدُّونَ	ان دنوں سے جن
ثُمَّ اسْتَوَىٰ	پھر قائم ہوا	الْأَمْرَ	معاملہ کا		کو تم گنتے ہو
عَلَى الْعَرْشِ	تختِ شاہی پر	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	ذَلِكَ	یہ اللہ تعالیٰ
مَا لَكُمْ	نہیں ہے تمہارے لئے	لِأَيِّ الْأَرْضِ	زمین تک	عِلْمُ	جاننے والے ہیں
مَنْ دُونِهِ	اس سے ورے	ثُمَّ يَعْرِفُ ^(۲)	پھر چڑھتا ہے (معاملہ)	الْغَيْبِ	چھپے
مَنْ وَّحْدَهُ	کوئی کارساز	لِأَيِّهِ	اس کی طرف	وَالشَّهَادَةِ	اور کھلے کے
وَلَا شَفِيعَ	اور نہ کوئی سفارشی	فِي يَوْمٍ	ایک ایسے دن میں	الْعَزِيزِ	زبردست ہیں
أَفَلَا	کیا پس نہیں	كَانَ مَقْدَارُهُ	جس کا اندازہ	الرَّحِيمِ	نہایت مہربان
تَتَذَكَّرُونَ	دھیان کرتے تم	أَلْفَ سَنَةٍ	ہزار سال ہے		

عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کا انتظام ہے، پس وہی رب العالمین ہیں

عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کا انتظام ہے، پس وہی رب العالمین ہیں، اور اس انتظام میں انسان کی روحانی تربیت بھی شامل ہے، اور اسی مقصد سے قرآن کریم نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد پاک ہے: — اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں — اللہ تعالیٰ نے کائنات کو یکدم نہیں بنایا، لمبے زمانوں میں بنایا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رب ہیں، اور رب: مخلوقات کو بہ تدریج منہجائے کمال تک پہنچاتا ہے — پھر وہ تختِ شاہی پر قائم ہوئے — یعنی اپنی پیدا کی ہوئی کائنات کا کنٹرول سنبھالا — تخت نشین ہونا محاورہ ہے، کہتے ہیں: فلاں بادشاہ مرا، اس کا بیٹا تخت نشین ہوا یعنی اس نے ملک کا کنٹرول سنبھالا، یہاں تختِ شاہی ماننا ہوگا، اور اس کے ساتھ نئے بادشاہ کا تعلق بھی ماننا ہوگا، مگر تخت اس کا مکان نہیں ہوگا کہ ہر وقت اس پر بیٹھا رہے — اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بھی عرش ہے، قرآن میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے، اور عرش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق بھی ہے، قرآن میں سات جگہ یہ بات آئی ہے، مگر عرش اللہ کا مکان نہیں، زمان و مکان مخلوق ہیں، اور خالق: مخلوق میں نہیں ہو سکتا، ورنہ سوال ہوگا کہ تخلیق عرش سے پہلے اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ علم کلام کی کتابوں میں ہے: لَا يَتَمَكَّنُ فِي مَكَانٍ، وَلَا يَجُورِي عَلَيْهِ زَمَانٌ: اللہ تعالیٰ زمانی ہیں نہ مکانی۔

(۱) یوم سے معروف دن مراد نہیں، بلکہ لمبا زمانہ مراد ہے ای فی بُرْهَةٍ مُتَطَوِّلَةٍ مِنَ الزَّمَانِ (روح) کیونکہ تخلیقِ ارض و سماء کے وقت معروف ایام نہیں تھے، اور چھ دنوں کی مقدار مراد لینا بے دلیل ہے، یوم کا لفظ مطلق زمانہ کے لئے آتا ہے، جیسے: ایام اللہ (ابراہیم آیت ۵) (۲) یعرج کی ضمیر کا مرجع الامر ہے۔

اور اللہ کا تخت شاہی پر قائم ہونا: مشرکین کی تردید ہے، مشرکین نے کائنات کے حصے کئے ہیں، اور ہر حصہ کا خدا الگ تجویز کیا ہے، بارش کا خدا الگ، ہوا کا الگ، دولت کا الگ، قرآن اس کی تردید کرتا ہے، وہ کہتا ہے: پوری کائنات کا کنٹرول اللہ تعالیٰ نے سنبھال رکھا ہے، تخت شاہی پر وہی قائم ہیں، ساتوں آیتوں کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھیں تو یہ بات واضح ہے، اور بیچ سے ایک ٹکڑا الگ کر لیں تو غلط نہیں ہوگی۔

آگے فرماتے ہیں — تمہارے لئے اللہ سے نیچے نہ کوئی کارساز ہے نہ کوئی سفارش کرنے والا — یعنی اللہ کی اجازت کے بغیر، کیونکہ آخرت میں بہ اذن الہی سفارشیں ہوں گی (آیت الکرسی) اور ملائکہ: مؤمنین کے کارساز بھی ہیں (حکم السجدة ۳۱) مگر وہ بہ اختیار خود کچھ نہیں کر سکتے، اس لئے آیت میں دونوں باتوں کی نفی کی ہے — کیا پس تم سمجھتے نہیں! — تم نے کارسازی اور سفارش کی بنیاد پر آلہہ کیوں تجویز کر رکھے ہیں؟

اللہ تعالیٰ معاملہ کا انتظام کرتے ہیں آسمان سے لے کر زمین تک — یعنی پوری کائنات کا — پھر وہ معاملہ ان کے حضور میں پہنچ جاتا ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے، تمہاری گنتی کے اعتبار سے — یعنی بڑے کاموں اور اہم انتظامات سے متعلق عرش عظیم سے مقرر ہو کر نیچے حکم اترتا ہے، سب اسباب حسی و معنوی، ظاہری و باطنی، آسمان و زمین سے جمع ہو کر اس کے انصرام میں لگ جاتے ہیں، وہ کام اور انتظام اللہ کی مشیت و حکمت سے مدتوں جاری رہتا ہے، پھر زمانہ دراز کے بعد اٹھ جاتا ہے، اس وقت اللہ کی طرف سے دوسرا رنگ اترتا ہے، جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرون رہا، یا کسی بڑی قوم میں سرداری جو نسلوں تک چلی، وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے (موضح بحوالہ فوائد)

اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہزار سال کے انتظامات و تدابیر فرشتوں کو القاء کرتا ہے، اور یہ اس کے ہاں ایک دن ہے، پھر فرشتے جب فارغ ہو جاتے ہیں تو آئندہ ہزار سال کے انتظامات القاء فرما دیتا ہے، یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا (فوائد) دیگر تفاسیر کے لئے فوائد شبیری دیکھیں۔

سوال: اتنا بڑا انتظام اللہ تعالیٰ اکیلے کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب: — وہ پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے زبردست نہایت مہربان ہیں — یعنی انسان کے لئے بعض چیزیں پوشیدہ ہوتی ہیں، اللہ کے لئے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، انسان ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، اس لئے انسان ملک کا انتظام اکیلا نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ کر سکتے ہیں — پھر وہ انتظام میں مہربانی کو ترجیح دیتے ہیں، ان کی مہربانی ان کی ناراضگی پر غالب ہے، ورنہ کائنات چنپ نہ سکتی، سورة الفاطر کی آخری آیت ہے: ”اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک تنفس کو نہ چھوڑتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک میعاد معین تک

مہلت دے رکھی ہے“

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلَ
نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۖ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ
لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝

الَّذِي ^(۱)	جس نے	ثُمَّ جَعَلَ	پھر بنائی	مِنْ رُّوحِهِ	اپنی روح سے
أَحْسَنَ	اچھا کیا	نَسْلَهُ	اس کی نسل (اولاد)	وَجَعَلَ	اور بنائے
كُلَّ شَيْءٍ ^(۲)	ہر چیز کو	مِنْ سُلَالَةٍ	ایک جوہر سے	لَكُمُ	تمہارے لئے
خَلَقَهُ	بنایا اس کو	مِّنْ مَّاءٍ ^(۳)	پانی سے	السَّمْعَ	کان
وَبَدَأَ	اور شروع کی	مَّهِينٍ	بے قدر	وَالْأَبْصَارَ	اور آنکھیں
خَلَقَ	پیدائش	ثُمَّ	پھر	وَالْأَفْئِدَةَ	اور دل
الْإِنْسَانَ	انسان کی	سَوَّاهُ	ٹھیک کیا اس کو	قَلِيلًا مَّا	بہت ہی کم
مِنْ طِينٍ	مٹی سے	وَنَفَخَ فِيهِ	اور پھونکی اس میں	تَشْكُرُونَ	شکر کرتے ہو تم

انسان اشرف المخلوقات ہے، اس لئے اس کی روح کا بھی ایک تقاضہ ہے

موضوع قرآن چل رہا ہے، انسان اشرف المخلوقات ہے، اللہ نے اس کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے، دیگر حیوانات میں صرف جسم کے تقاضے ہیں، اور انسان میں جسم کے بھی تقاضے ہیں اور روح کے بھی، جسم کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عقل دی ہے، اس سے وہ اپنی دنیوی ضرورت پوری کرتی ہے، اور انسان کی روح کی تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل کیا ہے، پس انسان پر لازم ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر بجالائے، اس کو اللہ کی کتاب مانے اور اس کے احکام پر عمل کرے، مگر انسان کا حال یہ ہے کہ بہت کم بندے اس نعمت کا شکر بجاتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اللہ نے جو چیز بنائی خوب بنائی، اللہ نے (خود) اس کو بنایا — یعنی کوئی چیز غیر موزون نہیں بنائی، ہر چیز کو جیسا ہونا چاہئے ویسا ہی بنایا، کیونکہ اللہ نے خود اس کو بنایا ہے، پھر اللہ کے بنانے میں کیا کمی رہ سکتی ہے؟ —

(۱) الذی: ماقبل کی صفت ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے (۲) خَلَقَ (لام کا زبر) فعل ماضی ہے، اور جملہ کل کی یا ضعی کی صفت ہے اور اس میں ضمیر پوشیدہ ہے (۳) من ماء مہین: بدل ہے بہ اعادة حرف جر۔

اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی — انسان کے جد امجد آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا — پھر اس کی نسل ایک جوہر سے بے قدر پانی سے بنائی — آدم علیہ السلام کی نسل کو بھی مٹی سے بنایا ہے، مگر مختلف مراحل سے گذار کر، مٹی سے غذا اگتی ہے، انسان اس کو کھاتا ہے پس بدن میں خون بنتا ہے، یہ مٹی کا جوہر ہے، پھر خون مادہ بنتا ہے، یہ بے قدر پانی ہے — پھر اس کو ٹھیک کیا — نطفہ: خون بستہ بنتا ہے، پھر خون بستہ: گوشت کی بوٹی بنتا ہے، پھر اس میں ہڈیاں بنتی ہیں، پھر باقی گوشت ہڈیوں پر تقسیم کر کے چڑھایا جاتا ہے — اور اس میں اپنی روح پھونکی — یعنی جب جسم ٹھیک بن گیا تو اس میں معزز و مبارک روح پھونکی، روح کی اللہ کی طرف اضافت تشریف (مرتبہ بڑھانے) کے لئے ہے، جیسے بیت اللہ (اللہ کا گھر) اور ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) اس طرح اشرف المخلوقات انسان وجود میں آ گیا — اور تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بنائے — یعنی فہم و بصیرت کا سامان کیا، اور وہ آسمان و زمین کے قلابے ملانے لگا، اسی علمی صلاحیت سے وہ اشرف المخلوقات بنا، پس چاہئے کہ وہ اس نعمت کا شکر بجالائے، مگر — تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو! — اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے، اور اللہ کی نعمت قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے!

وَقَالُوا آءَاذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ ؕ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ يَلْقَآئِ رَبِّهِمْ كُفْرُونَ ۝ قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	الْمَوْتِ	موت کا
آءَاذَا	کیا جب	يَلْقَآئِ	ملاقات کا	الَّذِي	جو
ضَلَلْنَا	ہم زل گئے	رَبِّهِمْ	اپنے رب کی	وَكِّلَ	مقرر کیا گیا ہے
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	كُفْرُونَ	انکار کرنے والے ہیں	بِكُمْ	تمہارے ساتھ
ءَاِنَّا	کیا بے شک ہم	قُلْ	کہو	ثُمَّ	پھر
لَفِي خَلْقٍ	البتہ پیدائش میں ہونگے	يَتَوَفَّكُم	وصول کرتا ہے تم کو	إِلَىٰ رَبِّكُمْ	اپنے رب کی طرف
جَدِيدٍ	نئی	مَلَكَ	فرشتہ	تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم

قرآن کریم نے آخرت کی خبر دی تو منکرین کو بڑا تعجب ہوا

ناشکرے بندے جو قرآن کا انکار کرتے ہیں جب قرآن نے ان کو آخرت کی خبر دی تو ان کو بڑا تعجب ہوا — اور

انہوں نے کہا: کیا جب ہم زمین میں رَل مل جائیں گے تو ہم نئے جنم میں ہونگے؟ — حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلی مرتبہ زمین ہی سے پیدا کیا ہے، جبکہ وہ زمین میں رَل ملے تھے۔ پھر ان کے لئے دوسری مرتبہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے! منکرین دنیا کی زندگی کو تو مانتے ہیں، پھر آخرت کی زندگی پر تعجب کیوں ہے؟

پہلا جواب: — بلکہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں — یعنی زمین میں رَل مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں، درحقیقت جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ دیدارِ خدا و خدی کے منکر ہیں، وہ اللہ سے ملنا ہی نہیں چاہتے، کیونکہ دیدارِ خداوندی اس دنیا میں تو ممکن نہیں، آخرت میں ہوگا۔

دوسرا جواب: — کہو: تمہاری جان قبض کرتا ہے موت کافرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے — یعنی مر کر بھی لوگ مرتے نہیں، روح مرتی نہیں مرگِ بدن سے، بلکہ موت کافرشتہ اس کو وصول کر کے لے جاتا ہے، اور بدن جو مٹی سے بنا تھا مٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، پھر جب دوبارہ بدن مٹی سے بنے گا تو روح اس میں واپس آئے گی — پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے — اور اچھے برے اعمال کے نتائج سے ملاقات کرو گے۔

انسان محض بدن کا نام نہیں کہ خاک میں رَل مل گئے تو ختم ہو گئے،
بلکہ انسان جان کا نام ہے جس کو موت کافرشتہ لے جاتا ہے

وَلَوْ تَرَكَيْتُمْ أَزْوَاجَكُمْ إِذْ صَارَ إِلَيْكُم مِّنَ الْأَرْضِ فَأَصْبَحْتُمْ سَوَاءً ۚ وَلَوْ رُدُّوْا إِلَى الْآبَاءِ أَوْ إِلَى أَبْنَاءِكُمْ أَوْ إِلَى الْإِخْوَانِ أَوْ إِلَى نِسَائِكُمْ إِذْ صَارَ إِلَيْكُم مِّنَ الْأَرْضِ فَأَصْبَحْتُمْ سَوَاءً ۚ وَلَوْ رُدُّوْا إِلَى الْآبَاءِ أَوْ إِلَى أَبْنَاءِكُمْ أَوْ إِلَى الْإِخْوَانِ أَوْ إِلَى نِسَائِكُمْ إِذْ صَارَ إِلَيْكُم مِّنَ الْأَرْضِ فَأَصْبَحْتُمْ سَوَاءً ۚ وَلَوْ رُدُّوْا إِلَى الْآبَاءِ أَوْ إِلَى أَبْنَاءِكُمْ أَوْ إِلَى الْإِخْوَانِ أَوْ إِلَى نِسَائِكُمْ إِذْ صَارَ إِلَيْكُم مِّنَ الْأَرْضِ فَأَصْبَحْتُمْ سَوَاءً ۚ

وَلَوْ تَرَكَيْتُمْ	اور اگر دیکھتا تو	الْمُجْرِمُونَ	مجرم لوگ	رُدُّوْا إِلَيْهِمْ	اپنے سر
إِذْ	جب	نَاكِسُوا	اوندھ کر کے والے ہونگے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	اپنے رب کے سامنے

(۱) ناکسوا: اسم فاعل ہے، اصل ناکسون تھا، اضافت کی وجہ سے نون گرا ہے، پھر واو جمع کے واو کے مشابہ ہو گیا اس لئے الف لکھ دیا۔ نكس رأسه: سر اوندھا کرنا، سرنگوں ہونا۔

رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	هُدًى لَّهَا	اس کی ہدایت	بِمَا كَسَبَتْكُمْ ^(۳)	تمہارے بھولنے کی وجہ سے
أَبْصَرْنَا	دیکھ لیا ہم نے	وَلَا كُنْ	لیکن	إِقَاءَ	ملاقات کو
وَسَمِعْنَا	اور سن لیا ہم نے	حَقٌّ	ثابت ہوئی	بِوَعْدِكَ	تمہارے دن کی
فَارْجِعْنَا	پس پھیر دیجئے ہمیں	الْقَوْلُ	بات	هَذَا	اس
نَعْمَلْ	کریں ہم	وَمِنِّي	میری طرف سے	إِنَّا ^(۴)	بے شک ہم
صَالِحًا	نیک کام	لَا مُلْكَنَّ	ضرور بھروں گا میں	نَسِينُكُمْ	بھلا دیں گے تم کو
إِنَّا	بے شک ہم	جَهَنَّمَ	جہنم کو	وَذُوقُوا	اور چکھو
مُوقِفُونَ ^(۱)	یقین کرنے والے ہیں	مِنَ الْجَنَّةِ ^(۲)	جنات سے	عَذَابَ	سزا
وَكُوشِئْنَا	اور اگر چاہتے ہم	وَالنَّاسِ	اور انسانوں سے	الْخُلْدِ	سدا کی
لَا تَيْنَا	(تو) ضرور دیتے ہم	أَجْمَعِينَ	اکٹھے (سب سے)	بِمَا كُنْتُمْ	اس کے بدلے جو تھے تم
كُلِّ نَفْسٍ	ہر شخص کو	فَذُوقُوا	پس چکھو تم	تَعْمَلُونَ	کرتے

قرآن کا انکار کرنے والوں کا حال و مال

جو لوگ قرآن کو نہیں مانتے، اور اس کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتے، ان مجرموں کا آخرت میں کیا انجام ہوگا؟ اور دنیا میں ان کا کیا حال ہے؟ — اور (کیسا ہولناک منظر ہوگا) اگر تو دیکھے جب مجرم سرنگوں ہونگے اپنے رب کے سامنے (کہتے ہونگے): اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس ہمیں (دنیا کی طرف) لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں، ہمیں یقین آگیا — یعنی آج کے سربراہ آوردہ مجرم کل کو محشر میں ندامت سے سرنگوں ہونگے، کہیں گے: ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں، قرآن نے جو خبر دی تھی اس کا مشاہدہ کر لیا، اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجئے، پھر دیکھیے ہم کیسے نیک کام کر کے آتے ہیں — جواب دوسری جگہ آیا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں، کیونکہ محشر کا منظر یاد ہوتے ہوئے دنیا کی طرف لوٹائے جائیں گے یا بھلا کر؟ بصورتِ اول امتحان کہاں رہا؟ ایمان بالغیب ضروری ہے۔ اور بصورتِ ثانی کتے کی دم تلکی سے ٹیڑھی نکلے گی، پھر وہی اغوائے شیطانی اور شرارتیں ہونگی، وَمَنْ جَرَّبَ الْمَجْرِبَ فَقَدْ لَدِمَ: آزمائے ہوئے کو بار بار آزمانا بے فائدہ ہے۔

(۱) یہاں لوتنی کا جواب لورایت امر ا فظیعا محذوف ہے: تو بڑا گھبرادینے والا منظر دیکھتا! (۲) الجنة: الجن کی جمع ہے: جنات کی جماعت (۳) ما مصدر یہ ہے (۴) انا نسینا کم: مستقل جملہ ہے۔

سوال: دیگر مخلوقات کی طرح انسانوں کو بھی ہدایت کی راہ پر کیوں نہیں ڈالا؟

جواب: — اور اگر ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کی راہ دکھا دیتے — یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تھی کہ تمام آدمیوں کی ایسی فطرت بناتے کہ وہ راہ ہدایت پر قائم رہتے، مگر ایسا کرنا اللہ کی حکمت کے خلاف تھا، اللہ کی حکمت نے چاہا کہ انسان کو جزوی اختیار دیا جائے، پھر دیکھا جائے کہ کون بہترین عمل کر کے جنت کا حقدار بنتا ہے: ﴿وَلِلَّذِي خَلَقَهُمْ﴾: اللہ کی مہربانی کا حقدار بننے ہی کے لئے انسانوں کو پیدا کیا ہے (ہود آیت ۱۰۹) مگر لوگ ہیں کہ بھلا برا سوچے بغیر جہنم کی طرف بگ بٹ دوڑے جا رہے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — لیکن میری یہ بات واقعہ بن گئی کہ میں ضرور جہنم کو جنات اور انسانوں سے اکٹھے بھروں گا — دونوں ایک ہی جہنم میں ڈالے جائیں گے، دونوں کے لئے الگ الگ جہنم نہیں ہونگے، جیسے زمین پر دونوں اکٹھے رہتے ہیں جہنم میں بھی اکٹھے رہیں گے — یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو جہنم بھرنے کے لئے پیدا نہیں کیا، مگر انھوں نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ ان کو جہنم بہت پیاری ہے، وہ اسی میں جانا چاہتے ہیں، یوں فرمودہ الہی ایک حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

پس (ان سے کہا جائے گا: عذاب کا) مزہ چکھو تمہارے اس دن کی ملاقات کو بھولنے کی وجہ سے — یعنی اگر آج کا دن تمہیں یاد رہتا، اور اس کے لئے تیاری کرتے تو یہ برا دن نہ دیکھنا پڑتا — ہم نے تم کو بھلا دیا — اب کبھی تم رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے — اور چکھو ابدی عذاب اپنے اعمال کی بدولت! (نعوذ باللہ من عذاب جہنم)

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا
وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مِّمَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ
جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ۝
أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ رِزْقًا بِمَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا
أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝
وَلَنذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَكْثَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿۱۱﴾

۲۲۵

ایمان دار	مُؤْمِنًا	پکارتے ہیں وہ	يَذُكُّونَ	صرف وہی	إِنَّمَا
مانند اس کے ہے جو تھا	كَمَنْ كَانَ	اپنے پروردگار کو	رَبِّهِمْ	ایمان لاتے ہیں	يُؤْمِنُ
نافرمان	فَاسِقًا	ڈرے	خَوْفًا ^(۳)	ہماری آیتوں پر	بِآيَاتِنَا
نہیں برابر ہو سکتے	لَا يَسْتَوُونَ	اور امید سے	وَطَعًا	جو	الَّذِينَ
رہے جو	أَمَّا الَّذِينَ	اور اس میں سے جو	وَمِمَّا	جب	إِذَا
ایمان لائے	أَمَنُوا	روزی دی ہم نے ان کو	رَبِّهِمْ	نصیحت کئے جاتے ہیں	ذُكِّرُوا
اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا	خرچ کرتے ہیں	يُنْفِقُونَ	ان (آیتوں) سے	بِهَا
نیک کام	الصَّالِحَاتِ	پس نہیں جانتا	فَلَا تَعْلَمُ	(تو) گر پڑتے ہیں	خَرُّوا
پس ان کے لئے	فَلَهُمْ	کوئی شخص	نَفْسٌ	سجدہ کرتے ہوئے	سُجَّدًا
باغات ہیں	جَنَّتُ	جو چھپایا ہے	مِمَّا أُخْفِيَ	اور پاکی بیان کرتے ہیں	وَسَجَّوًا
ٹھہرنے کے	الْمَأْوَى ^(۴)	ان کے لئے	لَهُمْ	تعریف کے ساتھ	يُحْمَدُ
مہمانی کے طور پر	نَزَّلًا ^(۵)	ٹھنڈک سے	مِنْ قَرَّةٍ	ان کے پروردگار کی	رَبِّهِمْ
اس کی جو	يَمَّا	آنکھوں کی	أَعْيُنٍ	اور وہ	وَهُمْ
کیا کرتے تھے وہ	كَانُوا يَعْمَلُونَ	بدلہ	جَزَاءٍ	گھمنڈ نہیں کرتے	لَا يَسْتَكْبِرُونَ
اور رہے جو	وَأَمَّا الَّذِينَ	ان کاموں کا جو	وَمِمَّا	علاحدہ رہتے ہیں	تَتَجَافَى ^(۱)
اطاعت سے نکل گئے	فَسَقُوا	وہ کیا کرتے تھے	كَانُوا يَعْمَلُونَ	ان کے پہلو	جُنُوبَهُمْ
پس ان کا ٹھکانہ	فَمَا وَلَهُمْ	کیا پس جو شخص تھا	أَفَمَنْ كَانَ	خواب گاہوں سے	عَنِ الْمَضَاجِعِ ^(۲)

(۱) تَجَافَى: دور ہونا، جَفَا الشَّيْءُ (ن) جَفَاء: دور ہونا، اچھٹا (۲) الْمَضَاجِع: المَضْجَع کی جمع: اسم ظرف: خواب گاہ، سونے کی جگہ (۳) خَوْفًا وَطَعًا: حال ہیں (۴) الْمَأْوَى: مصدر اور اسم ظرف: ٹھہرنا، ٹھکانہ أَوْى يَأْوِي (ض) أَوْيًا: ٹھکانا بنانا، فروکش ہونا (جب کہ الی صلہ ہو) (۵) نَزَّلًا: جنات کا حال ہے۔

اللَّارُ	آگ ہے	النَّارُ	آگ کی	يَزْجَعُونَ	لوٹیں
كُلَّمَا	جب بھی	الَّذِي	جو (عذاب)	وَمَنْ أَظْلَمُ	اور کون بڑا ظالم ہے
أَرَادُوا	چاہیں گے وہ	كُنْتُمْ بِهِ	تھے تم اس کو	يَمُنُّ	اس سے جو
أَنْ يَخْرُجُوا	کہ نکلیں	تُكَذَّبُونَ	جھٹلاتے	ذُكِّرَ	نصیحت کیا گیا
مِنْهَا	اس (آگ) سے	وَكُنْتُمْ يَظُنُّهُمْ	اور ضرور چکھائیں	بِأَيَّتِ	آیتوں سے
أُعِيدُوا	لوٹائے جائیں گے	رَبِّهِ	گے ہم ان کو	رَبِّهِ	اس کے رب کی
فِيهَا	اس میں	مِنَ الْعَذَابِ	عذاب سے	ثُمَّ أَعْرَضَ	پھر روگردانی کی اس نے
وَقِيلَ	اور کہا جائے گا	الْأَذْنُ	قرسی	عَنْهَا	ان (آیتوں) سے
لَهُمْ	ان سے	دُونَ الْعَذَابِ	ورے عذاب سے	إِنَّا	بے شک ہم
ذُوقُوا	چکھو	الْأَكْبَرُ	بڑے	مِنَ الْمُجْرِمِينَ	گناہ گاروں سے
عَذَابَ	سزا	لَعَلَّكُمْ	شاید وہ	مُذْنِقُونَ	بدلہ لینے والے ہیں

قرآن پر ایمان لانے والوں کا حال و مال

اب مجرمین کے مقابلہ میں مؤمنین کا حال و مال بیان فرماتے ہیں: — ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں، اور وہ گھمنہ نہیں کرتے — یعنی ان کے دلوں میں کبر و غرور اور بڑائی کا خیال نہیں آتا جو آیات اللہ کے سامنے جھکنے سے مانع بنے — ان کے پہلو خواب گاہوں سے علاحدہ ہوتے ہیں، وہ اپنے رب کو امید اور خوف سے پکارتے ہیں — یعنی میٹھی نیند اور نرم بستر چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، صبح کی یا عشاء کی نماز ادا کرتے ہیں یا اوایں پڑھتے ہیں، آیت سب کو شامل ہے، اور احادیث میں سب کا تذکرہ ہے، اور اللہ سے امید رکھنا اور ڈرنا ایمان کا تقاضہ ہے، ایمان خوف و رجاء کے درمیان ہے — اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں — یہ نماز کے بعد زکات خیرات کا ذکر کیا، قرآن میں بہت سی جگہوں میں دونوں کا حکم ایک ساتھ ہے — اور یہ مؤمنین کا حال ہے۔

مؤمنین کا مال: — پس کسی شخص کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپائی گئی ہے، ان کے اعمال کے صلہ میں — یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عبادت کے بدلے میں جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کا حال کسی کو معلوم نہیں، جس وقت وہ بدست آئیں گی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی اور دل باغ باغ ہو جائے گا۔

ایمان دار اور بے ایمان برابر نہیں ہو سکتے

ایمان داروں اور بے ایمانوں کا انجام برابر نہیں ہو سکتا، اللہ کی بادشاہت اندھیر نگری نہیں! اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں — کیا پس جو شخص مؤمن ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو حد اطاعت سے نکلنے والا ہے؟ — جواب: — وہ برابر نہیں ہو سکتے! — دونوں کا انجام مختلف ہوگا — رہے وہ جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، تو ان کے قیام کے لئے باغات ہیں، ان کے اعمال کی مہمانی میں! — یعنی ان کے اعمال جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے، جنت ان کو اکرام میں ملے گی، بھیک کا لقمہ نہیں ہوگی — اور رہے وہ لوگ جو حد اطاعت سے نکل گئے تو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جب بھی وہ اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے — اور ان سے کہا جائے گا: دوزخ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے — یعنی جب جہنم کی ہانڈی ابلے گی، اور جہنمی دہانے پر آئیں گے تو نکلنا چاہیں گے فرشتے دھکا دے کر اندر دھکیل دیں گے، اور کہیں گے: جاتے کہاں ہو، جس چیز کو جھٹلاتے تھے اس کا مزہ چکھو!

منکرین قرآن کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی سزا ملے گی

قرآن کے منکروں کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ سب سے بڑا عذاب ہے، مگر اس بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ذرا کم درجہ کا عذاب دیا جائے گا، تا جسے رجوع کی توفیق ہو وہ ڈر کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم ضرور ان کو قریبی سزا چکھائیں گے بڑی سزا سے پہلے، تاکہ وہ باز آئیں — یہ دستور الہی ہے، گنہگار مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ تکلیفوں اور آزمائشوں سے دوچار کرتے ہیں، تاکہ وہ توبہ کریں، مگر آج کا مسلمان خود نہیں بدلتا، وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدل جائیں، بے دین بلکہ بد دین مسلمان جو طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں: دعا کرانے آتے ہیں، حضرت! اللہ میاں سے کہئے کہ وہ اپنا طریقہ بدلیں، مجھ پر مہربانی کریں، اور میرے دلدر دور کریں! — پس جان لو! اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں، اپنا طریقہ بدل کر تو دیکھو! — اور دنیوی عذاب میں مصائب، بیماری، قحط، قتل، قید اور مال و اولاد کی تباہی شامل ہیں۔

اور اس سے بڑا ظالم کون جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان آیتوں سے روگردانی کی؟ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں! — جب تمام مجرموں کو سزا دی جاتی ہے تو یہ تو بڑے مجرم ہیں، ان کو دنیا میں بھی سزا دی جاسکتی ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مَرْيَةِ مَنِ لَقَا بِهٖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي

اسْرَآءِیْلَ ۚ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰیٰمَةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنا لَمَّا صَبَرُوْا ۚ وَكَانُوْا
بِاٰیٰتِنَا یُوقِنُوْنَ ۝

وَلَقَدْ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	وَجَعَلْنٰہُ ^(۵)	اور بنایا ہم نے اس کو	یَّهْدُوْنَ	دین کی راہ دکھاتے ہیں
اٰتٰیْنَا	دی ہم نے	هٰدٰی	راہ نما	بِاَمْرِنا	ہمارے حکم سے
مُوسٰی	موسیٰ کو	لِبَنٰی	اولاد کے لئے	لَمَّا	جب
الکِتٰبِ ^(۱)	کتاب (تورات)	اسْرَآءِیْلَ	یعقوب کی	صَبَرُوْا	صبر کیا انھوں نے
فَلَا تَكُنْ ^(۲)	پس نہ ہو تو	وَجَعَلْنَا	اور بنائے ہم نے	وَكَانُوْا	اور تھے وہ
فِیْ مَرٰیۃٍ ^(۳)	ادنیٰ شک میں	مِنْهُمْ	ان میں سے	بِاٰیٰتِنَا	ہمارے وعدہ کا
مِّنْ لِّقَآئِہِ ^(۴)	اس (کتاب) کے ملنے سے	اٰیٰتُہٗ	پیشوا	یُوقِنُوْنَ	یقین کرتے

قرآن کریم جہانوں کے لئے راہ نما ہے، اور اس کی نشر و اشاعت علماء کریں گے

ماتحتوں کی تعداد جب تھوڑی ہوتی ہے تو ان کو سنبھالنے کے لئے دستور آئین کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر جب ان کی تعداد بڑھ جائے، بلکہ بہت زیادہ ہو جائے تو آئین و دستور ضروری ہو جاتا ہے، جن کے ذریعہ ان کو سنبھالا جاسکے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں — قرآن کریم کے بعد — اہم کتاب تورات شریف ہے، جو موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی، کیونکہ بنی اسرائیل کی تعداد بہت ہو گئی تھی، کہتے ہیں: سمندر سے پار ہونے کے بعد وادی سینا میں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی مردم شماری کرائی، چھوٹے بڑے چھ لاکھ تھے، اتنی بڑی تعداد کو سنبھالنے کے لئے قانون ضروری ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلا کر تورات شریف عنایت فرمائی۔

(۱) الکتاب کا ال عہدی ہے، مراد تورات ہے (۲) فلا تکن کا مخاطب عام ہے اور خاص طور پر منکرین قرآن ہیں، نبی ﷺ ہی مخاطب نہیں (۳) مریۃ کی تثنیہ تقلیل کے لئے ہے (۴) لقائہ کی ضمیر کا مرجع بھی الکتاب ہے، وہ بہ نسبت موسیٰ کے اقرب ہے اور مرجع اقرب ہوتا ہے، اور اب الکتاب سے مراد قرآن ہے اور اس کا نام صنعت استعمال ہے۔ صنعت استعمال کے معنی ہیں: جب لفظ استعمال کیا جائے تو ایک معنی مراد لئے جائیں، پھر جب اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے تو دوسرے معنی مراد لئے جائیں، مثال مختصر المعانی کے تیسرے فن میں ہے، یہاں پہلے الکتاب سے تورات مراد لی ہے، اور لقائہ کی ضمیر لوٹائی تو الکتاب سے قرآن کریم کو مراد لیا (۵) جعلناہ کی ضمیر کا مرجع بھی الکتاب ہے، اور اب مراد تورات ہے، سب ضمائر کا مرجع ایک ہے اور مراد مختلف۔

اور خاتم النبیین ﷺ کی امت کا حال یہ ہے کہ اگر آسمان کے تارے گنے جاسکتے ہیں، درختوں کے پتے گنے جاسکتے ہیں، اور ریت کے ذرے گنے جاسکتے ہیں تو آپ کی امت کو گنا جاسکتا ہے، اتنی بڑی امت کو سنبھالنے کے لئے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب عنایت نہیں فرمائی ہوگی؟ آئین کے بغیر آپ امت کو کیسے سنبھالیں گے؟ منکرین قرآن غور کریں: قرآن نازل کرنے کی ضرورت ان کی سمجھ میں آجائے گی۔

ارشاد فرماتے ہیں: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) عنایت فرمائی، پس (اے مخاطب) تو ادنیٰ شک میں مت رہ اس کتاب (قرآن) کے ملنے سے — یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو بھی حسب دستور کتاب عنایت فرمائی ہے، تجھے اس میں ذرا شک نہیں ہونا چاہئے۔ لقاء کے معنی ہیں: ملنا، کہا جاتا ہے: مُرِدْتُ بِلِقَائِكَ: میں آپ سے مل کر خوش ہوا، بِلِقَائِهِ: نبی ﷺ کو جو کتاب ملی ہے، لِقَاء: مصدر ہے، مفعول کی طرف اس کی اضافت ہے اور فاعل محذوف ہے۔ فلاح کن: اس میں تجھے اے منکر قرآن: ذرا شک نہیں ہونا چاہئے — اور صحیح حدیث میں جو آیا ہے کہ شب معراج میں نبی ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی: اُس حدیث کا اس آیت سے کچھ تعلق نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو تورات کیوں دی؟ ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے اُس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے راہ نما بنایا — یہ نزول تورات کی غرض ہے، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہے: وَجَعَلْنَا هَذَا الْكِتَابَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ: اور ہم نے قرآن کو سارے جہانوں کے لئے راہ نما بنایا — اب بات مکمل ہوئی۔

سوال: موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں نبوت کا سلسلہ جاری تھا، انبیاء تورات کی نشر و اشاعت کا کام کرتے تھے۔ اور خاتم النبیین ﷺ پر نبوت تکمیل پذیر ہو گئی، اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اور نبی ﷺ حیات جاوداں لے کر نہیں آئے، پس تمام روئے زمین پر اور اگلی نسلوں تک قرآن کون پہنچائے گا؟ اور دین کی نشر و اشاعت کا کام کون کرے گا؟

جواب: — گفتہ آید در حدیث دیگران — اور ہم نے اُن (بنی اسرائیل) میں پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے/ ہمارے دین کی راہ دکھاتے تھے، جب انھوں نے برداشت کیا، اور وہ ہمارے وعدوں پر یقین رکھتے تھے۔

تفسیر: بنی اسرائیل میں انبیاء ضرور ہوتے تھے، مگر کتنے ہوتے تھے؟ ایک زمانہ میں ایک ساتھ: ایک دو ہوتے ہوئے ان سے کام کیسے چلے گا۔

ہوتا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل میں پیشوا (بڑے لوگ) بناتے تھے، وہ انبیاء کے ہاتھ پاؤں بنتے تھے، اور سب مل

کردین کی گاڑی کھینچتے تھے۔ یہی سلسلہ اب بھی جاری ہوگا، نبی ﷺ کے بعد اس امت میں بھی اللہ تعالیٰ پیشوا بنائیں گے، اور ان سے دین کی نشر و اشاعت کا کام لیں گے۔

بس فرق اتنا ہوگا کہ بنی اسرائیل کے پیشوا: انبیاء کی نگرانی میں کام کرتے تھے، اور نئی باتوں کے احکام وحی سے معلوم ہوتے تھے، اور اس امت میں پیشوا خود اپنے نگران ہونگے، اور نئی باتوں کے احکام اجتہاد سے نکالیں گے، کسی نے کہا ہے: علماء الامة کالنبیاء بنی اسرائیل: اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، اس میں امت کے پیشواؤں کی ذمہ داری بتائی گئی ہے، مقام و مرتبہ بیان نہیں کیا۔ پھر کسی نے الامة کا الف لام ہٹا کر یاء بڑھادی، اور علماء امتی کر دیا، تو یہ جملہ خود بخود حدیث بن گیا، حالانکہ یہ حدیث نہیں۔

علماء کی ذمہ داری: فرمایا: ﴿يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا﴾: وہ ہمارے حکم سے دین کی راہ دکھاتے تھے یعنی یہ علماء کافر یضہ ہے کہ وہ لوگوں کی دینی راہ نمائی کریں، خواہ لوگ اس کا کوئی معاوضہ دیں یا نہ دیں، انبیاء کے ورثاء کی مزدوری انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اگر لوگ تھوڑی بہت تنخواہ دیں تو اس کو غنیمت سمجھیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے دین کی راہ دکھاتے تھے، پس علمائے سوئکل گئے، جو حقہ قبہ پہن کر لوگوں کے سامنے آتے ہیں، اور ان کو غلط راستہ پر لے چلتے ہیں، لوگوں کو ایسے پیشواؤں سے دامن کشاں رہنا چاہئے۔

پیشوائی کا مقام کب ملتا ہے؟ فرمایا: ﴿لَمَّا صَبَرُوا وَكَلَّمُوا بِأَمْرِنَا يُوقِنُونَ﴾: جب انھوں نے سہا، برداشت کیا، اور وہ ہمارے وعدوں پر یقین رکھتے تھے، یعنی پیشوائی دو شرطوں سے ملتی ہے: اول: صبر کریں، پہلے تحصیل علم کے زمانہ میں برداشت سے کام لینا پڑتا تھا، اب یہ مرحلہ تو آسان ہو گیا، اب خدمت دین کے زمانہ میں صبر و ہمت سے کام لینا پڑتا ہے، جو عالم معیشت سے گھبرا گیا وہ ہاتھ سے گیا، اور جس نے چادر کے مطابق پیر پھیلائے وہ کام سے بھڑا رہا، پیشوائی پانچ پچیس سال میں نہیں ملتی، جب تک حنا رگڑی نہیں جاتی رنگ نہیں آتا، جو لوگ چند سال دین کی خدمت کر کے لائن بدل دیتے ہیں وہ پیشوائی کی منزل سے بہت دور رہ جاتے ہیں، زندگی پھر تنگی ترشی کے ساتھ خدمت دین میں لگا رہے تب پیشوائی بدست آتی ہے۔

دوم: خدمت دین پر آخرت میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے ہیں جس کو ان کا یقین ہو، وہی آخر تک خدمت دین میں لگا رہے گا اور سرخ رو ہوگا۔

ایسے بھی علماء ہیں جو دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، مگر اولاد کو دنیا کی تعلیم دلاتے ہیں ان کو اللہ کے وعدوں پر یقین نہیں، ایسوں کو پیشوائی کا مقام کہاں نصیب ہوگا؟

ہَذَا	یہ	لَا يَنْفَعُ	نہیں کام آئے گا	فَاَعْرِضْ	پس رخ پھیر لیں
الْفَتْحُ	فیصلہ	الَّذِينَ	جنہوں نے	عَنْهُمْ	ان سے
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	كَفَرُوا	انکار کیا	وَانْتِظِرْ	اور انتظار کریں
صَادِقِينَ	سچے؟	اِيْمَانَهُمْ ^(۱)	ان کا ایمان لانا	لَانَهُمْ	بے شک وہ (بھی)
قُلْ	کہو	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	مُنْتَظِرُونَ	انتظار کرنے والے
يَوْمَ الْقِيَمَةِ	فیصلہ کے دن	يُنْتَظَرُونَ	ڈھیل دیئے جائیں گے		ہیں

جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے ان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھ لیں گے!

جو لوگ نبی ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں، نبی ﷺ کہتے ہیں: قرآن اللہ کا کلام ہے، منکرین آپ کی یہ بات نہیں مانتے، اس کا قیامت کے دن دو ٹوک فیصلہ ہو جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک آپ کے پروردگار ہی فیصلہ فرمائیں گے ان کے درمیان قیامت کے دن، اس میں جس میں وہ (نبی ﷺ سے) اختلاف کرتے ہیں — یعنی دنیا میں تو اختلاف باقی رہے گا، دو ٹوک فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کریں گے۔

جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے ان کو دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے

دنیا کی سزا فیصلہ کن نہیں ہوتی، لوگ اس کی تاویل کر لیتے ہیں، مگر اہل بصیرت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو گوش ہوش سے بات سنتے ہیں عبرت کا سامان ہوتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — کیا اور ان کو راہ نہیں ملی اس سے کہ کتنی ہی امتیں ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے، جن کی بستیوں میں وہ چلتے ہیں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، کیا تو وہ لوگ سنتے نہیں؟ — کیا عاود و ثمود کے کھنڈرات منکروں نے نہیں دیکھے؟ جن پر شام وغیرہ کے اسفار میں ان کا گذر ہوتا ہے، ان کی ہلاکت میں کیا کوئی سبق نہیں؟ وہ قومیں اسی لئے تو ہلاک ہوئیں کہ انھوں نے نبیوں کی باتیں نہیں مانیں، پھر تم ہوش کے ناخن کیوں نہیں لیتے! تمہیں بھی تو سزا مل سکتی ہے، تم بھی اپنے نبی کو جھٹلا رہے ہو!

اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ مردہ دلوں کو زندہ کریں گے، جیسے بارش سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے

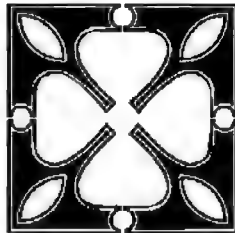
پھر ایک سوالیہ مقدمہ کا جواب ہے، کوئی سوچ سکتا ہے کہ قرآن کو کفار مکہ مان نہیں رہے، پھر اس کو نازل کرنے سے کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے کہ ذرا انتظار کرو، قرآن کریم سے مردہ دلوں کو حیات نو ملے گی، جیسے ویران زمین پر رحمت کی بارش برتی

ہے تو زمین سبزہ زار ہو جاتی ہے، کھیتیاں اُگتی ہیں، جن سے جانور اور انسان فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح بعد چندے قرآن کریم کا فیضان ظاہر ہو کر رہے گا۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کیا اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم پانی کو لے چلتے ہیں خشک زمین کی طرف، پھر اس کے ذریعہ کھیتی اُگاتے ہیں، جس میں سے ان کے مویشی اور وہ خود کھاتے ہیں، کیا تو ان کی آنکھیں کھلتی نہیں! — وہ سمجھتے نہیں کہ اسی طرح قرآن کا فیضان ظاہر ہو کر رہے گا۔

ضد وعناد کا جواب بے رخی برتنا ہے

ابھی فرمایا تھا کہ اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، اس پر منکرین کہتے ہیں: قیامت کب آئے گی؟ لے آؤ اس کو اگر تم سچے ہو اس ضد وعناد کا جواب ارشاد فرماتے ہیں: — اور وہ کہتے ہیں: کب ہوگا یہ فیصلہ اگر تم سچے ہو؟ جواب: فیصلہ کے دن منکروں کو ان کا مان لینا نفع نہیں دے گا — کیونکہ اس وقت پردہ اٹھ جائے گا — اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے — البتہ ابھی موقع ہے، اللہ و رسول کی بات کا یقین کرو، اور اپنی زندگی سنوارو، کل جب قیامت سرپے آجائے گی ایمان لانا کام نہ آئے گا، نہ مہلت ملے گی کہ جاؤ دنیا میں دوبارہ اور چال چلن ٹھیک کر کے آؤ — پس آج کی مہلت کو غنیمت سمجھو، تکذیب میں وقت ضائع مت کرو، جو گھڑی آنے والی ہے آنے والی ہے، کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی — سو آپ ان سے رخ پھیر لیں، اور انتظار کریں وہ بھی منتظر ہیں! — یعنی یہ مجرم سخت سزا کے مستحق ہیں، کیونکہ وہ مرغ کی ایک ٹانگ گائے جا رہے ہیں، پس آپ ان کا خیال چھوڑیں، اور جس طرح وہ اپنی تباہی کے منتظر ہیں آپ بھی منتظر رہیں!

﴿الحمد للہ! سورة آلم السجدة کی تفسیر پوری ہوئی﴾



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الاحزاب

نمبر شمار ۳۳ نزول کا نمبر ۹۰ نزول کی نوعیت: مدنی آیات ۷۳ رکوع: ۹

یہ مدنی سورت ہے، گذشتہ سورت کا موضوع قرآن کریم تھا، اس سورت کا موضوع صاحب قرآن ہیں، پوری سورت نبی ﷺ کے احوال کے گرد گھومتی ہے، بات یہاں سے شروع ہوئی ہے کہ آپؐ کافروں اور منافقوں کی بات نہ سنیں، ان کو بکنے دیں، پھر ان کے تین معاملات ذکر کئے ہیں:

اول: منافقین نے دودلا کی پھبتی کسی تھی، جیسے دورِ خا قرآن نے رد کیا کہ کسی کے سینہ میں دودل نہیں ہوتے، اور ضمناً دو اور باتوں کی تردید کی، پھر دوسری بات یعنی لے پالک حقیقی اولاد نہیں ہوتی اس کو دو دلیلوں سے مؤید کیا ہے۔
دوم: غزوہ احزاب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور اس میں منافقین کا کردار واضح کیا ہے، یہ غزوہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی آخری کوشش تھی، پھر نبی ﷺ اور مؤمنین کے عظیم کارنامے بیان کئے ہیں، اس کے بعد غزوہ بنو قریظہ کا مختصر تذکرہ کر کے بتایا ہے کہ غزوہ احزاب میں کفار تو نامراد لوگ تھے، مگر مسلمان آسودہ ہو گئے، جس سے نبی ﷺ نے استفادہ نہیں کیا، ازواج نے آسودگی چاہی تو آپؐ ناراض ہو گئے، اور ایک ماہ تک ان سے علاحدگی اختیار کر لی، اسی سلسلہ میں آیاتِ تنخیر نازل ہوئی ہیں۔

سوم: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا معاملہ ہے، اس معاملہ میں منافقین کی ہرزہ سرائیاں ذکر کر کے مؤمنین کا تذکرہ کیا ہے، اور آیت ۲۸ پر یہ سلسلہ کلام پورا کیا ہے۔

پھر دیگر مضامین شروع ہوئے ہیں، نبی ﷺ کے لئے حلال عورتوں کا بیان ہے، اور یہ بیان ہے کہ آپؐ پر ازواج میں باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا، پھر حجاب کا بیان شروع ہوا ہے، ضمناً درود شریف کی آیت آئی ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی ضرورت سے نکلیں تو چہرہ ڈھانک کر نکلیں، آخر میں مؤمنین کو تنبیہ کی ہے کہ وہ نکاح زینب کے معاملہ میں نبی ﷺ کو نہ ستائیں، سیدھی سچی بات کہیں، اور بالکل آخر میں یہ مضمون ہے کہ انسان مکلف ہے، اور جب اس نے بار امانت اٹھایا ہے تو اس کی لاج رکھے، ورنہ بار امانت اٹھانے کے نتیجہ کا انتظار کرے۔

آیات ۲-۳ (۳۳) سُورَةُ الْاِحْزَابِ مَكِّيَّةٌ (۹۰) وَتُورِثُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝
وَأَتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ وَتَوَكَّلْ
عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝

بِسْمِ	نام سے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	كَانَ	ہیں
اللَّهُ	اللہ کے	كَانَ	ہیں	بِمَا	ان کاموں سے جو
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	عَلِيمًا	سب کچھ جاننے والے	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو
الرَّحِیْمِ	بڑے رحم والے	حَكِيمًا	بڑی حکمت والے	خَبِيرًا	پورے باخبر
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر	وَأَتَّبِعْ	اور پیروی کریں	وَتَوَكَّلْ	اور بھروسہ کریں
اتَّقِ اللَّهَ	ڈریں اللہ سے	مَا يُوحَىٰ	(اس کی) جو وحی کی گئی	عَلَى اللَّهِ	اللہ تعالیٰ پر
وَلَا تُطِعِ	اور نہ کہا مانیں	إِلَيْكَ	آپ کی طرف	وَكَفَىٰ	اور کافی ہیں
الْكَافِرِينَ	کافروں کا	مِنْ رَبِّكَ	آپ کے رب کی جانب سے	بِاللَّهِ (۱)	اللہ تعالیٰ
وَالْمُنَافِقِينَ	اور منافقوں کا	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَكِيلًا	کارساز

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ سنیں

گذشتہ سورت کا موضوع قرآن کریم تھا، اس سورت کا موضوع صاحب قرآن ہیں، اور گذشتہ سورت کے آخر میں تھا کہ کفار کا یہ مطالبہ نظر انداز کر دیں کہ فیصلہ کب ہوگا؟ اب یہ سورت اس حکم سے شروع ہو رہی ہے کہ آپؐ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں، ان کی باتوں کو نظر انداز کریں، وحی کی پیروی کریں، اور اللہ پر بھروسہ کریں، وہ زبردست کارساز ہیں، آپؐ کو فائز المرام کریں گے۔ اور منافقین منہ کی کھائیں گے۔ ارشاد پاک ہے: — اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ سے ڈریں

(۱) کفی کے فاعل پر باء زائد ہے، اور وکیل: حال یا بدل ہے۔

یعنی ان کے احکام کے خلاف نہ چلیں — اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں — وہ آپ کو پریشان کرنے کی اور اللہ کی راہ سے بچلانے کی کوشش کریں گے، آپ ان کی چالوں کو کامیاب نہ ہونے دیں — بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں — وہ مخالفین کے احوال سے واقف ہیں، اور معاملات جس انداز پر چل رہے ہیں اس میں حکمت ہے — اور اس وحی کی پیروی کریں جو آپ کی طرف کی گئی ہے آپ کے پروردگار کی جانب سے — یہ پہلا ہی حکم دوسرے انداز سے دیا ہے، جب کافروں اور منافقوں کی بات نہیں مانیں گے تو کس کی مانیں گے؟ اللہ تعالیٰ کی، انھوں نے جو احکام دیئے ہیں اس کی پیروی کریں گے — بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے — کہ کون کتنی پیروی کر رہا ہے؟ — اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اور اللہ تعالیٰ بہترین کار ساز ہیں — یہ دونوں باتوں کی وجہ بیان کی کہ کافروں اور منافقوں کی بات اس لئے نہیں ماننی کہ وہ کام بگاڑ رہے ہیں، اور اللہ کے احکام کی پیروی اس لئے کرنی ہے کہ وہ کار ساز ہیں، بگڑی بنانے والے ہیں۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِۦ وَمَا جَعَلَ اَرْوَاجَكُمْ اِلٰى تَظْهَرُوْنَ مِنْهُنَّ اَمْهَتِكُمْ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اَدْعُوْهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اَبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

مَا جَعَلَ	لِرَجُلٍ	مِّنْ قَلْبَيْنِ	دو دل	اَرْوَاجَكُمْ	تمہاری بیویوں کو
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	فِيْ جَوْفِهِۦ	اس کے اندر	اِلٰى تَظْهَرُوْنَ ^(۱)	جو
لِرَجُلٍ	کسی مرد کے لئے	وَمَا جَعَلَ	اور نہیں بنایا	تَظْهَرُوْنَ ^(۲)	ظہار کرتے ہو تم

(۱) اللّٰہی: اسم موصول، جمع مؤنث، النبی کی جمع: جو عورتیں (۲) ظاہر مظاہرہ: ظہار کرنا، شوہر کا بیوی سے کہنا: تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یعنی تو مجھ پر حرام ہے، ظہار سے بیوی کفارہ ادا کرنے تک حرام ہوتی ہے، ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہوتی۔

مِنْهُمْ اَمْهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذَلِكَ قَوْلُكُمْ يَا قَوْمِ وَاللَّهُ يَقُولُ اَلْحَقُّ وَهُوَ	ان سے تمہاری مائیں اور نہیں بنایا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے یہ تمہاری بات ہے تمہارے مونہوں کی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ٹھیک بات اور وہ	بُہدے السَّبِيلُ اُدْعُوهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْا اَبَاءَهُمْ فَاَخَوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ^(۳)	دکھاتے ہیں سیدھی راہ پکاروان کو ان کے باپوں کے لئے وہ زیادہ انصاف ہے اللہ کے نزدیک پس اگر نہ جانو تم ان کے باپوں کو تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور تمہارے آزاد کردہ ہیں	وَكَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْهَا اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا رَحِيْمًا	اور نہیں تم پر کچھ گناہ اس میں جو چوک گئے تم اس کے ساتھ لیکن جو ارادہ کیا تمہارے دلوں نے اور ہیں اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان
--	---	--	---	---	---

سینہ میں کسی کے دودل نہیں ہوتے اور بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے

سے وہ ماں نہیں بن جاتی، اور منہ بولے بیٹے/ بیٹیاں حقیقی اولاد نہیں

اب منافقوں کی ایک مہمل بات کی مثال مارتے ہیں، انھوں نے نبی ﷺ کو دودلا کہا تھا، ترمذی (حدیث ۳۲۲۳) تفسیر سورہ احزاب) میں روایت ہے: ابو ظبیان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿وَمَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ﴾ کی مراد معلوم کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: نبی ﷺ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے، آپ کے دل میں کوئی بات کھٹکی، تو منافقوں نے جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، کہا: ألا تریٰ اَنْ لِّهٖ قَلْبَيْنِ: قلبا معکم وقلبا معهم: کیا تم دیکھتے نہیں! ان کے دودل ہیں: ایک دل تمہارے ساتھ ہے، اور دوسرا دل صحابہ کے ساتھ ہے، اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ نے کسی کے سینہ میں دودل نہیں بنائے، یہ محض تمہاری کبھی ہوئی بات ہے۔

(۱) اَدْعِيَاء: دَعِيَ کی جمع: لے پالک منہ بولا بیٹا/ بیٹی (۲) اَقْسَطُ: اسم تفضیل: پورا انصاف کرنے والا، زیادہ انصاف والا

(۳) مَوَالِی: مولیٰ کی جمع: آزاد کردہ غلام، اصل معنی ہیں: مجرب، خواہ کیسا ہی ہو۔

پھر اس کے ساتھ دو اور بے حقیقت باتیں ملائی ہیں:

ایک: جاہلیت میں اگر کوئی اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو سمجھتے کہ وہ ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہوگئی یعنی وہ واقعی ماں بن گئی، سورة المجادلہ (آیت ۲) میں اس کو ناپسندیدہ اور جھوٹی بات قرار دیا، اور کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا، پس رہی وہ بہر حال بیوی، ماں نہیں بن گئی (ظہار کے احکام سورة المجادلہ کے شروع میں ہیں)

دوسری: جاہلیت میں کسی کے لڑکے/لڑکی کو بیٹا/بیٹی بنا لیتے تھے، گود لینے کا رواج آج بھی ہے، جاہلیت قدیمہ اور جدیدہ میں ان کو سچ بیٹا/بیٹی سمجھتے ہیں، ولدیت میں بھی گود لینے والے کا نام لکھتے ہیں، وارث بھی اس کو سمجھتے ہیں۔

اسلام نے ان آیات میں اس رسم کی اصلاح کی، فرمایا — اللہ نے کسی شخص کے سینہ میں دودل نہیں بنائے — سینہ چیر کر دیکھو ایک ہی دل نکلے گا — اور تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہیں تمہاری مائیں نہیں بنایا — ماں وہ ہے جس نے جنا ہے، بیوی نے شوہر کو کہاں جنا ہے؟ پھر وہ ماں کیسے بن سکتی ہے؟ — اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا — بیٹا وہ ہے جو نطفہ سے پیدا ہوا ہے، گود لیا ہوا بچہ گود لینے والے کے نطفہ سے کہاں پیدا ہوا ہے؟ پھر وہ حقیقی بیٹا کیسے بن سکتا ہے؟ — یہ تمہاری منہ سے کہی ہوئی بات ہے — یعنی زبانی جمع خرچ کرنے سے کیا ہوتا ہے! — اور اللہ تعالیٰ کھری بات فرماتے ہیں، اور وہ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں — پس ریت رواج کی بات چھوڑو، اللہ کی ہدایت کی پیروی کرو۔

کھری بات اور سیدھا راستہ: — ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو — تاکہ نسبی تعلقات و احکام میں اشتباہ واقع نہ ہو — نبی ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے بیٹا بنایا تھا، لوگ جاہلیت کے دستور کے مطابق ان کو زید بن محمد کہتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو زید بن حارثہ کہنے لگے — یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے — انصاف: ظلم کی ضد ہے، اور ظلم کے معنی ہیں: حق تلفی، کسی کا حق مارنا، اور انصاف کے معنی ہیں: حقدار کو اس کا حق دینا، پس جو حقیقی باپ ہے اس کا حق ہے کہ ولدیت میں اس کا نام لکھا جائے، یہ حق اس کو دینا چاہئے۔

پس اگر تم کو ان کے باپوں کا پتہ نہ ہو — مثلاً وہ بچہ پڑا ہوا ملا تھا، اس کو پالا اور بیٹا بنالیا یا کوئی بچہ غلام بنالیا گیا، پھر وہ بڑا ہوا، اور کسی نے اس کو آزاد کر کے بیٹا بنالیا، اور معلوم نہیں کہ اس کا باپ کون ہے؟ — تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے آزاد کردہ ہیں — پس ان کو اُخو فلان یا مولیٰ فلان کہو، اور فلاں کی جگہ گود لینے والے کا نام لو/لکھو — اور تم پر کچھ گناہ نہیں بھول چوک سے پکارنے میں — زبان پر چڑھی ہوئی بات کبھی بے خبری میں نکل جاتی ہے، پس اس میں کوئی گناہ نہیں — ہاں ارادۂ پکارنے میں گناہ ہے — کیونکہ وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے — اور اللہ

تعالیٰ بڑے بخشنے والے نہایت مہربان ہیں — یعنی توبہ کرو، اللہ ضرور تمہارا گناہ بخش دیں گے۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۖ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۖ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۖ لَيَسْئَلَنَّ الْمُصْذِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ

ع ۱۴

النَّبِيُّ ^(۱)	یہ نبی	إِلَّا	مگر	وَمُوسَىٰ	اور موسیٰ سے
أَوْلَىٰ ^(۲)	اقرب ہیں	أَنْ تَفْعَلُوا	یہ کہ کرو تم	وَعِيسَىٰ	اور عیسیٰ سے
بِالْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین سے	إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم	تمہارے دوستوں کے ساتھ	ابْنِ مَرْيَمَ	بیٹے مریم کے
مِنْ أَنفُسِهِمْ	ان کی جانوں سے	مَّعْرُوفًا	حسن سلوک	وَأَخَذْنَا	اور لیا ہم نے
وَأَزْوَاجَهُ	اور ان کی بیویاں	كَانَ ذَٰلِكَ	ہے یہ بات (بھی)	مِنْهُمْ	ان سے
أُمَّهَاتُهُمْ	ان کی مائیں ہیں	فِي الْكِتَابِ	کتاب الہی میں	مِيثَاقًا	عہد
وَأُولُوا الْأَرْحَامِ	اور قرابت دار	مَسْطُورًا	لکھی ہوئی	غَلِيظًا	پکا (گاڑھا)
بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	وَإِذْ أَخَذْنَا	اور یا کرو جب لیا ہم نے	لَيَسْئَلَنَّ	تا کہ پوچھیں اللہ
أَوْلَىٰ	اقرب ہیں	مِنَ النَّبِيِّينَ	نبیوں سے	الْمُصْذِقِينَ	بچوں سے
بِبَعْضٍ	بعض سے	مِيثَاقَهُمْ ^(۳)	ان کا عہد	عَنْ صِدْقِهِمْ	ان کے سچ کے بارے میں
فِي كِتَابِ اللَّهِ	نوحیۃ الہی میں	وَمِنْكَ	اور آپ سے	وَأَعَدَّ	اور تیار کیا ہے
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ^(۳)	مؤمنین سے	وَمِنْ نُوحٍ	اور نوح سے	لِلْكَافِرِينَ	مکروں کے لئے
وَالْمُهَاجِرِينَ	اور مہاجرین سے	وَإِبْرَاهِيمَ	اور ابراہیم سے	عَذَابًا أَلِيمًا	دردناک عذاب

(۱) النبی میں الف لام عہدی ہے، مراد نبی ﷺ ہیں (۲) اولیٰ: اسم تفضیل: زیادہ قریب، زیادہ لائق، زیادہ مستحق مادہ ولی، جس کے اصل معنی ہیں: پے درپے، مسلسل واقع ہونا، اس لحاظ سے قریب کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے (۳) المؤمنین سے انصار مراد ہیں (۴) میثاق: عہد، پیمان، وچن، پختہ وعدہ۔

روحانی قربت اور دینی اخوت پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے

متنبی (لے پالک) کے جو احکام بیان ہوئے اس پر جاہلیت قدیمہ و جدیدہ چیں بجیں ہے، لوگ کہتے ہیں: ایک بچہ/بچی گود لی، اولاد کی طرح اس کو پالا پوسا، اولاد جیسا اس سے تعلق ہو گیا، پھر جب بڑا ہوا تو اجنبی ہو گیا، پردے کے احکام لازم ہو گئے، میراث سے محروم رہ گیا، اب کہاں وہ درجہ درٹھو کریں کھائے گا؟ — اللہ پاک ان کو دو مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ وہ احکام معقول ہیں، روحانی قرب خواہ کتنا بھی ہو اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے، نبی ﷺ اور مؤمنین میں غایت درجہ قرب ہے، وہ امت کے باپ ہیں، اور ان کی ازواج امت کی مائیں ہیں، مگر یہ روحانی تعلق ہے، چنانچہ مؤمنات سے نبی ﷺ کا نکاح جائز ہے، حالانکہ وہ بیٹیاں ہیں، اور ازواج سے مؤمنین کو پردہ کا حکم ہے، حالانکہ وہ مائیں ہیں، کیونکہ یہ روحانی تعلق ہے، اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہوتے — دوسری مثال: ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی گئی، اور بھائیوں میں اس درجہ مودت و محبت کا تعلق ہو گیا کہ ابتدا میں اس کی بنیاد پر میراث دلوائی گئی، مگر بعد میں یہ حکم ختم کر دیا، قرابت داروں کو میراث کا مستحق قرار دیا، کیونکہ دینی اخوت و مودت پر میراث کے احکام جاری نہیں ہوتے، نسبی تعلق میراث کی بنیاد ہے — رہی متنبی کی پریشانی تو حسن سلوک سے کس نے روکا ہے؟ زندگی میں جتنا چاہے دے اور موت کے بعد تہائی ترکہ سے وصیت کرے، اور کوئی رشتہ دار نہ ہو تو سارے ترکہ کی بھی وصیت کر سکتا ہے۔

آیت پاک: — نبی ﷺ (مؤمنین سے ان کی ذاتوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں — وہ ہماری وہ ہمدردی فرماتے ہیں کہ ہم خود ہماری ویسی خیر خواہی نہیں کر سکتے، اس لئے آپ مؤمنین کے حق میں بمنزلہ باپ کے ہیں، بلکہ اس سے بھی بہ مراتب بڑھ کر، سنن ابی داؤد میں ہے: **إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ**: میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں: **﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾** کے بعد وہو أَبٌ لَهُمْ بھی ہے — اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں — یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ آپ ﷺ مؤمنین کے باپ ہیں — مگر یہ ایمانی اور روحانی تعلق ہے، اطاعت میں نبی ﷺ کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے اور خدمت میں امہات المؤمنین کا، مگر اس پر نسب کے احکام جاری نہیں ہونگے۔

دوسری مثال: — اور قرابت دار ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں نوشتہ الہی میں، بہ نسبت دوسرے مؤمنین اور مہاجرین کے — نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنادیا تھا، اور اس اخوت کی بنیاد پر میراث بھی ملتی تھی، بعد میں جب مہاجرین کے قرابت دار مسلمان ہو گئے تو نانا کو بھائی

چارہ سے مقدم کر دیا — مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرو، یہ بات بھی نوشتہ الہی میں لکھی ہوئی ہے — یعنی ہدیہ دو یا تہائی ترکہ سے وصیت کرو، اس کی گنجائش ہے — متنبی کے ساتھ بھی اسی طرح حسن سلوک کیا جاسکتا ہے۔

مؤمنین نے بہ توسط انبیاء اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ وہ احکام پر عمل کریں گے

اب متنبی (گود لینے) کی بحث ختم کرتے ہیں، اور نصیحت فرماتے ہیں کہ متنبی کے سلسلہ میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان پر عمل کرو، کیونکہ مؤمنین نے انبیاء کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کو پختہ و چن دیا ہے کہ وہ احکام الہی پر عمل کریں گے، چنانچہ قیامت کے دن اس کی جانچ ہوگی کہ کس نے عمل کیا اور کس نے نہیں کیا؟ جس نے عمل کیا اس کو انعامات سے نوازا جائے گا، اور جس نے انکار کیا اس کو دردناک عذاب سے سابقہ پڑے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور (یاد کرو) جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا — عہد الست میں یہ عہد تمام نبیوں کی امتوں سے بھی لیا گیا ہے، مگر اشرف کا ذکر فرمایا، جیسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم تمام مبنی مخلوقات کو دیا تھا، مگر فرشتوں کا تذکرہ اس لئے کیا کہ وہ اشرف مخلوق تھے، اور بڑوں کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ چھوٹوں کے لئے بھی ہوتا ہے، چنانچہ تمام انبیاء کے تذکرہ کے بعد پانچ اولو العزم انبیاء کا تذکرہ فرماتے ہیں — اور آپؐ سے، اور نوح و ابراہیم و موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا — عیسیٰ کے ساتھ ابن مریم: عیسائیوں کے عقیدہ کی تردید کے لئے بڑھایا ہے کہ جو بندہ جنا گیا وہ خدا یا خدائی میں حصہ دار کیسے ہو سکتا ہے۔

عہد کا انجام: — تاکہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں تحقیق کرے، اور منکروں کے لئے دردناک سزا تیار کی ہے — لیسنٹل: میں لام عاقبت ہے، یعنی وچن دیا ہے تو تحقیق بھی ہوگی کہ پورا کیا یا توڑ دیا — اسی عہد و میثاق کو سورت کے آخر میں امانت سے تعبیر کیا ہے یعنی مکلف ہونے کی صلاحیت انسان میں رکھی ہے، آخرت میں اسی کا جائزہ لیا جائے گا۔

رابط: اس سورت کی پہلی آیت میں ہے: اے پیغمبر! اللہ سے ڈریں یعنی اس کے احکام کی تعمیل کریں، اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں، یہ پوری سورت اسی آیت کی تفسیر ہے، ایک معاملہ بیان ہو چکا، منافقین نے نبی ﷺ کو دودلا کر کہہ کر تھیکڑی اڑائی تھی، اس کا بیان پورا ہوا۔ اب غزوہ احزاب و قرظہ کا بیان شروع ہوتا ہے، ان غزوات میں کفار و منافقین کا کردار کیا رہا؟ یہ بات دور تک بیان کی گئی ہے، پہلے آپ ان دونوں غزوات کی تفصیل پڑھ لیں تاکہ آیات پاک کو سمجھنے میں مدد ملے۔

غزوہ احزاب یا غزوہ خندق

(مع غزوہ بنو قریظہ)

احزاب: حزب کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: پارٹی، طاقت ور جماعت، ایسی جماعت جس میں یکساں اغراض و مقاصد کے لئے لوگ شامل ہوں، اس غزوہ میں چونکہ قریش، غطفان، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل حملہ آور ہوئے تھے، اس لئے اس کا نام غزوہ احزاب ہے۔

الخندق: میدان جنگ میں دشمن کے حملہ سے حفاظت کے لئے کھودا ہوا گہرا اور لمبا گڑھا، چونکہ اس جنگ میں جبل سلع کے پاس دشمن کا دباؤ روکنے کے لئے لمبا گڑھا کھودا گیا تھا، اس لئے اس کا نام غزوہ خندق بھی ہے۔
واقعات کا تسلسل:

۱- جب ابوسفیان اور اس کے رفقاء غزوہ احد سے واپس ہونے لگے تو ابوسفیان نے کہا تھا: آئندہ سال بدر میں پھر لڑیں گے، رسول اللہ ﷺ نے جواب دلویا: ٹھیک ہے، یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے رہی، چنانچہ اگلے سال نبی ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کی اور شعبان ۴ ہجری میں آپؐ نے طے شدہ جنگ کے لئے بدر کا رخ کیا، آپؐ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار فوج تھی، اور دس گھوڑے تھے، آپؐ بدر پہنچ کر مشرکین کے انتظار میں خیمہ زن ہو گئے۔

دوسری طرف ابوسفیان بھی پچاس سواروں سمیت دو ہزار مشرکین کی جمعیت لے کر روانہ ہوا اور مکہ سے ایک مرحلہ پر وادی مر الظہران پہنچ کر مہجئہ نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوا، مگر وہ مکہ سے بوجھل اور بد دل نکلا تھا، وہ خوف زدہ ہو گیا، مر الظہران میں اس کی ہمت جواب دے گئی، اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو، جانور چرسکیں اور تم دودھ پی سکو، اس وقت خشک سالی ہے، لہذا میں واپس جا رہا ہوں، تم بھی واپس چلو، ابوسفیان کے اس اعلان کی کسی نے مخالفت نہیں کی، گویا سب اس اعلان کے منتظر تھے، مسلمانوں نے بدر میں آٹھ دن تک دشمن کا انتظار کیا، سامان تجارت بیچ کر نفع حاصل کیا اور اس شان سے مدینہ واپس آئے کہ دلوں پر ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی، اور ماحول پر ان کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی (یہ غزوہ بدر دوم اور غزوہ بدر مغری کہلاتا ہے)

۲- احد میں جیتی ہوئی جنگ قریش نے ہار دی تھی، جنگ کے آخر میں ان کا ہاتھ اوپر ہو گیا تھا، مگر وہ لوگ فتح کا کوئی فائدہ اٹھائے بغیر واپس ہو گئے، وہ مسلمانوں کا استیصال نہیں کر سکے، اس کا ان کو شدید افسوس تھا، اس لئے وہ چاہتے تھے کہ مدینہ والوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑیں اور مسلمانوں کی جڑ کاٹ دیں۔

۳۔ بنو نضیر کے یہودی جو مدینہ سے جلا وطن کئے گئے تھے اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے، ان کا دلوں کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، جب دور دور تک مسلمانوں کی حکمرانی کا سکہ بیٹھ گیا تو انہیں سخت جلن ہوئی، انھوں نے نئے سرے سے سازش شروع کی اور مسلمانوں پر ایک ایسی آخری کاری ضرب لگانے کی تیاری شروع کی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا چراغ گل ہو جائے، چونکہ ان میں براہ راست مسلمانوں سے ٹکڑ لینے کی جرأت نہیں تھی، اس لئے انھوں نے ایک خطرناک پلان بنایا، بنو نضیر کے بیس سردار مکہ قریش کے پاس گئے، اور انہیں مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کرنے کے لئے اپنی مدد کا پورا یقین دلایا، اس کے بعد یہود کا یہ وفد بنو غطفان کے پاس گیا اور قریش ہی کی طرح انہیں بھی آمادہ جنگ کیا، وہ بھی تیار ہو گئے، پھر اس وفد نے باقی قبائل عرب میں گھوم کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی، چنانچہ ان قبائل کے بھی بہت سے افراد تیار ہو گئے، اس طرح یہودی بازی گروں نے کامیابی کے ساتھ کفر کے بڑے بڑے گروہوں اور جتھوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کے لئے تیار کر لیا، چنانچہ شوال ۵ ہجری میں قریش، کنانہ اور تہامہ میں آباد دوسرے حلیف قبائل نے مدینہ کی جانب کوچ کیا، ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا، اور ان کی تعداد چار ہزار تھی، جب یہ لشکر مر الظہر ان پہنچا تو بنو سلیم بھی اس میں شامل ہوئے اور مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل: فزارہ، مرہ اور اشجع نے کوچ کیا، ان تمام قبائل نے ایک مقررہ وقت اور مقررہ پروگرام کے ماتحت مدینے کا رخ کیا، ان کی مجموعی تعداد دس ہزار تھی، جو مدینہ کی پوری آبادی سے بھی زیادہ تھی، یہ سب یہ عزم مصمم لے کر چلے تھے کہ اس مرتبہ مسلمانوں کا استیصال کر کے ہی لوٹیں گے۔

۴۔ نبی ﷺ کو جب ان کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، انھوں نے کہا: میدان میں مقابلہ مناسب نہیں، فارس میں جب زبردست لشکر حملہ آور ہوتا ہے تو خندق کھود کر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے، نبی ﷺ نے اور صحابہ نے اس رائے کو پسند کیا، چنانچہ آپؐ نے خط کھینچ کر دس آدمیوں پر دس گرز زمین تقسیم کی اور کھدائی کا کام شروع ہو گیا، یہ قحط کا زمانہ تھا، سردی کا موسم تھا، راتیں ٹھنڈی تھیں، ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے، صحابہ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے، تین ہزار صحابہ ذوق و شوق سے خندق کھودنے میں مجتہ ہوئے تھے، جذبہ ایمانی پر جوش تھا، سب مل کر نغمہ زن تھے، سرکارِ مدینہ بذاتِ خود شریک کار تھے، شکم مبارک غبار سے اٹ گیا تھا، اور زبان پر حمد و شکر کا ترانہ تھا۔

۵۔ چھ دن میں کوہِ سلع کے قریب خندق کی کھدائی مکمل ہوئی، اور لشکر اسلام وہاں خیمہ زن ہوا، کفار کا لشکر مدینہ پہنچا تو خندق نے ان کا استقبال کیا، وہ حیران رہ گئے، یہ صورتِ حال ان کے لئے نئی تھی، اور پریشان کن بھی، خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی، طرفین سے تیر اندازی شروع ہو گئی، بیس دن یا ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

۶۔ مشرکین خندق پار کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے، لیکن مسلمان تیروں سے ان کا مقابلہ کرتے تھے اور ایسی پامردی سے ان کا مقابلہ کرتے تھے کہ ان کی ہر کوشش ناکام ہو جاتی تھی، اُن پر زور مقابلوں میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام کی بعض نمازیں بھی فوت ہو گئیں، جو بعد میں قضا کی گئیں، اور اسی تیر اندازی کے دوران صدیق الانصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک تیر لگا جس سے ان کے بازو کی شہ رگ کٹ گئی، اور وہی بالآخر ان کی موت کا سبب بنی۔

۷۔ لشکر کفار کے شہسواروں کو گوارہ نہ تھا کہ اس طرح خندق کے پاس نتائج کے انتظار میں بے فائدہ محاصرہ کئے پڑے رہیں، چنانچہ ان کی ایک جماعت نے جن میں عمرو بن وڈ، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے، ایک تنگ مقام سے خندق پار کر لی اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا، ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے، اور عمرو بن وڈ کے مقابل ہوئے، دونوں میں پر زور ٹکرا ہوئی، ایک نے دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کئے، بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا، باقی مشرکین بھاگ کر خندق پار چلے گئے، وہ اس قدر حواس باختہ تھے کہ عکرمہ بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ بھی چھوڑ گیا۔

۸۔ ایک طرف مسلمان محاذ جنگ پر مشکلات سے دوچار تھے، دوسری طرف سازش جاری تھی، خیبر کے یہود اس کوشش میں تھے کہ مسلمانوں سے آخری بدلہ لے لیں، محرم اکبر بنو نضیر کا سردار حُصَی بن اخطب بنو قریظہ کے پاس آیا، اور ان کے سردار کعب بن اسعد کو ورغلا یا، یہ شخص بنو قریظہ کی طرف سے عہد و پیمان باندھنے توڑنے کا مختار و مجاز تھا، اور اسی نے نبی ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ جنگ کے مواقع پر اس کا قبیلہ آپ کی مدد کرے گا، حسی: کعب کے پاس آیا اور طرح طرح کی باتیں کر کے اور سبز باغ دکھا کر کعب کو عہد توڑنے پر راضی کر لیا اور بنو قریظہ عملی طور پر جنگی کاروائیوں میں مصروف ہو گئے، اور مشرکین کے ساتھ اپنے اتحاد کا عملی ثبوت پیش کرنے کے لئے رسد رسانی شروع کر دی، حتیٰ کہ مسلمانوں نے ان کی رسد کے بیس اونٹوں پر قبضہ بھی کر لیا۔

۹۔ عورتوں کو فارغ نامی قلعہ میں حفاظت کی غرض سے جمع کیا گیا تھا، اور ان کی نگرانی کے لئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا تھا، ایک یہودی اس قلعہ کے ارد گرد چکر کاٹنے لگا، یہ اس وقت کی بات ہے جب بنو قریظہ عہد و پیمان توڑ کر مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہو چکے تھے، اور عورتوں اور بچوں کی طرف سے کوئی دفاع کرنے والا نہ تھا، اس لئے نبی ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ یہودی قلعہ کا چکر کاٹ رہا ہے، اور مجھے اندیشہ ہے کہ باقی یہود ہماری کمزوری سے آگاہ ہو جائیں گے کہ قلعہ میں کوئی فوج نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ان کی مدد کو نہیں پہنچ سکتے، وہ اپنے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں، پس ایسا نہ ہو کہ یہود قلعہ پر

چڑھائی کر دیں، تم جا کر اس کو قتل کر دو، حضرت حسانؓ نے کہا: تم جانتی ہو کہ میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں، پس حضرت صفیہؓ نے خود کمر باندھی، ایک بھاری لکڑی لی، اور قلعے سے اتر کر اس یہودی کے پاس پہنچی اور اس کو لکڑی سے مار مار کر ختم کر دیا، پھر واپس آئیں اور حضرت حسان سے کہا: جاؤ، اس کے ہتھیار اتار لاؤ، حضرت حسانؓ نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

۱۰۔ جب نبی ﷺ کو بنو قریظہ کی بد عہدی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فوراً تحقیق حال کے لئے اس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کو روانہ کیا، اور ان سے کہہ دیا کہ اگر نقض عہد کی خبر صحیح ہو تو مبہم خبر دینا، جب یہ دونوں حضرات ان کے قریب پہنچے تو ان کو انتہائی خباثت پر آمادہ پایا، انھوں نے علانیہ گالیاں بکسیں اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی، انھوں نے کہا: اللہ کا رسول کون ہوتا ہے؟ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد نہیں، یہ سن کر وہ دونوں حضرات واپس آئے، اور مبہم الفاظ میں کہا: محض وقارہ! یعنی ان قبائل کی طرح بنو قریظہ نے بھی بد عہدی کی ہے، یہ بات اگرچہ اشارہ کنایہ میں کہی گئی تھی، مگر عام لوگوں کو صورت حال کا علم ہو گیا، اور اس طرح ایک خوفناک خطرہ ان کے سامنے مجسم ہو گیا۔

۱۱۔ اسی موقع پر منافقین نے بھی سرا بھارا، وہ کہنے لگے: محمدؐ ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر و کسری کے خزانے کھائیں گے، اور یہاں حالت یہ ہے کہ استنجہ جانا بھی خطرہ سے خالی نہیں، اور بعض منافقین اپنے سرداروں سے یہ کہہ کر اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں کی خبر لیں۔

۱۲۔ ایک طرف لشکر کا یہ حال تھا، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ آپؐ بنو قریظہ کی بد عہدی کی خبر سن کر اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے ڈھانک کر چت لیٹ گئے، اور دیر تک لیٹے رہے، اس سے صحابہ کا اضطراب بڑھ گیا، مگر جلد ہی آپ ﷺ پر امید غالب آ گئی، آپؐ اٹھ بیٹھے، اور فرمایا: مسلمانو! اللہ کی مدد اور فتح کی خوش خبری سن لو! اس کے بعد آپؐ نے پیش آمدہ حالات سے نمٹنے کی صورتوں پر غور شروع کیا، چنانچہ مدینہ کی حفاظت کے لئے فوج کا ایک حصہ روانہ فرمایا، تاکہ یہودی طرف سے عورتوں اور بچوں پر اچانک کوئی حملہ نہ ہو جائے۔

علاوہ ازیں: ایک فیصلہ کن اقدام کی ضرورت تھی، جس سے دشمن کے مختلف گروہوں میں پھوٹ پڑ جائے اور ان کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے، چنانچہ آپؐ نے سوچا کہ بنو غطفان کے دونوں سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کر لی جائے، تاکہ وہ اپنے قبیلوں کو لے کر واپس ہو جائیں اور تنہا قریش سے نمٹنا آسان ہو جائے۔

مگر جب آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو دونوں

سرداروں نے بیک زبان کہا: یا رسول اللہ! اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر! اور اگر آپؐ محض ہماری خاطر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں، جب ہم مشرک تھے تب وہ لوگ میزبانی یا خرید و فروخت کے سوا ایک دانے کی بھی طمع نہیں کر سکتے تھے، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دولتِ اسلام سے نوازا، اور آپؐ کے ذریعہ عزت بخشی، ہم اپنا مال ان کو کیسے دے سکتے ہیں؟ اب تو ہم ان کو اپنی تلواریں دیں گے! آپؐ نے فرمایا: جب میں نے دیکھا کہ سارا عرب تم پر پل پڑا ہے اور ایک کمان سے وار کیا ہے تو تمہاری خاطر میں نے یہ کام کرنا چاہا تھا۔

۱۳۔ پھر اللہ کا فضل ہوا، دشمن میں پھوٹ پڑ گئی، اور ان کی دھار کند ہو گئی، ہوا یہ کہ بنو غطفان کے ایک صاحب جن کا نام نعیم بن مسعود بن عامر اشجعی تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مسلمان ہوئے، اور عرض کیا کہ ابھی لوگوں کو میرے اسلام کا علم نہیں، آپ مجھے کوئی حکم دیں، میں اس کی تعمیل کروں گا، آپؐ نے فرمایا: تم فقط ایک آدمی ہو (اس لئے کوئی فوجی اقدام تو کر نہیں سکتے) ہاں تم دشمن میں پھوٹ ڈالو، اور ان کی حوصلہ شکنی کرو، کیونکہ جنگ خُذْعَة (چال چلنے کا نام) ہے۔

چنانچہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ فوراً بنو قریظہ کے پاس پہنچے (زمانہ جاہلیت سے ان کا ان کے ساتھ بڑا میل جول تھا) وہاں پہنچ کر ان سے کہا: آپ لوگ جانتے ہیں: مجھے آپ لوگوں سے محبت اور خصوصی تعلق ہے، انھوں نے کہا: جی ہاں! نعیم نے کہا: پھر سنو! قریش کا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے، آپ لوگ یہاں کے ہیں، آپ لوگوں کا گھر بار یہاں ہے، مال و دولت اور کاروبار یہاں ہے، آپ لوگ اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتے اور قریش و غطفان باہر کے ہیں، وہ محمد سے جنگ کرنے آئے تو آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، کل کو اگر وہ بور یا بستر باندھ کر چل دیئے تو آپ لوگ ہو گئے اور محمد ہو گئے، وہ جس طرح چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے، اس پر بنو قریظہ چونکے، انھوں نے کہا: بتائیے اب کیا کیا جائے؟ نعیم نے کہا: قریش جب تک آپ لوگوں کو اپنے آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں، بنو قریظہ نے کہا: آپ نے بہت مناسب رائے دی!

پھر نعیم سیدھے قریش کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: آپ لوگوں سے مجھے جو محبت اور جذبہ خیر خواہی ہے، اسے آپ جانتے ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! نعیم نے کہا: اچھا تو اب سنو! بنو قریظہ نے محمد کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے وہ اس پر نادم ہیں، اور اب ان لوگوں نے طے کیا ہے کہ وہ آپ لوگوں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے محمد کے حوالے کریں گے، اور اس طرح محمد سے اپنا معاملہ استوار کر لیں گے، لہذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ لوگ ہرگز اپنے آدمی نہ دیں، پھر غطفان کے پاس جا کر بھی یہی بات کہی، اس طرح ان کے بھی کان کھڑے کر دیئے۔

اس کے بعد جمعہ اور بارکی درمیانی رات میں قریش نے یہود کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا قیام کسی سازگار اور موزون جگہ میں نہیں ہے، گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں، اس لئے ادھر سے ہم اور ادھر سے آپ لوگ اٹھیں اور ایک ساتھ محمد پر حملہ کر دیں، یہود نے جواب دیا: آج بار کا دن ہے، ہم آج کچھ نہیں کر سکتے، علاوہ ازیں جب تک آپ لوگ اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہیں دیں گے ہم لڑائی میں شریک نہیں ہونگے، جب یہ جواب قریش اور غطفان کو پہنچا تو انھوں نے کہا: واللہ! نعیم نے سچ کہا تھا! چنانچہ انھوں نے یہود کو کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم! ہم آپ کو کوئی آدمی نہیں دیں گے، بغیر کسی ضمانت کے آپ لوگ ہمارے ساتھ مل کر محمد سے لڑیں، یہ سن کر بنو قریظہ نے کہا: واللہ! نعیم نے ہم سے سچ ہی کہا تھا! اس طرح دونوں فریق کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا، اور ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی، اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

۱۴- ادھر رسول اللہ ﷺ اور مسلمان دعاؤں میں لگے ہوئے تھے: اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا: اے اللہ! ہماری پردہ پوشی فرما! اور ہمیں خطرات سے مامون فرما، اور نبی ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے: اللّٰهُمَّ! مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ: اے اللہ! اے قرآن کے اتارنے والے! اے جلدی حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست دیں، اے اللہ! انہیں شکست دیں اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیں!

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اور مسلمانوں کی دعائیں سن لیں، اور تند و تیز ہواؤں کا طوفان بھیج دیا، جس نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں پلٹ دیں، طنائیں اکھاڑ دیں اور کسی چیز کو قرار نہ رہا، ساتھ ہی فرشتوں کا لشکر بھیج دیا جس نے ان کو ہلا کر رکھ دیا، اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا اور ان کے کمانڈر انچیف نے واپسی کا اعلان کر دیا، صبح ہوئی تو میدان صاف تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمن کو کسی خیر کے حصول کا موقعہ دیئے بغیر غیظ و غضب میں بھرے ہوئے واپس کر دیا، اور اللہ تعالیٰ ان سے جنگ کے لئے کافی ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا، مسلمانوں کے لشکر کو عزت بخشی اور تنہا سارے لشکر کو شکست دیدی اور آپ ﷺ کے ساتھ مظفر و منصور مدینہ واپس آئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ إِذْ جَاءَكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَنُظِّتُونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝

دل	الْقُلُوبُ	جن کو تم نے دیکھا نہیں	لَمْ تَرَوْهَا	اے جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
گلوں تک	الْحَنَاجِرُ ^(۲)	اور ہیں اللہ تعالیٰ	وَكَانَ اللَّهُ	ایمان لائے	أَمَنُوا
اور گمان کرنے لگے تم	وَتُظُنُّونَ	جو کچھ تم کرتے ہو	بِمَا تَعْمَلُونَ	یاد کرو	أَذْكُرُوا
اللہ کے بارے میں	يَا اللَّهُ	دیکھنے والے	بَصِيرًا	اللہ کا احسان	نِعْمَةً اللَّهُ
طرح طرح کے گمان	الظُّنُونَا	جب آئے وہ تم پر	إِذْ جَاءَ وَكُمُ	تم پر	عَلَيْكُمْ
اس جگہ	هُنَالِكَ	تمہارے اوپر سے	مِّنْ فَوْقِكُمْ	جب آئیں تم پر	إِذْ جَاءَ فَكُمُ
جانچے گئے	أَبْتُلَى	اور نیچے سے	وَمِنَ اسْفَلِ	نو جیں	جُنُودٌ
مومنین	الْمُؤْمِنُونَ	تمہارے	مِنْكُمْ	پس بھیجی ہم نے	فَأَرْسَلْنَا
اور جھنجھوڑے گئے	وَزُلْزِلُوا	اور جب ٹیڑھی ہو گئیں	وَإِذْ زَاغَتْ ^(۱)	ان پر	عَلَيْهِمْ
جھنجھوڑنا	زِلْزَالًا	آنکھیں	الْأَبْصَارُ	ہوا	رِيحًا
سخت	شَدِيدًا	اور پہنچ گئے	وَبَلَغَتْ	اور ایسی نو جیں	وَجُنُودًا

غزوہ احزاب میں مشرکین کے تمام جنموں نے مدینہ پر ہلے بول دیا

ارشاد پاک ہے: — اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تم پر لشکر چڑھ آئے، پس ہم نے ان پر ہوا اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے دیکھا نہیں! — یعنی فرشتوں کی فوجیں اتار دیں، جو کفار کے دلوں میں رعب ڈال رہی تھیں — اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے دیکھ رہے تھے — یعنی تم سخت جاڑے میں پیٹ پر پتھر باندھ کر اسلام کی حفاظت کے لئے خندق کھود رہے تھے، پھر جب دشمن نے ہلے بول دیا تو تم نے مردانہ وار مقابلہ کیا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے تھے، چنانچہ جب محاصرہ طویل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مدد بھیجی، سرد ہوا کے جھکڑ چلے اور فرشتے اترے، جنموں نے دشمن کے دلوں میں رعب ڈالا، جس سے ان کی ہوا اکھڑ گئی، اور وہ سر پے پیر رکھ کر بھاگے، اور تم مظفر و منصور لوٹے، یہ اللہ کا احسان یاد کرو، اور اس کا شکر بجالاؤ۔

(یاد کرو) جب لوگ تم پر چڑھ آئے، تمہاری اوپر کی جانب سے — ادھر مشرق کی جانب میں بنو قریظہ تھے — اور تمہاری نیچے کی جانب سے — ادھر مغربی جانب میں قریش، اسد، غطفان اور سلیم تھے — اور جب آنکھیں پھٹی

(۱) زاغ (ض) زیغا: اعتدال سے ہٹنا، کج ہونا (۲) الحناجر: حنجرة کی جمع: حلق، گلا، نرخرہ۔

کی پھٹی رہ گئیں، اور کلیجہ منہ کو آگئے، اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کر رہے تھے — یہ اسلام کے دعویدار منافقین کا حال ہے، وہ کیا کیا سوچ رہے تھے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا، اور وہ سخت جھنجھوڑے گئے! — مگر وہ ثابت قدم رہے، یہ مخلص (کھرے) مسلمانوں کا حال ہے۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۝ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ إِنَّهُمْ يُبْرِدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْهَا وَمَا تَكْبَثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا لَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْثِرُونَ الْأَذْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۝ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ إِنْ قَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُتَعَوَّنَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِيكُمْ مِّنْ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَقَطُوا بِالسِّنَةِ حَدَادٍ ۚ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قُتِلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۝

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَبِسْتَأْذِنُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ	(یاد کرو) جب کہہ رہے تھے منافقین اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے نہیں وعدہ کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے مگر فریب کا اور (یاد کرو) جب کہا ایک جماعت نے ان میں سے اے یثرب والو! ٹھہرنے کی جگہ نہیں تمہارے لئے پس لوٹ جاؤ اور اجازت مانگ رہی ہے ایک جماعت ان میں سے	النَّبِيِّ يَقُولُونَ إِنَّ بَيُوتَنَا عَوْرَةٌ ^(۱) وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سِيلُوا الْفِتْنَةَ ^(۲) لَا تَوْهًا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا وَلَقَدْ كَانُوا	نبی (ﷺ) سے کہہ رہے ہیں وہ بے شک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں اور نہیں ہیں وہ غیر محفوظ نہیں چاہتے وہ مگر بھاگنا اور اگر گھسا جائے ان پر مدینہ کے اطراف سے پھر وہ طالبہ کئے جائیں دنکا فساد کے تو آئیں وہ اس (دنگے) میں اور نہ رکیں وہ مدینہ میں مگر تھوڑا اور البتہ تحقیق تھے وہ	عَاهِدُوا اللَّهُ مِّن قَبْلُ لَا يُؤْتُونَ الْكَذِبَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ إِنْ قَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُنْتَعُونَ ^(۳) إِلَّا قَلِيلًا قُلْ	پیمان باندھا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اس سے پہلے (کہ) نہیں پھیریں گے وہ پٹھیں اور ہے پیمان اللہ کا پوچھا ہوا کہیں کام نہیں آئیگا تمہارے بھاگنا اگر بھاگے تم موت سے یا قتل سے اور تب نہیں پھل پاؤ گے تم مگر تھوڑا سا پوچھیں
---	--	---	---	---	---

(۱) عورۃ: انسان کی شرمگاہ، زن (عورت) اور وہ شکاف جو کپڑے اور گھر وغیرہ میں پڑ جاتا ہے، آیت میں یہ آخری معنی ہیں
یعنی ہمارے گھروں میں جگہ جگہ گھسنے کی جگہ ہے کہ جو چاہے چلا آئے۔ (۲) دُخِلَتْ: آگھسا، دخول سے ماضی مجہول (۳) فتنۃ
کے بہت معانی ہیں، یہاں دنکا فساد مراد ہے، جہاد: احوال سنوارنے کی محنت کا نام ہے، اور اس کا مقابلہ دنکا فساد باقی رکھنے کی
محنت کا نام ہے (۴) لا تمتعون: تمتع سے مضارع منفی مجہول، تمتع: برتنا، فائدہ اٹھانا۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمَعْقُوقِينَ ^(۱) مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ	کون ہے یہ جو بچائے تم کو اللہ سے اگر چاہیں وہ تمہارے ساتھ کوئی برائی یا چاہیں وہ تمہارے ساتھ کوئی بھلائی اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ سے ورے کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار بالیقین جانتے ہیں اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو تم میں سے اور کہنے والوں کو	لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمُّ ^(۲) إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَكَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا أَشِحَّةً ^(۳) عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ	اپنے بھائیوں سے چلے آؤ ہماری طرف اور نہیں آتے وہ لڑائی میں مگر تھوڑا سا بخیلی کرتے ہوئے تم پر پس جب آیا ڈر دیکھے گا تو ان کو دیکھ رہے ہیں وہ آپ کی طرف گھومتی ہیں ان کی آنکھیں جیسے وہ جو چھا رہی ہو اس پر موت	فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَكُفُوكُمْ ^(۴) بِالنَّسَةِ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَبِيرِ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ مُّوَدَّةٌ فَلَجَبَطُوا اللَّهَ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ	پس جب چلا گیا ڈر پھبتیاں کیں گے زبانوں سے تیز بخیلی کرتے ہوئے مال پر یہ لوگ نہیں ایمان لائے پس اکارت کر دیئے اللہ نے ان کے اعمال اور ہے یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان گمان کرتے ہیں وہ جتھوں کو نہیں گئے وہ اور اگر آجائیں
--	--	---	--	--	---

(۱) الْمَعْقُوقُ: اسم فاعل: خیر سے روکنے والا عَاقَهُ (ن) عن الشيء عَوْقًا کے بھی یہی معنی ہیں (۲) هَلُمُّ: اسم فعل، بمعنی امر (۳) أَشِحَّة: شحیح کی جمع: حریص، بخیل، یا تون کے فاعل سے حال ہے (۴) سَكُفَى (ن) فَلَانَا بِلِسَانِهِ: کسی کو زبان سے تکلیف پہنچانا، پھبتیاں کہنا۔

الْأَحْزَابُ	جتنے	فِي الْأَعْدَابِ	بدوں میں	كَانُوا	ہوتے وہ
يُودُوا	آرزو کریں وہ	يَسْأَلُونَ	پوچھتے وہ	فَبَيْنَكُمْ	تم میں
لَوْ أَن تَقْصُرَ	کاش ہوتے وہ	عَنْ أَنْبَاءِكُمْ	تمہاری خبریں	مَّا قُتِلُوا	(تو) نہ لڑتے
بَادُونَ ^(۱)	زندگی گزارنے والے	وَلَوْ	اور اگر	إِلَّا قَلِيلًا	مگر تھوڑا سا

غزوہ احزاب میں منافقین کا کردار

اللہ و رسول کا وعدہ فریب تھا! — اور (یاد کرو) جب منافقین اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے — دونوں ایک ہیں — کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے محض دھوکہ کا وعدہ کیا تھا — خندق کی کھدائی میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک سنگلاخ زمین آئی، کدال کام نہیں کر رہا تھا، صحابہ نے نبی ﷺ سے صورتِ حال عرض کی، آپ خندق میں اترے اور اس سنگلاخ جگہ پر کدال مارا تو وہ جگہ ریت کا توہ بن گئی۔

اور مسند احمد اور نسائی میں یہ اضافہ ہے کہ آپؐ نے جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھ کو ملک شام کی کنجیاں دی گئیں، خدا کی قسم! شام کے سرخ غلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، پھر آپؐ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ کر گرا، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! فارس کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں، خدا کی قسم! مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، تیسری بار آپؐ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان ٹوٹ گئی، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! یمن کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں، خدا کی قسم! صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سند اس روایت کی حسن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی بار کدال مارنے سے ایک روشنی ہوئی جس میں شام کے محل نظر آئے، آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی، اور یہ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی کہ امت ان شہروں کو فتح کرے گی (سیرۃ المصطفیٰ ۲: ۳۱۷)

اس کو وہ کہہ رہے ہیں کہ نبی صاحب کہتے تھے کہ فارس، روم، صنعاء کے محلات مجھے دیئے گئے، اور یہاں یہ حال ہے کہ مسلمان قضاے حاجت کو بھی نہیں نکل سکتے، وہ وعدے کیا ہوئے؟ وہ محض فریب اور دھوکہ تھے!

ناچنا نہیں آنگن ٹیڑھا! — اور (یاد کرو) جب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: اے یثرب والو! تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں، پس لوٹ چلو — یثرب: مدینہ شریف کا پرانا نام تھا، نبی ﷺ کی ہجرت کے بعد وہ (۱) بادون: باد کی جمع، صحرائیں، جنگل میں رہنے والے۔

مدینۃ الرسول کہلانے لگا، منافق یہ نیا نام لینے کے لئے بھی تیار نہیں، اس سے ان کی نفرت کا اندازہ کرو — ٹھہرنے کا موقع نہیں! یعنی سارا عرب پل پڑا ہے، تم چند ان کا کیا مقابلہ کرو گے، مسلمانوں سے جدا ہو کر گھر لوٹ چلو — اور بعض ان میں سے نبی (ﷺ) سے اجازت مانگتے ہیں، کہتے ہیں: ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں — شہر میں ناکہ بندی کر کے مضبوط حویلیوں میں زمانے کو رکھ دیا گیا تھا، وہ بہانہ بنا رہے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں — وہ محض بھاگنا چاہتے تھے — چنانچہ جو اجازت مانگتا آپ اس کو اجازت دیدیتے، جمعیت کم ہو جائے گی اس کی پرواہ نہ کرتے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس آپ کے ساتھ باقی رہ گئے (فوائد)

اصلاح میں سست فساد میں چست: — اور اگر کوئی ان پر مدینہ کے اطراف سے آگئے، پھر ان سے دنگ فساد میں شرکت کا مطالبہ کرے تو وہ اس کو منظور کر لیں اور وہ مدینہ میں بہت کم ٹھہریں — یعنی اگر لشکر کفار کے کچھ لوگ ادھر ادھر سے مدینہ میں گھس جائیں، اور ان سے مطالبہ کریں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو، تو وہ فوراً مطالبہ مان لیں اور یکدم مدینہ سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیں، گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا عذر نہ کریں، کیونکہ ان کی دلچسپیاں ان کے ساتھ ہیں، مسلمانوں کا تو وہ بددلی سے ساتھ دے رہے ہیں۔

اپنا عہد پس پشت ڈال دیا: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اس (غزوہ) سے پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی باز پرس ہونی ہے — جنگ احد کے بعد منافقین نے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریں گے، اس کی پوچھ ہوگی کہ وہ قول و قرار کہاں گیا! — غزوہ احد میں عبد اللہ بن ابی (ربیع المنافقین) اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مدینہ لوٹ گیا تھا، ان منافقین نے یہ عہد کیا تھا۔

بھاگ کر موت یا قتل سے نہیں بچ سکتے: — آپ کہیں: تمہارے لئے بھاگنا ہرگز مفید نہیں ہوگا، اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگ رہے ہو — کیونکہ جس کی قسمت میں موت ہے وہ بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا، قضائے الہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی، اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سود ہے، کیا میدان جنگ میں سب مارے جاتے ہیں؟ — اور تب پھل نہیں پاؤ گے مگر چند ہی دن! — یعنی فرض کرو: بھاگنے سے بچاؤ ہو گیا تو کتنے دن؟ آخر موت آتی ہے، اب نہیں، چند روز کے بعد آئے گی، بچ کر کہاں جاؤ گے!

اللہ سے کون بچا سکتا ہے؟ — اور آپ پوچھیں: وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچالے، اگر وہ تمہارے ساتھ برائی چاہیں یا تمہارے ساتھ بھلائی چاہیں؟ — یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی، نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اس

کے مقابلہ میں کام آ سکتا ہے، پس آدمی کو چاہئے کہ اس پر توکل کرے، اور ہر حال میں اس کی مرضی کا طلب گار رہے، ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہے گی (فوائد) — اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ سے ورے کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار — یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ حکم دیں تو مسلمان تمہارا بھرتا بنادیں!

کبھی میدان میں اترتے ہیں تو مالِ غنیمت کے لئے: — بالتحقیق اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تم میں سے روکنے والوں کو اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہمارے پاس آ جاؤ — کیوں مفت میں جان گنواتے ہو! — اور وہ لڑائی میں بہت ہی کم شرکت کرتے ہیں، تمہارے حق میں بخلی کرتے ہوئے — یعنی شراشرمی میں کبھی میدان میں آ کھڑے ہوتے ہیں، ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں، اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں روکتے ہیں، اور کبھی کبھی میدان میں اس لئے اترتے ہیں کہ تمہا تمہیں مالِ غنیمت نمل جائے۔

خوف میں حال اور، اور امن میں حال اور: — اور جب خوف پیش آتا ہے تو آپ ان کو دیکھیں گے: دیکھ رہے ہونگے وہ آپ کی طرف گھوم رہی ہونگی ان کی آنکھیں، جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو — یہ ان کی بزدلی کا حال ہے — پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے تو تیز زبان سے دل خراش باتیں کرتے ہیں، مال پر بخلی کرتے ہوئے — کہتے ہیں: کیوں ہم جنگ میں شریک نہیں تھے! ہماری پستی سے تم کو یہ فتح ملی ہے، اور مارے حرص کے غنیمت پر گرے پڑتے ہیں۔

اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے: — یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے، اور یہ بات اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے! — ایمان کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں، عمل کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے، بدوں ایمان عمل مردہ ہے، پھر قبول کس طرح ہو، بے ایمان کی سب محنت اکارت ہے۔

احزاب منافقین کے لئے ہوا: — ان کا خیال ہے کہ کافروں کے جتھے نہیں گئے — یعنی کفار کی فوجیں ناکام واپس جا چکی ہیں، لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں — اور اگر لشکر لوٹ آئیں تو وہ پسند کریں: کاش یہ بات ہوتی کہ بدوں میں ان کی بود و بارش ہوتی، تمہاری خبریں پوچھتے! — یعنی فرض کیجئے! کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ کاش وہ صحرائیں ہوں، وہیں سے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے، اور لڑائی کا نقشہ کیسا ہے؟ — اور اگر وہ تم میں ہوتے تو بس یونہی لڑائی میں شرکت کرتے! — یعنی فوجوں کی واپسی پر جو جنگ ہوتی اس میں بھی منافقین کا کردار یہی رہتا، مجبوری میں جنگ میں برائے نام شرکت کرتے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ
 وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۖ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ۖ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ
 وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۚ
 الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ
 مَّنْ يَنْتَظِرُ ۚ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۚ لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ
 الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۚ وَرَدَّ اللَّهُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمُرِينَا لُؤَاخِيزًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ
 قَوِيًّا عَزِيزًا ۚ

لَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اللہ	اللہ کو	وَرَسُولُهُ	اور اس کے رسول نے
كَانَ	ہے	كَثِيرًا	بہت	وَمَا زَادَهُمْ	اور نہیں بڑھایا ان کو
لَكُمْ	تمہارے لئے	وَلَمَّا رَأَى	اور جب دیکھا	إِلَّا إِيمَانًا	مگر ایمان میں
فِي رَسُولِ	رسول میں	الْمُؤْمِنُونَ	مؤمنین نے	وَتَسْلِيمًا	اور اطاعت میں
اللَّهُ	اللہ کے	الْأَحْزَابَ	لشکروں کو	مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین میں سے
أُسْوَةٌ ^(۱)	نمونہ عمل	قَالُوا	کہا انھوں نے	رِجَالٌ	کچھ مرد ہیں
حَسَنَةٌ	بہترین	هَذَا مَا	یہ وہ ہے جو	صَدَقُوا	سچ کر دکھایا انھوں نے
لِّمَن	اس کے لئے جو	وَعَدَنَا	وعدہ کیا ہم سے	مَا عَاهَدُوا	جو عہد کیا تھا انھوں نے
كَانَ يَرْجُوا	امید رکھتا ہے	اللَّهُ	اللہ نے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ سے
اللَّهُ	اللہ کی	وَرَسُولُهُ	اور اس کے رسول نے	عَلَيْهِ	اس پر
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ	اور آخری دن کی	وَصَدَقَ	اور سچ کہا	فَمِنْهُمْ	پس ان میں سے بعض
وَذَكَرَ	اور یاد کیا اس نے	اللَّهُ	اللہ نے	مَّنْ قَضَىٰ	جنھوں نے پوری کی

(۱) الـأسوة: قابل تقلید عمل جو باعث تسلی ہو انسانی بہ: وَقَاسَىٰ بِهِ نَقَشَ قَدَمَہُ پَر چلنا، اتباع کرنا (ماڈل اسوہ)

نَحْبَهُ ^(۱) وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبَدُّلًا يَلْبِغُونَ اللَّهُ الصُّدُوقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ	اپنی منت اور ان میں سے بعض جو منتظر ہیں اور نہیں بدلا انھوں نے ذرا بدلنا تاکہ بدلہ دیں اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ کا اور سزا دیں منافقوں کو	لَا اِنْ شَاءَ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا وَرَهَ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا	اگر چاہیں وہ یا توجہ فرمائیں ان پر بے شک اللہ تعالیٰ ہیں بڑے بخشنے والے بڑے مہربان اور پھیر دیا اللہ نے جنھوں نے انکار کیا	بَغِيظِهِمْ لَهْرِيئًا لَّوَا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا	ان کے غصہ کے ساتھ نہیں حاصل کی انھوں نے کوئی خیر اور کافی ہو گئے اللہ تعالیٰ مؤمنین کی طرف سے لڑنے کے لئے اور ہیں اللہ تعالیٰ زور آور زبردست
---	---	--	--	---	--

غزوۃ احزاب میں رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کے عظیم کارنامے

رسول اللہ ﷺ کی پامردی: — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے، اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا — یعنی پیغمبر کو دیکھو، ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں! حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی پر ہے، مگر مجال ہے پائے استقلال ذرا جنبش کھا جائے، جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں، اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں: ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے، چاہئے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون، اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں، اور ہمت و استقلال وغیرہ میں ان کی چال چلیں (نوائد)

آغاز جنگ میں صحابہ کا حال: — اور جب مؤمنین نے لشکروں کو دیکھا تو کہا: یہ تو وہی منظر ہے جس کا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے وعدہ کیا ہے، اور اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا! اور اُس منظر نے ان کے ایمان و اطاعت میں اضافہ ہی کیا — یعنی یکے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذہذب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شجاری کا جذبہ اور ان کا یقین اللہ و رسول کے وعدوں پر اور

(۱) النَّحْبُ: نذر، منت، نَحْبُ (ن) فلان: نذر ماننا، نَحْبُ بكذا: شرط یا بازاری لگانا۔

زیادہ بڑھ گیا، وہ کہنے لگے: یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ و رسول نے پہلے سے دے رکھی ہے، اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا ہے (فوائد)

جنگ کے بعد صحابہ کا حال: — اور مؤمنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اس بات کو جس کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی، اور ان میں سے بعض مشتاق ہیں، اور وہ لوگ ذرا نہیں بدلے — یعنی منافقین تو اپنا عہد توڑ بیٹھے، بے حیائی کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے، ان کے برخلاف کتنے بکے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھایا، بڑی بڑی سختیاں جھیلیں، مگر پیغمبر ﷺ کی رفاقت سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا، اللہ و رسول کو جو زبان دے چکے تھے پہاڑ کی طرح اس پر جمے رہے — ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد میں جان دیدی، اور بہت مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ شہادت کا انتظار کر رہے ہیں — دونوں قسم کے مسلمانوں نے اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی، اور اپنی بات سے ذرہ بھر نہیں بدلے (فوائد)

مخلص سرخ رو ہونگے اور منافقین کو اللہ دیکھیں گے: — تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دیں، اور منافقوں کو سزا دیں اگر چاہیں یا ان پر توجہ مبذول فرمائیں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشش والے بڑے مہربان ہیں — یعنی جو عہد کے پکے اور قول و قرار کے سچے رہے ان کو سچ پر جمے رہنے کا بدلہ ملے گا، اور منافقوں کو چاہے سزا دے اور چاہے توبہ کی توفیق دے کر معاف فرمادے، اس کی مہربانی سے کچھ بعید نہیں (فوائد) لام لام عاقبت ہے یعنی جنگ کا نتیجہ یہ ہوگا۔

مؤمنین کی طرف سے جنگ اللہ تعالیٰ نے لڑی! — اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پھیر دیا جنہوں نے انکار کیا غصہ میں بھرا ہوا، ان کی کچھ مراد پوری نہیں ہوئی، اور مؤمنین کی طرف سے لڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں! — یعنی کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے بچ و تاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیتا میدان چھوڑ کر واپس ہوا، نہ فتح ملی نہ کچھ ہاتھ آیا — اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی، اللہ تعالیٰ نے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر سب کو سر اسیمہ اور پریشان کر دیا، چنانچہ سب سروں پر پاؤں رکھ کر ایسے گئے جیسے گدھوں کے سر سے سینگ گئے، اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے! آج سے پہلے مسلمان ان کو پسپا کرتے تھے اور وہ بار بار مدینہ پر حملہ آور ہوتے تھے، اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دفع کیا پس وہ آئندہ کبھی حملہ کی سوچ بھی نہ سکیں گے!

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ
الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۖ وَأَوْرَثَكُم أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
وَأَرْضًا لَمْ تَطُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

۱۹

وَأَنْزَلَ	اور اتارا	الرُّعْبَ	دھاک	وَدِيَارَهُمْ	اور ان کے گھروں کا
الَّذِينَ	جنہوں نے	فَرِيقًا	کچھ کو	وَأَمْوَالَهُمْ	اور ان کے مالوں کا
ظَاهَرُوهُمْ ^(۱)	مدد کی ان کی	تَقْتُلُونَ	تم قتل کرتے ہو	وَأَرْضًا	اور ایک ایسی زمین کا
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب میں سے	وَتَأْسِرُونَ	اور قید کرتے ہو	لَمْ تَطُوهَا ^(۲)	جس کو تم نے روندنا نہیں
مِنْ صَيَاصِيهِمْ ^(۲)	ان کے قلعوں سے	فَرِيقًا	کچھ کو	وَكَانَ اللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ ہیں
وَقَذَفَ	اور ڈالی	وَأَوْرَثَكُم	اور وارث بنایا تم کو	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
فِي قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں میں	أَرْضَهُمْ	ان کی زمین کا	قَدِيرًا	پوری قدرت رکھنے والے

غزوہ احزاب میں کافروں کے ہاتھ کچھ نہ آیا، اور مسلمان آسودہ ہو گئے

غزوہ احزاب کے بعد بنو قریظہ کی بربادی کا تذکرہ فرماتے ہیں، یہ تذکرہ ایک خاص فائدے کے لئے کیا ہے، غزوہ احزاب میں عرب کے لشکر تو خالی ہاتھ لوٹ گئے، مگر مسلمانوں کو خوب غنیمت ملی، غزوہ احزاب کے بعد متصل غزوہ بنو قریظہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کو یہود کی زمین، گھر اور اموال ملے، اور خیبر کی زمین کا وعدہ کیا، اس طرح مسلمان مالا مال اور خوب آسودہ ہو گئے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جن اہل کتاب نے — بنو قریظہ نے — ان کی — احزاب کی — مدد کی — لڑے بھڑے بغیر — ان کو ان کے قلعوں سے اتار دیا، اور ان کے دلوں میں دھاک بٹھادی، بعض کو تم نے قتل کیا اور بعض کو قید کیا — تفصیل پہلے آئی ہے — اور تمہیں ان کی زمین، ان کے گھر اور ان کے مالوں کا مالک بنایا — سب غنیمت میں ملا — اور ایک ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا — خیبر کی زمین مراد ہے، جو دو سال بعد فتح ہوا — اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

(۱) ظَاہَرَ مَظَاهِرَ: مدد کرنا، پشتیبانی کرنا (۲) صَيَاصِي: صِبْصَبَہ کی جمع: قلعہ، گھڑی، ہر وہ چیز جس کے ذریعہ تحفظ کیا جائے۔

(۳) لَمْ تَطُوهَا: تم نے روندنا، پامال کیا، مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر، وَطَأَ (س) روندنا، پاؤں سے ملنا۔

غزوہ بنو قریظہ^(۱)

مدینہ منورہ میں یہود کے تین بڑے قبائل تھے: بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قریظہ، ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کی تین قوموں میں یعنی مسلمانوں، مشرکوں اور یہود کے درمیان ایک معاہدہ کیا تھا، جس میں کئی امور طے پائے تھے، ایک یہ کہ وفاق میں شامل اقوام میں سے کوئی شرفساد نہیں پھیلائے گا، دوم یہ کہ مدینہ پر کوئی حملہ آور ہوگا تو سب مل کر دفاع کریں گے۔

اور زمانہ جاہلیت میں بنو قریظہ کا خزرج کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا، اور بنو نضیر اور بنو قریظہ کا اوس کے ساتھ، پھر غزوہ بدر کے موقع پر سب سے پہلے بنو قریظہ نے شرفساد پھیلایا، ان کے بازار میں ایک مسلمان عورت دودھ پیچنے لگی تو اس کو ہنگامہ کر دیا، اس پر ایک مسلمان نے طیش میں آ کر اس یہودی کو قتل کر دیا جس نے یہ حرکت کی تھی، پھر یہود نے مل کر اس مسلمان کو قتل کر دیا، جب نبی ﷺ بدر سے واپس آئے تو غزوہ بنو قریظہ پیش آیا، اور ان کو جلاوطن کیا گیا، پھر بنو نضیر نے نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنایا جس کا وحی سے پتہ چل گیا، پس غزوہ بنو نضیر پیش آیا اور ان کو بھی جلاوطن کیا گیا، اب مدینہ میں صرف بنو قریظہ رہ گئے۔

غزوہ احزاب میں انھوں نے نقض عہد کیا، بنو نضیر کا سردار حنی بن اخطب خیبر سے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اور اس سے ایسی باتیں کرتا رہا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا، بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد و پیمان توڑ دیا وہ برملا مشرکین کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے۔

پھر احزاب اور بنو قریظہ کے درمیان نعیم بن مسعود نے پھوٹ ڈالی، پھر باصرہ صرچلی اور احزاب نامراد واپس ہو گئے صبح نبی ﷺ اور مسلمان محاذ سے گھر لوٹے، ظہر کے وقت جب آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں غسل کی تیاری کر رہے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، انھوں نے کہا: کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے! آپ نے پوچھا: اللہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: میں فرشتوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف جا رہا ہوں، ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا، چنانچہ نبی ﷺ نے مدینہ میں منادی کرائی کہ جو شخص سمع و طاعت پر قائم ہے وہ ظہر/عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھے، صحابہ تیاری کر کے فوراً روانہ ہو گئے اور بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، بنو قریظہ قلعہ بند ہو گئے ان کے پاس رسد کافی مقدار میں تھی، لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو وہ پریشان ہو گئے اور ان کے سردار کعب بن اسد نے قوم کے سامنے تین باتیں پیش کیں:

(۱) غزوہ بنو قریظہ: غزوہ احزاب کا تتمہ ہے، جیسا کہ تفصیلات سے معلوم ہوگا ۱۲

- ۱- سب مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ اپنی کتابوں سے یہ بات واضح ہے کہ محمد ﷺ سچے نبی اور رسول ہیں۔
- ۲- بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو، پھر پوری قوت کے ساتھ اسلامی افواج سے ٹکرا جاؤ۔
- ۳- آئندہ کل سینچر کا دن ہے، مسلمان غافل ہونگے، انہیں اطمینان ہوگا کہ آج لڑائی نہیں ہوگی، اس لئے سینچر کو حملہ کر دو۔

یہود نے ان میں سے کوئی تجویز منظور نہیں کی، اب ان کے لئے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ نبی ﷺ کے حوالہ کر دیں۔

لیکن انھوں نے چاہا کہ ہتھیار ڈالنے سے پہلے اپنے بعض مسلمان حلیفوں سے مشورہ کر لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہتھیار ڈالنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ چنانچہ انھوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ کے لئے بلایا، وہ ان کے حلیف تھے، اور انہی کے علاقہ میں رہتے تھے، جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ آئے تو عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار کر رونے لگے اور ان سے پوچھا: کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ پر ہتھیار ڈال دیں؟ انھوں نے کہا: ڈال دو! لیکن ساتھ ہی گلے کی طرف اشارہ کیا، یعنی ذبح کئے جاؤ گے! مگر ابولبابہؓ کو فوراً ہی احساس ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی، چنانچہ وہ واپس لوٹ کر سیدھے مسجد نبویؐ میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب نبی ﷺ اپنے دست مبارک سے کھولیں گے تب کھلیں گے، ورنہ بندھے رہیں گے، اور بھوکے پیاسے مرجائیں گے، جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اگر وہ سیدھے میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا، اب جب کہ انھوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے تو جب تک ان کی توبہ نازل نہیں ہوگی میں ان کو نہیں کھولوں گا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے اشارہ کے باوجود بنو قریظہ نے طے کیا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں، کیونکہ وہ طویل محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے، اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا، اور ان کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے، پھر جب انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے مردوں کو باندھ دیا جائے، اس وقت قبیلہ اوس کے لوگوں نے عرض کیا: آپؐ نے بنو قریظہ کے ساتھ جو سلوک فرمایا ہے وہی سلوک بنو قریظہ کے ساتھ کیا جائے، بنو قریظہ کے لئے خزانہ نے سفارش کی تھی، ہم بنو قریظہ کے لئے سفارش کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: کیا آپ لوگ اس پر راضی نہیں کہ ان کے بارے میں آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟ اوس نے کہا: کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا: یہ معاملہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالہ ہے، اوس نے کہا: ہم اس پر راضی ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے، اور مدینہ میں تھے ان کو طلب کیا گیا، وہ

گدھے پر بیٹھ کر تشریف لائے، جب کیمپ کے قریب آئے تو آپؐ نے اوس سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف اٹھو، یعنی وہ بیمار ہیں انہیں سنبھال کر سواری سے اتارو، جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: اے سعد! یہ لوگ آپؐ کے فیصلہ پر اتر آئے ہیں، حضرت سعدؓ نے کہا: کیا میرا فیصلہ ان پر نافذ ہوگا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، انھوں نے کہا: مسلمانوں پر بھی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، پھر انھوں نے کہا: جو یہاں ہیں ان پر بھی؟ ان کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی قیام گاہ کی طرف تھا، مگر انھوں نے چہرہ تعظیماً دوسری طرف کر رکھا تھا، نبی ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں مجھ پر بھی، حضرت سعدؓ نے کہا: ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر دیئے جائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی تھا، کیونکہ بنو قریظہ نے خطرناک لمحات میں مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کی تھی، اور اس کی سزا تو رات میں یہی تھی، سفر استثناء (باب ۲۰، آیت ۱۰) میں ہے: ”نقص عہد کرنے والے جب تیرے قبضہ میں آجائیں تو تو وہاں کے ہر مرد کو نکال کر قتل کر، مگر عورتوں، لڑکوں اور مویشی کو، پس جو کچھ اس شہر میں ہے سب اپنے لئے لوٹ لے، وہ تیرے خدا نے تجھے دیا ہے“

چنانچہ فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے بالغ مرد قتل کئے گئے، جن کی تعداد چار سو تھی، چند حضرات فیصلہ سے پہلے مسلمان ہو گئے ان کی جان اور مال محفوظ رہا، اور بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب اپنے وعدہ کے مطابق بنو قریظہ کے پاس قلعہ میں آ گیا تھا اس کی بھی گردن مار دی گئی۔^(۱)

(۱) بنو قریظہ کی تباہی کے ساتھ بنو نضیر کا شیطان اور جنگ احزاب کا ایک بڑا مجرم حیی بن اخطب بھی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا، یہ شخص ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ تھا، قریش و غطفان کی واپسی کے بعد جب بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا اور انھوں نے قلعہ بندی اختیار کی تو یہ بھی ان کے ہمراہ قلعہ بند ہو گیا، کیونکہ غزوہ احزاب کے ایام میں یہ شخص جب کعب بن اسد کو غدر و خیانت پر آمادہ کرنے کے لئے آیا تھا تو اس سے وعدہ کر رکھا تھا، اور اب اسی وعدہ کو نباہ رہا تھا، اسے جس وقت خدمت نبوی میں لایا گیا، ایک جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھا جسے خود ہی ہر جانب سے ایک ایک انگل پھاڑ رکھا تھا تا کہ اسے مالی غنیمت میں نہ رکھو لیا جائے، اس کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رسی سے بندھے ہوئے تھے، اس نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: سنئے! میں نے آپؐ کی عداوت پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کیا، لیکن جو اللہ سے لڑتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے، پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: لوگو! اللہ کے فیصلے میں کوئی حرج نہیں، یہ تو نوشتہ تقدیر ہے اور ایک بڑا قتل ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا، اس کے بعد وہ بیٹھا اور اس کی گردن مار دی گئی (الرحیق المختوم: ۲: ۴۹۳)

سوال: غزوہ احزاب میں قبائل کے چلے جانے کے بعد فوراً ہی بنو قریظہ پر چڑھائی کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اس میں متعدد حکمتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً:

۱- دشمن بے خبر ہو، اس کے گمان میں بھی نہ ہو کہ اس پر حملہ ہو سکتا ہے، ایسے وقت حملہ کیا جائے تو اس کو تیاری کا موقع نہیں مل سکتا، اور یہ بات جنگی مصلحت سے قریب ہے۔

۲- غزوہ احزاب اعصابی جنگ تھی، فریقین نے نہ کچھ کھویا نہ پایا، مگر کفار کے اعصاب پر شکستگی چھا گئی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اب وہ چڑھائی نہیں کر سکیں گے، اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے“ پھر بنو قریظہ پر فوراً چڑھائی سے مشرکین کے اعصاب پر مزید چوٹ پڑی کہ مسلمان ابھی ایسے تازہ دم ہیں کہ فوراً ہی نئی کارروائی شروع کر دی، پس یہ استعجال: احزاب (قبائل) کے اعصاب پر ایک اور خاموش وار تھا۔

۳- غزوہ احزاب میں اسلامی فوج کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس امت کے لئے غنیمت کی حلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ گذشتہ انبیاء کا جہاد وقتی اور محدود قوم کے ساتھ تھا، اس لئے مجاہدین کے پاس کھانے کمانے کے لئے وقت تھا، اس لئے ان کے لئے غنیمت حلال نہیں کی گئی تھی، اور اس امت کا جہاد عالمگیر اور ہر وقت جاری رہنے والا ہے، اس لئے مجاہدین کے پاس کھانے کمانے کا وقت نہیں ہوگا، اس لئے اس امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی (تفصیل کے لئے دیکھیں: رحمۃ اللہ الواسعہ ۲: ۴۰۵-۴۱۰)

اور غزوہ احزاب میں چونکہ مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا اس لئے غزوہ بنو قریظہ کو غزوہ احزاب کا تتمہ بنایا گیا، گویا دونوں ایک غزوے ہیں، پس اس دوسرے غزوے میں مسلمانوں کے ہاتھ جو غنیمت آئے گی، اس کو غزوہ احزاب ہی کی غنیمت سمجھنا چاہئے، جیسے صلح حدیبیہ کے موقع پر مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا، اس لئے فوراً غزوہ خیبر کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿وَعَدَ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ﴾: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جس کو تم لوگ، پس تم کو یہ (خیبر کی غنیمت) جلدی دیدی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: خیبر میں وہی چلے گا جو صلح حدیبیہ میں تھا، کوئی نیا آدمی نہیں چلے گا۔

غزوہ بنو قریظہ بہ حکم الہی ہوا

جب نبی ﷺ غزوہ احزاب سے لوٹے تو بہ حکم الہی بنی قریظہ کی طرف نکلے اور ان کا محاصرہ کیا۔

حدیث: صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب نبی ﷺ غزوہ خندق سے لوٹے اور ہتھیار اتار دیئے اور نہالے تو

آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: آپ نے ہتھیار اتار لئے! بخدا ہم نے ہتھیار نہیں اتارے! ان پر چڑھائی کیجئے، نبی ﷺ نے پوچھا: کس پر؟ جبریل علیہ السلام نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ نبی ﷺ نے ان پر چڑھائی کی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۖ وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر!	فَتَعَالَيْنَ	پس آؤ	وَرَسُولَهُ	اور اس کے رسول کو
قُلْ	کہیں	أُمَتِّعْكُنَّ (۱)	فائدہ پہنچاؤں تم کو	وَالدَّارَ الْآخِرَةَ	اور آخرت کے گھر کو
لِّأَزْوَاجِكَ	اپنی بیویوں سے	وَأُسَرِّحْكُنَّ (۲)	اور چھوڑ دوں تم کو	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بے شک اللہ نے
إِن كُنْتُنَّ	اگر ہو تم	سَرَاحًا	چھوڑنا	أَعَدَّ	تیار کیا ہے
تُرِدْنَ	چاہتی	جَمِيلًا	خوبصورت	لِلْمُحْسِنَاتِ	نیکی کرنے والیوں کے لئے
الْحَيَاةَ	زندگی	وَإِن كُنْتُنَّ	اور اگر ہو تم	مِنْكُنَّ	تم میں سے
الدُّنْيَا	دنیا کی	تُرِدْنَ	چاہتی	أَجْرًا	ثواب
وَزِينَتَهَا	اور اس کی رونق	اللَّهُ	اللہ کو	عَظِيمًا	بڑا

نبی ﷺ نے آسودگی سے استفادہ نہیں کیا، ازواج نے چاہا بھی،

مگر آپ ناراض ہو گئے اور ایک ماہ تک ازواج سے علاحدہ ہو گئے

بنو قریظہ کی زمین ہاتھ آئی تو نبی ﷺ نے مہاجرین پر تقسیم کر دی، ان کے گذران کا ٹھکانا ہو گیا، اور انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہو گیا، پھر دو برس بعد خیبر کی زمین ہاتھ آئی، اس سے سب صحابہ آسودہ ہو گئے، ازواج مطہرات نے دیکھا کہ سب لوگ آسودہ ہو گئے ہیں تو انھوں نے بھی نبی ﷺ سے گفتگو کی کہ ہمیں مزید نفقہ اور سامان دیا جائے تاکہ آرام کی (۱) امتنعن: تمتیع سے مضارع واحد حکم، کنن: ضمیر جمع مؤنث حاضر: تھوڑا بہت فائدہ پہنچانا، کچھ مال سامان دینا۔ (۲) تسريح: چھوڑ دینا، رخصت کرنا۔

زندگی بسر کر سکیں، نبی ﷺ کو یہ بات شاق گذری، آپؐ سادہ متوکلانہ زندگی گزارنا چاہتے تھے، تاکہ امت کے لئے نمونہ بنیں، امت کی اکثریت غریب ہے، چنانچہ آپؐ نے قسم کھالی کہ ایک ماہ تک گھر میں نہیں جائیں گے، اور آپؐ مسجد کے قریب ایک بالاخانہ میں فروکش ہو گئے۔ ایک ماہ بعد یہ آیاتِ تحمیر نازل ہوئیں، آیاتِ تحمیر بس یہی دو آیتیں ہیں، باقی آیات (رکوع سے ایک آیت بعد تک کی آیات) متعلقات ہیں، آپؐ نے ان آیات کے ذریعہ ازواج سے صاف کہہ دیا کہ اگر دنیا کی عیش و بہار اور ٹھانڈ چاہتی ہو تو میرا تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا، آؤ، میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں، اور اگر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کی نعمتیں چاہتی ہو تو اللہ کے یہاں اس کی کیا کمی ہے! — نزول آیت کے بعد نبی ﷺ گھر میں تشریف لائے، اول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا حکم سنایا، انھوں نے اللہ و رسول کو اختیار کیا، پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا، دنیا کے عیش کا تصور دل سے نکال دیا، اور اختیاری فقر اختیار کیا۔

آیاتِ پاک: — اے نبی! آپؐ اپنی بیویوں سے کہہ دیں: اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ، میں تم کو کچھ مال سامان دیدوں اور خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں — پھر تم جہاں چاہو چلی جاؤ، جس سے چاہو نکاح کر لو — اور اگر تم اللہ کو، اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے — سب ازواج نیک کردار تھیں، مگر صاف خوش خبری نہیں سنائی تاکہ نڈر نہ ہو جائیں، خاتمہ کا ڈر لگا رہے، یہی قرآن کا انداز ہے۔

يُنْسَاءُ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَعِفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ
وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ وَمَنْ يَفْعَلْ مِنْكُنَّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَتَعْمَلْ صَالِحًا
تُؤْتِيهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝ يُنْسَاءُ النَّبِيُّ كَأْسَتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ
النِّسَاءِ إِنْ اِتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ
قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ
الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ
آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝

یُنِيسَا۟ النِّسِیَ مَنْ یَا۟تِ مِنْکُمْ بِفَاحِشَةٍ ^(۱) مُبِیِّنَةٍ یُضَعِفَنَّ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَكَانَ ذَٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا وَمَنْ یَفْعَلْ مِنْکُمْ لَهُ وَرَسُولُهُ وَتَعْمَلْ	اے عورتو نہی کی جو لائے تم میں سے بیہودگی کھلی بڑھائی جائے گی اس کے لئے سزا دوہری اور ہے یہ بات اللہ پر آسان اور جو اطاعت کرے تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور کرے وہ	صَالِحًا تُؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ وَاعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا کَرِیْمًا یُنِيسَا۟ النِّسِیَ کَسَتْ کَا۟حِدٍ مِّنَ النِّسَا۟ اِنَّ اَتَقِیْتُنَّ اِغْتِیَارِیْ کِی تَمْنِیْ فَاَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیُطَمَعُ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہِ	نیک کام دیں گے ہم اس کو اس کا ثواب دو بار اور تیار کی ہے ہم نے اس کے لئے روزی عزت کی اے عورتو نہی کی نہیں ہوتی جیسے ایک عورتوں سے اگر پرہیزگاری اختیاری کی تم نے تو ملائمت مت کرو بات میں پس لالچ کرے جو اس کے دل میں	مَرَضٌ وَقُلْنَا قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَقَرَنَ فِیْ بُیُوتِکُمْ ^(۲) وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْحَاجِہِیَّۃِ الْأُوْلٰی وَاقِمْنَ الصَّلَاۃَ وَإِتَّیْنَ الرُّکُوۃَ وَاطْعَنَّ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ	روگ ہے اور کہو تم بات دستور کے موافق اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور بناؤ سنگار مت دکھاؤ بناؤ سنگار جاہلیت قدیمہ کا اور اہتمام کرو نماز کا اور دو زکات اور کہا مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا یہی چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ
---	---	---	--	--	---

(۱) فاحشہ کا ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ نے 'بے حیائی' کیا ہے، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے 'بیہودگی' کیا ہے، دونوں ترجمے صحیح ہیں، مگر ثانی انسب ہے، کیونکہ یقین سے مقابلہ ہے، اور قنوت کے معنی ہیں: اطاعت، پس فاحشہ کے معنی ہو گئے نشوز، نافرمانی، یہی بیہودگی کا حاصل ہے (۲) تَبَرَّجَتْ الْعُرَاۃُ: غیر شوہر کے سامنے زیبائش کرنا۔

لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ الْزَّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ ^(۱) وَلِيُطَهِّرَكُمْ	کہ دور کریں تم سے گندگی اے نبی کے گھر والو! اور پاک کریں تم کو	تَطْهِيرًا وَإِذْ كُنَّا مَّا يُثْنَى فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ آيَاتِ	خوب پاک کرنا اور یاد کرو جو تلاوت کی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں آیتوں سے	اللَّهُ وَالْحِكْمَةُ لَإِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا	اللہ کی اور دانائی کی باتیں بے شک اللہ تعالیٰ ہیں باریک بین خبردار
--	--	---	---	---	--

نبی ﷺ کو اختیار کرنے کے بعد ازواج کا طرز عمل دیکھا جائے گا

تخیر کے بعد شوہر کو اختیار کرنا دو طرح سے ہوتا ہے: دل کی خوشی سے اور کسی مجبوری سے، پہلی صورت میں اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے، اور دوسری صورت میں دل کا میل ظاہر ہو کر رہتا ہے، اس لئے دو آیتوں میں ازواج مطہرات سے کہا جا رہا ہے کہ تم نے نبی ﷺ کو پسند تو کر لیا ہے، مگر آگے تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا، یہودگی (عدم اطاعت) کرو گی تو دوہری سزا پاؤ گی، اور فرمان برداری کرو گی تو دو مرتبہ اجر پاؤ گی، ارشاد فرماتے ہیں: — اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم میں سے کھلی یہودگی کرے: اس کو دوہری سزا دی جائے گی، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے! — فاحشة: یہودگی یعنی عدم اطاعت، نافرمانی۔ سوال: نافرمانی کے لئے اتنا بھاری لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟ جواب: نافرمانی کی سنگینی ظاہر کرنے کے لئے، اور کبھی نافرمانی بے حیائی تک پہنچ جاتی ہے — اور کھلی سے ناز والی عدم اطاعت نکل گئی — دوہری سزا: یہ بڑکپن کا لازمہ ہے، بڑے کی غلطی بڑی ہوتی ہے، جن کے رتبے ہیں سوا ان کو مشکل سوا ہے! کیونکہ اس کے اثرات دور رس ہوتے ہیں — اور اللہ پر یہ کام آسان ہے: یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت سزا دہی سے اللہ کو روک نہیں سکتی — اور جو تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے گی، اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دو مرتبہ دیں گے، اور ہم نے اس کے لئے عزت کی روزی تیار کی ہے — دوہرا اور دو مرتبہ: تَقْتَن (انداز بدلنا) ہے، مطلب ایک ہے یعنی نیکی اور اطاعت پر جتنا اجر دوسروں کو ملتا ہے، اس سے دو گنا ملے گا — اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو شوہروں کی اطاعت کا بھی ثواب ملتا ہے، کیونکہ یہ اطاعت اللہ کی اطاعت کی فرع ہے — عزت کی روزی: یعنی جنت جو مہمانی ہے، بھیک کا لقمہ نہیں!

ازواج کی حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں

ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین ﷺ کی زوجیت (بیوی ہونے) کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور ان

(۱) اہل: منصوب علی النداء۔

کو امہات المؤمنین (مسلمانوں کی مائیں) بنایا ہے، یہ کوئی معمولی فضیلت نہیں، پس ان کو چند باتوں کی ہدایت دی جاتی ہے:

۱- اگر تقویٰ اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت نرم اور دل کش لہجہ میں مت کرو، عورتوں کی آواز میں قدرت نے نرمی اور نزاکت رکھی ہے، لیکن پاک باز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ غیر مردوں سے بات چیت کی نوبت آئے تو لب و لہجہ میں قدرے خشونت اور روکھاپن ہو، تاکہ کسی بد باطن کا ان کی طرف میلان نہ ہو، مگر لٹھ بھی نہ ماریں، عرف کا لحاظ رکھیں اور بھلی اور معقول بات کہیں، جیسے ماں بیٹے سے بات کرتی ہے اس طرح بات کریں۔

۲- ازواج مطہرات کو چاہئے کہ گھر کی زینت بنی رہیں، زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں، بدن اور لباس کی آرائش کا علانیہ اظہار کرتی تھیں، امہات المؤمنین کو اس سے غایت درجہ احتیاط کرنی چاہئے۔

۳- نماز کا اہتمام کریں، نماز دین کا بنیادی ستون ہے، جو اس کا اہتمام کرتا ہے وہ سارے دین کا اہتمام کرتا ہے۔

۴- مال ہو تو اس کی زکات دیں، اس کی طرف سے غفلت نہ برتیں، اللہ نے مالدار بنایا ہے تو اس کا شکر ادا کریں۔

۵- اللہ کے تمام احکام کی اطاعت کریں اور خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی یعنی شوہر کی فرمان برداری کریں، اللہ کو بھی خوش رکھیں، اور شوہر (ﷺ) کو بھی۔

ان پانچ احکام کا مقصد: اللہ تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک صاف کر دیں، اور ان کے رتبہ کو دوسروں سے ممتاز کر دیں۔

ایک اور حکم: ازواج مطہرات کو چاہئے کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کریں اور حدیثوں کو بھی یاد کریں، قرآن و سنت میں جو دانائی کی باتیں ہیں انہیں سیکھیں سکھلائیں، نبی کے گھر میں ان کے اجتماع کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔

آیات پاک مع تفسیر: — اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو — سب انسان اپنی ذات میں کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں، مگر خارجی چیزوں سے تفاوت ہوتا ہے، جیسے نبی اور غیر نبی، صحابی اور غیر صحابی، مؤمن اور کافر کے درجات مختلف ہیں، اسی طرح نبی کی بیوی اور ایک عام مسلمان بیوی کا درجہ مختلف ہے — اگر تم

تقویٰ اختیار کرو — یعنی پہلے سے پرہیزگار ہو یا پرہیزگار بننا چاہو — تو بولنے میں نزاکت اختیار مت کرو —

دل کش انداز مت اپناؤ — کہ اس شخص کو فاسد خیال آنے لگے جس کے دل میں روگ ہے — یعنی جو بد باطن ہے

وہ معلوم نہیں کیا خیال پکائے — اور عرف کے موافق بات کرو — یعنی لٹھ بھی مت مارو — دوسرا حکم: — اور تم

اپنے گھروں میں قرار سے رہو — یعنی دل کی خوشی سے گھروں میں رہو — اور قدیم زمانہ جاہلیت کے موافق بناؤ

سنگار دکھاتی مت پھرو — یعنی ضرورت کے لئے گھر سے نکلو تو سلیقہ سے نکلو، حسن و زیبائش کا مظاہرہ نہ ہو — تیسرا حکم — اور نماز کا اہتمام کرو — چوتھا حکم: — اور زکات دو — پانچواں حکم: — اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو — اللہ کا ذکر تمہید ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے مراد عام ہے یعنی شوہر کا حکم مانو — احکام خمسہ کی غرض: — اللہ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے گندگی کو دور کرے، اور تم کو خوب پاک صاف کرے — یعنی تمہارے نفوس کو سنوارے، تمہارے دلوں کو کھلی کرے اور تمہارے باطن کو چمکائے، تاکہ اعلیٰ مرتبہ پاؤ۔

ایک اور حکم: — اور ان آیات کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں — خواہ ناظرہ پڑھو یا حفظ کرو — اور حکمت کی باتوں کو بھی — حکمت سے حدیثیں مراد ہیں، یعنی احادیث بھی محفوظ کرو — بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین باخبر ہیں — ان کو تمہارے چھوٹے بڑے ہر عمل کی خبر ہے، اس پر جزائے خیر عطا فرمائیں گے۔

ملحوظہ: مذکورہ احکام ازواج مطہرات کے تعلق سے دیئے ہیں، مگر وہ عام احکام ہیں العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد، تمام مسلمان معزز خواتین کے لئے یہی احکام ہیں، اگلی آیت اسی سلسلہ میں ہے۔

چارتن کی اہل البیت میں شمولیت دعائے نبوی کی برکت سے ہے

چہارتن یعنی حضرات فاطمہ، حسن، حسین، اور علی رضی اللہ عنہم کی اہل البیت میں شمولیت دعائے نبوی ﷺ کی برکت سے ہوئی ہے، اہل البیت کا اصل مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، کیونکہ آیات تنخیر کی بعد کی آیات میں ازواج ہی کے لئے ہدایات اور نصائح ہیں، انہی آیات کے درمیان اہل البیت والی آیت آئی ہے، اور البیت کا الف لام عہدی ہے، مراد نبی ﷺ کا گھر ہے، اور آپ کے گھر والوں سے مراد آپ کی ازواج ہیں، اور اس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ سورۃ ہود رکوع سات میں بھی اہل البیت سے مراد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ ہیں — مگر چونکہ عنکم اور بطہر کم میں مذکر ضمیریں ہیں اس لئے نزول قرآن کے ساتھ ہی نبی ﷺ نے چارتن کو ایک کمل میں لے کر دعا کی: ”الہی! یہ بھی میرے گھر والے ہیں!“ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی، اور دعا کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چارتن آیت کا مصداق اولیں نہیں، آپ کی دعا کی برکت سے ان کو بھی آیت میں شامل کر لیا (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ اللمعی شرح سنن الترمذی جلد دوم صفحہ ۴۳۳ و جلد ہفتم صفحہ ۳۹۶)

لَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْقَنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ

وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّامِيْنَ وَالصَّامِتِ وَالْحَفِظَاتِ وَالذَّكِرَاتِ وَاللَّهُ
كَثِيرًا وَالذَّكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

ان	بے شک	وَالْحَشِيعِينَ	اور بے رہنے والے مرد	وَالذَّكِرَاتِ	اور یاد کرنے والے مرد
الْمُسْلِمِينَ	عمل پیرامرد	وَالْحَشِيعَاتِ	اور بے رہنے والی عورتیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ کو
وَالْمُسْلِمَاتِ	اور عمل پیرا عورتیں	وَالْمُتَصَدِّقَاتِ	اور خیرات کرنے والے مرد	كَثِيرًا	بہت زیادہ
وَالْمُؤْمِنِينَ	اور ایماندار مرد	وَالْمُتَصَدِّقَاتِ	اور خیرات کرنے والی عورتیں	وَالذَّكِرَاتِ	اور یاد کرنے والی عورتیں
وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور ایماندار عورتیں	وَالصَّامِيْنَ	اور روزہ دار مرد	أَعَدَّ	تیار کی ہے
وَالْقَنَاتِ	اور اطاعت شعار مرد	وَالصَّامِتِ	اور روزہ دار عورتیں	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے
وَالْقَنَاتِ	اور اطاعت شعار عورتیں	وَالْحَفِظَاتِ	اور نگہداشت کرنے والے مرد	لَهُمْ	ان کے لئے
وَالصَّامِيْنَ	اور راست باز مرد	وَالْحَفِظَاتِ	اور نگہداشت کرنے والی عورتیں	مَغْفِرَةً	بخشش
وَالصَّامِتِ	اور راست باز عورتیں	وَالْمُتَصَدِّقَاتِ	اور خیرات کرنے والی عورتیں	وَأَجْرًا	اور ثواب
وَالصَّامِيْنَ	اور صبر شعار مرد	وَالْمُتَصَدِّقَاتِ	اور خیرات کرنے والی عورتیں	عَظِيمًا	بڑا
وَالصَّامِتِ	اور صبر شعار عورتیں	وَالْمُتَصَدِّقَاتِ	اور خیرات کرنے والی عورتیں	عَظِيمًا	بڑا

ازواج مطہرات اور مسلمان خواتین کی دس خوبیاں

بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ آیات سابقہ میں ازواج نبی کا ذکر تو آیا، عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہ ہوا، اس پر یہ آیت اتری، تاکہ تسلی ہو جائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی، اور جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے، یہ طبقہ اناس کی دل جمعی کے لئے تصریح فرمادی، ورنہ جو احکام مردوں کے لئے قرآن میں آئے ہیں وہی عموماً عورتوں پر عائد ہوتے ہیں، جداگانہ نام لینے کی ضرورت نہیں، ہاں خصوصی احکام الگ بتلا دیئے ہیں (فوائد)

اس آیت میں مردوں اور عورتوں کی دس خوبیوں کا تذکرہ ہے، جن میں یہ خوبیاں ہوگی آخرت میں ان کی چاندی ہو جائے گی:

۱- اسلام کے معنی ہیں: سرفاگندگی، اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر ڈال دینا، اسلام کا جب ایمان سے مقابلہ ہوتا

ہے تو ظاہری احکام پر عمل کرنا مراد ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے۔ آخرت میں نجات کے لئے ارکان اربعہ پر مضبوطی سے عمل کرنا اور کبیرہ گناہوں سے بالکل بچنا ضروری ہے۔

۲- ایمان کے معنی ہیں: دل سے مان لینا، جب ایمان کا اسلام سے مقابلہ ہوتا ہے تو تصدیق قلبی مراد ہوتی ہے، اور اصطلاح میں ایمان: عقائد کا نام ہے، حدیث جبرئیل میں ایمان کے سوال کے جواب میں سات عقیدے ذکر کئے ہیں، انہی کو ایمان مفصل میں لیا گیا ہے، آخرت میں نجات کے لئے اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد پر ہونا ضروری ہے۔

۳- قنوت کے معنی ہیں: فرمان برداری اور اطاعت شعاری، یعنی اللہ کے احکام کو خوش دلی سے قبول کرنا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے احکام کی پیروی کا حکم دیا ہے، مثلاً: بادشاہ، باپ اور شوہر کی بات ماننا بھی قنوت میں داخل ہے۔
۴- صدق کے معنی ہیں: سچ بولنا، اور صادق کے معنی ہیں: راست باز یعنی جو ہمیشہ سچ بولے، جھوٹ کے قریب بھی نہ جائے، جو سچ بولنے کا اہتمام کرتا ہے وہ کسی دن صدیق (بڑا راست باز) بن جاتا ہے، نبوت کے بعد صدیقیت سب سے اونچا مقام و مرتبہ ہے۔

۵- صبر کے معنی ہیں: برداشت کرنا، سہنا، کیسے ہی حالات پیش آئیں ان کا مردانہ وار مقابلہ کرنا، خواہ دین کے تعلق سے حالات پیش آئیں خواہ دنیا کے تعلق سے: آدمی کبھی ہمت نہ ہارے، ہمت مردانہ مدد خدا!
۶- خشوع کے معنی ہیں: انکساری، عاجزی یعنی خود کو چھوٹا اور بے حیثیت سمجھنا، اس کی ضد تکبر ہے، اور حدیث میں تکبر کی تعریف آئی ہے: يَبْطِرُ الْحَقُّ وَغَمَطُ النَّاسِ: حق کے سامنے اکڑنا اور لوگوں کو نظروں سے گرا دینا، خشوع: اس کی ضد ہے، اس کے لئے دوسرا لفظ تواضع ہے، خاکساری: خود کو مٹی جیسا سمجھنا، جو شخص خود کو لمبا کھینچتا ہے وہ سر کے بل گرتا ہے، اور جو فروتنی اختیار کرتا ہے وہ سر بلند ہوتا ہے۔

۷- تصدق کے معنی ہیں: خیرات کرنا، غریبوں کی خبر گیری کرنا، زکات و صدقات واجبہ کے علاوہ بھی خرچ کرنا۔

۸- روزہ دار سے مراد بکثرت نفل روزے رکھنے والا ہے، مگر شوہر والی عورت کے لئے بے اجازت نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

۹- شرمگاہوں کی حفاظت مردوں کی بھی ذمہ داری ہے اور عورتوں کی بھی۔ اور حفاظت میں زنا، لواطت (اغلام) سحاقہ (چپٹی، فرج سے فرج لڑھانا) بخلق (ہاتھ سے منی نکالنا) اور بدنظری سے بچنا شامل ہے، بدنظری کی ممانعت شرمگاہ کی حفاظت کے لئے ہے، یہ گناہ نفس کو خراب کرتے ہیں۔

۱۰- اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ ہر نیک عمل کرے گا، اور ہر برے عمل

سے بچے گا، اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے کا آخری درجہ پاس انفاس ہیں یعنی ہر سانس کے ساتھ اللہ کہے، کوئی سانس خالی نہ جائے، اور کم سے کم درجہ پابندی سے پانچ نمازیں پڑھنا ہے، جو پابندی سے نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ مذکورہ صفات والوں/ والیوں سے اللہ تعالیٰ نے دو وعدے کئے ہیں: ایک: ان کی چھوٹی کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ دوسری: ان کو بڑا اجر یعنی جنت عنایت فرمائیں گے، یہی چاندی ہونا ہے۔

آیت کریمہ: — بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور فرمان بردار مرد اور فرمان بردار عورتیں، اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور خاکساری کرنے والے مرد اور خاکساری کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں: اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا ۖ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لَكُمْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۗ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۖ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۗ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۗ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۗ

وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ ^(۱) أَنْ يَكُونُوا مُؤْمِنَةً إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونُوا لَهُمْ الْخِيَرَةُ ^(۲) مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَقَدْ صَبَّلَ صَلًّا مُبِينًا وَأَذِّنْ قَوْلَ لِلَّذِينَ	نہیں ہے مسلمان آدمی کے لئے اور نہ مسلمان عورت کے لئے جب طے کر دیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی کام کو کہ ہو ان کے لئے اختیار اپنے معاملہ میں اور جو نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بالیقین گمراہ ہوا وہ گمراہ ہونا کھلا اور (یاد کرو) جب کہہ رہے تھے آپ اس سے جو	أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمَتْ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهُ وَتَخَفْ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخَشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا	احسان کیا اللہ نے اس پر اور احسان کیا آپ نے اس پر روک اپنے پاس اپنی بیوی کو اور ڈر اللہ سے اور چھپائے ہوئے تھے آپ اپنے دل میں وہ بات جو اللہ اس کو ظاہر کرنے والے ہیں اور ڈر رہے تھے آپ لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ اس سکھائیں پس جب پوری کر لی زید نے اس سے غرض (حاجت)	زَوْجُكَهَا لَكُنْ لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِهِمْ أَذْعِبْ عَنْهُمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ^(۳) وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فَبِمَا قَرَضَ اللَّهُ لَهُ ^(۴) سُنَّةَ اللَّهِ ^(۵) فِي الَّذِينَ خَلَوْا	نکاح کر دیا ہم نے آپ کا اس سے تاکہ نہ ہو مسلمانوں پر تنگی بیویوں میں ان کے لے پالکوں کی جب پورا کر لیں وہ ان سے غرض (حاجت) اور ہے معاملہ اللہ کا ہوا ہوا (ہو کر رہنے والا) نہیں ہے نبی پر کچھ تنگی اس میں جو مقرر کیا اللہ نے اس کے لئے دستور ہے اللہ کا ان میں جو گذرے
---	---	--	--	---	---

(۱) المؤمن: کان کی خبر مقدم ہے اور ان یكون: اسم مؤخر (۲) الخیرة: مصدر ہے بمعنی اختیار (۳) وطر: قابل توجہ حاجت، غرض، ضرورت، جمع اوطار۔ (۴) سنة اللہ: منصوب بنزع خافض ہے ای کسنة اللہ۔

مَنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ	آپ سے پہلے اور ہے اللہ کا معاملہ تجویز کیا ہوا ہو کر رہنے والا وہ جو پہنچاتے ہیں پیغامات اللہ کے اور ڈرتے ہیں اس سے	وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَلَقَدْ بِاللَّهِ حَسِبْنَا مَا كَانُوا مَعَهُ أَبَاءًا أَحَدًا	اور نہیں ڈرتے وہ کسی سے اللہ کے سوا اور کافی ہیں اللہ تعالیٰ حساب کرنے کے لئے نہیں ہیں محمد (ﷺ) باپ کسی کے	مَنْ رَجَا لَكُمْ وَلَكِنْ ^(۱) رَسُولَ اللَّهِ وَحَاتَمَ ^(۲) النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا	تمہارے مردوں سے لیکن رسول ہیں اللہ کے اور مہر ہیں نبیوں کی اور ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے
--	--	---	---	---	--

مسلمان کی بڑی خوبی فرمان برداری

غزوہ احزاب کے تعلق سے جو باتیں شروع ہوئی تھیں وہ گزشتہ آیت پر پوری ہو گئیں، اب نیا مضمون شروع ہو رہا ہے، نکاح زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں بھی منافقین نے نبی ﷺ کو بہت پریشان کیا تھا، اب اس کا بیان شروع ہو رہا ہے — گزشتہ آیت میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی دس خوبیوں کا ذکر آیا ہے، ان کا خلاصہ فرمان برداری ہے، مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ اللہ و رسول کا مطیع رہنا چاہئے، کسی معاملہ میں اپنی مرضی نہیں چلانی چاہئے، کیونکہ نافرمانی بڑی گمراہی ہے، اب پہلی آیت میں یہی مضمون ہے، بایں اعتبار آیت ماسبق سے مربوط ہے، اور شان نزول کے اعتبار سے آئندہ سے مربوط ہے۔

شان نزول: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں، نبی ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرنا چاہا، زید اصل سے عرب تھے، لڑکپن میں دشمن قبیلہ نے ان کو غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ دیا تھا، وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے خرید لئے گئے، نکاح کے بعد حضرت خدیجہ نے وہ غلام نبی ﷺ کو بخش دیا، پھر جب ان کے والد، چچا اور بھائی ان کو لینے آئے تو آپ نے ان کو (۱) لکن: حرف استدراک ہے، سابق کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرتا ہے (۲) خاتم: مہر، جمع خواتم، مہر آخر میں لگائی جاتی ہے۔

اختیار دیا، حضرت زیدؓ نے نبی ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، حضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے بیٹا بنالیا، مگر چونکہ ان پر غلامی کا داغ لگ چکا تھا اس لئے حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے نکاح کی پیش کش کو منظور نہ کیا، لیکن اللہ ورسول کو منظور تھا کہ یہ نکاح ہو، تاکہ موہوم امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوں، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی، اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ ورسول کی مرضی پر قربان کر دیا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔

آیت کریمہ: — کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کے لئے — جب اللہ اور اس کے رسول کوئی بات طے کر دیں — اپنے معاملہ میں اختیار نہیں رہتا — سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے — اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ یقیناً صریح گمراہی میں پڑ گیا!

نکاح زینب رضی اللہ عنہا اور منافقین کی ہرزہ سرائیاں

آئندہ آیت کا پس منظر حضرت زیدؓ کا حضرت زینبؓ سے نکاح تو ہو گیا، مگر تیل منڈھے نہ چڑھی، ہر وقت خرخشہ رہنے لگا، حضرت زیدؓ باپ ہونے کے ناتے نبی ﷺ سے شکایت کرتے، آپؐ سمجھاتے کہ میری خاطر اور اللہ ورسول کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی مرضی کے خلاف قبول کیا ہے، اب چھوڑ دے گا تو اس کی رسوائی ہوگی، لوگ طعنہ دیں گے کہ تجھے غلام نے بھی نہ رکھا، پس اللہ سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر۔

مگر جب معاملہ کسی طرح قابو میں نہ آیا، جھگڑا بار بار پیش آتا رہا، اور صاف نظر آنے لگا کہ دونوں میں نباہ مشکل ہے تو نبی ﷺ کے لئے لمحہ فکریہ پیدا ہوا کہ اگر زیدؓ زینبؓ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ان کی دل جوئی کی ایک ہی صورت ہے کہ آپؐ ان کو قبول کر لیں، اس سے ان کا سرفخر سے اونچا ہو جائے گا، مگر ڈر یہ تھا کہ کفار و منافقین آپؐ کے اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کریں گے، کہیں گے: لوجی! بہو کو گھر میں بسالیا! اور ممکن ہے عشق کی داستاں تصنیف کریں۔

آپؐ اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ ایک دن حضرت زیدؓ کا پیاناہ صبر لبریز ہو گیا، اور انھوں نے طلاق دیدی، حضرت زینبؓ عدت میں بیٹھ گئیں، زمانہ عدت میں بھی آپؐ یہی بات سوچتے رہے مگر کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا، عدت گزرتے ہی وحی آئی کہ ہم نے زینبؓ کا نکاح آپؐ سے کر دیا (تفصیل تحفۃ المصنف ۷: ۳۹۸ میں ہے)

آیت کریمہ: اور (یاد کرو) جب آپؐ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا — اس کو دولتِ ایمان سے سرفراز کیا — اور جس پر آپؐ نے احسان کیا — آزاد کیا اور بیٹا بنالیا — کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھے رہ، اور اللہ سے ڈر — بگاڑ پیدا مت کر — اور آپؐ اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ

ظاہر کرنے والے تھے — یعنی نکاح کرنے کی بات — اور آپؐ (نکاح کرتے ہوئے) لوگوں سے ڈر رہے تھے، اور اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپؐ ان سے ڈریں — یعنی نبیؐ کی پہلی ترجیح اللہ کے احکام کو رو بوجہ عمل لانے کی ہونی چاہئے، لوگ خواہ کچھ بھی کہیں، نبیؐ کو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔

پھر جب زیدؓ نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی — یعنی طلاق کے بعد عدت بھی گزر گئی، کیونکہ مطلقہ کی عدت بھی شوہر کا حق ہے — تو ہم نے اس کا آپؐ سے نکاح کر دیا — مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبیؐ نے حضرت زیدؓ ہی کے ذریعہ منگنی ڈالی تھی — اس نکاح کی حکمت: — تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں — یعنی اس نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے گی، اور ایک غیر اسلامی تصور کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا، چنانچہ اس نکاح سے یہ مسئلہ دو اور دو کی طرح واضح ہو گیا کہ لے پالک تمام احکام میں اجنبی کی طرح ہے، وہ حقیقی بیٹے اور بیٹی کی طرح نہیں — اور اللہ کا معاملہ ہو کر رہنے والا ہے — ولو کره الکافرون والمنافقون! — اور نبیؐ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں جھجک نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ — نبیؐ پر کچھ تنگی (گناہ) نہیں اس میں جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے، اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے آپؐ سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں میں، اور اللہ کا حکم تجویز کردہ طے شدہ ہے — اور گذرے ہوؤں سے مراد — وہ ہیں جو اللہ کے احکامات پہنچایا کرتے تھے، اور اس سے ڈرتے تھے، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے — یعنی گذشتہ انبیاءؑ مراد ہیں، اور آپؐ بھی اللہ کے نبی ہیں، پس ان انبیاءؑ کے نقش قدم پر چلیں، اور کسی سے نہ ڈریں — اور اللہ تعالیٰ کافی حساب لینے والے ہیں — وہ آپؐ سے بھی حساب لیں گے کہ آپؐ کو لوگوں سے ڈرے یا نہ رہو کر کام کیا۔

آخری آیت: — محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں — یعنی آپؐ نے زیدؓ کو بیٹا بنا لیا ہے وہ آپؐ کے حقیقی بیٹے نہیں، پس ان کی بیوی آپؐ کی بہو نہیں، اس لئے آپؐ ان کی مطلقہ سے نکاح کر سکتے ہیں — نبیؐ کے صاحبزادے ہوئے ہیں، مگر وہ بچپن میں گذر گئے ہیں، سن بلوغ کو کوئی نہیں پہنچا، پس آپؐ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں صاحبزادیاں بلوغ کو پہنچیں، اور حضرت فاطمہؓ زہراؓ رضی اللہ عنہما کی ذریت دنیا میں پھیلی۔

لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں — لیکن استدراک کے لئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو رفع کرنے کے لئے آتا ہے، جب اس بات کی نفی کی کہ آپؐ کا کوئی صاحبزادہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا، پس کوئی عورت آپؐ کی بہو نہیں ہو سکتی، تو وہم پیدا ہوا کہ اس میں تو آپؐ کی کسر شان ہے، بالغ مذکر اولاد کا ہونا فخر و عزت کی بات ہے، آپؐ کا اس سے محروم کیوں رکھا گیا؟ لیکن اس کا جواب دیا:

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مصلحت سے آپ ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی تو کیا حرج ہے، آپ کی روحانی اولاد بے حساب ہے، آپ کی امت کے مؤمنین آپ کے روحانی بیٹے ہیں، کیونکہ ان کو ایمان آپ کی بدولت ملا ہے، اور گذشتہ تمام امتوں کے مؤمنین آپ کے روحانی پوتے ہیں، کیونکہ گذشتہ نبیوں کو فیض نبوت آپ سے پہنچا ہے، آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور وہ بالعرض، کیونکہ آپ خاتم النبیین (نبیوں کی مہر) بھی ہیں، پس ان کی امتیں آپ کی بالواسطہ امتیں ہیں۔ پس جس کے اتنے روحانی بیٹے پوتے ہوں: اگر اس کی دو چار بیسی اولاد زندہ نہ رہی تو اس میں کیا کسر شان ہے؟! (اس کی تفصیل حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کے ”فتویٰ تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس“ میں، اور میرے رسالے: ”قادیانی وسوسے“ میں ہے)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝
هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَاعْدَ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝ يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا
مُنِيرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ وَلَا تَطْعَمِ الْكُفْرَيْنِ
وَالْمُنْفِقِينَ وَدَعُ أَذْلَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے	ذِكْرًا كَثِيرًا	یاد کرنا بہت	وَاصِيلًا ^(۲)	اور زوال سے رات گئے تک وہی ہیں جو بے حد مائل ہیں تمہاری طرف
اذْكُرُوا اللَّهَ	یاد کرو اللہ کو	وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً ^(۱)	اور پاکی بیان کرو اس کی دن کے شروع میں	يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ ^(۳)	

(۱) بُكْرَة کے معنی ہیں: دن کا شروع حصہ، صبح صادق سے طلوع شمس تک کا وقت (۲) اصیل اور عشی ہم معنی ہیں، لسان العرب (ماہ اصل) میں ہے الاصل والعشی سواء، اور مفردات امام راغب میں ہے: العشی من زوال الشمس إلى الصباح: سورج ڈھلنے سے صبح تک کا وقت (۳) سہیلی نے صلۃ کے معنی: غایت العطف کئے ہیں، یعنی آخری درجہ کا میلان، اور نسبتوں کے اختلاف سے میلان مختلف ہوتا ہے، اللہ کا انتہائی میلان: بے پایاں رحمتیں نازل کرنا ہے، اور فرشتوں کا استغفار کرنا

وَمَلِكُتْهُ يُخْرِجُكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا يَخَيِّنُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا	اور اس کفرشتے (بھی) تاکہ نکالیں وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف اور ہیں وہ مؤمنین پر بڑے مہربان ان کی سلامتی کی دعا جس دن وہ ان سے ملیں گے سلام ہے اور تیار کیا ہے ان کے لئے ثواب احترام والا	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا وَبَشِيرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ	اے پیغمبر بے شک ہم نے بھیجا آپ کو احوال بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف ان کے حکم سے اور چراغ روشنی کرنے والا اور خوش خبری سنائیے مؤمنین کو	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا وَبَشِيرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ	اس بات کی کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے مہربانی (انعام) ہے بڑی اور نہ کہنا مانئے آپ کافروں اور منافقوں کا اور خیال چھوڑیے ان کی ایذا دہی کا اور بھروسہ کیجئے اللہ تعالیٰ پر اور کافی ہیں اللہ تعالیٰ کارساز
--	--	---	---	---	--

کافروں اور منافقوں کے بعد مؤمنین کا تذکرہ

قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ کافروں کے تذکرہ کے بعد مؤمنین کا تذکرہ کرتا ہے، سورت کی پہلی آیت تھی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾: اے نبی! اللہ سے ڈریں، اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں، چنانچہ شروع سورت سے ان دو جماعتوں کے ساتھ گفتگو چل رہی تھی، اب اسی طرح کی آیت پر یہ گفتگو ختم کی جائے گی، پھر متعلقہ مضامین شروع ہونگے، اب آخر میں کافروں کے بالمقابل مؤمنین کا ذکر کرتے ہیں، پھر نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ بیان کریں گے، پھر ایمان لانے والوں اور ستانے والوں کا تذکرہ کر کے گفتگو ختم کریں گے۔

ارشاد پاک ہے: — اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو — یہ مُحْسِنِينَ (نیکو کاروں) کا نصاب ہے، سالکین (اللہ کی راہ پر چلنے والوں) کو بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے، کسی حال میں غفلت نہ ہو، ایک صحابی نے پوچھا: کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا: أَنْ تَفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ: جب تیری موت آئے تو تیری زبان

اللہ کے ذکر سے تر ہو (مشکات ح ۲۷۰) ایک دوسرے شخص نے پوچھا: احکام اسلام بہت ہیں، مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کو میں مضبوط پکڑوں، فرمایا: لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے (مشکات ح ۲۷۹) اور یہ بھی دریافت کیا گیا کہ کونسا بندہ افضل ہے؟ اور قیامت کے دن کس کا درجہ سب سے اونچا ہوگا؟ فرمایا: الذاکرون اللہ کثیرا والذاکرات: بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کا (مشکات ح ۲۷۸) اور پہلے بیان کیا ہے کہ بکثرت ذکر کا کم سے کم درجہ متعین نہیں، اور زیادہ سے زیادہ پاس انفاس ہیں یعنی ہر سانس کے ساتھ اللہ لکھ، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے زبان پر نام پاک جاری رہے، مگر اس کے لئے مشق و تمرین ضروری ہوگی، اس کے بعد یہ ملکہ حاصل ہوگا۔

اور اس کی پاکی بیان کرو — یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: اس کی تعریف کے ساتھ، نماز دونوں اذکار کا مجموعہ ہے — دن کے شروع حصہ میں — شریعت میں دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، پس اس کا شروع کا حصہ طلوع آفتاب تک ہے، یہ فجر کی نماز کا وقت ہے — اور زوال سے رات گئے تک — اس میں چار نمازیں ہیں اور دو وقت خالی رکھے ہیں: (۱) طلوع سے زوال تک کا روبرا کے لئے خالی رکھا ہے (۲) عشاء کے بعد سے صبح صادق تک آرام کے لئے خالی رکھا ہے — مگر محسنین کے لئے ان دونوں وقتوں میں بھی اشراق چاشت اور تہجد کی نمازیں رکھی ہیں — یہ عام مسلمانوں کا نصاب ہے، ان کے لئے پابندی سے پانچ نمازیں پڑھنا کافی ہے۔

نمازوں کا دنیوی فائدہ: — وہی ہیں جو غایت درجہ تمہاری طرف مائل ہیں، اور ان کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالیں، اور اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بے حد مہربان ہیں — صلاۃ کے معنی ہیں: غایت انعطاف، آخری درجہ کا میلان، اور میلان نسبت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، بیوی کی طرف میلان، اولاد کی طرف میلان، اللہ کے رسول کی طرف میلان اور اللہ کی طرف میلان کی صورتیں مختلف ہیں، اور اللہ کا بندوں کی طرف میلان: بے پایاں رحمتیں نازل کرنا ہے، درود: فارسی لفظ ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں، اور بندوں کا اللہ کی طرف میلان: نماز ہے، جو اذکار مخصوصہ اور ارکان مخصوصہ کا مجموعہ ہے، اور فرشتوں کا مؤمنین کی طرف آخری درجہ کا میلان: استغفار ہے — تاریکیاں: جمع ہے، مگر ابی کی اندھیریاں بہت ہیں اور روشنی: مفرد ہے، کیونکہ ہدایت کی روشنی ایک ہے۔ نماز سے بندے ہدایت کی روشنی میں آتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی نماز بے شمار اللہ کی رحمتوں کا سبب ہے، جس سے بے نمازی محروم ہیں۔

آخرت میں نماز کا صلہ: — اور ان کی (نمازی بندوں کی) زندہ رہنے کی دعا جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے السلام علیکم ہے — یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا، خواہ فرشتوں کے

ذریعہ یا جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے بلا واسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے، اس وقت کی عزت و لذت کا کیا کہنا! (فوائد یس آیت ۵۸) — اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عزت کا بدلہ تیار کیا ہے — مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔

نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ: — اے نبی! ہم نے آپؐ کو گواہ (احوال بتانے والا) اور خوش خبری سنانے والا، اور نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والا، اور اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا، اور روشنی پھیلانے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے — ان دو آیتوں میں نبی ﷺ کے پانچ اوصاف بیان کئے ہیں:

پہلا وصف: آپؐ شاہد ہیں۔ شاہد کے معنی ہیں: گواہ، احوال بتانے والا، قاضی کے سامنے گواہ دعویٰ کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں، نبی ﷺ قیامت کے دن اپنے زمانہ کے لوگوں کے احوال بتائیں گے کہ کس نے بات مانی اور کس نے نہیں مانی؟ (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ الولعہ ۲: ۵۰-۵۵، ہدایت القرآن سورة النحل آیت ۸۹ اور سورة الحج کی آخری آیت) دوسرا وصف: آپؐ بشیر ہیں، دعوت قبول کرنے والوں کو بہترین انجام کی خوش خبری سناتے ہیں۔

تیسرا وصف: آپؐ نذیر ہیں، دعوت قبول نہ کرنے والوں کو نتائج اعمال سے خبردار کرتے ہیں کہ سنبھل جاؤ، ورنہ تمہارا بیڑا غرق ہوگا!

چوتھا وصف: آپؐ داعی ہیں، اللہ کی توحید سکھاتے ہیں، اور اس کا راستہ بتاتے ہیں، مگر راہ راست پر وہ آئے گا جس کو توفیق ملے، رسول کے اختیار میں ہدایت سے بہرہ ور کرنا نہیں، اس لئے یا اللہ بڑھایا۔

پانچواں وصف: آپؐ روشنی پھیلانے والا چراغ یعنی آفتاب نبوت ہیں، سورج کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی، سب روشنیاں اس میں مدغم ہو جاتی ہیں۔

ملفوظہ: یہ پانچوں اوصاف کفار و منافقین کو سنائے گئے ہیں کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو قیامت کے دن ہمارا رسول تمہاری پول کھولے گا، اور ایمان لائے تو خوش خبری سنائے گا، ورنہ وارننگ دے گا، اور رسول کا کام اللہ کے راستہ کی طرف بلانا ہے، ہدایت گھول کر پلانا اس کے بس میں نہیں، یہ کام اللہ کے اختیار کا ہے، مگر اس میں بندوں کے اختیار کا بھی کچھ دخل ہے، اور آپؐ آفتاب نبوت ہیں، اگر سورج نکلنے پر چمکا ڈراندھے ہو جائیں تو ان کی آنکھوں کا قصور ہے، آفتاب کا اس میں کیا گناہ؟

ایسی عظیم نعمت کے قدر رواں اور ناقدرے: — اور مومنین کو خوش خبری سنائیے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے — یعنی دنیا و آخرت میں ان کو برتری حاصل ہوگی — اور آپؐ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ

مانے، اور ان کی ایذا رسانی کا خیال چھوڑیے، اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کار ساز ہیں — وہ آپ کی بگڑی بنا دیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمَتَّعُوهُنَّ وَسِرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ بِمَا آفَأَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَلَتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ زَوْأَمْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِيَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ تَرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤَيِّ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ۖ وَمِنْ ابْتِغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ تَقْرَءَ عَيْنَهُنَّ وَلَا يُحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ۝

۲۵۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ	پھر چھوڑ دو ان کو اس سے پہلے	عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَةٍ تَعْتَدُونَهَا	ان پر کوئی عادت
إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ	جب نکاح کرو تم مسلمان عورتوں سے	فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ	کہ ہاتھ لگاؤ تم ان کو پس نہیں تمہارے لئے	فَمَتَّعُوهُنَّ	کتنی میں لاؤ تم اس کو پس متعہ دو ان کو

(۱) مَسَّ (س) مَسَا: چھونا، ہاتھ لگانا: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾: اس کو پاک لوگوں کے علاوہ کوئی ہاتھ نہیں لگاتا (۲) جملہ تعادلوں کا: عِدَّة کی صفت ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ عدت شوہر کا حق ہے (۳) مَتَّعُوا تمتیع سے امر حاضر: دنیوی سامان دینا۔

وَسِرَّخُوهُنَّ	اور چھوڑ دو ان کو	خَالِكَ	آپ کے ماموں کی	أَيْمَانُهُمْ	ان کے دائیں ہاتھ
سَرَاخًا	چھوڑنا	وَبَنَاتٍ	اور بیٹیاں	لِكَيْلَا يَكُونَنَّ	تاکہ نہ ہوے
جَبِيلًا	خوبصورت	خَلَّتِكَ	آپ کی خالہ کی	عَلَيْكَ	آپ پر
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	اے نبی	الَّتِي	جنہوں نے	حَدَّثَ	کچھ بتائی
إِنَّا	بے شک ہم نے	هَاجَرْنَا	ہجرت کی	وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
أَخْلَقْنَا	حلال کیں	مَعَكَ	آپ کے ساتھ	عَفُورًا	بڑے بخشنے والے
لَكَ	آپ کے لئے	وَأَمْرًا	اور عورت	رَحِيمًا	بڑے مہربان
أَزْوَاجَكَ	آپ کی (وہ) بیویاں	مُؤْمِنَةً	مسلمان	تُزْجِي	مؤخر کریں
الَّتِي	جن کو	إِنْ وَهَبْتَ	اگر بخش دے	مَنْ تَشَاءُ	جس کو چاہیں
أَنْتِ	آپ نے دیدیا	نَفْسَهَا	اپنی ذات	مِنْهُمْ	ان میں سے
أُجُورَهُنَّ	ان کا مہر	لِلنَّبِيِّ	نبی کو	وَتُؤَيِّي	اور ٹھکانا دیں
وَمَا	اور جو	إِنْ أَرَادَ	اگر چاہیں	إِلَيْكَ	اپنی طرف
مَلَكَتْ	مالک ہوا	النَّبِيُّ	نبی	مَنْ تَشَاءُ	جس کو چاہیں
يَمِينِكَ	آپ کا دایاں ہاتھ	أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا	کہ نکاح میں لائیں اس کو	وَمِنْ ابْنَتَيْكَ	اور جس کو چاہیں آپ
مِمَّا	ان میں سے جو	خَالِصَةً	مخصوص	وَمِنْ عَزْلَتٍ	ان میں سے جن کو
أَقَارِبُ	لوثائی	لَكَ	آپ کے لئے	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں
اللَّهُ	اللہ نے	مِن دُونِ	نہ کہ	عَلَيْكَ	آپ پر
عَلَيْكَ	آپ پر	الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کے لئے	ذَلِكَ أَذْنَىٰ	یہ بات قریب تر ہے
وَبَنَاتٍ	اور بیٹیاں	قَدْ عَلِمْنَا	تحقیق جانا ہم نے	أَنْ تَقَرَّرَ	(اس) کہ ٹھنڈی ہوں
عَمَّكَ	آپ کے چچا کی	مَا قَرَضْنَا	جو مقرر کیا ہم نے	أَعْيُنُهُنَّ	ان کی آنکھیں
وَبَنَاتٍ	اور بیٹیاں	عَلَيْهِنَّ	ان پر	وَلَا يَحْزَنَ	اور نہ غمگین ہوں وہ
عَمَّنِكَ	آپ کی پھوپھی کی	فِي أَزْوَاجِهِمْ	ان کی بیویوں میں	وَيَرْضَيْنَ	اور خوش رہیں وہ
وَبَنَاتٍ	اور بیٹیاں	وَمَا مَلَكَتْ	اور جن کے مالک ہیں		

اور بیویوں کو	مِنْ أَزْوَاجِ	بڑے بردبار	حَلِيمًا	اس پر جو	بِمَا
اگرچہ بھلی لگے آپ کو	وَلَوْ أَعْجَبَكَ	نہیں جائز ہیں	لَا يَحِلُّ	دیا آپ نے ان کو	أَتَيْتَهُنَّ
ان کی خوبی	حُسْنُهُنَّ	آپ کے لئے	لَكَ	سبھی	كُلُّهُنَّ ^(۱)
مگر جو مالک ہو	إِلَّا مَا مَلَكَتْ	عورتیں	النِّسَاءُ	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ
آپ کا دایاں ہاتھ	يَمِينُكَ	اس کے بعد	مِنْ بَعْدُ	جانتے ہیں	يَعْلَمُ
اور ہیں اللہ تعالیٰ	وَكَانَ اللَّهُ	اور نہ یہ بات کہ	وَلَا أَنْ	جوان کے دلوں میں ہے	مَا فِي قُلُوبِكُمْ
ہر چیز پر	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	بدلیں آپ	تَبَدَّلَ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	وَكَانَ اللَّهُ
نگہبان	رَقِيبًا	ان سے	بِهِنَّ	خوب جاننے والے	عَلِيمًا

نکاح میں مہر مقرر نہ ہوا ہو، اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق

ہو جائے تو عدت واجب نہیں اور متعہ واجب ہے

ارتباط: شروع سورت سے جو سلسلہ بیان چل رہا تھا وہ گذشتہ آیت پر پورا ہو گیا۔ اس میں نبی ﷺ اور کفار و منافقین پیش نظر تھے، اس کے آخر میں نکاح زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر آیا تھا۔ اب سورت کے آخر تک نبی ﷺ، ازواج مطہرات اور مؤمنین پیش نظر ہیں، درمیان میں حجاب کے فائدے کے ذیل میں منافقین کا کچھ ذکر آئے گا۔

اور اب بیان اس حکم سے شروع ہو رہا ہے کہ اگر کسی نکاح میں مہر مقرر نہ ہوا ہو، اور بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دیدے تو عدت واجب نہیں، کیونکہ بچہ دانی کی مشغولیت کا احتمال نہیں، اور متعہ واجب ہے یعنی ایک جوڑا کپڑا دے کر بیوی کو رخصت کر دے۔ اور مہر مقرر ہوا ہو تو آدھا مہر دے، یہ حکم سورۃ البقرة (آیت ۲۳۷) میں ہے۔ اور یہ حکم نبی اور غیر نبی کے لئے عام ہے، اس لئے بیان تو نبی کا چل رہا ہے اور خطاب مؤمنین سے ہے، اور جو حکم مؤمنات کا ہے وہی حکم کتابیات کا ہے۔ اور آیت میں 'مسلمان عورت' کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ مسلمان کو یہودی اور عیسائی عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہئے، اس سے اولاد کا دین خطرہ میں پڑ جاتا ہے، مسلمان کو مسلمان عورت ہی سے نکاح کرنا چاہئے، اس کے مادہ کے لئے بہترین جگہ یہی ہے۔

اور خلوت کے معنی ہیں: تنہائی، اور خلوتِ صحیحہ ایسی تنہائی ہے جس میں جماع کے لئے کوئی جسمانی، شرعی اور طبعی رکاوٹ نہ ہو (تفصیل کتب فقہ میں ہے) احتلاف کے نزدیک ایسی خلوت جماع کے حکم میں ہے، اور یہ بات اسی آیت

(۱) کُلُّهُنَّ: یَرْضَیْنِ کے فاعل کی تاکید ہے

سے ثابت ہے ﴿تَمَسُّوْهُمْ﴾ کا یہی مفاد ہے، اور تَمَسُّوْهُمْ کی قراءت مستقل آیت ہے، جماع سے بھی بدرجہ اولیٰ نکاح مَوکد ہو جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں سنن بیہقی و دارقطنی میں ضعیف مرفوع حدیث بھی ہے، اور حضرت عمر علی وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے صحیح سندوں سے فتاویٰ بھی مروی ہیں کہ خلوت صحیحہ سے پورا مہر اور عدت واجب ہوتی ہے، اس سے پہلے عدت نہیں، اور متعہ (ایک جوڑا کپڑا) واجب ہے۔ روایات میں جَوْنِیْہ کا واقعہ ہے، جب اس نے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی تو آپؐ نے اس کو ایک جوڑا دے کر رخصت کر دیا۔

آیت کریمہ: — اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو طلاق دیدو، ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے، پس تمہارے لئے ان کے ذمہ کوئی عدت نہیں، جس کو تم شمار کرو — معلوم ہوا عدت شوہر کے حق کی وجہ سے ہے — پس ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ — ایک جوڑا کپڑا وغیرہ مال سامان دو — اور ان کو خوبی کے ساتھ رخصت کرو — یعنی ترک تعلقات بھی ہوں تو خوشی کے ساتھ، تاکہ آئندہ کے لئے نکاح کی راہ باقی رہے۔

نبی ﷺ کے لئے حلال عورتیں

یہ بیان اس مناسبت سے آیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا: نبی ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اور آپؐ کے لئے حلال تھیں، پس آپؐ نے ان سے نکاح کیا تو آسمان کیوں ٹوٹ پڑا؟ اور وہ آپؐ کی بہن نہیں تھیں، کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ لے پالک تھے، حقیقی بیٹے نہیں تھے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اے نبی! ہم نے آپؐ کے لئے آپؐ کی یہ بیویاں حلال کی ہیں، جن کو آپؐ ان کا مہر دے چکے ہیں — یعنی نزولِ آیت کے وقت جوازِ نکاح میں تھیں وہ سب حلال ہیں — اور وہ باندیاں (بھی حلال ہیں) جو آپؐ کی ملکیت میں ہیں، اس مالِ غنیمت میں سے جو اللہ نے آپؐ پر لوٹایا ہے — یعنی جو عورتیں اسلامی جہاد میں ہاتھ آئی ہیں اور ان کو باندی بنالیا گیا ہے — پس آج کل جو عورتیں اغوا کر کے بچی جاتی ہیں وہ نکاح کے بغیر حلال نہیں — اور آپؐ کی چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں، جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی ہے — ان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ہیں — اور وہ مسلمان عورت جو اپنی ذات نبی کو ہبہ کر دے، اگر نبی اس کو نکاح میں لانا چاہیں — تو مہر کے بغیر بھی اس سے نکاح جائز ہے — یہ (مہر کے بغیر نکاح) مخصوص حکم ہے آپؐ کے لئے، نہ کہ مؤمنین کے لئے، ہم کو معلوم ہیں وہ احکام جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور ان کی باندیوں کے سلسلہ میں مقرر کئے ہیں — مؤمنین چار سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتے، نبی ﷺ کے لئے یہ قید نہیں، مؤمنین پر نکاح میں مہر لازم ہے، نبی ﷺ پر یہ شرط نہیں، باندیوں میں مسلمان یا کتابی کی شرط ہے، اور دو بہنوں کو ملکِ یمین کے طور پر بھی صحبت میں جمع نہیں کر سکتے، یہ احکام نبی ﷺ کے لئے بھی ہیں — تاکہ

آپؐ پر کسی قسم کی تنگی نہ رہے۔ اسی لئے چار کی تحدید ختم کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

نبی ﷺ کے لئے نکاح میں چار کی تحدید نہ ہونے کی وجہ

نبی ﷺ کے لئے جائز تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح کریں۔ آپؐ کے لئے چار میں انحصار نہیں تھا۔ کیونکہ نکاح میں تحدید کا مقصد عام طور پر پیش آنے والی احتمالی خرابی کا سد باب ہے۔ کسی معین اور واقعی خرابی کو ہٹانا پیش نظر نہیں یعنی چونکہ چار سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں اندیشہ ہے کہ ان کی حق تلفی ہو، اس لئے تحدید کی گئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ زیادہ بیویاں ہونگی تو ضرور حق تلفی ہوگی۔ کچھ لوگ چار سے زیادہ کے حقوق بھی مکمل طور پر ادا کر سکتے ہیں۔

اور نبی ﷺ میں دو باتیں ایسی تھیں جو امت میں نہیں ہیں: ایک: کسی بیوی کی حق تلفی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس کو آپؐ جانتے تھے۔ کیونکہ آپؐ صاحب وحی تھے۔ پس آپؐ کے لئے احتمال و اندیشہ پر حکم دائر کرنے کی حاجت نہیں۔ دوم: آپؐ اطاعتِ الہی اور امتثال امر خداوندی میں مامون و محفوظ تھے کیونکہ آپؐ معصوم تھے۔ ازواج کی حق تلفی کا گناہ آپؐ سے صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے آپؐ کو نکاح کے باب میں تحدید سے مستثنیٰ رکھا گیا۔

نبی ﷺ نے آخر عمر میں جو نکاح کئے وہ ملتی، ملکی اور شخصی مصالح سے کئے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے ۲۵ برس کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلا نکاح کیا۔ پھر ۲۵ سال تک جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپؐ نے دوسرا کوئی نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد چونکہ گھر میں چھوٹی بچیاں تھیں اور رسالت کی ذمہ داری، اس لئے آپؐ نے خاندان کی عورتوں کے اصرار پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، جو بیوہ تھیں۔ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک ۵۰ سال تھی۔ اسی زمانہ میں آپؐ کو خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دکھائی گئیں۔ اور کہا گیا کہ یہ آپؐ کی بیوی ہیں۔ چونکہ اس وقت عائشہؓ کی عمر پانچ چھ سال تھی، اس لئے اس خواب کی صورت واضح نہیں ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی^(۱) اور انھوں نے اس نکاح کی تحریک کی تو آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔ مگر ابھی وہ گھر آباد نہیں کر سکتی تھیں، اس لئے عملاً آپؐ کے گھر میں ایک ہی بیوی رہی۔ یہی ایک نکاح آپؐ نے کنواری عورت سے کیا ہے۔ باقی سب نکاح بیوہ عورتوں سے کئے ہیں۔ اور ہجرت کے بعد کئے ہیں جبکہ آپؐ کی عمر مبارک ۶۰ تا ۶۱ سال تھی۔ اور یہ نکاح ملتی، ملکی اور شخصی مصالح کے پیش نظر کئے ہیں۔ مثلاً: (۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح لے پا لک کی رسم مٹانے کے لئے کیا ہے۔ اور اس نکاح کا حکم اللہ (۱) انھوں نے سوچا ہوگا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی عورت ہیں۔ زیادہ دنوں تک وہ بھی آپؐ کا ساتھ نہیں دے سکیں گی۔ پس ان کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا گھر بسانے کے قابل ہو جائیں گی ۱۲

تعالیٰ نے سورة الاحزاب میں نازل فرمایا ہے۔ یہ ملتی مصلحت ہے (۲) اور حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے نکاح ملکی مصلحت سے کیا ہے۔ تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ بدر کے بعد اسلام کے خلاف تمام جنگوں کی کمان ابوسفیانؓ کے ہاتھ میں رہی ہے۔ مگر حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کے بعد انھوں نے کوئی اہم فوج کشی نہیں کی۔ یہ اس نکاح کا فائدہ تھا (۳) اور چند خواتین کی اسلام کے لئے بڑی قربانیاں تھیں، جیسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جب وہ بیوہ ہو گئیں تو ان کی دلداری کیلئے آپؐ نے ان سے نکاح کیا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کے لئے کیا۔ یہ شخصی مصلحت ہے۔ غرض سبھی نکاح انہی مقاصد ثلاثہ سے کئے ہیں۔ جن کی تفصیل طویل ہے۔ کوئی نکاح آپؐ نے اپنی ضرورت کے لئے نہیں کیا۔ کیونکہ آپؐ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے گھر میں تھیں۔ اور یہ عمر طبعی ضرورت کی بھی نہیں تھی۔ وہ تو جوانی کا زمانہ ہے، جو آپؐ نے ایک بیوی کے ساتھ بسر کیا ہے۔ اور چونکہ یہ تینوں مصالحوں ایسے تھے کہ ان کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی، اس لئے آپؐ نے نکاح کی تحدید نہیں کی گئی۔

نبی ﷺ پر ازواج میں باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا

اگر دو یا زیادہ بیویاں ہوں تو امت پر باری مقرر کرنا واجب ہے، مگر نبی ﷺ پر باری سے ازواج کے پاس رہنا واجب نہیں تھا، آپؐ جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر سکتے تھے، اور جسے کنارے پر کر دیا ہے اُسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار تھا، مگر آپؐ نے مدت العمر ان اختیارات کو استعمال نہیں کیا۔ معاملات میں اس قدر عدل و انصاف کی رعایت فرماتے تھے کہ بڑے سے بڑا محتاط آدمی بھی نہیں کر سکتا۔ اور حضرت ﷺ پر یہ واجب اس لئے نہیں تھا کہ عورتیں باری کو اپنا حق نہ سمجھیں، جو دیں راضی ہو کر قبول کر لیں، ورنہ روز روز کی جھنجھٹ رہا کرتی، اور دین کے کاموں میں خلل پڑتا، ارشاد فرماتے ہیں: — ان میں سے جس کو چاہیں مؤخر کریں، اور جس کو چاہیں اپنے سے نزدیک کریں، اور جس کو آپؐ چاہیں ان میں سے جن کو دور کیا ہے تو بھی آپؐ پر کوئی گناہ نہیں، یہ حکم قریب تر ہے اس سے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، اور وہ آزرہ خاطر نہ ہوں، اور وہ سبھی خوش رہیں اس پر جو آپؐ ان کو دیں، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تمہارے دلوں میں ہے — یعنی ازواج کے دلوں کی کیفیات سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہیں، باری لازم ہونے کی صورت میں ان میں تنافس (حصول مقصد میں مقابلہ بازی) رہتا، اس لئے جھگڑوں کی جڑ ہی کاٹ دی — اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے بڑے بردبار ہیں!

ازواج کی دلداری کے لئے نبی ﷺ پر ایک پابندی

نبی ﷺ پر باری واجب نہ ہونے میں ازواج کی دل شکنی کا پہلو تھا، اس لئے ان کی دلداری کے لئے نبی ﷺ پر

ایک پابندی لگائی گئی کہ جتنی قسمیں ایک آیت سے اوپر کی آیت میں بیان ہوئی ہیں: ان سے زیادہ حلال نہیں، اور جواز واج اب موجود ہیں ان کو بدلنا بھی جائز نہیں، یعنی ان میں سے کسی کو اس لئے چھوڑ دیں کہ اس کی جگہ دوسری لائیں یہ جائز نہیں، یہ پابندی عائد کی تاکہ ازواج مطمئن ہو جائیں کہ اب وہ ہمیشہ حلالہ زوجیت میں رہیں گی۔

اور حضرت عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ پابندی آخر میں اٹھادی گئی تھی، مگر واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا، نہ موجودہ ازواج میں سے کسی کو بدلا، وفات تک سب ازواج نکاح میں رہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: — ان کے علاوہ اور عورتیں آپؐ کے لئے حلال نہیں، اور نہ یہ بات درست ہے کہ آپؐ ان بیویوں کی جگہ دوسری بیویاں کر لیں، گو آپؐ کو ان کا حسن بھلا لگے، البتہ جو آپؐ کی مملوکہ ہیں — ان کا تبادلہ ہو سکتا ہے — اور اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ سے معلوم ہوا کہ نکاح میں پسندیدگی کا لحاظ ہونا چاہئے، پھر پسندیدگی کی حدود ہیں: جائز اور ناجائز، ظاہر ہے نبی حدود سے نہیں بڑھ سکتا، عصمت کا یہی تقاضہ ہے۔

اور حسن و جمال میں فرق: فی نفسہ موزونیت کا نام جمال ہے جملہ کو جملہ اسی وقت کہتے ہیں جب وہ ٹھیک ہو جائے، اور جمال اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے، اور فی نفسہ موزونیت اعتبار معتبر کے تابع نہیں ہوتی — اور پسندیدگی دوسرا اور حاکم ہے، کہتے ہیں: اِسْتَحْسَنَتْہ: میں نے اس کو پسند کیا، اور ایک چیز ایک کے لئے پسندیدہ ہو اور دوسرے کو نا پسند ہو ایسا ہو سکتا ہے، پس ہر ایک نکاح میں اپنی پسند کو ترجیح دے، اور جو ایک کو پسند نہیں اس کو کوئی دوسرا پسند کرے گا — اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہیں — کون حدود کی پابندی کرتا ہے کون خلاف ورزی کرتا ہے: اس کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، پس اس کا خیال رکھ کر کام کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظِيرٍ
لِأَنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ
إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا
سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ
وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ
ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝ إِن تَبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تَخَفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلَيْمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا مَلَائِكَةٍ أَيْبَانُهُنَّ وَلَا أَخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ أَخَوْتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِينَ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ لِكُلِّ طَعَامٍ غَيْرِ نَظِيرٍ لَهُ ^(۱) وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا	اے لوگو جو ایمان لائے نہ جاؤ گھروں میں نبی کے مگر یہ کہ اجازت دی جائے تم کو کھانے کی طرف نہ دیکھنے والے اس کے پکنے کو لیکن جب بلائے جاؤ تو داخل ہوؤ پس جب	طَعِمْتُمْ فَأَنْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ ^(۲) يُحَدِّثُ لَكُمْ ^(۳) إِنَّ ذَلِكَ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيُّ فَيَسْتَحْيُ ^(۳) مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيُ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا	کھا چکو تو پھیل جاؤ اور نہ دل لگانے والے باتوں میں بے شک یہ تکلیف دیتا ہے نبی کو پس شرم کرتے ہیں تم سے اور اللہ تعالیٰ نہیں شرم کرتے کھری بات سے اور جب مانگو ان سے کوئی سامان	فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذِكْرُكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا آيَاتِهِ مِنْ بَعْدِ أَبَدًا	تو مانگو ان سے پیچھے سے پردہ کے یہ خوب سہرائی ہے تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے اور نہیں ہے تمہارے لئے کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو ان کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی بھی
---	---	--	--	--	---

(۱) اِنِّی: مصدر، ضمیر طعام کی طرف راجع، اُنِّی (ض) اِنِّی: پک جانا، تیار ہونا، کہیں گے: اَنْتَظِرُ اِنِّی الطَّعَامَ: کھانا تیار ہونے کا انتظار کرو (۲) مُسْتَأْنِسٌ: اسم فاعل، اَسْتِیْنَسَ: مصدر: جی لگانا، دلچسپی لینا، عامل امکنوا محذوف ہے (۳) یسْتَحْی: اصل میں یَسْتَحْی تھا، ایک یاء حذف کی ہے۔

اور نہ ان کی (مسلمان)	وَلَا نَسَآئِبِهِنَّ	خوب جاننے والے	عَلَيْهِنَّ	بے شک یہ	إِنَّ ذَلِكُمْ
عورتوں میں		کچھ گناہ نہیں	لَا جُنَاحَ	ہے	كَانَ
اور نہ جن کے مالک ہیں	وَلَا مَا مَلَكَتْ ^(۱)	ان پر	عَلَيْهِنَّ	اللہ کے نزدیک	عِنْدَ اللَّهِ
ان کے دائیں ہاتھ	أَيْمَانُهُنَّ	ان کے باپوں میں	فِي آبَائِهِنَّ	بڑا گناہ	عَظِيمًا
اور ڈرتی رہو	وَأَتَقِينِ	اور نہ ان کے بیٹوں میں	وَلَا أَبْنَائِهِنَّ	اگر غلطی کرو تم	إِنْ تَبَدُّوا
اللہ سے	اللَّهُ	اور نہ ان کے بھائیوں میں	وَلَا إِخْوَانِهِنَّ	کوئی چیز	شَيْئًا
بے شک اللہ	إِنَّ اللَّهَ	اور نہ بیٹوں میں	وَلَا أَبْنَاءَ	یا چھپاؤ اس کو	أَوْ تَخْفَوْهُ
ہیں	كَانَ	ان کے بھائیوں کے	إِخْوَانِهِنَّ	تو بے شک اللہ تعالیٰ	فَإِنَّ اللَّهَ
ہر چیز کو	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	اور نہ بیٹوں میں	وَلَا أَبْنَاءَ	ہیں	كَانَ
دیکھنے والے	شَهِيدًا ^(۲)	ان کی بہنوں کی	أَخَوَاتِهِنَّ	ہر چیز کو	بِكُلِّ شَيْءٍ

بڑوں کے پاس ناوقت مت جاؤ ان کے پاس کرنے کے بہت کام ہیں

ازواج النبی کے بعد بیوت النبی کے احکام ذکر کرتے ہیں، اُن بیوت میں ازواج ہیں، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ بعض لوگ بڑوں کے پاس ناوقت ملاقات کے لئے آدھکتے ہیں، اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں، ان سے پوچھا جائے: کیسے تشریف لائے؟ تو کہتے ہیں: زیارت کے لئے! حالانکہ زیارت قومروں کی کی جاتی ہے! زندوں سے تو ملاقات کی جاتی ہے۔ پھر جب تک ان کو کچھ کھلاؤ پلاؤ نہیں ملتے نہیں، اس طرح سارا کام بگاڑ دیتے ہیں، اس لئے فرمایا:

— اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو — پھر پہلا استثناء فرمایا: — مگر جس وقت تم کو کھانے کے

لئے اجازت دی جائے — پس جاؤ، اور لفظ دعوت استعمال نہیں کیا، بڑوں کے یہاں دعوت نہیں ہوتی، بلایا جاتا ہے،

بلکہ بلایا بھی نہیں جاتا، اجازت دی جاتی ہے، یہی بڑی سعادت ہے — پھر دوسرا استثناء ہے (غیر بھی حرف استثناء

ہے) — نہ انتظار کرنے والے اس کے پکنے کا، لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جاؤ — بعض لوگ گھنٹہ پہلے آکر بیٹھ

جاتے ہیں، کہتے ہیں: چلو حضرت سے باتیں کریں گے! پوچھتے ہیں: کیوں آئے؟ کہتے ہیں: آپ نے کھانے پر بلایا

ہے! ارے بھئی! کھانے پر گیارہ بجے بلایا ہے، تم آٹھ بجے ہی آگئے! اس لئے فرمایا: جس وقت بلایا جائے اس وقت جاؤ،

(۱) آزاد غیر مسلم عورت سے پردہ ہے، البتہ باندی اگرچہ غیر مسلم ہو اس سے پردہ نہیں۔ (۲) شَهِدَ الشَّيْءَ: دیکھا، فَمَنْ شَهِدَ

مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ: پس جو شخص تم میں سے ماہ رمضان کو یعنی اس کے چاند کو دیکھے وہ اس کا روزہ رکھے۔

اس سے بہت پہلے مت جاؤ — پھر جب کھا چکے تو نکھر جاؤ، اور باتوں میں دل لگا کر بیٹھے مت رہو — نہ حضرت سے باتوں میں لگو، نہ آپس میں گپ شپ کرو — حکم کی وجہ: — بے شک یہ بات نبی کو تکلیف پہنچاتی ہے، پس وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ ہم نبی ﷺ کے گھر میں کوئی سامان لینے آئے ہیں؟

جواب: — اور جب تم ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو — اس کے لئے بھی گھر میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں — یہ بات زیادہ پاکیزہ ہے تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے — یہ پردہ کی اوٹ سے سامان مانگنے کی حکمت ہے۔

پھر قاعدہ بیان کیا: — اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو ستاؤ! — یعنی کافر منافق جو چاہیں کریں، مؤمنین کے لئے لائق نہیں کہ کسی طرح بھی نبی ﷺ کو ستائیں — پھر ان تکلیف دہ حرکات میں سے ایک سخت اور بھاری بات بطور مثال بیان کرتے ہیں: — اور نہ یہ بات جائز ہے کہ ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو — یہ ممانعت عظمت نبی اور عظمت امہات کی وجہ سے ہے — بے شک یہ (نکاح) اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے — یعنی بہت بڑا گناہ ہے، پس زبان سے کہنا تو کجا دل میں کبھی ایسا وسوسہ بھی مت لاؤ، فرمایا: — اگر تم کوئی چیز ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو ہر چیز خوب معلوم ہے!

سوال: مردوں کو جو نبی ﷺ کے گھروں میں آنے کی ممانعت کی ہے حکم ازواج مطہرات کے محارم کے لئے بھی ہے؟

جواب: نہیں، محارم کا آنا منع نہیں، اس سلسلہ میں جو حکم عام مستورات کا ہے وہی حکم ازواج مطہرات کا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — ان (ازواج) پر کوئی گناہ نہیں ان کے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجیوں، بھانجوں، مسلمان عورتوں اور ان کی لونڈیوں کے سلسلہ میں — اس آیت میں جن محارم کا ذکر ہے ان میں حصر نہیں، تمام نسبی، رضاعی اور سببی محارم مراد ہیں، سببی محرم: جیسے خسر، شوہر کا دوسری بیوی سے بیٹا — اور اللہ سے ڈرتی رہو — کیونکہ محارم کے ساتھ بھی کبھی نامناسب بات پیش آجاتی ہے، ہاں دل میں اللہ کا ڈر ہو تو پیش نہیں آتی — بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں — اللہ تعالیٰ سے انسان کا کوئی حال چھپا ہوا نہیں، وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتے ہیں۔

فائدہ: اس آیت میں اور سورۃ النور کی آیت ۲۱ میں: ﴿مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ ﴿وَلَسَانُهُنَّ﴾ کے بعد آیا ہے، اور ﴿وَلَسَانُهُنَّ﴾ سے مسلمان عورتیں مراد ہیں، مسلمان عورت کے حق میں مسلمان عورتیں تو محرم کی طرح ہیں، اور غیر مسلم عورتیں اجنبی مردوں کی طرح ہیں — اگرچہ مسلمان عورتیں اب اس مسئلہ پر عمل نہیں کرتیں، یہ کوتاہی ہے — پس ما سے مراد

باندیاں ہیں، وہ اگرچہ غیر مسلم ہوں ان سے پردہ نہیں، کیونکہ ان سے گھر میں کام لینا پڑتا ہے۔ رہے غلام تو ان سے مرد کام لیتے ہیں، عورتیں کام نہیں لیتیں، اور کوئی غلام کسی عورت کا ہو تو اس کو بھی پس پردہ کام بتایا جاسکتا ہے، اس لئے غلام آیت کا مصداق نہیں۔ اور جن حضرات نے ما کے عموم میں غلام کو بھی لیا ہے ان کی بات پردہ کے مقصد کو فوت کرتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ٥١ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ٥٢ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ٥٣

اور جو لوگ	وَالَّذِينَ	ساتے ہیں	يُؤْذُونَ	بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ
ساتے ہیں	يُؤْذُونَ	اللہ کو	اللہ	اور اس کے فرشتے	وَمَلَائِكَتُهُ
مؤمنین کو	الْمُؤْمِنِينَ	اور اس کے رسول کو	وَرَسُولَهُ	بے پایاں رحمت بھیجتے ہیں	يُصَلُّونَ (۱)
اور مومنات کو	وَالْمُؤْمِنَاتِ	پھنکارا ان کو	لَعَنَهُمُ	اس نبی پر	عَلَى النَّبِيِّ (۲)
بدوں	بِغَيْرِ	اللہ تعالیٰ نے	اللَّهُ	اے لوگو! جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
اس کے جو	مَا	دنیا میں	فِي الدُّنْيَا	ایمان لائے	آمَنُوا
کیا انھوں نے	اَكْتَسَبُوا	اور آخرت میں	وَالْآخِرَةِ	درو بھیجو	صَلُّوا
تو یقیناً اٹھایا انھوں نے	فَقَدْ احْتَمَلُوا	اور تیار کیا	وَأَعَدَّ	ان پر	عَلَيْهِ
بہتان	بُهْتَانًا	ان کے لئے	لَهُمْ	اور سلام کرو	وَسَلِّمُوا
اور گناہ	وَإِثْمًا	عذاب	عَذَابًا	خوب سلام کرنا	تَسْلِيمًا (۳)
کھلا	مُبِينًا	رسوا کن	مُهِينًا	بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ

مسلمانوں پر نبی ﷺ کی تعظیم غایت درجہ لازم ہے

ابھی قاعدہ بیان کیا ہے کہ تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو ستاؤ، یہ قاعدہ منفی پہلو سے تھا، اب مثبت پہلو سے

(۱) صلاۃ: بے پایاں مہربانی، آخری درجہ کا میلان، صورتیں اس کی مختلف ہیں (۲) النبی میں الف لام عہدی ہے، مراد نبی ﷺ ہیں۔ (۳) تسلیما: مفعول مطلق برائے تاکید ہے۔

قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر مسلمان پر نبی ﷺ کی تعظیم غایت درجہ لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کی غایت درجہ تعظیم کرتے ہیں، پس مسلمانوں کو بھی آپ کی آخری درجہ تک تعظیم کرنی چاہئے، ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک اللہ تعالیٰ

اور اس کے فرشتے بے پایاں رحمت بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجو، اور خوب سلام بھیجو!

صلاة کے معنی: علماء بیان کرتے ہیں: صلاة کے معنی اللہ کے تعلق سے رحمت، فرشتوں کے تعلق سے استغفار اور مؤمنین کے تعلق سے دعا ہیں، مگر علامہ ابن القیم نے بدائع الفوائد میں فرمایا ہے کہ صلاة کے معنی رحمت تین وجوہ سے غلط ہیں، اور صلاة کے معنی دعا بھی تین وجوہ سے مشکل ہیں (ان کی بات تفصیل سے مشکات کی شرح التعليق الصبیح ۲۶۱:۱ کتاب الصلاة کے شروع میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہ نے نقل کی ہے) پھر ابن القیم نے سہلی رحمہ اللہ سے صلاة کے معنی: حُنُو اور عَطْف بیان کئے ہیں، یعنی شفقت و مہربانی (سہلی کی بات بھی تفصیل سے التعليق الصبیح میں نقل کی گئی ہے) میں نے اس کی تعبیر کی ہے: غایت العطف: آخری درجہ کا میلان، اور میلان: نسبتوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اللہ کا مؤمنین کی طرف میلان (سورة الاحزاب آیت ۴۳) اور نبی ﷺ کی طرف میلان (یہ آیت) مختلف ہیں، اسی طرح فرشتوں کا اور مؤمنین کا نبی ﷺ کی طرف میلان: اللہ تعالیٰ کے میلان سے مختلف ہیں، مگر سب کا مفاد غایت تعظیم ہے، اور تعظیم کی صورت بھی نسبتوں کے اختلاف سے بدلتی ہے، پھر غایت تعظیم کی حد بھی ملحوظ رکھنی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے فخر موجودات کا رتبہ عبودہ و مصلوہ ہے، اور درود بھیجنے کا جو حکم ہے وہ اس مقام و مرتبہ کی حفاظت کے لئے ہے، یہ بات امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجتہ اللہ میں بیان کی ہے، جو درج ذیل ہے:

درود شریف بھیجنے کی حکمتیں

نبی ﷺ پر صلاة و سلام بھیجنے میں تین حکمتیں ہیں:

پہلی حکمت — رحمت کے جھونکوں سے استفادہ — انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحمت الہی کے جھونکوں کے سامنے آئیں اور ان سے بہرہ ور ہوں۔ حدیث میں ہے کہ: ”رحمت الہی کے جھونکوں کے درپے ہو۔ اللہ کی رحمت کے جھونکے ضرور چلتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں ان سے بہرہ ور فرماتے ہیں“ (درمنثور ۳: ۳۱۸ و ۴: ۲۵) اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے درپے ہونے کی بہترین صورت: شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ اور بڑے شعائر اللہ چار ہیں: قرآن، کعبہ، نبی اور نماز۔ تفصیل رحمۃ اللہ: ۱: ۷۰۴-۷۱۴ میں ہے۔ کعبہ شریف: انوار و تجلیات کے اترنے کی جگہ اور زمین میں اللہ کے دین کی امتیازی نشانی ہے، اس لئے اس کی تعظیم ضروری ہے۔ اور اس کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس پہنچا جائے

یعنی حج یا عمرہ کیا جائے۔ اور اس کے پاس ہاتھ پسا کر دعائیں مانگی جائیں۔ اس کے پاس ٹھہرا جائے یعنی اعتکاف و طواف کیا جائے تو ضرور رحمت کے جھونکوں سے حصہ ملے گا۔

اور نبی ﷺ کی روح پاک کمالاً اعلیٰ میں بزرگ ترین مقام ہے۔ آپ زمین والوں پر جو الہی کے نزول کا واسطہ ہیں، اس لئے آپ کی تعظیم بھی واجب ہے۔ اور آپ کی تعظیم کا طریقہ یہ ہے کہ عظمت و محبت کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کے حق میں دعا کی جائے۔ اور آپ کی ذات سے اپنی ایمانی وابستگی اور وفا کیشی کا اظہار کیا جائے۔ ایسا مومن بھی رحمت الہی کے جھونکوں سے ضرور بہرہ ور ہوگا۔

دوسری حکمت — درود شریف دین کو تحریف سے بچاتا ہے — اس سے شرک کی جرکتی ہے۔ درود بھیجنے سے یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے کہ سید کائنات ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں۔ اور محتاج ہستی: بے نیاز ذات کی شریک و سہیم نہیں ہو سکتی۔ تحریف ہی کے سد باب کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ قبر اطہر کی زیارت ضرور کی جائے مگر اس زیارت کو میلا ٹھیلانہ بنایا جائے (مشکوٰۃ حدیث ۹۲۶) جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ (اور جاہل مسلمانوں نے اولیاء کی قبروں کے ساتھ) یہ معاملہ کر رکھا ہے۔ موسم حج کی طرح یعنی جس طرح سال میں ایک مرتبہ کعبہ شریف کی زیارت کے لئے حج کیا جاتا ہے: یہود و نصاریٰ اور جہلاء مسلمین نے بھی ان قبور کی زیارت کے لئے عرس تجویز کر رکھے ہیں، جو دین میں بگاڑ کا باعث ہیں، اس لئے مذکورہ ارشاد کے ذریعہ اور درود شریف کے ذریعہ اس کا سد باب کیا گیا ہے۔

تیسری حکمت — روح نبوی سے استفادہ — کالمین کی ارواح اپنے جسموں سے جدا ہونے کے بعد یعنی موت کے بعد روکی ہوئی موج کی طرح ہو جاتی ہیں۔ اب ان میں جدید ارادہ اور عارضی داعیہ کوئی تحریک پیدا نہیں کرتا یعنی جس طرح پانی کی موج کو کوئی پہاڑ وغیرہ روک دے تو اس کا تموج ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح موت کے بعد کالمین کی ارواح مشاہدہ حق میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ اب کسی چیز کی طرف ان کا التفات نہیں رہتا — اور جو نفوس ان سے ورے ہیں یعنی زندہ ہیں وہ اس بات کے محتاج ہیں کہ توجہ تام کے ذریعہ ان کالمین کی ارواح سے استفادہ کریں۔ درود شریف: روح پاک کے ساتھ ارتباط کی ایسی ہی ایک کوشش ہے۔ جب مومن بندہ درود بھیجتا ہے تو درود روح نبوی سے نور اور مناسب حالت درود بھیجنے والے کی طرف ہانک لاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ”جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کرتے ہیں، تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں“ (مشکوٰۃ حدیث ۹۲۵) یعنی روح پاک جو مشاہدہ حق میں مشغول ہے اور جس کا کسی طرف التفات باقی نہیں رہا، باذن الہی وہ سلام پیش کرنے والے کی طرف ملتفت ہوتی ہے، اور جواب دیتی ہے یعنی روح پاک سے سلام کرنے والے کو فیض پہنچتا ہے۔ شاہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں: میں نے

۱۱۴۳ھ میں جب میرا قیام مدینہ منورہ میں تھا، اس بات کا بار بار مشاہدہ کیا ہے۔ یعنی روح نبوی سے فیض پایا ہے۔

سلام کے معنی: سلام کے معنی: سلامتی کے ہیں، جیسے مسلمان باہم سلام کرتے ہیں، کہتے ہیں: السلام علیکم۔ تم سلامت رہو، ہرگز ند سے بچے رہو، اسی طرح نبی ﷺ پر سلام بھیجنا بھی مامور بہ ہے، اور اس کا طریقہ التحیات میں سکھلایا ہے، ہم کہتے ہیں: السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ، اور درود شریف کے بہت سے صیغہ حدیثوں میں مروی ہیں، اور افضل درود: درود ابراہیمی ہے، جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔

مسئلہ: صَلُّوا اور سَلِّمُوا: امر: قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہیں، اور امر تکرار کو مقتضی نہیں، اس لئے زندگی میں ایک مرتبہ صلاۃ و سلام بھیجنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور جب بھی کسی مجلس میں آپ کا تذکرہ آئے ایک مرتبہ درود بھیجنا فضیلت کا اعلیٰ درجہ ہے، اور ہر بار درود بھیجنا بڑا ثواب کا کام ہے۔

تنبیہ: ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں، ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے حبیب ﷺ پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائیں، تاکہ آخرت میں ان کا درجہ بلند ہو، اور دنیا میں ان کی شان بڑھے، اور یہ بات اشاعت دین کی مرہونِ منت ہے، پس دین کو پھیلانے کے لئے محنت کرنا درود شریف کا متمہ ہے۔

اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون

اوپر مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذا کا سبب نہ بنیں، بلکہ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں، جس کی ایک صورت صلاۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب یہ بتلاتے ہیں کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہونگے (فوائد) پس یہ گذشتہ کلام کا متمہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں پھٹکار دیا ہے، اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا پہنچانا بھی جائز نہیں

مضمون میں سے مضمون نکلا کہ اللہ و رسول کی طرح مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا پہنچانا بھی جائز نہیں، اور یہ مضمون حکم حجاب کی تمہید بھی ہے، پردہ کا حکم اس لئے ہے کہ شریف عورتیں ستائی نہ جائیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو ستاتے ہیں، بدوں اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو، وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں — ﴿بَغْيٍ مَا اتَّخَسَبُوا﴾ کے ذریعہ تادیب و سیاست کا استثناء کیا ہے، کسی جرم کی سزا دینا / دلوانا جائز ہے — بہتان: جھوٹی تہمت بھی صریح گناہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۚ مَلْعُونِينَ ۖ أَيَّمَا ائْتِمَارٍ أَخَذُوا وَقَتَّلُوا تَقْتِيلًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	اے نبی	أَنْ يُعْرَفْنَ	(۳) کہ پہچانی جائیں وہ	وَالْمُرْجِفُونَ ^(۴)	اور انہیں اڑانے والے
قُلْ	کہیں	فَلَا يُؤْذَيْنَ	پس نہ ستائی جائیں وہ	فِي الْمَدِينَةِ	نبی کے شہر میں
لِأَزْوَاجِكَ	اپنی بیویوں سے	وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	لَنُغْرِيَنَّكَ ^(۵)	تو ضرور مسلط کریں
وَبَنَاتِكَ	اور اپنی بیٹیوں سے	غَفُورًا	بڑے بخشنے والے	بِهِمْ	گے ہم آپ کو
وَنِسَاءِ	اور عورتوں سے	رَحِيمًا	بڑے مہربان	ثُمَّ	ان پر
الْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کی	لَئِنْ لَّمْ	بھلا اگر نہ	ثُمَّ	پھر
يُذْنِينَ ^(۱)	قریب کر لیں	يَنْتَهِ ^(۲)	باز آئے (رکے)	لَا يُجَاوِرُونَكَ ^(۶)	نہ ساتھ رہ سکیں گے
عَلَيْهِنَّ	اپنے اوپر	الْمُنَافِقُونَ	منافقین	فِيهَا	وہ آپ کے
مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ^(۲)	اپنی چادروں سے	وَالَّذِينَ	اور جو	إِلَّا قَلِيلًا	شہر میں
ذَٰلِكَ	یہ بات	فِي قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں میں	مَلْعُونِينَ ^(۷)	مگر تھوڑا سا
أَدْنَىٰ	زیادہ قریب ہے	مَرَضٌ	روگ ہے		پھٹکارے ہوئے

(۱) يُذْنِينَ: مضارع، جمع مؤنث غائب، مصدر إدناء: نزدیک کرنا ذُنُو: نزدیک ہونا (۲) جلابیب: جلباب کی جمع: بڑی چادر جو کرتے پر اوڑھی جاتی ہے (۳) يَنْتَهِ: مضارع، واحد مذکر غائب، مصدر انتہاء: باز آنا، رکنا، اصل میں پنتھی تھا، لم کی وجہ سے یاء گر گئی ہے (۴) مُرْجِفٌ: اسم فاعل، مصدر إرجاف: مادہ رجف جھوٹی خبریں جو لوگوں کے دلوں کو لرزادیں، رَجَفَتِ الْأَرْضُ: زمین ہل گئی، بھونچال آگیا، لرز نے لگی (۵) نُغْرِيَنَّكَ: مضارع جمع متکلم، بانون تاکید، مصدر اغواء: مسلط کرنا۔ (۶) يُجَاوِرُونَ: مضارع، جمع مذکر، مصدر مجاورۃ: پڑوس میں رہنا، ساتھ رہنا (۷) مَلْعُونِينَ: لایجاورونک کے فاعل سے حال ہے

آيَمَّا ثُقُفُوا ^(۱)	جہاں بھی پائے جائیں	سُنَّةُ اللّٰهِ	دستور اللہ کا	وَكُنْ تَجِدَ اور ہرگز نہیں پائیں
اُحْذَرُوا وَقَاتِلُوا	پکڑے جائیں اور قتل کئے جائیں	فِي الَّذِينَ خَلَوْا	ان میں جو گزرے	لِسُنَّةِ اللّٰهِ
تَقْتِيلًا ^(۲)	بری طرح قتل کرنا	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے	تَبْدِيلًا بدلنا

مسلمان عورتیں کسی ضرورت سے نکلیں تو چہرہ چھپا کر نکلیں (آیت حجاب)

گذشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ستائی جاتی تھیں، اس لئے آیت حجاب کے ذریعہ بعض ایذاؤں کے انسداد کا بندوبست کیا، روایات میں ہے کہ مسلمان خواتین جب ضروریات کے لئے باہر نکلتیں تو بد معاش منافق تاک میں رہتے، اور چھیڑ چھاڑ کرتے، جب پکڑے جاتے تو کہتے: ہم نے سمجھا نہیں کہ یہ شریف عورت ہے، باندی سمجھ کر چھیڑ دیا! اس کا پہلا علاج یہی ہے کہ عورتیں ایسی وضع (حالت) اختیار کریں جس سے شرافت ٹپکے، اور وہ حالت عورت کا باپردہ نکلنا ہے، پھر بھی بد معاش باز نہ آئیں تو ان کو بجایا جائے، ان آیات میں یہی مضمون ہے۔

آیات کریمہ: — اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنے اوپر اپنے کچھ اوڑھنے قریب کر لیں، یہ بات زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں، پس وہ ستائی نہ جائیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں! — دور نبوی میں عورتیں اون کے بڑے اوڑھنے اوڑھتی تھیں، وہ کانوں کی طرف سے اوڑھنوں کو کھینچ کر ناک پر لے آئیں، ناک پر ایک لکیر رہے گی، جس سے راستہ نظر آئے گا، میں نے دی کے ایک میوزیم میں دیکھا جس میں قدیم عربوں کا کلچر دکھایا گیا ہے، عورتیں راستوں میں اسی طرح چل رہی تھیں، پس کتابوں میں جو لکھا ہے کہ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر لٹکالیوں، یہ بات صحیح نہیں، اس صورت میں راستہ کیسے نظر آئے گا؟ اور جو عورتیں ڈھاننا باندھتی ہیں، اور دونوں آنکھیں کھلی رکھتی ہیں، وہ بھی حجاب کے مقصد کو فوت کرتا ہے، لڑھکی آنکھیں ہیں، ناک، گال اور ہونٹ تھوڑے لڑھکتے ہیں! — اسی طرح جو لوگ سورة النور کی (آیت ۳۱) کو حجاب کی آیت سمجھتے ہیں: وہ بھی غلط فہمی ہے، اس آیت میں تو یہ بیان ہے کہ عورت کو محارم اور محارم جیسوں کے درمیان کس طرح رہنا چاہئے؟ سورة النور کا موضوع اصلاح معاشرہ ہے — حجاب کی آیت تو یہ ہے، اس میں چہرہ چھپانے ہی کا حکم ہے، اور ہتھیلیاں اور پاؤں کے بارے (۱) تَقِفْ بِقُفٍّ (س) تَقِفًا: پانا، ملنا، اسی کے معنی ہیں: اور اک کرنا، اسی سے مُتَقِفٌ: مہذب ہے، مگر قرآن میں صرف پانے کے معنی میں مستعمل ہے (۲) تَقْتِيلًا: ای قُتِلُوا اَبْلَغُ قَتْلِ (روح) مفعول مطلق ہے نوعیت بیان کرنے کے لئے۔

میں سکوت ہے، پس احتیاط ان کے چھپانے میں ہے۔

پہچانی جائیں کہ یہ شریف عزت دار خاتون ہے، پس بدنیت لوگ اس پر بری نظر نہیں ڈالیں گے، یورپ اور امریکہ میں میں نے دیکھا ہے: باپردہ خاتون عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، اور نیم عریاں نگاہوں کا نشانہ بنتی ہے، مگر اب برقعے بھی ایسے چمک دمک کے نکل آئے ہیں کہ بے ارادہ بھی لوگ دیکھتے ہیں، جبکہ اندر نانی ماں ہوتی ہے، ایسے برقعوں سے عورتوں کو احتراز کرنا چاہئے، یہ برقع میں جھپٹڑے لگانا ہے، نیک چلنی کے پردے میں بد چلنی کرنا ہے!

اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشے والے بڑے مہربان ہیں: یعنی باوجود اہتمام کے کچھ کوتاہی ہو جائے گی تو اللہ کی مہربانی سے بخشش کی توقع ہے — آگے عام چھیڑ چھاڑ کی نسبت دھمکی ہے، خواہ بی بی سے ہو یا لونڈی سے، ارشاد فرماتے ہیں: —

بخدا! اگر باز نہ آئے منافقین اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے تو ہم ضرور آپؐ کو ان پر مسلط کریں گے، پھر وہ لوگ مدینہ میں آپؐ کے پاس بہت ہی کم رہنے پائیں گے (وہ بھی) پھٹکارے ہوئے، جہاں بھی ملیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے! — (یہی) دستور الہی ہے ان لوگوں میں جو آپؐ سے پہلے ہوئے ہیں، اور آپؐ قانون خداوندی میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے — یہ منافقوں اور بد معاشوں کی دنیوی سزا کا بیان ہے، آخرت کی سزا قیامت کے دن ملے گی، قیامت کا بیان اگلی آیات میں ہے — پھر ہوا یہ کہ دنیا میں سخت سزا کی دھمکی سن کر عقل ٹھکانے آگئی، وفات نبوی کے وقت صرف بارہ منافق رہ گئے تھے، اتنے تھوڑے کیا شرارت کرتے، اس لئے شہر بدر کرنے کی نوبت نہیں آئی — قولہ: مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے: یعنی پاک دامن عورتوں کے بارے میں بے پرکی اڑانے والے، جیسے صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں کیا — قولہ: پھٹکارے ہوئے: یعنی جو بد قماش عورتوں کو چھیڑتے ہیں وہ معاشرہ میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے، اگرچہ معاشرہ غیر مسلموں کا ہو، وہ بھی بد اطواروں کو برا سمجھتے ہیں — قولہ: جہاں بھی ملیں پکڑے جائیں: یعنی فساد معاشرہ کے اس سوراخ پر حکومت کی نظر رہنی چاہئے، ترہیب بھی ضروری ہے، لوگوں کی پکڑ دھکڑ ہوگی تو بد معاش اپنی حرکتوں سے باز آئیں گے — قولہ: بری طرح قتل کئے جائیں: یعنی اس جرم میں قتل بھی کیا جاسکتا ہے، مگر یہ حد نہیں، تعزیر و سیاست ہے، جس کا قاضی کو اختیار ہے — قولہ: یہی دستور الہی ہے: یعنی حجاب اور اصلاح معاشرہ کے یہ احکام نئے نہیں، قدیم ہیں، ہر شریعت میں یہ احکام رہے ہیں، احکام پر زمانہ کی تبدیلی کا اثر پڑتا ہے، مگر سب پر نہیں، بعض احکام تمام شرائع میں یکساں رہے ہیں۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
تَكُونُ قَرِيبًا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ۝ خُلِدُوا فِيهَا أَبَدًا ۖ لَا

يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا اطَّعْنَا اللَّهَ
وَاطَّعْنَا الرَّسُولَ ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝
رَبَّنَا ارْتَحِمْ ضَعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَّهُمْ لَعْنَا كَبِيرًا ۝

۴۹۷

يَنفُكُ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ لَا تَمْلِكُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُذَرِّيكَ ^(۱) لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا	پوچھتے ہیں آپ سے لوگ قیامت کے بارے میں کہو بس اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور تجھے کیا پتہ شاید قیامت نزدیک ہو بے شک اللہ تعالیٰ نے پھنکارا ہے کافروں کو اور تیار کی ہے ان کے لئے دہکتی آگ	خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا يَوْمَ تَقَلَّبُ ^(۲) وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَاطَّعْنَا الرَّسُولَا	ہمیشہ رہنے والے اس میں سدا نہیں پائیں گے وہ کوئی کار ساز اور نہ کوئی مددگار جس دن اوندھے کئے جائیں گے ان کے چہرے دوزخ میں کہیں گے وہ اے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی رسول کی	وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا ^(۳) وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا رَبَّنَا ارْتَحِمْ ضَعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَّهُمْ لَعْنَا كَبِيرًا	اور کہا انھوں نے اے ہمارے رب! بیشک ہم نے اطاعت کی ہمارے سرداروں کی اور ہمارے بڑوں کی پس بچلا دیا انھوں نے ہم کو سیدھے راستہ سے اے ہمارے رب! دبھئے ان کو دو بار عذاب اور پھنکارے ان کو پھنکارنا بڑا
--	--	---	--	---	---

قیامت قریب ہے

منافقین میں گرو گھنٹال (بد معاشوں کے سرغنے) بھی تھے اور چیلے بھی، بڑے خود کچھ نہیں کرتے تھے، چھوٹوں سے
کرواتے تھے، وہ مسلمان عورتوں کو چھیڑتے اور ستاتے تھے، سابقہ آیات میں ان کو دھمکی دی ہے کہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ
(۱) یُذَرِّي: فعل مضارع معروف، إدراء: مصدر: جانا (۲) تَقَلَّبُ: مضارع مجہول، واحد مؤنث غائب، تَقَلَّبُ: اوندھا ڈالنا،
ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنا (۳) سَادَة: سید کی جمع: سردار۔

ورنہ شہر بدر کئے جاؤ گے، اور باہر جا کر بھی شرارتیں کرو گے تو وہاں بھی پکڑے جاؤ گے، اور سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ پھر معاملہ دنیا کی سزا پر منٹ نہیں جائے گا آخرت میں بھی سزا پاؤ گے، مگر انھیں آخرت کا یقین کہاں تھا؟ وہ استہزاء پوچھتے ہیں: قیامت کب آئے گی؟ ان کو جواب دیا جا رہا ہے کہ قیامت تو آئے گی اور آ کر رہے گی، وکل ماہو آب فہو قریب: جو بات ہونے والی ہے وہ تو ہونے والی ہے، تمہارے جاننے کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن چھوٹے کہیں گے: بڑوں نے ہمیں راستہ سے بھٹکایا، کاش ہم اللہ و رسول کی اطاعت کرتے! آج اس کا موقع ہے، کل کف افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

آیات پاک: (منکرین) آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ بتادیں: اس کا علم بس اللہ کے پاس ہے، اور (اے منکر) تجھے کیا پتہ! شاید قیامت قریب ہی ہو — پس اپنے انجام کی فکر کر — بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر دیا ہے، اور ان کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، نہ کوئی یار پائیں گے نہ کوئی مددگار! — اس دن کی فکر کر، فضول سوال سے کیا فائدہ؟ — (یاد کر) جس دن الٹ دیئے جائیں گے ان کے چہرے دوزخ میں — یعنی اونٹنوں سے منہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے — کہیں گے وہ: اے کاش! ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا اللہ کے رسول کا! — مگر اب کیا ہوتا ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت! — اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا کہا مانا، پس انھوں نے ہمیں سیدھے راستہ سے ہٹا دیا! اے ہمارے رب! اُن کو دھری سزا دیجئے، اور ان پر بڑی لعنت بھیجے! — تاکہ ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو! — ہائے زود پشیمانی کی پشیمانی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۖ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۖ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۖ لَيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتُ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتُ وَيَتُوبُ

اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے وہ لوگو جو	سَدِيدًا ^(۲)	سیدھی	فَآبِينَ	پس انکار انھوں نے
أَمَنُوا	ایمان لائے	يُضْلِحْ	سنوار دیں گے	أَنْ يَحْمِلْنَهَا ^(۳)	اس کو اٹھانے سے
لَا تَكُونُوا	نہ ہوؤ	لَكُمْ	تمہارے لئے	وَأَشْفَقْنَ	اور سہم گئے
كَالَّذِينَ	ان کی طرح جنھوں نے	أَعْمَا لَكُمْ	تمہارے کاموں کو	مِنْهَا	اس سے
أَذُوا	ستایا	وَيَغْفِرْ	اور بخشیں گے	وَحَمَلَهَا	اور اٹھایا اس کو
مُوسَى	موسیٰ کو	لَكُمْ	تمہارے لئے	الْإِنْسَانُ	انسان نے
فَبَرَأَا	پس بری کیا ان کو	ذُنُوبَكُمْ	تمہارے گناہوں کو	إِنَّهُ	بے شک وہ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے	وَمَنْ يُطِيعِ	اور جو کہمانے	كَانَ	ہے
مِمَّا	اس عیب سے جو	اللَّهُ	اللہ کا	ظَلُمًا	بڑا ظالم
قَالُوا	لگایا انھوں نے	وَرَسُولُهُ	اور اس کے رسول کا	جَهْلًا	بڑا ناداں
وَكَانَ	اور تھے وہ	فَقَدْ فَازَ	وہ یقیناً کامیاب ہوا	لِيُعَذِّبَ	تاکہ سزا دیں
عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے پاس	قَوْرًا	کامیاب ہونا	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَجِيهًا ^(۱)	آبرو وار	عَظِيمًا	بڑا	الْمُنْفِقِينَ	منافق مردوں
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے وہ لوگو جو	إِنَّا	بے شک ہم نے	وَالْمُنْفِقَاتِ	اور منافق عورتوں
أَمَنُوا	ایمان لائے	عَرَضْنَا	پیش کی	وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرک مردوں
اتَّقُوا	ڈرو	الْأَمَانَةَ ^(۳)	امانت (ذمہ داری)	وَالْمُشْرِكَاتِ	اور مشرک عورتوں کو
اللَّهُ	اللہ سے	عَلَى السَّمَوَاتِ	آسمانوں پر	وَيُثُوبَ	اور توجہ فرمائیں
وَقُولُوا	اور کہو	وَالْأَرْضِ	اور زمین پر	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
قَوْلًا	بات	وَالْجِبَالِ	اور پہاڑوں پر	عَلَى الْمُؤْمِنِينَ	ایماندار مردوں

(۱) وجیہ: آبرو والا، صاحبِ قدر و منزلت، عالی مرتبت (۲) سَدَدٌ (ض) سَدَادًا: سیدھا اور درست ہونا، سَدُّ قَوْلُهُ وَفَعَلُهُ: قول و فعل کا درست ہونا، فالقول والفعل سدید و أَسَدٌ (۳) الْأَمَانَةُ: مصدر کے معنی ہیں مطمئن ہونا اور اسم کے معنی ہیں: حفاظت کے لئے سپرد کی ہوئی چیز، مراد تکلیف شرعی ہے (۴) ان مصدر یہ ہے۔

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ	اور ایماندار عورتوں پر اور ہیں	اللہ عَفْوًا	اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے	تَّحِيًّا	بڑے مہربان
-----------------------------	-----------------------------------	-----------------	-------------------------------	-----------	------------

اس امت کے مؤمنین بنی اسرائیل کے مؤمنین کی راہ نہ اپنائیں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے تعلق سے منافقین کا حال بیان ہوا تھا، اب مؤمنین کو فہمائش کی جاتی ہے، مگر منافقین کے بجائے بنی اسرائیل کے مؤمنین کا تذکرہ فرماتے ہیں، صحیحین میں ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے، لوگوں نے کہا: ان کے بدن میں کوئی عیب ہے، برص کا داغ ہے یا أدرة (خصیہ پھولا ہوا) ہے، ایک دن ندی تالاب پر موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہا رہے تھے، کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے تھے، جب نہا کر کپڑوں کے پاس آئے تو پتھر کپڑے لے کر بھاگا، موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے، یہ کہتے ہوئے کہ پتھر! میرے کپڑے! وہ ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہاں لوگ تھے، سب نے آپ کو برہنہ دیکھ کر معلوم کر لیا کہ آپ بے داغ ہیں، پتھر کی یہ حرکت بطور خرق عادت تھی، اور موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب اضطراب تھا، ان کو خیال بھی نہ تھا کہ پتھر مجمع میں لے جا کر کھڑا کر دے گا، چونکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک جلیل القدر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے عیب ثابت کر دیا۔

اس واقعہ کا حوالہ دے کر مؤمنین کو فہمائش کی جاتی ہے کہ تم بھی ایسا نہ کرو گناہ نبی ﷺ کے سرمت تھونپو، منافقوں کی چال سے ہوشیار رہو، نبی ﷺ اللہ کے نزدیک عظیم المرتبت ہیں، ان کو تو اللہ تعالیٰ بے عیب ثابت کر دیں گے، اور تمہاری شامت آجائے گی، ارشاد فرماتے ہیں: — اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہوؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اس الزام سے جو انہوں نے لگایا، اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو مند تھے!

سیدھی سچی بات کہنے سے معاملات سنور جاتے ہیں

اب اسی سلسلہ میں ایک اصولی ہدایت دی جاتی ہے کہ سیدھی سچی بات کہو، اس سے معاملات سنور جائیں گے، اور کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل گئی تو اللہ تعالیٰ درگزر فرمائیں گے اور مؤمن کی کامیابی اطاعت میں ہے، اللہ و رسول کی اطاعت کرو کامیابی سے ہمکنار ہوؤ گے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! — اللہ کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، مثلاً: — سیدھی سچی بات کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے اعمال سنواریں گے، اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانتا ہے وہ یقیناً بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ فائدہ: یہ دو آیتیں نکاح کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہیں، اس لئے کہ نکاح کے بعد دو شخصوں میں اور دو خاندانوں میں

جوڑ پیدا ہوتا ہے، اور کبھی نزاع بھی پیش آتا ہے، پس اگر ساس بہو کے جھگڑے میں شوہر یا خسر سیدھی بات بولے تو نزاع نمٹ جائے گا، اور اگر کوئی ایک رستی کا سانپ بنائے تو بات بڑھے گی، اسی طرح دو خاندانوں کے جھگڑے میں بھی ثالث کا یہی کردار ہونا چاہئے، یہ بات سمجھانے کے لئے نکاح کے خطبہ میں یہ آیات شامل کی گئی ہیں۔

انسان نے بار امانت اٹھایا ہے تو اس کی لاج رکھے!

اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ انسان مکلف ہے، اس کو احکام دیئے گئے ہیں، پس اگر وہ اطاعت نہیں کرے گا تو آسمان وزمین اور پہاڑ اطاعت کریں گے؟ ان میں تو مکلف ہونے کی صلاحیت نام کو بھی نہیں، اور انسان میں وافر صلاحیت ہے، اس لئے اسی کو مکلف بنایا ہے، پس اطاعت اس کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک ہم نے امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی، پس انھوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا، اور وہ اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس کو اٹھایا، بے شک وہ بڑا ظالم بڑا نادان ہے۔

تفسیر: امانت سے مراد تکلیف کی ذمہ داری ہے، اور پیش کرنے سے مراد مخلوقات کی استعداد سے موازنہ کرنا ہے، اور آسمان وزمین اور پہاڑوں سے مراد بڑی مخلوقات ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری تمام مخلوقات کے سامنے پیش کی یعنی سب کی صلاحیتوں سے موازنہ کر کے دیکھا، کسی میں صلاحیت نہیں پائی، پس یہ پیش کش اور انکار فطری تھا، حسی اور قوی نہیں تھا، یعنی جس طرح جانور کے سامنے گھاس چارہ پیش کرتے ہیں، اس قبیل سے نہیں تھا، اور ڈر جانے کا مطلب ہے: ان میں قطعاً صلاحیت نظر نہ آئی، تمام مخلوقات کی استعدادوں اور امانت (تکلیف) میں کوئی جوڑ نظر نہ آیا۔

اور جب امانت کا انسان کی صلاحیت اور استعداد سے موازنہ کیا گیا تو پوری پوری مطابقت نظر آئی، یہی مطلب ہے انسان کے امانت کو اٹھانے کا۔ اور انسان میں وافر صلاحیت کے موجود ہونے کی دلیل اس کا ظلم و جہول ہونا ہے۔ ظلم و جہول مبالغہ کے صیغے ہیں اور ظالم و جاہل وہ ہوتا ہے جس میں جاننے اور انصاف کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، مگر نہ جانے یا انصاف نہ کرے، چنانچہ دیوار، اینٹ، پتھر کو ہم نہ ظالم کہہ سکتے ہیں نہ جاہل، کیونکہ ان میں انصاف کرنے کی اور جاننے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اور انسان نہ صرف یہ کہ عالم و عادل ہو سکتا ہے، بلکہ وہ علیم و عدول بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح وہ نہ صرف ظالم و جاہل ہو سکتا ہے بلکہ ظلم و جہول بھی ہو سکتا ہے۔

غرض انسان میں دونوں طرح کی وافر صلاحیتیں موجود ہیں اور انسان کے علاوہ فرشتے ہیں ان میں صرف ایک طرفہ صلاحیت ہے، وہ ظلم و جہول نہیں ہو سکتے، اور بہائم میں عالم و عادل ہونے کی صلاحیت نہیں۔

یہاں سے یہ سوال بھی حل ہو گیا کہ انسان نے کام وہ کیا جو کوئی نہیں کر سکا، اور صلہ یہ ملا کہ وہ ظلم و جہول ہے! اس کا

جواب یہ ہے کہ ظلوم و جہول صرف صفات ذم نہیں، ان میں صفات مدح بھی مضمر ہیں، یعنی اگر وہ چاہے تو علیم و عدول بھی بن سکتا ہے، اس میں اس کی بھی وافر صلاحیت موجود ہے اور نہ چاہے تو ظلوم و جہول ہوگا۔

بار امانت اٹھانے کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

ارشاد فرماتے ہیں: — تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا

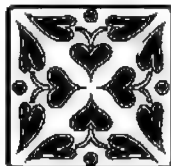
دیں، اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر عنایت فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخششے والے بڑے مہربان ہیں۔

تفسیر: لعذاب میں لام: لام عاقبت ہے یعنی تکلیف شرعی کا انجام یہ ہوگا، یہ لام: لام علت نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے ثواب و عقاب کی غرض سے انسان کو پیدا نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں، ان کے کاموں میں حکمت تو ضرور ملحوظ ہوتی ہے، مگر ان کے کام معلل بالاغراض نہیں ہوتے یعنی وہ کوئی بھی کام کسی غرض سے نہیں کرتے، کیونکہ کسی غرض کے لئے کام کرنا خود غرضی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں۔

یہاں سے یہ سوال بھی حل ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ثواب و عقاب کے لئے انسانوں کو بار امانت اٹھوایا ہے تو منشأ خداوندی ضرور پورا ہوگا، پھر بے چارے انسان کا کیا قصور؟ جواب یہ ہے کہ یہ سوال لام علت ہونے کی صورت میں متوجہ ہوگا، لام عاقبت ہونے کی صورت میں سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

اور لام عاقبت کی مثال یہ ہے کہ دنیا کے تمام تعلیمی ادارے اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں، طلبہ کو فیل کرنے کے لئے کوئی ادارہ قائم نہیں کیا جاتا، مگر نتیجہ بہر حال دونوں طرح کا سامنے آتا ہے، بدشوق طلبہ فیل ہو جاتے ہیں، مگر ادارہ ان کو فیل کرنے کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ اسی طرح سورة الملک آیت ۲ میں اور سورة الکہف آیت ۷ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کارخانہ حیات ان لوگوں کو الگ کرنے کے لئے قائم کیا ہے جو بہترین کام کرتے ہیں گو نتیجہ یہ نکلے گا کہ کچھ لوگوں سے جہنم بھر جائے گی۔

﴿الحمد للہ! ۱۴/۱۲ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ = ۳۰/۸ اگست ۲۰۱۵ء کو سورة الاحزاب کی تفسیر پوری ہوئی﴾



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ سبا

نمبر شمار ۳۴ نزول کا نمبر ۵۸ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۵۴ رکوع: ۶

یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس میں قوم سبا کی ناشکری اور سزایابی کا تذکرہ ہے، اس لئے اس کا یہ نام رکھا ہے، اس سورت میں توحید، رسالت (مع دلیل رسالت) اور آخرت زیر بحث ہیں، یہی عقائد بنیادی امانت (تکلیف شرعی) ہیں، سب سے پہلے دو آیتوں میں توحید کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہیں: اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی، پھر آخرت کا بیان ہے، اس کے آخر میں اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندوں کا ذکر آیا ہے، اس لئے دوشا کر بندوں (داؤد و سلیمان علیہما السلام) کا تذکرہ کیا ہے، یہ دونوں حضرات عظیم بادشاہ تھے، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے دو دو عظیم اور عجیب انعامات سے نوازا تھا، جس کا انھوں نے شکر ادا کیا، اور کامیاب ہوئے، پھر ناشکری کرنے والی قوم سبا کا تذکرہ کیا ہے، یہ بھی عظیم قوم تھی، ان کا تمدن بام عروج پر پہنچا ہوا تھا، مگر جب انھوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی تو عرم کے سیلاب نے ان کو تباہ کر دیا، اس کے بعد ابطال شرک کا مضمون شروع ہوا ہے، اور اس کے بعد رسالت کا بیان ہے، اور یہ بات بیان کی ہے کہ دولت اور اولاد کا نشہ بہت برا ہے، انکارِ قرآن کا سبب یہی ہے، اور قرآن کریم کا خاص اسلوب: بیان کیا ہے، اور وعید بھی کہ منکرین قرآن جب دوزخ میں پکڑے آئیں گے تو وہاں ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا، اس کے بعد رسول، قرآن اور اس کی تعلیمات پر کفار کا تبصرہ اور اس کا جواب ہے، اور آخر میں بطور نصیحت چھ باتیں ذکر کر کے سورت ختم کی ہے۔



ایاتھا ۵۴ (۳۴) سُورَةُ سَبَأٍ مَكِّيَّةٌ (۵۸)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ
الْخَبِيرُ يَعْلَمُ مَا يَلْبِغُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ
فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝

اس سے	مِنْهَا	اور ان کے لئے	وَلَهُ	نام سے	بِسْمِ
اور جو	وَمَا	تمام تعریفیں ہیں	الْحَمْدُ	اللہ کے	اللَّهُ
اُترتا ہے	يَنْزِلُ	بچھلی دنیا میں	فِي الْآخِرَةِ	نہایت مہربان	الرَّحْمَنِ
آسمان سے	مِنَ السَّمَاءِ	اور وہ	وَهُوَ	بڑے رحم والے	الرَّحِيمِ
اور جو	وَمَا	بڑی حکمت والے	الْحَكِيمِ	تمام تعریفیں	الْحَمْدُ
چڑھتا ہے	يَعْرُجُ	بڑے باخبر ہیں	الْخَبِيرُ	اللہ کے لئے ہیں	لِلَّهِ
اس میں	فِيهَا	جانتے ہیں	يَعْلَمُ	جو	الَّذِي
اور وہ	وَهُوَ	جو داخل ہوتا ہے	مَا يَلْبِغُ	ان کے لئے ہے جو	لَهُ مَا
نہایت مہربان	الرَّحِيمِ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ	آسمانوں میں	فِي السَّمُوتِ
بڑے بخشنے والے ہیں	الْغَفُورُ	اور جو	وَمَا	اور جو	وَمَا
		کھلتا ہے	يَخْرُجُ	زمین میں ہے	فِي الْأَرْضِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اس سورت کا موضوع توحید، رسالت اور آخرت (معاد) ہے، گذشتہ سورت امانت کے بیان پر ختم ہوئی تھی، امانت: تکلیف شرعی کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے جب امانت کسی مخلوق کو سونپنے کا ارادہ کیا تو مخلوقات کی صلاحیتوں سے موازنہ کیا، بڑی سے بڑی مخلوق میں اس بار امانت کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں پائی، انسان میں اس کی کافی صلاحیت تھی، چنانچہ اس کو مکلف بنایا، یہ امانت عقائد و اعمال کا مجموعہ ہے، اور عقائد میں بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، یہی

عقائد اس سورت میں زیر بحث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود ہیں اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی

پہلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ اس عالم میں اور آخرت (آنے والے عالم) میں معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، کیونکہ دونوں عالموں میں مقام حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ساری کائنات کے وہی مالک ہیں، کوئی کسی چیز کا مالک نہیں، اور جو کائنات کا مالک نہیں وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ — علاوہ ازیں: معبود ہونا سب سے بڑی خوبی ہے، اور خوبی ہی پر تعریف ہوتی ہے، اور تعریفیں سب اللہ کے لئے ہیں، پس وہی معبود برحق ہیں۔ ارشاد پاک ہے: — تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جن کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے — یعنی اس دنیا میں معبود برحق اللہ تعالیٰ ہی ہیں — اور انہی کے لئے سب تعریفیں ہیں پچھلی دنیا میں — یعنی آنے والی دنیا میں بھی وہی معبود ہیں، کیونکہ اس میں نام کو بھی کسی کی ملکیت نہیں ہوگی — اور وہ بڑی حکمت والے بڑے باخبر ہیں — نہایت حکمت اور خبر داری سے کائنات کی تدبیر (انتظام) کر رہے ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ اکیلے پوری کائنات کا انتظام کیسے سنبھال سکتے ہیں؟ چھوٹے سے ملک کا انتظام بادشاہ اکیلا نہیں کر سکتا، اس کو اعوان و انصار کی ضرورت ہوتی ہے۔

جواب: دوسری آیت میں اس کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے، آسمان و زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز ان کے علم سے باہر نہیں، جو چیز زمین کے اندر جاتی ہے، جیسے کیڑے مکوڑے، بیج بارش کا پانی، اور جو اس کے اندر سے نکلتی ہے، جیسے گھاس کھیتی اور معدنیات وغیرہ، اور جو آسمان سے اترتی ہے، جیسے بارش فرشتے وغیرہ، اور جو اوپر چڑھتی ہے، جیسے ارواح اور ملائکہ وغیرہ سب کو اللہ کا علم شامل ہے، پس ان کے لئے اکیلے کائنات کا نظم کرنا کیا مشکل ہے؟ ان کو مددگاروں کی ضرورت نہیں، ارشاد فرماتے ہیں: — وہ جانتے ہیں جو زمین میں داخل ہوتا ہے، اور جو اس سے نکلتا ہے، اور جو آسمان سے اترتا ہے، اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور وہ بڑے مہربان بڑے بخشنے والے ہیں — ان کی رحمت سے دنیا چل رہی ہے، وہ خطاؤں کو بخشتے ہیں، اگر کوتاہیوں پر فوراً گرفت کرنے لگیں تو دنیا ایک لمحہ میں ختم ہو جائے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۖ عَلِيمُ الْغُيُوبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۚ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ

وَرَزَقُ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَكُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجَزِ الْيَمْرِ ۝
وَيَرْى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِّن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ۖ وَيَهْدِي
إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنْبِئُكُمْ
إِذَا هُرِّقْتُمْ كُلُّ مُمَرِّقٍ ۖ لَّكُم لَقِي خَلْقٌ جَدِيدٌ ۝ أَفَتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ
بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ
أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ طَائِفٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ أَنَّ سَاقُطًا
عَلَيْهِمْ كَسَفَا مِّنَ السَّمَاءِ طَائِفٌ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةٌ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

وَقَالَ	اور کہا	عَنْهُ	ان سے	أَمِنُوا	ایمان لائے
الَّذِينَ	جنہوں نے	مُثْقَلٌ	مقدار	وَعَمِلُوا	اور کئے انہوں نے
كَفَرُوا	انکار کیا	ذَرَقٌ	ذرہ کی	الضَّلَالَةِ	نیک کام
لَا تَأْتِنَا	نہیں آئے گی ہم پر	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں	أُولَٰئِكَ لَهُمْ	انہی لوگوں کے لئے
السَّاعَةُ	قیامت	وَلَا فِي الْأَرْضِ	اور نہ زمین میں	مَغْفِرَةٌ	بخشش ہے
قُلْ	کہہ	وَلَا أَصْغَرُ ^(۳)	اور نہ چھوٹی چیز	وَرَزَقٌ	اور روزی
بَلَىٰ	کیوں نہیں!	مِنَ ذَٰلِكَ	اس (ذرہ) سے	كَرِيمٌ	عزت کی
وَرَبِّهِ	میرے رب کی قسم!	وَلَا أَكْبَرُ	اور نہ بڑی چیز	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ
لَتَأْتِيَٰكُمْ	ضرور آئے گی تم پر	لَا فِي كِتَابٍ	مگر نوشتہ میں ہے	سَعَوْ ^(۴)	دوڑے
عَلِيمٌ ^(۱)	جاننے والے	مُتَبِينَ	واضح	فِي آيَاتِنَا	ہماری آیتوں میں
الْغَيْبِ	غیب کے	لِيَجْزِيَ	تاکہ بدلہ دیں	مُعْجِزِينَ ^(۵)	ہرانے کے لئے
لَا يَغْزِبُ ^(۲)	نہیں غائب ہے	الَّذِينَ	ان کو جو	أُولَٰئِكَ لَهُمْ	وہ لوگ، ان کے لئے

(۱) عالم: رب کی صفت ہے، غیب: جو انسانوں کے لئے پوشیدہ ہے (۲) غَزَبَ (ن) غَزُوْبًا: دور ہونا، مخفی ہونا (۳) وَلَا أَصْغَرُ: مبتداء، إلا فی کتاب: خبر (۴) سَعَوْ: میں جمع کا الف نہیں لکھا گیا (۵) معاجزین: سعو کے فاعل سے حال ہے۔

عَذَابٌ مِّنْ رَّجِيحٍ ^(۱)	عذاب ہے سخت	هَلْ نَدُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ	کیا بتلائیں ہم تم کو ایسا شخص	الْبَعِيدِ	دور کی
أَلَيْسَ وَبَرٍّ	در دناک اور دیکھتے ہیں	يُنَبِّئُكُمْ إِذَا هُرِفْتُمْ	جو خبر دیتا ہے تم کو (کہ) جب ٹکڑے کر دیئے جاؤ گے تم	إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ	اس چیز کی طرف جو ان کے سامنے ہے
الَّذِينَ أَوْتُوا	جو لوگ دیئے گئے	كُلِّ مَمَرٍ	پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے
الْعِلْمِ الَّذِي ^(۲)	علم (کہ) جو	لَا يَكُ لِقَعِ خَلْقٍ	بے شک تم یقیناً پیدائش میں ہوؤ گے	وَالْأَرْضِ	اور زمین سے
أُنزِلَ إِلَيْكَ	اتارا گیا آپ کی طرف	جَدِيدٍ أَفْتَرَى ^(۳)	نئی کیا گمراہ اس نے	نَحْسِفَ بِهِمْ	دھنسا دیں ان کے ساتھ
مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ^(۴)	آپ کرب کی جانب سے وہی برحق ہے	كَذِبًا أَمْرِهِ	اللہ پر یا اس کو	الْأَرْضِ أَوْ نَسْقُطَ	زمین کو یا گرا دیں
وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ	اور لے جاتا ہے وہ (قرآن) راہ کی طرف	جَنَّةٍ ^(۵)	سودا (جنوں) ہے	عَلَيْهِمْ كَسِفًا	ان پر کوئی ٹکڑا
الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ	زبردست ستودہ کی	بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ	بلکہ جو ایمان نہیں رکھتے	مِنَ السَّمَاءِ إِنَّ فِي ذَلِكََ	آسمان کا بے شک اس میں
وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا جنہوں نے	بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ	آخرت پر عذاب میں ہیں	لَا يَأْتِي لِكُلِّ عَمْدٍ	البتہ نشانیاں ہیں ہر بندے کے لئے
كَفَرُوا	انکار کیا	وَالضَّلِيلِ	اور گمراہی میں	مُنِيبٍ ^(۶)	رجوع ہونے والے

(۱) رجز: گندہ، سخت۔ (۲) الذی أنزل: یری کا مفعول اول ہے اور پہلا الذی فاعل ہے (۳) هو الحق: یری کا مفعول ثانی ہے، اور هو ضمیر فصل ہے۔ (۴) الہوری میں ہمزہ استفہام ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے (۵) جنة: جن سے ہے، جس کے معنی چھپانے کے ہیں یعنی دیوانگی جو عقل کو چھپا دیتی ہے (۶) منیب: اسم فاعل، إنباء مصدر: اللہ کی طرف رجوع ہونا، خلوص کے ساتھ توبہ کرنا۔

قیامت کا بیان

اسلامی نظریہ یہ ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ نہیں چلے گی، ایک وقت آئے گا جب اس کو ختم کر دیا جائے گا، پھر یہی کائنات نئے سرے سے پیدا کی جائے گی، اس کے بعد جزا و سزا کا مرحلہ شروع ہوگا، اسی کا نام قیامت ہے۔ اب توحید کے بعد آخرت (پچھلی زندگی) کا بیان شروع کرتے ہیں، اصولاً توحید کے بعد رسالت کا ذکر آنا چاہئے، مگر چونکہ توحید کی دلیل میں آخرت کا تذکرہ آیا ہے: ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ﴾ اس لئے رسالت کے موضوع کو مؤخر کر کے آخرت کا بیان شروع کرتے ہیں اور منکرین: آخرت کا چونکہ قوت سے انکار کرتے ہیں، اس لئے قوت سے ان کا رد کیا ہے۔ فرماتے ہیں: — اور منکرین نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی! جواب دو: کیوں نہیں! میرے پوشیدہ باتوں کو جاننے والے پروردگار کی قسم! تم پر قیامت ضرور آئے گی — قیامت کا علم مخلوقات کے لئے غیب ہے، مگر اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں کو بھی جانتے ہیں، اس لئے قسم کھا کر جواب دیا کہ قیامت ضرور آئے گی — اس کے بعد اللہ کے شمولی علم کا بیان ہے: — ان سے پوشیدہ نہیں ذرہ بھر چیز آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ اس (ذرہ) سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ کوئی بڑی چیز ہے مگر وہ واضح نوشتہ (لوح محفوظ) میں ہے — اس میں منکرین کے اس خیال کا جواب بھی آ گیا کہ دنیا میں چھوٹی بڑی ان گنت چیزیں ہیں، سب کو دوبارہ کیسے وجود میں لایا جاسکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ نہ صرف اللہ کے علم میں ہے، بلکہ لوح محفوظ میں ریکارڈ ہے، پھر ان کو دوبارہ وجود میں لانا کیا مشکل ہے!

آخرت کیوں ضروری ہے؟ — تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، انہی لوگوں کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے — اور جو لوگ ہماری باتوں کو مات دینے کی کوشش کرتے ہیں انہی کے لئے بہت بری دردناک سزا ہے — یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے، کیونکہ اس دنیا میں جزا و سزا حکمت کے خلاف ہے — مات دینا: یعنی لوگوں کو قولاً و فعلاً اللہ کی باتوں سے روکنا۔

آخرت اور قرآن کے متعلق اہل علم کا خیال: — اور جو لوگ علم دیئے گئے — خواہ مسلمان ہوں یا اہل کتاب — وہ کہتے ہیں کہ جو آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے اتارا گیا وہی برحق ہے، اور وہ (قرآن) ستودہ زبردست کا راستہ دکھاتا ہے — بے شک قرآن ہی وہ کتاب ہے جو زبردست تعریف کئے ہوئے اللہ تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ بتاتا ہے، اور قیامت کے متعلق اس کا جو بیان ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

آخرت کا انکار لے درجہ کی گمراہی ہے: — اور منکرین نے کہا: کیا ہم تم کو ایک ایسا شخص بتائیں جو تم کو خبر

دیتا ہے کہ جب تم پارہ پارہ کر دیئے جاؤ گے — یعنی مٹی ریزہ ریزہ کر دے گی — تو تم ضرور ایک نئے جنم میں ہوؤ گے، معلوم نہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس پر سودا سوار ہے! — یعنی اس کی ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے؟ یہ شخص یا مفتری ہے یا سوداگر، اس کا دماغ چل گیا ہے، اس لئے بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔

جواب: رسول کی بات نہ جھوٹ ہے نہ جنون — بلکہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ عذاب میں اور لمبی گمراہی میں ہیں — یعنی انکار آخرت کا عقیدہ خود عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی ہے، جیسے حسد کی سزا خود حسد ہے، اور آخرت کا عقیدہ ہی راستی کا سبب ہے، جو آخرت کو نہیں مانتا وہ نہ اچھے عمل کرتا ہے نہ برے عمل سے بچتا ہے، نہ توحید و رسالت اس کی سمجھ میں آتی ہے۔

منکرین کو اللہ تعالیٰ سزا دے سکتے ہیں: — کیا وہ دیکھتے نہیں آسمان وزمین کی ان چیزوں کو جو ان کے سامنے ہیں اور جو ان کے پیچھے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ان کے ساتھ زمین کو دھنسا دیں، یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں — پس وہ صفحہ ہستی سے مٹ کر رہ جائیں — بے شک اس میں رجوع ہونے والے بندے کے لئے بڑی نشانی ہے! — وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح سزا دینے پر قادر ہیں، مگر ان کی رحمت پنپنے کا موقع دے رہی ہے!

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يَجِبَالُ اَوْبَىٰ مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۚ وَاسَلْنَا لَهُ الْحَدِيدَ ۙ
 اَنْ اَعْمَلَ سَبْعَ سَبْعَاتٍ وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ وَاَعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝
 الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقُطْرِ وَمِنَ الْجِبِّ مَن
 يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝
 يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَتَمَاثِيلٍ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رُسِيَّتٍ ۚ اَعْمَلُوا
 اِلٰى دَاوُدَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۝ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا
 دَلَّاهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ ۚ اِلَّا دَابَّةَ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنۢ سَعَاتِهِ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ اَنْ لُّوْكَانُوا
 يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے:	آتَيْنَا	دی ہم نے	دَاوُدَ	داؤد کو
----------	------------------------	----------	----------	---------	---------

مِنَّا ^(۱)	اپنی طرف سے	بِمَا تَعْمَلُونَ	جو کچھ تم کرتے ہو	رَبِّهِ	ان کے رب کی
فَضْلًا	بڑی نعمت (دولت)	بَصِيرَةً	دیکھنے والا ہوں	وَمَنْ يُزِغْ ^(۱۰)	اور جو ٹیڑھا ہوگا
يُجْبَالُ	اے پہاڑو	وَلَسُكَيْمِنَ	اور (محرک) سلیمان کیلئے	مِنْهُمْ	ان میں سے
أَوْبَى ^(۲)	آواز کو لوٹاؤ	الرَّيِّحِ	ہوا کو	عَنْ أَمْرِنَا	ہمارے حکم سے
مَعَهُ	ان کے ساتھ	عُدُوْهَا	اس کا صبح کا چلنا	نُذِقُهُ	چکھائیں گے ہم اس کو
وَالطَّيْرِ ^(۳)	اور اے پرندو (تم بھی)	شَهْرٌ	ایک ماہ ہے	مِنْ عَذَابٍ	عذاب سے
وَالنَّاسِ ^(۴)	اور نرم کیا ہم نے	وَرَوَّاحُهَا	اور اس کا شام کا چلنا	السَّعِيرِ	آگ کے
لَهُ	ان کے لئے	شَهْرٌ	ایک ماہ ہے	يَعْمَلُونَ	بناتے ہیں وہ
الْحَدِيدَ	لوہے کو	وَأَسْلَنَّا ^(۸)	اور بہایا ہم نے	لَهُ	ان کے لئے
أَنْ أَعْمَلَ ^(۵)	کہ بناؤ	لَهُ	ان کے لئے	مَا يَشَاءُ	جو چاہتے ہیں وہ
سِبْغَتِ	کشادہ زریں	عَيْنِ	چشمہ	مِنْ تَحَارِيْبٍ ^(۱۱)	بڑے محلات
وَقَدِيدِ ^(۶)	اور اندازہ رکھو	الْقَطْرِ ^(۹)	تابنے کا	وَتَمَائِيلِ ^(۱۲)	اور نقشے
فِي السَّرَدِ ^(۷)	جوڑنے میں	وَمِنَ الْجِبِ	اور جنات میں سے	وَجِفَانِ ^(۱۳)	اور بڑے پیالے
وَأَعْمَلُوا	اور کرو تم	مَنْ يَفْعَلُ	بعض کام کرتے ہیں	كَالْجَوَابِ ^(۱۴)	جیسے گول بڑا گھڑا
صَالِحًا	نیک کام	بَيْنَ يَدَيْهِ	ان کے سامنے	وَقُدُورِ ^(۱۵)	اور دیکھیں
إِنِّي	بے شک میں	يَاذُنِ	اجازت سے	رُؤْسِيَّتِ ^(۱۶)	جی رہنے والی

(۱) مِنَّا: کائنات محذوف سے متعلق ہو کر فضلاً (مفعول ثانی) کی صفت ہے (۲) أَوْبَى: فعل امر، واحد مؤنث حاضر أَوْبَ تاویناً: آواز کو لوٹانا، آواز کے ساتھ ملا کر پڑھنا آب یتوب: لوٹنا (۳) والطیر: الجبال کے محل پر عطف ہے، جبال: محلاً منصوب ہے ای ادعو الجبال (۴) أَلْنَا: ماضی، جمع متکلم، إلامۃ: نرم کرنا (۵) ان: مصدریہ، حرف جزم محذوف ای لعمل سابعات (۶) قَدَّرَ الشَّيْءَ: اندازہ لگانا (۷) سَرَدَ (ن) السَّرَدُ: الدرغ: ایک حلقہ کو چیر کر اس میں دوسرا حلقہ فٹ کرنا یعنی زرہ کی تیاری میں سمجھ بوجھ سے کام لو۔ اور سَرَدَ الشَّيْءَ کے معنی ہیں: لگاتار کرنا، جیسے سَرَدَ الْحَدِيثَ: مسلسل حدیثیں پڑھنا (۸) أَسْلَنَّا: بہانا، جاری کرنا، پگھلانا سَالً (ض) سَبِيلًا: بہنا، اُمنڈ آنا (۹) الْقَطْرُ: پگھلا ہوا تانبہ، الْقَطْرُ: بارش (۱۰) الرُّيْعُ: اعتدال سے ہٹنا (۱۱) مَحَارِبُ: محل (۱۲) التَّمَائِلُ: نقش جو کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنا ہوا ہو، فی ثوبہ تمائیل: اس کے کپڑے میں نقش ہیں (۱۳) الْجِفْنَةُ: بڑا پیالہ، ڈونگا (۱۴) الْجَوْبَةُ: گول بڑا گھڑا (۱۵) الْقُدُورُ: ہانڈی، دیگ (۱۶) الرُّؤْسِيَّةُ: ایک جگہ گڑی ہوئی دیگ جس کو منتقل کرنا آسان نہ ہو۔

اعْمَلُوا	عمل کرو تم	الْمَوْتِ	موت کا	تَبَيَّنَتْ ^(۴)	تو معلوم کر لیا
أَلْ دَاوُدَ	اے خاندان داؤد	مَا دَلَّكُمْ	(تو) نہیں آگاہ کیا ان کو	الْجَنِّ	جنات نے
شُكْرًا ^(۱)	بطور شکر	عَلَىٰ مَوْتِهِ	ان کی موت سے	أَنْ لَّوْكَانُوا	کہ اگر ہوتے وہ
وَقَلِيلٌ	اور کم ہیں	إِلَّا دَابَّةً ^(۲)	مگر جانور نے	يَعْلَمُونَ	جانتے
مِنْ عِبَادِي	میرے بندوں میں سے	الْأَرْضِ	زمین کے	الْغَيْبِ	چھپی چیزوں کو
الشُّكْرِ	شکر گزار	تَا كُلُّ	کھا رہا ہے	مَا لَبِثُوا	(تو) نہ ٹھہرتے وہ
فَلَمَّا قَضَيْنَا	پس جب فیصلہ کیا ہم نے	مِنْ سَاعَتِهِ ^(۳)	ان کی لاشی کو	فِي الْعَذَابِ	تکلیف میں
عَلَيْهِ	ان پر	فَلَمَّا حُكِرَ	پس جب گر پڑے وہ	الْمُهِنِ	ذلیل کرنے والی

اللہ کی طرف رجوع ہونے والے دو بندوں: داؤد و سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ

حضرت داؤد علیہ السلام: مشہور اسرائیلی پیغمبر ہیں، زبور آپ ہی پر نازل ہوئی ہے، یہ کتاب تورات کا تتمہ ہے، اس میں اللہ کی حمد و ثناء، عبدیت کا اعتراف، پند و نصائح اور ایضاً روح حکم ہیں، اور بعض بشارات اور پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام شجاعت و بسالت، اصابت رائے اور قوت فکر و تدبیر کے مالک تھے، اللہ نے آپ کو بڑی حکومت عنایت فرمائی تھی، قرآن میں آپ کو خلیفہ کہا گیا ہے، آپ عبادت و شکر گزاری کا مجسمہ تھے، سورۃ ص میں اس کا ذکر ہے، یہاں آپ کی دو خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے:

ایک: لجن داؤدی، آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ جب زبور پڑھتے یا تسبیح و تقدیس میں مشغول ہوتے تو وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے، اور آپ کی ہمنوائی کرتے، اور صرف یہی نہیں پہاڑ بھی اللہ کی حمد میں آپ کا ساتھ دیتے۔
دوم: آپ اپنی محنت کی کمائی سے کھاتے تھے، حکومت سے کچھ نہیں لیتے تھے، زر ہیں بٹتے، ان سے جو آمدنی ہوتی اس سے گھر کا خرچ چلاتے۔

تمہید: — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی — نبوت سے سرفراز کیا، زبور

(۱) شُكْرًا: مفعول لہ ہے (۲) الدَّابَّة: زمین پر چلنے والا جانور دَابَّةُ الْأَرْضِ: زمین کا جانور، کسی نے دیمک ترجمہ کیا ہے، دیمک کو أَرْضَةٌ، مُرْفَہ اور مُؤَمَّۃ الخشب کہتے ہیں، اور کسی نے گھن ترجمہ کیا ہے: یہ ایک کیڑا ہے جو کیڑی یا غلہ کو کھاتا ہے، لکڑی کھانے والے کیڑے کے لئے اردو میں کوئی خاص لفظ نہیں، گجراتی میں اس کو ڈوڑ کہتے ہیں، اور غلہ کھانے والے کیڑے کو ٹرسری کہتے ہیں۔
(۳) مِنْ سَاعَتِهِ (اسم آلہ): چرواہے کی لاشی (۴) تَبَيَّنَ الشَّيْءُ: واضح اور ظاہر ہونا۔

عنایت فرمائی، بڑی حکومت کا سربراہ بنایا اور ذاتی کمالات سے نوازا — آگے مثال کے طور پر دو انعامات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

پہلا انعام: — اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ آواز ملاؤ، اور اے پرندو (تم بھی) — یہ لجن داودی کا ذکر ہے، اور پتھروں میں بھی شعور ہوتا ہے، سورۃ البقرۃ (آیت ۷۴) میں ہے: ﴿وَإِنَّ مِنْهَا لَمَنْ يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾: بعض پتھر اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں، اور پرندوں کے شعور کا تو کون انکار کر سکتا ہے؟ — یہ لجن داودی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھی ملا تھا، اور آج بھی بعض قرآن پڑھتے ہیں تو ماحول وجد میں آجاتا ہے۔

دوسرا انعام: — اور نرم کیا ہم نے ان کے لئے لوہے کو (اور حکم دیا کہ) پوری زر ہیں بناؤ، اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو — نرم کرنے کا مطلب ہے: جس طرح چاہتے استعمال کرتے، موم کی طرح: ایک تعبیر ہے۔ آپ زر ہیں تیار کر کے فروخت کرتے تھے، اور اس سے گھر کا خرچ چلاتے تھے، بیت المال پر بار نہیں ڈالتے تھے — کہتے ہیں: کڑیوں کی زرہ سب سے پہلے آپ نے بنائی، پہلے لوہے کی پلیٹوں کی زر ہیں بنتی تھیں، جو بہت وزنی ہوتی تھیں، آپ نے فراخ اور کشادہ زر ہیں تیار کیں، اور اس کے حلقے اور کڑیاں خوب اندازے سے جوڑیں، اور شاندار بکتر تیار کئے۔

عام نصیحت: — اور نیک کام کرو، بے شک میں تم جو کچھ کر رہے اس کو دیکھ رہا ہوں — یعنی اس کارگیری میں اتنے نہ لگو کہ اللہ کی طرف سے غفلت ہو جائے، سب نیک کام کرو، اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کاموں کو دیکھتے ہیں۔

دینی کاموں کی اجرت (تن خواہ) لینا جائز ہے، اور نہ لینا داؤد علیہ السلام کا اسوہ ہے، اور جب تک ضرورت رہے لینا، پھر گنجائش ہو جائے تو واپس کر دینا اسوہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام: آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحب زادے ہیں، بڑے دبدبہ کی حکومت کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار انعامات سے نوازا تھا، یہاں دو انعامات کا تذکرہ کیا ہے:

پہلا انعام: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال حکومت عنایت فرمائی تھی، چرند و پرند اور جنات و انسان سب پر آپ کی حکومت تھی، ہوا آپ کے لئے مسخر کی گئی تھی اور تانبے کا چشمہ پانی کی طرح ابلتا تھا، جس سے جنات مصنوعات تیار کرتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور سلیمان کے لئے ہوا کو (مسخر کیا) اس کی صبح کی رفتار مہینہ بھر کی اور اس کی شام کی رفتار مہینہ بھر کی، اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہایا — ہوا تخت سلیمانی کو اڑا کر شام سے یمن اور یمن سے شام لے جاتی تھی، اونٹ کی سواری سے ایک ماہ کی مسافت آدھے دن میں طے ہو جاتی تھی — اور یمن میں تانبے کا چشمہ نکلتا تھا،

اس کو سانچوں میں ڈال کر جنات برتن تیار کرتے تھے۔

سوال: ہوا سے عام ہوا مراد ہے یا خاص، جیسے بھاپ اسٹیم وغیرہ؟ اگر عام ہوا مراد ہے تو وہ شام و یمن کے درمیان ہی کیوں آمد و رفت کرتی تھی؟ معروف ہوا تو ہر جگہ جاسکتی ہے، اور تانبا جامد (ٹھوس) مادہ ہے چشمہ کا کیا مطلب؟

جواب: تانبا، پیتل، لوہا رنگ اور سونا چاندی وغیرہ جامد ہی زمین سے نکلتے ہیں، پھر ان کو پگھال کر چیزیں تیار کی جاتی ہیں، پس اگر کوئی دھات زمین سے پگھلی ہوئی نکلے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

رہی ہوا تو اس کی حقیقت نہیں سمجھائی جاسکتی، قاعدہ ہے: دوسری دنیا کی چیزوں، ماضی بعید کی چیزوں اور آئندہ زمانہ کی چیزوں کی حقیقت نہیں جانی جاسکتی، اللہ کا عرش پر قائم ہونا، یا جوج ماجوج کے تیر اور آدم علیہ السلام کی کھنکھاتی مٹی سے تخلیق کون سمجھا سکتا ہے؟ پس اس ہوا کی نوعیت بھی نہیں جانی سکتی، کیونکہ یہ ماضی بعید کا معاملہ ہے۔

دوسرا انعام: — جنات سلیمان علیہ السلام کے بے دام غلام تھے — جنات انسان سے کہیں زیادہ طاقت ور ہیں، فرشتے ان سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں، بایں ہمہ وہ سلیمان علیہ السلام کی بیگار کرتے تھے، اور ان کے سرکشوں کو تو آپ نے پابند سلاسل کر دیا تھا، یہ سلیمان علیہ السلام پر اللہ کا انعام تھا، ان کا کوئی ذاتی کمال نہیں تھا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بعض جنات ان کے آگے کام کرتے تھے ان (سلیمان) کے رب کے حکم سے، اور جوان میں سے ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے، بناتے ہیں وہ ان کے لئے جوان کو منظور ہوتا ہے یعنی بڑے محلات، نقش و نگار، بڑے پیالے گھڑے جیسے اور دیکھیں ایک جگہ جمی رہنے والی۔

خاص نصیحت: — اے داؤد کے خاندان کے لوگو! تم شکر میں نیک کام کرو، اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں — یعنی اللہ کے عظیم الشان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرتے رہو، اور محض زبان سے نہیں، بلکہ عمل سے وہ کام کرو جن سے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ٹپکے، کیونکہ پورے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں، پس تم کامل شکر گزار بن کر اپنی قدر و منزلت بڑھاؤ (نوائد)

سلیمان علیہ السلام خدائی اختیارات کے مالک نہیں تھے، نہ جنات غیب داں ہیں: — سلیمان علیہ السلام پر اللہ نے جو دو انعامات کئے تھے، جن کا ذکر اوپر آیا، ان سے کسی کو غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ آپ خدائی اختیارات کے مالک تھے، چنانچہ جنات کو یہ دو غلط فہمیاں ہوئیں: ایک: وہ سمجھتے تھے کہ سلیمان علیہ السلام خدائی اختیارات کے مالک ہیں، جس سے انھوں نے جنات کو مسخر کیا ہے۔ دوم: وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ جنات غیب داں ہیں، مخفی باتوں کو جانتے ہیں — مگر دونوں باتوں کی حقیقت اس وقت کھلی جب سلیمان علیہ السلام کی اچانک موت واقع ہو گئی، آپ لاٹھی کے سہارے کھڑے

جنات کے کاموں کی نگرانی کر رہے تھے کہ موت کا وقت آگیا، موت کے بعد بھی آپ لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے، یہاں تک کہ زمین کا کوئی جانور آیا، اور اس نے لاٹھی کا زیریں حصہ کھالیا اور آپ گر پڑے، اب جنات کی دونوں غلط فہمیاں دور ہوئیں وہ سمجھ گئے کہ سلیمان علیہ السلام خدائی اختیارات کے مالک نہیں تھے، کیونکہ ان کی اچانک موت واقع ہو گئی، خود ان کو بھی اپنی موت کا وقت معلوم نہیں تھا۔ اور جنات نے یہ بھی جان لیا کہ وہ غیب داں نہیں، ورنہ زندگی بھر بے دام کے غلام بنے نہ رہتے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — پھر جب ہم نے ان کی موت کا فیصلہ کیا تو نہیں آگاہ کیا جنات کو ان کی موت سے مگر زمین کے جانور نے جو ان کی لاٹھی کو کھاتا تھا، پھر جب وہ گر پڑے تو جنات کے لئے حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ ٹھہرتے!

سوال: وہ زمین کا جانور کیا تھا جس نے لاٹھی کھائی تھی؟

جواب: معلوم نہیں، اور لا یعنی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

سوال: زمین کے اس جانور نے لاٹھی کتنی دیر میں کھائی تھی؟

جواب: معلوم نہیں، اور جو سال بھر کھڑے رہنے کی حدیث ہے وہ صحیح نہیں، ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں

لکھا ہے: وقد ورد في ذلك حديث مرفوع غريب، وفي صحته نظر: کیونکہ سوال ہوگا کہ کیا سال بھر آپ نے نماز نہیں پڑھائی، مقتدیوں نے آپ کی خبر کیوں نہیں لی، اور کیا سال بھر آپ نے کھانا نہیں کھایا، گھر والوں نے آپ کی خبر کیوں نہیں لی؟ آپ کے تو سو گھر تھے! اس لئے عقل یہ کہتی ہے کہ یہ چند گھنٹوں کی بات تھی۔ واللہ اعلم

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ، جَنَّتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۚ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ
وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ ۚ وَرَبُّ غَفُورٌ ۖ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ
وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثَلٍ وَشَيْءٍ مِّنْ سِنْدٍ قَلِيلٍ ۚ ذَلِكَ
جَزَيْنَهُم بِمَا كَفَرُوا ۚ وَهَلْ نُجِزِي إِلَّا الْكَفُورَ ۚ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم وَبَيْنَ الْقُرَىِّ الَّتِي
بُرُكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لِيُبَيِّنَ لِيَايَا أَمِينٍ ۚ
فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَرَّقْنَاهُمْ كُلَّ
مُمَرِّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۚ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ

ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ
مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۚ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِیْظٌ ۝

۱۱۲

لَقَدْ كَانَ	الہریم	عرم کا	فِیْہَا	ان میں
رِسَالًا	وَبَدَّلْنَاهُمْ	اور بدل دیئے ہم نے ان کو	قُرْءے	بستیاں
فِی مَسٰکِنِهِمْ	بِجَنَّاتِهِمْ	ان کے دو باغوں کے عوض	ظَاہِرَةً	نظر آنے والی
آیۃً	جَنَّاتٍ	دوسرے دو باغ	وَقَدَرْنَا	اور اندازہ کیا ہم نے
جَنَّاتٍ	ذَوَاتِیْ اُكْلٍ	پھل والے	فِیْہَا	ان میں
عَنْ یَّمِیْنٍ	حَمِطٍ	کیلے	السَّیْرِ	سفر کا
وَشِیْءًا	وَآثِلٍ	اور جھاڑ والے	سَبْرًا	چلو
كُلًّا	وَشَیْءٍ	اور کچھ	فِیْہَا	ان میں
مِّنْ رِّزْقٍ	مِّنْ سِنْدٍ	پیری والے	لَیَالِی	راتیں
رَبِّكُمْ	قَلِیْلٍ	تھوڑی	وَآیَٰمًا	اور دن
وَاشْكُرُوا	ذٰلِكَ	یہ	اٰمِنِیْنَ	اطمینان سے
لَهُ	جَزِیَّتِهِمْ	بدلہ دیا ہم نے ان کو	فَقَالُوْا	پس کہا انھوں نے
بَلَدًا	بِمَا كَفَرُوْا	ان کے کفر کی وجہ سے	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!
طَیِّبَةً	وَهَلْ نُجِزِیْ	اور نہیں بدلہ دیتے ہم	بَعْدَ	دوری کر دیں
وَرَبِّ	اِلَّا الْكُفُوْرَ	مگر ناشکروں کو	بَیْنَ اَسْفَارِنَا	ہمارے سفروں میں
عَقُوْرَ	وَجَعَلْنَا	اور بنائی ہم نے	وَوَظَلَمُوْا	اور ظلم کیا انھوں نے
فَاَعْرَضُوْا	بَیْنَهُمْ	ان کے درمیان	اَنْفُسُهُمْ	اپنی جانوں پر
فَاَرْسَلْنَا	وَبَیْنَ الْقَرْیَیْ	اور ان بستیوں کے درمیان	فَجَعَلْنَاهُمْ	پس بنا دیا ہم نے ان کو
عَلٰیہُمْ	الَّتِیْ	جو	اَحَادِیْثَ	واقعات
سَیْلٍ	بِرْكِنًا	برکت رکھی ہم نے	وَمَرَّتْ قَنْهَمُ	اور پارہ پارہ کر دیا ہم نے ان کو

کُلُّ مُشْرِقٍ	ہر طرح سے نکلے	ظَنَّهُ	اپنا گمان	مَنْ يُؤْمِنُ	اس کو جو یقین رکھتا ہے
إِنَّ فِي ذَلِكَ	بے شک اس میں	فَاتَّبَعُوا	پس پیروی کی انہوں	بِالْآخِرَةِ	آخرت پر
لَايَةٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	إِلَّا قَرِينًا	مگر کچھ لوگوں نے	مِنْهَا	اس سے
لِكُلِّ صَبَّارٍ	ہر صبر شعار کے لئے	مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین میں سے	فِي شَاكٍ	شک میں ہے
شَكُورٍ	شکر گزار	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	وَرَبِّكَ	اور آپ کا رب
وَلَقَدْ صَدَقَ	اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا	لَهُ عَلَيْهِمُ	اس کے لئے ان پر	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کا
عَلَيْهِمْ	ان پر	مِّن سُلَاطِينٍ	کچھ زور	حَفِيفٌ	نگہبان ہے
إِبْلِيسُ	شیطان نے	إِلَّا لِنَعْلَمَ	مگر تاکہ جانیں ہم		

ناشکری قوم سبا کا تذکرہ

دو شکر گزار بندوں کے تذکرہ کے بعد ایک ناشکری قوم کا تذکرہ کرتے ہیں۔ سبا: قحطانی نسل کی ایک مشہور شاخ تھی، اس کا وطن عرب کے جنوب میں یمن کا مشرقی علاقہ تھا، ان کے دار الحکومت کا نام مآرب تھا، ان کا تمدن عظیم الشان اور حکومت کی بنیادیں مضبوط تھیں، ان کا آخر زمانہ ۵۵۰ قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔

عرب میں دریا (بڑی ندیاں) نہیں ہیں، بارش کا پانی بہہ کر ریگستانوں میں ضائع ہو جاتا ہے، سبا والوں نے پہاڑوں اور وادیوں میں متعدد دیند باندھے تھے، ان کے بڑے اور مشہور بند کا نام عوم اور سد مآرب تھا، اور ان کا تجارتی تعلق ملک شام سے تھا، ایک شارع عام یمن سے شام جاتی تھی، اس کے دائیں بائیں سینکڑوں میل تک گھنے باغات تھے، جن کی تعریف میں مؤرخین رطب اللسان ہیں، اور شارع عام پر قریب قریب بستیاں تھیں، جس سے سفر بہ اطمینان ہوتا تھا، یہ دو نعمتیں ان کو حاصل تھیں: مقامی خوش حالی اور سفر کی آسانی۔

جب سبا والوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو بند ٹوٹ گیا، اور پانی پھیل گیا، جس سے وہ ہرے بھرے باغات اجڑ گئے، ان کی جگہ جنگلی درختوں نے لے لی، اور لوگ یا تو ہلاک ہو گئے یا تتر بتر ہو گئے، اور شارع عام پر جو بستیاں تھیں وہ بھی اجڑ گئیں۔

پہلی نعمت: — مقامی خوش حالی — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ قوم سبا کے لئے ان کے وطن میں بڑی نشانی ہے (شہر کے/بند کے/شارع عام کے) دائیں بائیں دو باغ تھے، اپنے پروردگار کی روزی کھاؤ، اور اس کا شکر بجالاؤ، ستمرا علاقہ اور

بڑا بخشے والا پروردگار — یعنی اگر بہ مقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جائے گی تو اپنی رحمت سے بخش دیں گے، خردہ گیری نہیں کریں گے۔

نعمت کی ناشکری اور اس کا نتیجہ: — سوانھوں نے سرتابی کی، پس ہم نے ان پر عرم کے بند کا سیلاب چھوڑ دیا، اور ہم نے ان کے دورویہ باغوں کو بدل دیا دوسرے دو باغوں سے: کیلے (بد مزہ) پھلوں والے، جھاؤ والے اور تھوڑے بیری کے درخت والے — جھاؤ: ایک قسم کا پودا ہے، جو دریاؤں کے کنارے پر اگتا ہے، اور جس سے ٹوکریاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں/ ایک جنگلی درخت ہے جس کی لکڑی فرنیچر میں استعمال ہوتی ہے — یہ ہم نے ان کو ان کی ناسپاہی کے سبب سزا دی، اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں!

دوسری نعمت: — سفر میں آسانی — اور بنائی ہم نے ان کے درمیان — مراد یمن ہے — اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی ہے — مراد شام ہے، بیت المقدس پہلے شام میں تھا — بستیاں نظر آنے والی — جعلنا کا مفعول ہے یعنی یمن سے شام تک عام راستہ پر دیہات بے ہوئے تھے، جس سے راستے مامون تھے — اور اندازہ ٹھہرایا ہم نے ان میں سفر کا — یعنی دن بھر چلنے کے بعد منزل آتی تھی، جہاں کھانا، پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا — چلو ان میں شب و روز بے خطر! — یعنی آبادیوں کے قریب قریب ہونے سے چور ڈاکوؤں کا خوف نہیں تھا، اور سفر کیا تھا ایک طرح کی تفریح تھی۔

نعمت کی بے قدری اور اس کا انجام: — پس انھوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں کے درمیان دوری کر دیجئے — اس طرح سفر میں لطف نہیں آتا، منزلیں دور ہوں، راستہ میں آبادیاں نہ ملیں، بھوک پیاس ستائے تب سفر کا مزہ آئے! — اور انھوں نے اپنی ذاتوں پر ظلم کیا — من و سلوا چھوڑ کر لہن پیاز ماگی! — پس ہم نے ان کو افسانے بنا دیا — سبا والوں کی اور ان کی عیش و عشرت کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں! — اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر کے تتر بتر کر دیا — کوئی کہیں جا بسا، کوئی کہیں جا گھسا، مدینہ کے قبائل اوس و خزرج وہیں سے آئے تھے — بے شک اس میں یقیناً عبرتیں ہیں ہر صبر شعار شکر گزار کے لئے — یعنی سبا کے حالات سن کر عقل مند عبرت حاصل کریں، اللہ فراخی اور عیش دے تو شکر بجالائیں اور کوئی تکلیف آئے تو صبر سے کام لیں اور اللہ سے مدد مانگیں (فوائد) شیطان کا نام انسان کا کام: اب ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں کہ سبا سے ناسپاسی شیطان نے کرائی، پس سزا اس کو ملنی چاہئے، سبا کو سزا کیوں ملی؟ جواب: شیطان کا تو نام ہوتا ہے، کام انسان کرتا ہے، شیطان تو شیرہ لگاتا ہے، خون خرابہ انسان کرتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے ان پر اپنا گمان صحیح ثابت کر دیا، پس

انہوں نے اس کی پیروی کی، البتہ کچھ مومنین بچ گئے، اور ابلیس کا ان پر کچھ زور نہیں تھا — ابلیس کا گمان تھا کہ وہ انسانوں کی اکثریت کو اپنے قابو میں کر لے گا (بنی اسرائیل ۶۲) سو اس نے کر لیا، سب لوگ اس کے پیچھے چل دیئے، کچھ ہی نفوس قدسیہ بچ گئے — آیت سبا کے ساتھ خاص نہیں، تمام انسانوں کو عام ہے — اور اگر خاص ہے تو ان میں سات ہادی آئے تھے، مگر شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہ لوگوں کو زبردستی راہ حق سے روک دیتا، اس کا کام صرف بہکانا پھسلانا ہے، پھر انسان اپنی مرضی سے اس کے پیچھے چلتا ہے، اور اتنی قدرت اس کو اس لئے دی گئی ہے کہ بندوں کا امتحان ہو — مگر اس لئے کہ ہم جانیں کہ کون آخرت پر یقین رکھتا ہے ان سے جدا کر کے جو آخرت کے بارے میں شک میں ہیں، اور آپ کا پروردگار ہر چیز کا نگران ہے — یعنی ایسا نہیں ہے کہ اللہ کو کچھ خبر نہیں، شیطان اللہ کی بے خبری میں بندوں کو اچک لیتا ہے۔ خوب سمجھ لو! سب کچھ اللہ کی نگاہ میں ہے اور شیطان کو جتنی آزادی دی ہے وہ حکمت و مصلحت سے ہے۔

قُلْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شَرْکٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظٰهِیۡرٍ ۝۳۰ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَہٗ اِلَّا لِمَنْ اٰذِنَ لَہٗ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِہِمۡ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ فَقَالُوْا الْحَقُّ ۚ وَہُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ۝۳۱ قُلْ مَنْ یَّرِزُّکُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ قُلِ اللّٰہُ وَاِنَّا اَوْ اٰیَاکُمْ لَعَلٰی ہُدٰی اَوْ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝۳۲ قُلْ لَا تُسَلُّوْنَ عَنَّا اَجْرَمَنَا وَلَا نُسَلُّ عَنْکُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۳ قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ۚ وَہُوَ الْفَتّٰحُ الْعَلِیْمُ ۝۳۴ قُلْ اُرُوْنِی الَّذِیْنَ اُحْقَقْتُمْ بِہٖ شُرَکَآءُ کَلَّا ۚ بَلْ ہُوَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝۳۵

قُلْ	کہو	مِثْقَالَ	بقدر	مِّنْ شَرْکٍ	کچھ سا جھا
اَدْعُوا	پکارو	ذَرَّةٌ	ذرہ کے	وَمَا لَهُ	اور نہیں اس کے لئے
الَّذِیْنَ	جن کو	فِی السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	مِنْهُمْ	ان سے
زَعَمْتُمْ	گمان کرتے ہو تم	وَلَا فِی الْاَرْضِ	اور نہ زمین میں	مِّنْ ظٰهِیۡرٍ	کوئی مددگار
مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ	اللہ سے نیچے	وَمَا لَهُمْ	اور نہیں ان کے لئے	وَلَا تَنْفَعُ	اور نہیں کام آئے گی
لَا یَمْلِكُوْنَ	نہیں مالک ہیں وہ	فِیْهِمَا	دونوں میں	الشَّفَاعَةُ	سفارش

ہمارے درمیان	بَيْنَنَا	اور زمین سے؟	وَالْأَرْضِ	اس کے پاس	عِنْدَهُ
ہمارے رب	رَبَّنَا	کہو:	قُلْ	مگر جس کے لئے	إِلَّا لِمَنْ
پھر فیصلہ کریں گے	ثُمَّ يَفْتَحُ	اللہ!	اللَّهُ	اجازت دیں اس کے لئے	أَوْ لَكَ
ہمارے درمیان	بَيْنَنَا	اور بے شک ہم	وَأَنَا ^(۳)	یہاں تک کہ جب	حَتَّىٰ إِذَا
برحق	بِالْحَقِّ	یا تم	أَوْ إِنَّا كُمْ	گھبراہٹ دور کی گئی	فَزِعَ ^(۱)
اور وہ	وَهُوَ	ضرور ہدایت پر ہیں	لَعَلِّي هُدًى	ان کے دلوں سے	عَنْ قُلُوبِهِمْ
انصاف سے فیصلہ کرنے والے	الْفَتْحُ	یا گمراہی میں ہیں	أَوْ فِي ضَلَالٍ	پوچھا انھوں نے	قَالُوا
خوب جاننے والے ہیں	الْعَلِيمُ	کہو:	مُبِينٍ	کیا فرمایا	مَاذَا قَالَ
کہو دکھلاؤ مجھے	قُلْ أَرُونِي	نہیں پوچھے جاؤ گے تم	لَا تَسْأَلُونِ	جواب دیا انھوں نے	قَالُوا
جن کو	الَّذِينَ	ان سے جو	عَمَّا	برحق (فرمایا)	الْحَقِّ ^(۲)
ملایا ہے تم نے	أَكْثَقْتُمْ	گناہ ہم نے کئے	أَجْرَمْنَا	اور وہ	وَهُوَ
اللہ کے ساتھ	بِهِ	اونہیں پوچھے جائیں گے ہم	وَلَا نَسْأَلُ	برتر	الْحَيُّ
شریک بنا کر	شُرَكَاءَ ^(۴)	ان سے جو	عَمَّا	بڑے ہیں	الْكَبِيرُ
ہرگز نہیں، بلکہ وہی	كَذَٰلِكَ هُوَ	تم کرتے ہو	تَسْأَلُونَ	پوچھو: کون	قُلْ مَنْ
اللہ زبردست	اللَّهُ الْعَزِيزُ	کہو	قُلْ	روزی دیتا ہے تم کو	يَزِدُّكُمْ
بڑے حکمت والے ہیں	الْحَكِيمُ	اکٹھا کریں گے	يَجْمَعُ	آسمانوں سے	مِنَ السَّمَوَاتِ

رابط: سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اس کے بعد رسالت کا بیان آنا چاہئے تھا، مگر دوسری آیت میں آخرت (پچھلی زندگی) کا ذکر آیا، اس لئے آخرت کا موضوع شروع ہو گیا، پھر اس کے آخر میں آیت ۹ میں اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندوں کا ذکر آیا، اس لئے دو بندوں (داؤد و سلیمان علیہما السلام) کا تذکرہ کیا، جو دونوں بڑی حکومتوں (۱) فُرُوع: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، مصدر تفریع: ڈرانا اور خوف دور کرنا، اضداد میں سے ہے، یہاں ثانی معنی مراد ہیں (۲) الْحَقِّ کی تقدیر عبارت ہے: قَالَ رَبَّنَا الْقَوْلَ الْحَقِّ: ہمارے رب نے برحق بات فرمائی (۳) وَإِنَّا: مماشات مع الخصم ہے (۴) شُرَكَاء: حال، تمیز اور اردوئی کا تیسرا مفعول ہو سکتا ہے، کیونکہ دعویت علمی مراد ہے۔

کے مالک تھے، ان پر اللہ کی دو دو نعمتوں کا تذکرہ کیا، جن کے وہ شکر گزار رہے، پھر ان کے بالمقابل سبا کا ذکر کیا، یہ بھی خوش حال قوم تھی، ان پر بھی اللہ کے دو انعامات کا ذکر کیا جن کی انھوں نے ناشکری کی، پس وہ برباد کر دیئے گئے اور وہ قصہ پارینہ بن گئے۔ اب پھر شروع کی طرف لوٹتے ہیں، اور تو حید کی ضد شرک کو باطل کرتے ہیں، تاکہ یہ بیان رسالت کے بیان کے ساتھ متصل ہو جائے۔

ابطال شرک

جونہ مالک ہو، نہ شریک، نہ مددگار وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟

مشارکہ (پارٹنرشپ) کے کاروبار میں ہر شریک کسی حصہ کا مالک ہوتا ہے، پس اس کو بولنے کا حق ہوتا ہے، اور مالک نہ ہو مگر کاروبار سنبھالنے میں ساجھی یا مددگار ہو تو اس کا بھی کچھ نہ کچھ حق ہوتا ہے، مگر مشرکین کے معبودوں کو تو ان میں سے کوئی چیز حاصل نہیں، نہ وہ کائنات کے کسی ذرہ کے مالک، نہ کائنات کے سنبھالنے میں حصہ دار، نہ مددگار: پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ ذرا کسی کو نامزد تو کرو جسے ان میں سے کوئی بات حاصل ہو؟ ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: پکارو ان کو — یعنی مشخص کرو — جن کو تم نے اللہ سے نیچے (خدائی میں شریک) سمجھ رکھا ہے، وہ ایک ذرہ کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں — یعنی کائنات کے — اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی بھاگی داری ہے، اور نہ اس کا ان میں سے کوئی مددگار ہے — اللہ تعالیٰ اکیلے ہی کائنات کے خالق و مالک ہیں اور وہی تنہا اس کو سنبھالے ہوئے ہیں، پھر خدائی میں ان کا شریک و ہم کماں کہاں سے آگیا؟

مشرکین اپنی مورتیوں کو اللہ کے یہاں سفارشی سمجھتے ہیں

مشرکین کہتے ہیں: ہم مورتیوں کی پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کر دیں (الزمر آیت ۳) کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں، ان کو جواب دیا جاتا ہے: — اور اللہ کے یہاں سفارش سود مند نہیں مگر جس کے لئے وہ (شفاعت کی) اجازت دیں — اور شفاعت کی اجازت صرف مؤمنین کے لئے ملے گی، پس تم کس خام خیالی میں مبتلا ہو!

جب آسمانوں میں وحی نازل ہوتی ہے تو فرشتے تھڑا جاتے ہیں

مشرکوں کا اور جاہل مسلمانوں کا خیال ہے کہ انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کا اللہ کے یہاں ایک مقام ہے، وہ اپنے جاہ سے کام لیں گے، اور ہمیں عذاب سے بچالیں گے، ان سے خطاب ہے کہ مقبولانِ بارگاہ کی اللہ کے نزدیک جاہ و عزت تو ہے:

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾: مگر جاہ و جلال کسی کا نہیں، مثلاً ملائکہ: جب آسمانوں میں وحی نازل ہوتی ہے تو تھرا جاتے ہیں، ان کے ہوش ٹھکانے نہیں رہتے، یہی کچھ حال انبیاء اور اولیاء کا ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: فرشتوں کی اللہ کے یہاں جاہ و عزت ہے، مگر ایک حد تک: — یہاں تک کہ جب ان (فرشتوں) کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ (بالائی فرشتے) جواب دیتے ہیں: برحق (فرمایا) وہ برتر بڑے ہیں — اس کی تفصیل بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۴۷۰۱) میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں (اور فرشتوں کو اس امر کی وحی کی جاتی ہے) تو فرشتے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں، وحی کے سامنے عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنے کے لئے، گویا وہ چکنے پتھر پر لوہے کی زنجیر ہے (یہ پر پھڑ پھڑانے کی آواز ہے) اور تحفۃ القاری ۹: ۳۲۵ میں جو ہے کہ وہ وحی کی آواز ہوتی ہے وہ صحیح نہیں۔

پس جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ (اور پوچھنا اس لئے پڑتا ہے کہ وحی سن کر وہ مدہوش سے ہو جاتے ہیں) پس اوپر والے فرشتے یعنی مقرب فرشتے جواب دیتے ہیں کہ برحق فرمایا! یعنی اوپر والے فرشتے نیچے والے فرشتوں کو امر الہی سے آگاہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کا فرمان برحق ہے اور وہ برتر و بڑے ہیں! اور شفاعت کبریٰ کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب تمام امتوں کے نیک لوگ انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کبریٰ کے لئے عرض کریں گے تو سید المرسلین ﷺ کے علاوہ سب حضرات انکار کر دیں گے، ان پر اپنا فکر سوار ہوگا، تاہم اولیاء چہ رسد!

روزی صرف اللہ دیتا ہے، پس اسی کی عبادت کرو

عابدوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری معبود کی ہے، بوس (سیٹھ) نوکروں کی کفالت کرتا ہے، اور کفالت میں سب سے اہم رزق رسانی ہے، اب مشرکین اور جاہل مسلمانوں سے پوچھو: تمہیں روزی کون دیتا ہے؟ جواب میں شاید ان کی زبان لڑھ کھڑائے، کیونکہ مشرکین جو اہر کا خالق تو اللہ کو مانتے ہیں، مگر روزی پہنچانا ایک عارض ہے، چنانچہ وہ روزی مورتیوں سے بھی مانگتے ہیں، اور جاہل مسلمان بھی آستانوں پر دست سوال دراز کرتے ہیں، اس لئے تم خود جواب دو کہ روزی اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں، اور مرزوق: رزاق کا ممنون احسان ہوتا ہے، اور عبادت نیاز مندی کا نام ہے، پس رزاق ہی کی عبادت کرو، غیروں کی چوکھٹ پر جتہ سائی مت کرو۔ ارشاد فرماتے ہیں: — پوچھو: تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ — یعنی اسباب رزق کس نے پیدا کئے ہیں؟ — جواب دو: اللہ! (رزق رساں ہے)

ابھی سوچنے کا موقع ہے، سوچ کر فیصلہ کرو، کل جب اللہ

فیصلہ کریں گے تو سوچنے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا

یہ مماشات مع الخصم ہے یعنی مخالف کو تھوڑی دیر ساتھ لے کر چلنا ہے: — اور بے شک ہم یا تم ضرور راہِ راست پر یاصریح گمراہی میں ہیں — یعنی دونوں سچے نہیں ہو سکتے کہ یہ اجتماعِ نقیضین ہے، ضرور ایک سچا اور ایک جھوٹا ہے، پس لازم ہے کہ سوچو اور صحیح فیصلہ کرو — کہو: تم سے باز پرس نہیں ہوگی ان گناہوں کی جو ہم نے کئے، اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی — یعنی ہر ایک کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے، کوئی شخص دوسرے کے قصور کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور بلاغت دیکھو: اہل حق کی طرف اجر منا فرمایا، اور اہل باطل کی طرف تعمولن، تاکہ وہ بدک نہ جائیں! — کہو: ہم سب کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ جمع کریں گے — قیامت کے میدان میں — پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک (عملی) فیصلہ کریں گے، اور وہ انصاف سے فیصلہ کرنے والے سب کچھ جاننے والے ہیں!

بات جہاں سے چلی تھی اسی پر بحث ختم کرتے ہیں: — کہو: دکھلاؤ مجھے — یعنی مشخص کرو — جن کو تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا کر ملا رکھا ہے؟ — یعنی ذرا سامنے کرو: کون سی ہستی خدائی میں سا جھادار ہے؟ — ہرگز نہیں — یعنی کوئی شریک نہیں — بلکہ اللہ ہی زبردست حکمت والے ہیں!

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مَبِيعَاتُ يَوْمٍ لَا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَغْنِي ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَٰنَ تَأْمِنُوا بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْ لَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضْعِفُوا أَنْخُنْ صَدَدُكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ الْبَيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۚ وَسِرُّوا النَّدَامَةَ

لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَلَ فِي آغْنَاكِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۵۰﴾

وَمَا	اور نہیں	عَنْهُ سَاعَةً	اس سے ایک گھڑی	لِلَّذِينَ	ان سے جنہوں نے
أَرْسَلْنَاكَ	بھیجا ہم نے آپ کو	وَلَا تَشْقِدُ مُمُونٌ	اور نہیں آگے بڑھو گے	اسْتَكْبَرُوا	گھمنڈ کیا
إِلَّا كَافَّةً ﴿۱﴾	مگر سبھی	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا جنہوں نے	لَوْ لَا أَنشُرَ	اگر نہ ہوتے تم
لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	كَفَرُوا	انکار کیا	لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ	تو ہم ضرور ایماندار ہوتے
بَشِيرًا ﴿۲﴾	خوشی سنانے	لَنْ نُؤْمِنَ	ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم	قَالَ الَّذِينَ	جواب دیا جنہوں نے
وَنَذِيرًا	اور ڈرانے کے لئے	بِهَذَا الْقُرْآنِ	اس قرآن پر	اسْتَكْبَرُوا	گھمنڈ کیا
وَلَكِنْ	مگر	وَلَا بِالذِّنِّ	اور نہ اس پر جو	لِلَّذِينَ	ان کو جو
أَكْثَرُ النَّاسِ	بیشتر لوگ	بَيْنَ يَدَيْهِ	اس سے پہلے ہے	اسْتَضْعَفُوا	کمزور سمجھے گئے
لَا يَعْلَمُونَ	جانتے نہیں	وَلَوْ تَوَكَّلْ	اور اگر دیکھتے تو	أَنَحْنُ	کیا ہم نے
وَيَقُولُونَ	اور وہ کہتے ہیں:	إِذَا الظَّالِمُونَ	جب ظالم	صَدَدُكُمْ	روکا تم کو
مَتَى هَذَا	کب یہ	مَوْفُوفُونَ	کھڑے کئے ہوئے ہوں گے	عَنِ الْهُدَى	ہدایت سے
الْوَعْدِ ﴿۳﴾	وعدہ ہے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	بَعْدَ إِذْ	اس کے بعد کہ جب
إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	بِرَجْعٍ	لوٹائے گا	جَاءَكُمْ	پہنچی وہ تم کو
صَادِقِينَ	سچے	بَعْضُهُمْ	ان کا بعض	بَلْ كُنْتُمْ	بلکہ تم ہی تھے
قُلْ لَكُمْ	کہو: تمہارے لئے	إِلَّا بَعْضُ	بعض کی طرف	مُجِيرِينَ	گنہگار
مِيعَادٍ ﴿۴﴾	وعدہ ہے	الْقَوْلِ	بات کو	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا انہوں نے جو
يَوْمٍ	ایک دن کا	يَقُولُ الَّذِينَ	کہیں گے جو	اسْتَضْعَفُوا	کمزور سمجھے گئے
لَا تَسْتَخِرُونَ	نہیں پیچھے رہو گے تم	اسْتَضْعَفُوا	کمزور سمجھے گئے	لِلَّذِينَ	ان سے جنہوں نے

(۱) كافة: الناس کا حال ہے، اہتمام کے لئے مقدم کیا ہے (۲) بشیرا و نذیرا: أرسلناک کے کاف سے حال ہیں (۳) الوعد:

قیامت (۴) ميعاد: اسم مصدر: وعدہ۔

استکبروا	گھمنڈ کیا	اَنَدَادًا	ہم سر	فِيْ اَغْنَانِيْ	گردنوں میں
بَلْ مَكْرُ	بلکہ چال	وَ اَسْتَرُوا	اور چھپائی انھوں نے	الَّذِيْنَ كَفَرُوا	ان کے جنھوں نے
الْبَيْلِ وَالنَّهَارِ	شب و روز کی	النَّدَامَةَ	پشیمانی		انکار کیا
اِذْ تَاْمُرُوْنَآ	جب تم ہم کو حکم دیتے تھے	لَتَقَارُواْ	جب دیکھا انھوں نے	هَلْ يُجْزَوْنَ	نہیں بدلہ دیئے
اَنْ كَاْفُرُوْ	کہ انکار کریں ہم	الْعَذَابِ	عذاب		جاتے وہ
بِاَللّٰهِ	اللہ کا	وَجَعَلْنَا	اور بنائے ہم نے	لَا مَا كَانُوْا	مگر اس کا جو تھے وہ
وَنَجْعَلْ لَّهٗ	اور بنائیں ان کے لئے	الْاَعْلٰى	طوق	يَعْمَلُوْنَ	کرتے

رسالت کا بیان

عموم بعثت: توحید (ابطال شرک) کے بعد رسالت کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، پہلی آیت میں عموم بعثت کا بیان ہے یعنی آپ صرف عربوں کی طرف نہیں، بلکہ سبھی لوگوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں، عموم بعثت کے تعلق سے یہ آیت نہایت صریح ہے، اور قرآن وحدیث میں بار بار یہ بات بیان کی گئی ہے۔

مقصد بعثت: انداز و تبشیر ہے۔ جو لوگ بات مان لیں، حلقہ بگوش ہو جائیں، اور قرآن کے احکام پر عمل کریں، انہیں آخرت میں اچھے انجام کی، جنت کی نعمتوں کی اور رضائے خداوندی کی خوش خبری سنائی جائے، اور جو اکثر دکھائیں، منقاد نہ ہوں، رسول اور دلیل رسالت پر ایمان نہ لائیں ان کو آخرت میں نتائج اعمال سے آگاہ کیا جائے کہ ان کے لئے دوزخ اور اللہ کی پھٹکار ہے۔ مگر اکثر لوگ بات نہیں سمجھتے، کچھ ہی نیک بخت نفع نقصان سوچتے ہیں، اور ایمان لاتے ہیں، ارشاد

فرماتے ہیں: — اور ہم نے آپ کو سبھی لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں! — یعنی لوگوں میں اکثریت نا سمجھوں کی ہے، انہیں کون سمجھے!

نتائج اعمال کی گھڑی کب آئے گی؟ — نا سمجھ کار آمد باتیں تو سمجھتے نہیں، الٹے پوچھتے ہیں: جس گھڑی سے ڈراتے ہو وہ کب آئے گی؟ اگر سچے ہو تو جلدی لے آؤ! ان کو جواب دیتے ہیں: — اور کہتے ہیں: کب ہو گا یہ وعدہ اگر تم

سچے ہو؟ کہو: تمہارے لئے ایک وعدہ کا دن ہے، تم اس سے ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو — یعنی جلدی مت مچاؤ، جس دن کا وعدہ ہے وہ آ کر رہے گا، اور جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی، پس اس کے آنے سے پہلے تیاری کرو۔

دلیل رسالت (قرآن) کا انکار: — آخرت کے تعلق سے قرآن کریم جو باتیں بیان کرتا ہے وہ سابقہ کتابوں

میں بھی ہیں، منکرین کہتے ہیں: ہم نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ سابقہ کتابوں کو، ان کو یہ پٹی ان کے گرو پڑھاتے ہیں، مگر قیامت کے دن چیلوں اور گروؤں میں جو بات چیت ہوگی اس کو سنو: — اور منکرین نے کہا: ہم نہ اس قرآن کو مانتے ہیں، نہ اس سے پہلے والی کتابوں کو! — اور اگر آپ دیکھیں: جب یہ ظالم ان کے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، ان کا ایک دوسرے پر بات ڈالے گا — ناکامی کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے، ہر ایک دوسرے کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے — ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور (قرآن پر) ایمان لاتے! — اور یہ برادری ہمیں نہ دیکھنا پڑتا! — بڑے لوگ ادنیٰ لوگوں کو جواب دیں گے: کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا جب وہ تمہیں پہنچی تھی؟ — یعنی کیا ہم نے زبردستی کی تھی، کیا ہم نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی تھی، تم سمجھدار تھے، جب حق بات پہنچی تھی تو سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے، پس قصور ہمارا نہیں — بلکہ تم ہی قصور وار تھے! — اور کردہ خود را اعلایہ نیست! — اور ادنیٰ لوگوں نے بڑے لوگوں سے کہا: بلکہ رات دن کا چکر! جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں، اور اس کا ہم سر بنائیں — یعنی تم نے زبردستی تو نہیں کی تھی، مگر تم ہمیں رات دن لیکچر پلاتے تھے، ہمیں بہکاتے پھسلاتے تھے کہ صرف اللہ کو مت مانو، مورتیوں کو بھی ان کا ہم سر بناؤ، ان باتوں کا اثر تو ہونا تھا جو ہوا، پس ذمہ دار تم ہو۔

انکار قرآن کا انجام: — اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے جب عذاب کو دیکھیں گے — یعنی چیلے اور گرو دونوں چھپتائیں گے، ہر ایک خود کو مجرم سمجھے گا، مگر شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے — اور ہم منکروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے، وہ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے — جیسا کرنا ویسا بھرنا!

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿٥٠﴾
وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥١﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِآلَتِي تُقَرَّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنَ وَاعِلٌ صَالِحًا فَلِئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ﴿٥٣﴾ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿٥٤﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٥٥﴾

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالُوا مُتَرَفُوهُمْ إِنَّا بِنَا أَرْسَلْتُمْ رَبَّهُ كَفَرُونَ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ قُلْ إِن رَّيْتُمْ يَبْسُطُ	اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہا اسکے خوش عیش لوگوں نے بے شک ہم اس کا جو بھیجے گئے ہو تم اس کے ساتھ انکار کرنے والے ہیں اور کہا انھوں نے ہم زیادہ ہیں اموال اور اولاد کے اعتبار سے اور نہیں ہیں ہم عذاب دیئے ہوئے کہو بے شک میرا رب! کشادہ کرتا ہے روزی جس کے لئے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے	الزُّنُقِ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِآئِنٍ تَقْرَبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ (۲) إِلَّا مَنْ أَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءٌ	روزی جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرنا ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں اور نہیں تمہارے اموال اور نہ تمہاری اولاد وہ جو نزدیک کرے تم کو ہم سے درجہ میں ہاں جو ایمان لایا اور کیا اس نے نیک کام پس وہ لوگ ان کے لئے بدلہ ہے	الضُّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْعُرْفَةِ (۳) أَمِتُونَ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ قُلْ إِن رَّيْتُمْ يَبْسُطُ الزُّنُقِ لِمَنْ يَّشَاءُ وَهُمْ فِي الْعُرْفَةِ (۳) أَمِتُونَ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ قُلْ إِن رَّيْتُمْ يَبْسُطُ	دونا (بہت زیادہ) انکے کاموں کے عوض میں اور وہ بالا خانوں میں چلین سے ہونگے اور جو لوگ دوڑتے ہیں ہماری آیتوں میں ہرانے کے لئے وہ لوگ عذاب میں حاضر کئے ہوئے ہیں کہو بے شک میرا رب! کشادہ کرتا ہے روزی جس کے لئے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے
--	---	--	--	---	---

(۱) متعرفوا: اصل میں متعرفون تھا، اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گرا ہے، مُتَرَفٍ: اسم مفعول: خوش عیش، فارغ البال، مصدر
إتراء: عیش دینا، آرام دینا (۲) زُلْفَى: مصدر: درجہ، مرتبہ، اور ترکیب میں مفعول مطلق ہے، تقریبکم کے معنی میں ہے
(۳) العُرْفَةُ: مکان کی بالائی منزل۔ (۴) عبادہ میں اضافت تشریف کے لئے ہے، مراد مومن بندے ہیں، پہلے یہ اضافہ نہیں تھا،
وہاں کفار مراد تھے، عبادنا اور عباداً لنا کا فرق ہدایت القرآن (۵: ۴۰) میں بیان کیا ہے۔

وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا	اور تنگ کرتا ہے اس کے لئے اور جو	أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ	خرچ کیا تم نے کچھ بھی پس وہ	يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرٌ الَّذِينَ قَبْلُ	اس کا عوض دے گا اور وہ بہترین روزی رساں ہیں
-----------------------------	--	---------------------------------------	-----------------------------------	---	---

دولت و ثروت اور آل اولاد کا نشہ انکار قرآن کا سبب

ان آیات میں یہ بات بیان کی ہے کہ دولت و ثروت اور آل اولاد کا نشہ آدمی کو مغرور بنا دیتا ہے، اب وہ کسی کے سامنے سر جھکانا نہیں جانتا، اور یہ آج کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ دین کے داعیوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوش عیش لوگوں نے کہا: ہم اُس کو نہیں مانتے جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، اور انھوں نے (یہ بھی) کہا: ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا! — یعنی اللہ تعالیٰ ہم سے راضی اور خوش ہیں، اسی لئے ہمیں اتنا مال اور اولاد دی ہے، پھر اندیشہ کس بات کا؟ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔

جواب: روزی (اولاد بھی روزی ہے) کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں، اور مال و اولاد کی زیادتی قرب الہی کی علامت بھی نہیں، بلکہ کافر کے حق میں وہ قرب حاصل کرنے کا سبب بھی نہیں، ہاں مؤمن اگر مال و جوہ خیر میں خرچ کرے اور اولاد کی اچھی تربیت کرے تو وہ دارین میں مفید ہے، آخرت میں یہ چیز جنت کا وارث بناتی ہے اور دنیا میں اس کا عوض ملتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: بے شک میرا رب روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے، اور تنگ کرتا ہے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں — کہ تنگی ترشی اور خوش حالی دوسری مصالح اور حکمتوں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، کتنے بد معاش مزے اڑاتے ہیں، حالانکہ ان کو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا — اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد وہ نہیں جو تم کو ہمارا مقرب بنا دیں — یعنی کافر کے لئے وہ حصول قرب کا ذریعہ بھی نہیں — ہاں جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیا تو ان کے لئے بہت زیادہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو انھوں نے کئے، اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں چین سے ہونگے — یعنی مال اور اولاد نیک مؤمنین کے لئے آخرت کی کامیابی کا سبب بن سکتے ہیں، اگر وہ مال میں اور اولاد میں نیک کام کریں۔ اور دونا کے معنی ہیں: بہت زیادہ، نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا تو ملے گا ہی! — اور جو لوگ ہماری آیتوں (ہمارے دین) کو مات دینے میں لگے ہوئے ہیں — اور اس کے لئے بے تحاشا دولت خرچ کر رہے ہیں — وہ عذاب میں حاضر کئے ہوئے ہیں! — ان میں سے ایک بھی دوزخ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔

اور مومنین مال اور اولاد کے ذریعہ نہ صرف آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، بلکہ دنیا میں بھی وہ گھائے میں نہیں رہیں گے، ان کو عوض ملے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — کہو: میرے پروردگار روزی کشادہ کرتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں اپنے (مومن) بندوں میں سے اور اس کے لئے تنگ کرتے ہیں — یعنی یہ اصول مومن و کافر کے حق میں یکساں ہے — اور تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا — تھوڑا یا زیادہ — تو وہ اس کا عوض دیں گے، اور وہ بہترین روزی رساں ہیں — پس مومنین یہ بات سمجھ لیں کہ خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، بلکہ وجہ خیر میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا عوض دیتے ہیں، خواہ مال کی صورت میں یا قناعت کی شکل میں، دنیا پر نظر ڈالو: کوئی غریبوں پر خرچ کر کے بھوکا نہیں مرا، اور کتنے دولت مند ہیں جو آخر میں اپنی دولت کا غم کھاتے ہیں!

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۖ قَالُوا سُبْحَنَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۖ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَنَكَ	اور جس دن جمع کرے گا ان کو سبھی کو پھر پوچھے گا وہ فرشتوں سے کیا یہ لوگ تمہاری پوجا کیا کرتے تھے جواب دیا انھوں نے آپ کی ذات پاک ہے	أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ فَالْيَوْمَ	آپ ہمارے کارساز ہیں نہ کہ وہ بلکہ تھے وہ پوجتے جنات کو ان کے اکثر ان پر ایمان رکھنے والے تھے پس آج	لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ	نہیں مالک ہے تمہارا بعض بعض کے لئے کسی نفع کا اور نہ کسی نقصان کا اور کہیں گے ہم ان سے جنہوں نے ظلم کیا چکمو سزا
---	--	---	---	--	---

النَّارِ الَّتِي	دوزخ کی جس کو	كُنْتُمْ یہاں	تھے تم اس کو	تُكْذِبُونَ جھٹلایا کرتے	جھٹلایا کرتے
---------------------	------------------	------------------	-----------------	-----------------------------	--------------

قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب بیان

قرآن کریم جب کسی چیز کے متعلق دو مختلف باتیں بیان کرتا ہے تو تمہید مکرر لاتا ہے، ایسی جگہ تکرار کا وہم ہوتا ہے، وہ تکرار نہیں ہوتی، وہ قرآن کریم کا انوکھا اسلوب بیان ہے۔ جیسے کفار عذاب کی جلدی مچاتے تھے، عذاب دو ہیں: دنیوی اور اخروی، قرآن کریم نے جواب دیا: دنیوی عذاب کے لئے ایک وقت مقرر ہے، ورنہ وہ فوراً آجاتا، اور جب وہ آئے گا تو اچانک آئے گا، تمہیں سان گمان بھی نہیں ہوگا، اور رہا اخروی عذاب تو جہنم کفار کو گھیرے ہوئے ہے، یہ دو باتیں بیان کرنے کے لئے تمہید: ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ﴾ کو مکرر لایا گیا، یہ تکرار نہیں، یہ مثال تفسیر کی اسی جلد میں آئی ہے (سورۃ العنکبوت آیات ۵۳ و ۵۴) اس کے علاوہ بھی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔

یہاں اس کی ایک مثال ہے۔ مال اور اولاد کفار کے لئے سبب قرب نہیں، جب یہ بات بیان کی تو مؤمنین کا استثناء کیا: ﴿إِلَّا مَنْ آمَنَ﴾ یعنی مؤمنین کے لئے مال اور اولاد آخرت میں قرب الہی کا سبب بن سکتے ہیں، پھر دوسری بات بیان کی کہ مؤمن جو مال و جوہ خیر میں خرچ کرے گا: اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں اس کا عوض دیں گے، یہ بات تمہید: ﴿قُلْ: إِنَّ رَبِّي يَسْتَطِيعُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَعْدِلُ﴾ لوٹا کر بیان کی ہے، مگر کفار کے سلسلہ کی آیت میں ﴿مِنْ عِبَادِهِ﴾ اور ﴿لَهُ﴾ نہیں ہے، مؤمنین کے سلسلہ کی آیت میں یہ اضافہ ہے، پس یہ تکرار نہیں — اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اب جو آیات ہیں وہ: ﴿أُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ﴾ سے جڑی ہوئی ہیں۔

منکرین قرآن جب دوزخ میں پکڑے ہوئے لائے جائیں گے تو وہاں ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا
میدان حشر پناہ ہے، سب عابد و معبود جمع ہیں، مشرکوں نے اپنے خیال میں فرشتوں کی بھی پرستش کی ہے، پس وہ افضل معبود ہیں، ان سے سوال ہوگا تا کہ دوسرے معبود سنیں: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ فرشتے جواب میں پہلے اللہ کی شرک سے پاکی بیان کریں گے، پھر اللہ سے اپنا تعلق ظاہر کریں گے، پھر عرض کریں گے: یہ لوگ شیاطین کی پوجا کیا کرتے تھے، اور نام ہمارے لگایا کرتے تھے، ہمارا ان سے کچھ تعلق نہیں، اس دن نہ کوئی کسی کو نفع پہنچائے گا نہ نقصان، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ظالمو! اس دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔
آیات پاک: — اور (یاد کرو) جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو — عابدوں اور معبودوں کو میدان حشر میں — جمع کریں گے، پھر فرشتوں سے پوچھیں گے: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: آپ پاک ہیں! —

یعنی آپ کا کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا — آپ ہمارے کار ساز ہیں، نہ کہ وہ — یعنی ہمارا ان مجرموں سے کیا واسطہ! ہم تو آپ کے ہیں، آپ ہی سے ہمارا تعلق ہے — بلکہ وہ جنات (شیاطین) کی پوجا کیا کرتے تھے — اور نام ہمارا لیتے تھے — ان کے اکثر انہی کے معتقد تھے — ہم سے ان کا کچھ واسطہ نہیں، اسی طرح جو کسی نبی یا ولی کی پرستش کرتے ہیں وہ بھی حقیقت میں شیطان کی پرستش کرتے ہیں، ان نیک بندوں کا ان گمراہوں سے کچھ تعلق نہیں، قیامت کے دن وہ ان سے بیزاری ظاہر کریں گے — پس آج تمہارا ایک دوسرے کے لئے نہ نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا، اور ہم ظالموں سے کہیں گے: اس دوزخ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے — یہ ماسبق لاجلہ الکلام (غرض کلام) ہے۔

وَإِذَا تَتَلَّى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَبْصِدَكُمْ عُتَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا افْكٌ مُفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَمَا أَتَيْنَهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ۝ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مَعْشَارَ مَا آتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝

وَإِذَا	اور جب	عُتَا	اس سے جس کی	لَمَّا جَاءَهُمْ	جب پہنچا وہ ان کو
تَتَلَّى	پڑھی جاتی ہیں	كَانَ يَعْبُدُ	پوجا کرتے تھے	إِنَّ هَذَا	نہیں ہے یہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	آبَاؤُكُمْ	تمہارے اسلاف	الْأَسْحَرُ	مگر جادو
آيَاتُنَا	ہماری آیتیں	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	مُبِينٌ	کھلا
بَيِّنَاتٍ	کھلی کھلی	مَا هَذَا	نہیں ہے یہ	وَمَا	اور نہیں
قَالُوا	کہا انھوں نے	الْأَفْكُ	مگر جھوٹ	أَتَيْنَهُمْ	دی ہم نے ان کو
مَا هَذَا	نہیں ہے یہ	مُفْتَرًى	گھڑا ہوا	مِنْ كُتُبٍ	کوئی کتاب
الْأَرْجُلُ	مگر ایک آدمی	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا جنھوں نے	يَدْرُسُونَهَا	جس کو وہ پڑھتے ہوں
يُرِيدُ	چاہتا ہے وہ	كَفَرُوا	انکار کیا	وَمَا أَرْسَلْنَا	اور نہیں بھیجا ہم نے
أَنْ يَبْصِدَكُمْ	کہ روک دے تم کو	لِلْحَقِّ	دین حق کے بارے میں	إِلَيْهِمْ	ان کی طرف

قَبْلَكَ	آپ سے پہلے	وَمَا بَاكُوْا	اور نہیں پہنچے وہ	رُسُیْیَیْ	میرے رسولوں کو
مِنْ نَّذِیْرٍ	کوئی ڈرانے والا	مُعْشَارٍ	دسویں حصہ کو	فَلْکَیْفَ کَانَ	پس کیسا تھا
وَكَذَّبَ الَّذِیْنَ	اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو	مَّا اَنْذِیْنٰهُمْ	اسکے جو دیا ہم نے ان کو	نَکْیْبِرُ	میرا انکار
مِنْ قَبْلِہُمْ	ان سے پہلے ہوئے	فَلْکَذِبُوْا	پس جھٹلایا انھوں نے		

رسول، قرآن اور اس کی تعلیمات پر کفار کا تبصرہ اور اس کا جواب

اب یہ گفتگو آخر سورت تک چلے گی، کفار نے رسول پر، قرآن پر اور تعلیمات اسلام پر تبصرے کئے:

۱- رسول کے حق میں کہا: یہ شخص اسلاف کے طریقہ سے ہٹانے آیا ہے، ہمارے باپ دادا ہمیشہ سے بتوں کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں، ہم ان کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں!

۲- قرآن کے بارے میں کہا: یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے، اللہ کی کتاب نہیں، محض اعتباریت پیدا کرنے کے لئے اللہ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، ورنہ حقیقت میں وہ خود ساختہ کلام ہے۔

۳- تعلیمات اسلام پر تبصرہ کیا کہ وہ کھلا جادو ہے، اس نے باپ بیٹے کو، میاں بیوی کو اور بھائی بھائی کو جدا کر دیا، اس کی یہ غیر معمولی تاثیر جادو کی وجہ سے نہیں تو اور کیا ہے؟

آیت کریمہ: — اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ ایک شخص ہے جو چاہتا ہے کہ تم کو ان مورتیوں سے روک دے جن کی پوجا کرتے آئے ہیں تمہارے باپ دادا — اور کہا انھوں نے: نہیں ہے یہ (قرآن) مگر جھوٹ گھڑا ہوا — اور منکروں نے دین حق کے بارے میں کہا: یہ کھلا جادو ہے!

پہلی دو باتوں کا جواب: — عرب کے لوگ امی تھے، کوئی آسمانی کتاب ان کے ہاتھ میں نہیں تھی، جس کو وہ پڑھتے ہوں، اور عرصہ دراز سے ان میں کوئی نبی بھی نہیں آیا تھا، اب اللہ نے عظیم الشان رسول بھیجا، اور اس پر جلیل القدر کتاب نازل کی، پس لوگ ان کو غنیمت جانیں اور انعام الہی کی قدر کریں، باتیں نہ چھانٹیں، ورنہ نتیجہ بھگتیں گے — اور تیسری بات نظر انداز کر دی، کیونکہ تعلیمات اسلام کو جادو کون باور کرے گا؟

تکذیب کا نتیجہ: — رسول کی تکذیب آج کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ لوگ تکذیب کرتے آئے ہیں، اور ہلاک کئے گئے ہیں، اور وہ تو میں مال و دولت میں ان مکہ والوں سے کہیں بڑھی ہوئی تھیں، ان کو تو اُس کا محشر عشر بھی نہیں ملا، پھر دیکھ لو! ان کا انجام کیا ہوا، پس تم کس برے (طاقت) پر اڑتے ہو؟

آیات پاک: — اور ہم نے ان کو (مکہ والوں کو) کوئی کتاب نہیں دی جس کو وہ پڑھتے ہوں، اور ہم نے ان کی

طرف آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا بھی نہیں بھیجا — اور اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے ہوئے، اور یہ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، پس کیسا تھا میرا اعتراض! — خوب تھا! ان کا سب ساز و سامان دھرا رہ گیا، اور وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے، پس سبق لو ان سے اگر دیدہ سہرت ہو!

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ ۖ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلِيَ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جَنَّةٍ ۚ إِنَّهُ لَا يَذِيرُ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ قُلْ إِنْ رَّبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ۝ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝ قُلْ إِنْ ضَلَّكُم فَاِتِمَّا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنْ اهْتَدَيْتُمْ فِيمَا يُؤْتِي إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَرَغُوا فَلَا قُوَّةَ وَأُخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۖ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَٰوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ۝

۱۱۱

قُلْ	کہو	وَفُرَادَىٰ	اور اکیلے	بَيْنَ يَدَيْهِ	پہلے
إِنَّمَا	بس	ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ	پھر سوچو	عَذَابٌ	عذاب
أَعِظُكُمْ	نصیحت کرتا ہوں میں تم کو	مَا بِصَاحِبِكُمْ	نہیں تمہارے ساتھی کو	شَدِيدٌ	سخت کے
بِوَاحِدَةٍ ^(۱)	ایک بات کی	مِّنْ جَنَّةٍ	کچھ جنوں	قُلْ	کہو
أَنْ تَقُومُوا	کہ اٹھو تم	إِنَّهُ	نہیں وہ	مَا سَأَلْتُكُمْ	جو مانگا میں نے تم سے
لِلَّهِ	اللہ کے لئے	إِلَّا نَذِيرٌ	مگر ڈرانے والے	مِّنْ أَجْرٍ	کوئی اجر
مِثْلِي	دو دو	لَكُمْ	تمہارے فائدے کے لئے	فَهُوَ لَكُمْ	تو وہ تمہارے لئے ہے

لَا أُجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْضِي بِالْحَقِّ ^(۱) عَلَّامٌ ^(۲) الْغُيُوبِ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُبْدِي قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ فَأَمَّا أَصْلُ	نہیں میرا بدلہ مگر اللہ پر اور وہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والے ہیں کہو بے شک میرا رب پھینکتا ہے حق کو خوب جاننے والا چھپی چیزوں کو کہو آیا حق اور نہ ابتدا کرے باطل اور نہ لوٹائے کہو اگر بہک گیا ہوں میں تو بس بہکا ہوں میں	عَلَى نَفْسِي وَأِنْ اهْتَدَيْتُ فِيهَا بُوجِي إِلَى رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ وَلَوْ تَرَى لَاذِ فِرْعَوْنَ فَلَا قُوَّةَ وَاجِدُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ وَقَالُوا أَمَّا يَه وَأَنَّى لَهُمُ التَّنَاسُوتُ ^(۳)	اپنی ذات پر اور اگر راہ پائی ہے میں نے تو بے طفیل اس کے ہے جو وحی کی ہے میری طرف میرے رب نے بے شک وہ سب کچھ سننے والے نزدیک ہیں اور اگر دیکھے تو جب گھبرا جائیں گے وہ پس ہاتھ سے نکل نہیں سکیں گے اور پکڑے جائیں گے وہ جگہ سے نزدیک اور کہا انھوں نے ایمان لائے ہم اس (قرآن) پر اور کہا ان کے لئے لینا	مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَيَقْضِي قَوْلَهُ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ وَحِيلٌ ^(۴) بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فَعَلَ بِأَشْيَاءِهِمْ ^(۵) مِنْ قَبْلُ لَا تَهْمُكَ أَنْتَا فِي شَيْءٍ مُّهِينٍ	جگہ سے دور اور تحقیق انکار کیا انھوں نے اس (قرآن) کا اس سے پہلے اور پھینک رہے ہیں نشانہ دیکھے بغیر جگہ سے دور اور آڑ بنا گیا ان کے درمیان اور اس کے درمیان جو چاہتے ہیں وہ جیسا کیا گیا ان کی پارٹیوں کے ساتھ اس سے پہلے بے شک تھے وہ تردو میں بے چین کرنے والے
---	--	---	---	---	---

(۱) بالحق: باء زائد ہے، اور حق کا مقابل باطل مقدر ہے (۲) علام: ان کی دوسری خبر ہے یا مبتدا محذوف ہو کی خبر ہے
(۳) التناوش: مصدر: لینا، مادہ نَوَش: چلنا، تیزی سے اٹھ کھڑا ہونا (۴) حیل: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب: حائل کر دیا گیا، جدائی ڈال دی گئی، مصدر حَوَلَ (ن): جدائی ڈالنا۔ (۵) اشیا: شیعۃ کی جمع: پارٹی، طریقہ والے، متبعین و انصار۔

اب آخر میں چھ باتیں بیان کرتے ہیں

۱۔ نبی ﷺ کچھ دیوانے نہیں

تعصب و عناد چھوڑو، اخلاص کے ساتھ اٹھو، اور اکیلے یا دو دو مل کر سوچو، تمہارے رفیق ﷺ پر کچھ سودا سوار نہیں، وہ محض تمہاری خیر خواہی کے لئے محنت کر رہے ہیں، تم کو سخت عذاب سے قبل از وقت آگاہ کر رہے ہیں، تمہارا بھلا برا سمجھا رہے ہیں، پھر تم سمجھتے کیوں نہیں ہو، کیا تمہاری عقلیں چرنے لگی ہیں! ارشاد فرماتے ہیں: — آپ کہئے: میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے دو دو اور اکیلے اٹھو، پھر سوچو — تین یا زیادہ اکٹھا مت ہونا، ورنہ بک بک جھک جھک کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا — تمہارے ان ساتھی کو کچھ جنون نہیں، وہ تم کو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والے ہیں!

۲۔ انبیاء علیہم السلام بے غرض کام کرتے ہیں

ارشاد پاک ہے: — آپ کہئے: اگر میں نے تم سے کچھ معاوضہ مانگا ہے تو وہ تم ہی رکھو — یعنی میں تم سے اپنی محنت کا کچھ صلہ نہیں چاہتا، اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہے تو وہ سب تم اپنے پاس رکھو، مجھے ضرورت نہیں (فوائد) — میرا معاوضہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز کو نگاہ میں رکھنے والے ہیں — یعنی میں معاوضہ کا خواہشمند ہوں یا نہیں؟ اور میں نے بے غرض کام کیا اور کتنی محنت کی ہے: سب ان کے سامنے ہے، وہ مجھے اس کا صلہ ضرور دیں گے۔

۳۔ دین اسلام غالب ہو کر رہے گا

آپ کہئے: بالیقین میرا رب حق کو پھینکتا ہے، وہ علام الغیوب ہے — حق کو پھینکتا ہے: یعنی باطل پر: یعنی اس کو مٹا کر رہے گا، وہ علام الغیوب ہیں: سب مخفی باتوں کو جانتے ہیں، وہ خبر دے رہے ہیں کہ حق غالب ہو کر رہے گا، پس اس میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ جس زور سے اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر مار رہے ہیں اس سے اندازہ کرو: باطل اس کے سامنے کئی دن ٹھہر سکے گا؟ جلد ملیا میٹ ہو کر رہے گا، اور آفاق میں دین کا ڈنکا بجے گا۔

۴۔ حق کے سامنے باطل ٹھہر نہیں سکتا

دین حق آپہنچا ہے، اب اس کا زور رکھنے والا نہیں، سب پر غالب ہو کر اور باطل کو زیر کر کے رہے گا، جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، وہ حق کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا — آپ کہئے: حق آیا، اور باطل نہ شروع کرے نہ لوٹائے — یعنی نہ کرنے کا رہنہ دھرنے کا، وہ آیا گیا ہوا! — ما یبدی و ما یعد: محاورہ ہے، جیسے لا یموت ولا یحی: نہ جیئے نہ مرے،

لا یا کل ولا یشرّب: نہ کھائے نہ پیئے یعنی مرا۔

۵۔ نبی ﷺ بہ برکت وحی راہ یاب ہیں

آپ کہتے: اگر میں بہک گیا ہوں تو اس کا وبال مجھی پر پڑے گا، اور اگر میں راہ راست پر ہوں تو یہ اس قرآن کی برکت ہے جو میرا رب میری طرف وحی کر رہا ہے، بے شک وہ سب کچھ سننے والے نزدیک ہیں — یعنی اگر میں نے ڈھونگ رچا ہے تو اس کا وبال مجھی پر پڑے گا، تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا — لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں، جیسا کہ واقعی ہوں تو یہ وحی الہی کی برکت ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے ہیں، اور اپنے علم سے بالکل نزدیک ہیں، وہ میری ضرورت دیکریں گے، اور اپنے دین کو چار دانگ عالم پھیلائیں گے — مگر اس صورت میں جو تم میری مخالفت کر رہے ہو، اور قرآن کا انکار کر رہے ہو تو سوچو تم اپنا کتنا بڑا نقصان کر رہے ہو؟ اور تمہارا انجام کیا ہوگا؟

۶۔ ایمان لانے کا اب وقت نہیں رہا

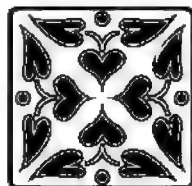
اور اگر آپ دیکھیں: جب وہ گھبرا جائیں گے — یعنی آج تو ڈیگیں مار رہے ہیں، مگر میدانِ حشر دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں — اور وہ نزدیک جگہ سے پکڑے جائیں گے — میدانِ محشر میں گرفتاری کے لئے ان کو تلاش نہیں کرنا پڑے گا، نہایت آسانی سے ہاتھ آجائیں گے — اور وہ کہیں گے: ہم قرآن پر ایمان لائے — نبی ﷺ کی بات کا ہمیں یقین آگیا، اب ہم قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں — اور کہاں ایمان ان کے ہاتھ آسکتا ہے دور جگہ سے — یعنی موقع دور گیا، ایمان کی جگہ دنیا تھی — جبکہ وہ قبل ازیں انکار کرتے تھے — یعنی موقع کھودیا — اور نشانہ دیکھے بغیر تیر چلاتے تھے — سوچے سمجھے بغیر انکار کرتے تھے، اور کہتے تھے: قرآن خود ساختہ ہے اور دیوانے کی بڑ ہے! — اور آڑ کر دی جائے گی ان کے درمیان اور اس چیز کے درمیان جس کو وہ چاہتے ہیں — یعنی اب وہ کبھی ایمان مقبول تک نہیں پہنچ سکتے — جیسا قبل ازیں دوسرے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ کیا گیا — یعنی گزشتہ لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے، موت کے بعد وہ بھی پچھتائے ہیں، اور ایمان لانے کے لئے تیار ہو گئے ہیں، مگر ان میں اور ایمان مقبول میں آڑ کر دی گئی — بے شک وہ بے چین کرنے والے شک میں ہیں — یعنی آج ان کا قرآن پر ایمان نہیں ہے اور ایمان مقبول وہی ہے جو موت سے پہلے اس دنیا میں حاصل ہو، کل جب موت کے بعد آنکھ کھل جائے گی تو سبھی کو یقین آجائے گا، اس میں کیا کمال ہوا!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ فاطر

نمبر شمار ۳۵ نزول کا نمبر ۴۳ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۴۵ رکوع: ۵

یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اور توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیغام رساں بنایا ہے، فرشتوں کے کئی کئی بازو ہیں، اور وحی اللہ کی ایک نعمت ہے، جیسے روزی نعمت ہے، اور ہر نعمت کا شکر بجالانا ضروری ہے — پھر رسالت اور قیامت کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے، اور قیامت کا وعدہ سچا ہے، لوگوں کو چاہئے کہ اس کی تیاری کریں، پھر یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن ہیرے اور خنزف برابر نہیں ہونگے، پھر بعث بعد الموت کی ایک نظیر پیش کی ہے، اس کے بعد توحید کی تین دلیلیں بیان کی ہیں، اور خاص بات یہ بیان کی ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے، اور اس کی رونق نیک اعمال سے ہے، پھر توحید کے تعلق سے پانچ باتیں بیان کی ہیں — پھر ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بوقلموں بنائی ہے، اسی سے ہیرے نکل آتے ہیں — پھر مؤمنین کا کام اور ان کا انجام بیان کیا ہے — پھر ایک اہم مضمون ہے کہ قرآن برحق کتاب ہے، اور قرآن کے تعلق سے امت کی تین قسمیں ہیں، پھر سابقین کی جزائے خیر بیان کی ہے، اس کے بعد قرآن کریم کا انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان ہے — پھر ابطال شرک اور اثبات توحید کا عنوان شروع ہوا ہے، اس کے بعد رسالت کا بیان ہے، لوگ رسول کے منتظر تھے، مگر جب وہ آئے تو لوگ بدک گئے، اور لگے بری بری چالیں چلنے! پھر منکر رسالت کو فہمائش کر کے سورت ختم کی ہے۔



رکوعانہا ۴۵

(۳۵) سُورَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ (۱۲۳)

رکوعانہا ۴۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكِةِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ مَّتَنَّى وَثَلَاثَ وَرُبْعٍ يُزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكُ ۚ فَلَا يُرْسِلُ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَاقْنِ تَوْفَكُونُ ۝

بِسْمِ اللَّهِ	نام سے اللہ کے	الْمَلَكَةِ	فرشتوں کو	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
الرَّحْمَنِ	نہایت مہربان	رُسُلًا	پیغام رساں	قَدِيرٌ	پورے قادر ہیں
الرَّحِيمِ	بڑے رحم والے	أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ (۳)	بازوؤں والے	مَا يَفْتَحِ	جو کھولیں
الْحَمْدُ (۱)	تمام تعریفیں	مَّتَنَّى وَثَلَاثَ	دو دو اور تین تین	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
لِلَّهِ	اللہ کے لئے ہیں	وَرُبْعٍ (۲)	اور چار چار	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
فَاطِرٍ (۲)	(جو) پیدا کرنے والے ہیں	يُزِيدُ	اضافہ کرتے ہیں	مِنْ رَحْمَةٍ (۵)	مہربانی سے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کے	فِي الْخَلْقِ	بناوٹ میں	فَلَا مُمْسِكَ	تو نہیں کوئی روکنے والا
وَالْأَرْضِ	اور زمین کے	مَا يَشَاءُ	جو چاہتے ہیں	لَهَا	اس کو
جَاعِلِ	(جو) بنانے والے ہیں	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَمَا	اور جو (مہربانی)

(۱) الحمد: میں الف لام استغراقی ہیں، جس کا ترجمہ ہے: تمام، سب (۲) فاطر اور جاعل: اللہ کی صفیتیں ہیں (۳) أَجْنَحَةٍ: جناح کی جمع: بازو، یہ بھی ترجمہ کرتے ہیں، مگر اس سے ذہن پرندوں کے پرروں کی طرف جاتا ہے، ہندو ایک دیوی کی مورتی کئی ہاتھوں والی بناتے ہیں: وہ بازوؤں کا پیکر ہے (۴) مثنیٰ، ثلاث اور رباع: اسمائے معدولہ ہیں، مثنیٰ: اثنین اثنین سے، ثلاث: ثلاثة ثلاثة سے اور رباع: أربعة أربعة سے معدول ہیں، اور اصح قول کے مطابق اس کے بعد اسمائے معدولہ نہیں۔ (۵) من رحمة: ما موصولہ کا بیان ہے۔

یُمْسِكُ فَلَا تُرْجَى لَهُ ^(۱) مِنْ بَعْدِهِ ^(۲) وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ	روک لیں وہ تو نہیں کوئی بھیجے والا اس کو اللہ کے بعد اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں اے لوگو!	اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ	یاد کرو احسان اللہ کا تم پر کیا کوئی پیدا کرنے والا ہے اللہ کے علاوہ (جو) روزی دیتا ہو تم کو	مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ ^(۳)	آسمان سے اور زمین سے کوئی معبود نہیں مگر وہی پس کہاں الٹے جا رہے ہو تم؟
--	---	---	--	---	--

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

توحید کا بیان

کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے: — تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں — یعنی مقام حمد (الوہیت) اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، کیونکہ کائنات کے وہی خالق ہیں، پس وہی مالک ہیں، اور مملوک کی نیاز مندی (عبادت) مالک ہی کے لئے ہوتی ہے — اور آسمانوں اور زمین سے مراد پوری کائنات ہے۔

فرشتے پیغام رساں ہیں: — جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والے ہیں — یعنی فرشتوں کی معرفت اللہ تعالیٰ انسانوں کے پاس وحی بھیجتے ہیں، تاکہ ان کی روحانی ضرورت پوری ہو — روحانی ضرورت پوری کرنے کے لئے عقل انسانی کافی نہیں، اس کی تکمیل کے لئے بالائی ہدایات ضروری ہیں، اور اللہ تعالیٰ بندوں سے دو بدو کلام نہیں کرتے، انسان اللہ کی تجلی سہا نہیں سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی ہدایات فرشتوں کے ذریعہ بھیجتے ہیں — یہی ہدایت اللہ کی رحمت ہے، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

فرشتوں کی ہیئت کذائی: جن کے دو دو، تین تین اور چار چار بازو ہیں — بعض فرشتوں کے اس سے زیادہ بھی بازو ہیں، حدیث میں ہے: حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو بازو ہیں — وہ بناوٹ میں جو چاہتے ہیں اضافہ کرتے ہیں — جیسے پیروں کا معاملہ ہے، کسی کو کوئی پیر نہیں دیا، وہ پیٹ کے بل دوڑتا ہے، جیسے سانپ، کسی کو دو پیر دیئے ہیں،

(۱) لہ کی ضمیر ماموصلہ کی طرف لوٹتی ہے اور اس سے مراد رحمة ہے (۲) بعدہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے (۳) تؤفکون: مضارع مجہول، جمع مذکر حاضر، مصدر افک (ض، ہ): اصلی رخ سے پھرنا، یہاں حق سے باطل کی طرف پھرنا مراد ہے۔

جیسے ہم، کسی کو چار پیر دیئے ہیں، جیسے چوپایے، اور کسی کو اس سے زیادہ پیر دیئے ہیں، جیسے کن کھجورا — بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب بیان

قرآن کریم جب کوئی بات (دلیل) بیان کرتا ہے تو دلیل کے اجزاء کی کچھ تفصیل بھی کرتا جاتا ہے، قاری کا ذہن کبھی اس تفصیل کی طرف چلا جاتا ہے، پس اصل مدعی سے ذہول ہو جاتا ہے۔ مثلاً: سورۃ الذاریات کے آخری رکوع میں 'جوڑی' کے قانون سے آخرت پر استدلال کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی جوڑی بنائی، دونوں مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتے ہیں، آسمان برستا ہے، زمین اگاتی ہے اور جانوروں کے گذارہ کا سامان ہوتا ہے، اگر آسمان بر سے اور زمین نہ اگائے تو حیوانات کیا کھائیں اور کیسے جیئیں! — اسی طرح اس دنیا کی جوڑی آخرت ہے، یہاں عمل ہے اور آخرت میں اس کا بدلہ ہے، اگر یہی دینا ہو، اور اس کے ساتھ آخرت نہ ہو تو تکلیف کی غرض کیسے پوری ہو؟ — یہ دلیل قرآن کریم نے اس طرح بیان کی ہے: **هُوَ السَّمَاءُ بَنِيهَا بَأْيَدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ وَالْأَرْضُ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِلُونَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝** اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا، اور بے شک ہم (آسمان) کو بہت وسیع بنانے والے ہیں، اور ہم نے زمین کو بچھایا، پس ہم بہترین بچھانے والے ہیں، اور ہم نے ہر چیز کی جوڑی بنائی تاکہ تمہیں یاد آئے (کہ اس دنیا کی بھی جوڑی ہے) اس دلیل میں آسمان و زمین کی کچھ تفصیل بھی کی ہے — اسی طرح یہاں یہ بات بیان کرنی ہے کہ رب کائنات انسانوں کی تربیت کے لئے فرشتوں کے ذریعہ وحی بھیجتے ہیں، ساتھ ہی فرشتوں کی ساخت کی تفصیل بھی کردی۔

نکاح میں چار سے زیادہ ازواج کو جمع کرنا جائز نہیں

یہاں ایک نکتہ ہے، رباع سے آگے اعداد معدول نہیں، اس لئے: **﴿يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ﴾** بڑھایا، کیونکہ فرشتوں کے چار سے زیادہ بھی بازو ہیں، اور سورۃ النساء (آیت ۳) میں رباع سے آگے کچھ نہیں بڑھایا، معلوم ہوا نکاح میں چار سے زیادہ ازواج کو جمع کرنا جائز نہیں، ورنہ آگے کچھ بڑھاتے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، پس مستبط بات پختہ ہوگئی، اور غیر مقلدین کا اختلاف اجماع کو متاثر نہیں کرتا، کیونکہ وہ اہل السنۃ والجماع سے خارج ہیں۔

وحی اللہ کی ایک نعمت ہے، اور نعمتوں کے بارے میں قاعدہ کلیہ: — اللہ تعالیٰ جو مہربانی لوگوں کے لئے کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور جس کو روک لیں اس کو ان کے علاوہ کوئی جاری کرنے والا نہیں — اور مہربانی

جسمانی بھی ہوتی ہے، جیسے تندرستی، بارش اور روزی وغیرہ اور روحانی بھی ہوتی ہے، جیسے نبوت و رسالت اور علم و فہم وغیرہ، قاعدہ سب کو شامل ہے: — اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں!

نعمتِ رزق کا شکر بجالاؤ، اور اللہ ہی کی بندگی کرو: — روزی اللہ کی بڑی رحمت ہے، اور روزی رساں اللہ تعالیٰ ہیں، انھوں نے اوپر تلے رزق کے اسباب پیدا کئے ہیں، ہم اللہ ہی کا رزق کھاتے ہیں، پس انہی کی بندگی چاہئے، کسی اور کی چوکھٹ پر سر ٹیکنے کا کوئی مطلب نہیں! ارشاد فرماتے ہیں: — اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کے احسانات کو یاد کرو — یہ حکم ہر احسان کو شامل ہے، پھر اپنا ایک خاص احسان یاد دلاتے ہیں: — کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو؟ — کوئی نہیں! پس — ان کے سوا کوئی معبود نہیں — خالق و رازق ہی معبود ہے — پھر تم کہاں لٹے جا رہے ہو؟ — اللہ کی طرف لوٹو، اور اسی کی بارگاہ میں نذر و نیاز پیش کرو۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۚ وَلِلَّهِ تَرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۚ أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِن لَّو يَضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ فَلَا تَذْهَب نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَكْيِ مَبِيتٍ فَأَخِينَا بِهِ الْأَرْضَ بِعَدَمِ مَوْتِهَا ۚ كَذٰلِكَ النُّشُورُ ۝

وَإِنْ	اور اگر	رُسُلٌ	رسول	الْأُمُورُ ^(۱)	سب امور
يُكَذِّبُوكَ	جھٹلاتے ہیں وہ آپ کو	مِّن قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ ^(۲)	اے لوگو!
فَقَدْ	تو بالیقین	وَلِلَّهِ	اور اللہ کی طرف	إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ	بے شک اللہ کا وعدہ
كَذَّبَتْ	جھٹلائے گئے	تَرْجَعُ	لوٹیں گے	حَقٌّ	سچا ہے

(۱) الامور: میں الف لام استغراقی ہیں (۲) یٰٓأَيُّهَا النَّاس سے خطاب و حقیقت کفار کو ہوتا ہے۔

فَلَا تَعَزَّزْ لَكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُزَّزْكُمْ بِاللَّهِ الْعُرُورُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ قَاتِلٌ ذُنُوبُهُ عَدُوًّا لَكُمْ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ	پس دھوکہ میں نہ آئے تم کو زندگی دنیا کی اور نہ دھوکہ دے تم کو اللہ کے نام سے بڑا دھوکے باز بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے پس بناؤ اس کو دشمن وہ اسی لئے بلاتا ہے اپنی پارٹی کو کہ ہوں وہ دوزخ والوں میں سے جنہوں نے انکار کیا ان کے لئے سزا ہے	شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ أَجْرٌ كَبِيرٌ أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُبْضِلُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبُ	سخت اور جو لوگ ایمان لائے اور کئے انہوں نے نیک کام ان کے لئے بخشش اور بڑا بدلہ ہے کیا تو جو شخص مزمین کیا گیا اس کے لئے اس کا برا عمل پس دیکھا اس نے اس کو اچھا پس بے شک اللہ تعالیٰ بھٹکاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور راہ راست دکھاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں پس نہ جائے	نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٌ ^(۲) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرَّسُولَ فَتَشِيرُ سَحَابًا فَنُقْطَةُ إِلَى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَخْيَيْنَا بِهِ ^(۳) الْأَرْضَ	آپ کی جان ان پر پچھتا پچھتا کر بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں ان کاموں کو جو کرتے ہیں وہ اور اللہ تعالیٰ: جنہوں نے چلائی ہوائیں پس ابھارتی ہیں وہ بادل کو پس ہانک لے چلتے ہیں ہم اس کو علاقہ کی طرف مردہ (ویران) پس زندہ کرتے ہیں ہم اس (بارش) کے ذریعہ زمین کو
---	--	--	--	---	--

(۱) من: مبتدا ہے، اور خبر کمین ہدایہ اللہ: محذوف ہے، جس پر فان اللہ: دلالت کرتا ہے، اور جواب لا ہے۔ (۲) حسرات: مفعول لہ ہے، اور جمع کثرت اغتمام پر دلالت کرتا ہے، اس لئے دو مرتبہ پچھتا پچھتا کر ترجمہ کیا ہے۔ (۳) بہ: کا مرجع مسحاب ہے، اور اب بارش مراد ہے، یہی صنعت استخدا ام ہے۔

بَعْدَ مَوْعِدًا	اس کے مرنے کے بعد	كَذَلِكَ	اسی طرح ہوگا	النُّشُودُ	جی اٹھنا
------------------	-------------------	----------	--------------	------------	----------

رسالت اور قیامت کا بیان

رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے! — اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے عظیم الشان رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے، لوگوں کو ان کی قدر کرنی چاہئے، جو لوگ ان کی تکذیب پر مٹلے ہوئے ہیں، وہ جان لیں کہ تمام امور کا مرجع اللہ کی ذات ہے، جب وہ اللہ کے پاس پہنچیں گے اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ لیں گے! ارشاد فرماتے ہیں: — اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو بالیقین آپ سے پہلے رسول جھٹلائے گئے — پس آج یہ کوئی نئی بات نہیں — اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹیں گے — پس آپ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کیجئے، جب وہ اللہ کے پاس پہنچیں گے، اللہ ان کو تکذیب کی سزا دیں گے۔

قیامت کا وعدہ سچا ہے، اس کی تیاری کرو: — دنیا کی باغ و بہار زندگی غفلت میں نہ ڈالے، اور شیطان اللہ کا نام لے کر دھوکا نہ دے، وہ کہے گا: کمر جو کرنا ہے، اللہ غفور رحیم ہیں! اور جان لو کہ وہ تمہارا دشمن ہے، اس کو دشمن سمجھو، اس کی چال کو کامیاب مت ہونے دو، وہ تو اپنے چیلوں کو جہنم کا ایندھن ہی بنانا چاہتا ہے، پس سن لو! جو لوگ رسول ﷺ کا انکار کریں گے، اور شیطان کی پیروی کریں گے: وہ سخت عذاب سے دوچار ہونگے، اور جو لوگ رسول ﷺ کی بات مانیں گے، اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے: وہ اللہ کی مغفرت اور اجر عظیم (جنت) کے حقدار ہونگے۔

آیات پاک: — اے لوگو! اللہ کا (قیامت کا) وعدہ بالیقین سچا ہے، پس (اس کے لئے تیاری کرنے سے) دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے (غفلت میں نہ رکھے) اور تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز (شیطان) بھی دھوکہ میں نہ ڈالے، شیطان بالیقین تمہارا دشمن ہے، پس تم اس کو اپنا دشمن سمجھو، وہ اپنی پارٹی کو محض اس لئے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ کا ایندھن بنیں! — وہ تمہیں جہنم میں پہنچا کر دم لے گا، سنو! — جن لوگوں نے انکار کیا — اللہ کے رسول پر ایمان نہیں لائے — ان کے لئے سخت عذاب ہے — اور جنہوں نے مان لیا اور نیک کام کئے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے — آخرت میں ان کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔

قیامت کے دن ہیرا اور خنزف (ٹھیکری) برابر نہیں ہونگے: — شیطان نے جس کی نگاہ میں برے کام کو بھلا کر دکھایا، کیا وہ شخص اُس کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ کے فضل سے بھلے برے کی تمیز رکھتا ہے، نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے؟ جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہو سکتا ہے؟ — اور یہ خیال مت کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کیوں کر سمجھ لے گا؟ اللہ جس کو سوء استعداد اور سوء اختیار کی بنا پر بھٹکانا چاہے اس کی عقل اسی

طرح اوندمی ہو جاتی ہے، اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے: شیطان کی طاقت نہیں جو اُسے غلط راستہ پر ڈال دے، یا الٹی بات سمجھا دے (فوائد)

آیاتِ پاک: — کیا پس جس کے لئے اس کا برا عمل اچھا کر کے دکھایا، پس اس نے اس کو اچھا سمجھ لیا: — اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو برے عمل کو برا سمجھتا ہے، اور اس سے بچتا ہے؟ — پس بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بھٹکاتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں راہِ راست دکھاتے ہیں — پس آپ ان پر پچھتا پچھتا کر اپنی جان نہ کھودیں! — ان معاندین کے غم میں اپنے کو نہ گھلائیں! — اللہ تعالیٰ کو بالیقین ان کے سب کرتوتوں کی خبر ہے — وہ خود ان کا بھگتان کر دیں گے!

بعث بعد الموت کی نظیر: — ویران زمین کا بارش کے پانی سے ہرا ہو جانا ہے — اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں، اور جس ملک کا رقبہ مردہ پڑا تھا، کھیتی و سبزہ کچھ نہ تھا، چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے، اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی میرے پیچھے جلا کر کھڑا کر دیں گے، روایات میں ہے کہ جب اللہ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا، عرش کے نیچے سے ایک (خاص قسم کی) بارش ہوگی، جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اُگ آتا ہے (فوائد)

آیاتِ پاک: — اور اللہ تعالیٰ وہ ہیں جو ہوائیں چلاتے ہیں، پس وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پس ہم اس کو ہانک لے چلتے ہیں مردہ زمین کی طرف، پھر ہم بارش کے ذریعہ زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، اسی طرح جی اٹھنا ہے! — زمین میں نباتات کے دانے اور گھاس کی جڑیں ہوتی ہیں، بارش کے پانی سے وہ اُگ آتی ہیں، اسی طرح زمین میں حیوانات اور انسانوں کی مٹی ہے، جو خاص قسم کی بارش ہوتے ہی زمین سے بشکل اجسام نکل آئیں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۖ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَنْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يُبَوِّرُ ۚ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أَنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعَمِّرُ مِنْ مَّعْمَرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرٍ ۚ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۚ هَذَا عَذَابٌ فَرَاتٌ سَاءَ بَعْ

شَرَابُهُ وَهَذَا مِنْهُ أَجَابٌ ۚ وَمَنْ كُلَّ تَاكُلُونَ لِحَاطِرِيًّا ۚ تَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً
تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاحِرَ تَنْتَبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾
يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ
يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذِكُّكُمْ اللَّهُ رَبِّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ
دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۚ إِنَّ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوا مَا
اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشْرِكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿۱۱﴾

مَنْ (۱)	جو شخص	الطَّيِّبُ	پاکیزہ	وَمَكْرُ	اور چال
كَانَ يُرِيدُ (۲)	چاہتا ہے	وَالْعَلُ	اور عمل	أُولَئِكَ	ان لوگوں کی
الْعِزَّةُ	عزت	الصَّالِحُ	نیک	هُوَ (۵)	ہی
فَلِلَّهِ	پس اللہ کے لئے ہے	يَرْفَعُهُ (۳)	اٹھاتا ہے اس کو	يَبُورُ (۶)	ہلاک ہوگی
الْعِزَّةُ	عزت	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	وَاللَّهُ	اور اللہ نے
جَمِيعًا	ساری	يَمْكُرُونَ	چالیں چلتے ہیں	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو
إِلَيْهِ	اس کی طرف	السَّيِّئَاتِ	بری بری	مِنْ تَرَابٍ	مٹی سے
يَصْعَدُ	چڑھتی ہے	لَهُمْ عَذَابٌ	ان کے لئے سزا ہے	ثُمَّ	پھر
الْكَلِمِ (۳)	بات	شَدِيدًا	سخت	مِنْ نُّفُفَةٍ	ماڈہ سے

(۱) مَنْ: موصولہ، مضمّن معنی شرط، کان یرید العزّة: جملہ شرطیہ، اور لله العزّة جمیعاً: جملہ جزائیہ، اور جزاء پر فاء جزائیہ، اور دوسرے العزّة میں ال استغراق کے لئے ہے، اور جمیعاً: حال ہے، جو استغراق کی تاکید کے لئے ہے (۲) مضارع پر کان داخل ہوتا ہے تو استمرار و دوام کا مفہوم پیدا ہوتا ہے (۳) الْكَلِمِ: الكلمة کی جمع، اس پر الف لام جنسی ہے، اور ایسی صورت میں جمعیت باطل ہو جاتی ہے اور جمع بحکم مفرد ہو جاتی ہے، اور لفظ الکلم مذکر ہے اس لئے یصعد: مذکر صیغہ اور الطیب مذکر صفت ہے، اور بات سے مراد: کلمہ طیبہ یعنی ایمان ہے اور صعود اور رفع معنوی ہیں، صعود بمعنی قبول اور رفع بمعنی قدر افزائی ہے (۴) یرفعہ: فاعل ضمیر محذوف ہے، جس کا مرجع العمل الصالح ہے اور مفعول کی ضمیر الکلم الطیب کی طرف لوٹتی ہے (۵) ہو: ضمیر فصل برائے حصر ہے (۶) يَبُورُ بُورًا: ہلاک ہونا، مند اور ٹھپ ہو جانا۔

ثُمَّ جَعَلَكُمْ	پھر بنایا تم کو	وَهَذَا	اور یہ	وَيُؤَلِّجُ	اور داخل کرتے ہیں
أَزْوَاجًا	جوڑا جوڑا	وَمِنْ	شور	النَّهَارَ	دن کو
وَمَا تَحِثُّ	اور نہیں اٹھاتی	أَجَاثٌ	تلخ ہے	فِي الْبَيْلِ	رات میں
مِنْ أَنْثَى	کوئی مادہ	وَمِنْ كُلِّ	اور ہر ایک سے	وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا ہے
وَلَا تَضَعُ	اور نہیں جنتی	ثَأْنًا كَلَوْنَ	کھاتے ہو تم	الشَّمْسَ	سورج
إِلَّا بِعِلْمِهِ	مگر ان کے علم سے	لَحْمًا	گوشت	وَالْقَمَرَ	اور چاند کو
وَمَا يَعْزُّ	اور نہیں عمر پاتا	طَرِيًّا	تازہ	كُلُّ	ہر ایک
مِنْ مُعْتَمِرٍ	کوئی بڑی عمر والا	وَتَنْتَخِرُ جَوْنَ	اور نکالتے ہو تم	يَجْرِي	چلتا ہے
وَلَا يُنْقَضُ	اور نہیں گھٹائی جاتی	حَلِيَّةٌ	زیور	لِأَجَلٍ	مدت کے لئے
مِنْ عُمُرٍ	اس کی زندگی سے	تَلْبَسُونَهَا ^(۱)	پہنتے ہو تم اس کو	مُسَمًّى	متعین
إِلَّا فِي كِتَابٍ	مگر نوشتہ میں ہے	وَتَرَى	اور دیکھتا ہے تو	ذِكْرُكُمْ	یہی
إِنَّ ذَلِكَ	بے شک یہ بات	الْفُذْكَ	کشتیوں کو	اللَّهُ	اللہ
عَلَى اللَّهِ	اللہ پر	فِيهِ	اس (دریا) میں	رَبُّكُمْ	تمہارے رب ہیں
يَسِيرُ	آسان ہے	مَوَاجِرُ ^(۲)	چیرنے والی (پانی کو)	لَهُ	ان کے لئے
وَمَا يَسْتَوِي	اور نہیں ہوتے یکساں	لَتَنْبَغُوا	تاکہ تلاش کرو تم	الْمَلِكُ	سلطنت ہے
الْبَحْرَيْنِ	دو دریا	مِنْ فَضْلِهِ	اس کی روزی سے	وَالَّذِينَ	اور جن کو
هَذَا	یہ	وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ	تَذَعُونَ	تم پکارتے ہو
عَذَابٌ	شیریں	تَشْكُرُونَ	شکر بجالاؤ تم	مِنْ دُونِهِ	اس کے سوا
فَوَاتٌ	پیاں بجھانے والا	يُؤَلِّجُ	داخل کرتے ہیں	مَا يَمْلِكُونَ	نہیں مالک ہیں وہ
سَائِعٌ	خوش گوار ہے	الْبَيْلَ	رات کو	مِنْ قَطْمِيرٍ ^(۳)	گٹھلی کی گٹھلی کے
شَرَابُهُ	اس کا پینا	فِي النَّهَارِ	دن میں	إِنْ تَدْعُوهُمْ	اگر پکارو تم ان کو

(۱) تلبسونہا: جملہ حلیہ کی صفت ہے (۲) مَوَاجِرُ: کشتیاں، مفرد المَاجِرَة، مَخْرَبَتِ السَّفِينَة (ن) مَخْرَبَتِ: کشتی یا جہاز کا پانی کو چیرنا۔ (۳) القطمیر: کھجور کی گٹھلی پر چڑھی ہوئی باریک جھلی، حقیر و معمولی چیز۔

لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا	نہ سنیں وہ تمہاری پکار اور اگر سن لیں تو نہ جواب دیں وہ	لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشْرِكِكُمْ	تم کو اور قیامت کے دن انکار کریں گے تمہارے شریک ٹھہرانے کا	وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ	اور نہیں آگاہ کرتا تجھ کو مانند باخبر کے
--	--	--	---	--	---

دلائل توحید

پہلی دلیل: مقام عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس لئے

وہی معبود ہیں، کیونکہ معبود ہونا سب سے بڑی عزت ہے

مقام: مرتبہ، رتبہ۔ عزت: وہ حالت جو مغلوب ہونے سے بچائے۔ مقام حمد کی طرح مقام عزت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بالذات (حقیقت) عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور بالعرض (بالواسطہ) انبیاء اور مؤمنین کے لئے ہے یعنی وہ اللہ کی بخشی ہوئی ہے، اور معبود وہی ہے جس کے لئے بالذات مقام عزت ہے، کیونکہ معبودیت ہی سب سے بڑی عزت ہے، وہ بالعرض معزز کے لئے نہیں ہو سکتی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — جو شخص عزت چاہتا ہے پس عزت ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے — وہی عزیز و غالب ہیں، پس وہی معبود ہیں — اور جو عزت چاہتا ہے یعنی بالعرض معزز ہونا چاہتا ہے وہ اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے، اللہ تعالیٰ اس کو عزت بخشیں گے، سورۃ المنافقون (آیت ۸) میں ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ عزت (بالذات) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اور (بالعرض) اس کے رسول کے لئے اور مؤمنین کے لئے ہے۔ رسول اور المؤمنین پر لام جا رہا کہ فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا ہے (دلیل پوری ہوئی)

ایمان تصدیق کا نام ہے اور اس کی رونق نیک اعمال سے ہے: — ان کی طرف اچھا کلام چڑھتا ہے، اور نیک عمل: وہ اٹھاتا ہے اس (اچھے کلام) کو — چڑھتا ہے اور اٹھاتا ہے: یہ معنوی چڑھنا اور اٹھانا ہے، سورۃ النور (آیت ۳۶) میں ہے: ﴿فَإِنِّي بُيِّنْتُ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ﴾ ایسے گھروں میں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے۔ اور سورۃ المجادلہ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ﴾ تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا درجہ بلند کرتے ہیں، پس چڑھنے اور اٹھانے سے مراد قبولیت اور کمالیت ہے، اور اچھے کلام سے مراد کلمہ طیبہ: لا إله إلا الله محمد رسول الله ہے، یہ کلمہ ایمان ہے، یہ چڑھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں (کلمہ شرک مقبول نہیں) پھر اعمال صالحہ سے کلمہ ایمان کی شان بڑھتی ہے، نیک اعمال سے ایمان کو جلا ملتی ہے، یہی اٹھانا ہے۔

مؤمنین کے بالمقابل منافقین کا تذکرہ: — اور جو لوگ بری بری چالیں چلتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے، اور ان کی بری چالیں نابود ہوگی — وہ ذلیل و خوار ہوں گے، ان کے داؤ گھات باطل و بے کار ثابت ہوں گے، عزت اور غلبہ اسلام اور مسلمانوں کو ملے گا، اور کفر و شرک دفع ہوگا۔

دوسری دلیل: جو ہستی انسان کے سارے احوال سے واقف ہو، وہی معبود ہو سکتی ہے

اللہ تعالیٰ ہر انسان کے جملہ احوال سے واقف ہیں، الف تاء ایک ایک جزئیہ سے باخبر ہیں، اور ہر چیز لوح محفوظ میں ریکارڈ ہے، ایسی ہی ہستی معبود ہو سکتی ہے۔ ہر انسان کی تخلیق مٹی سے ہوتی ہے، زمین سے غذا پیدا ہوتی ہے، اس سے مردوزن کے جسم میں خون بنتا ہے، یہ زمین کا ست ہے، پھر خون سے مادہ بنتا ہے، پھر دو ماڈے بچہ دانی میں پہنچتے ہیں، اور مختلف اطوار سے گذرتے ہیں، پھر ایک ہی مادہ سے لڑکا/لڑکی بناتے ہیں، غرض: حمل سے وضع حمل تک سارے مراحل سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہیں، پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو کون لمبی عمر پائے گا کون مختصر؟ اس کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، ان کے لئے یہ سب کچھ جاننا مشکل نہیں، وہ نہ صرف جانتے ہیں بلکہ لوح محفوظ میں ریکارڈ بھی کر رکھا ہے، ایسی ہی ہستی معبود ہو سکتی ہے، اسی کی بندگی کرنی چاہئے۔

آیت کریمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم کو — یعنی ہر انسان کو — مٹی سے پیدا کیا، پھر — ایک مرحلہ کے بعد — نطفہ سے، پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا — یعنی کبھی اسی مادہ سے لڑکا اور کبھی لڑکی پیدا ہوتی ہے — اور کسی عورت کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے، مگر سب کچھ اللہ کے علم سے ہوتا ہے — یعنی حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار و اطوار گذرتے ہیں سب کی خبر اللہ تعالیٰ کو ہے، ماں بھی نہیں جانتی کہ اندر کیا احوال پیش آرہے ہیں، مگر اللہ کو سب کچھ معلوم ہے — اور نہ کوئی بڑی عمر والا زیادہ عمر پاتا ہے اور نہ اس کی عمر سے کچھ گھٹایا جاتا ہے، مگر وہ لوح محفوظ میں ہے، بے شک — جزئیات کا احاطہ — اللہ تعالیٰ پر آسان ہے!

قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب

قرآن کریم میں کبھی خاص آیت ہوتی ہے، اور مراد عام ہوتی ہے، جیسے سورۃ الاحزاب (آیت ۳۷) میں ہے: ﴿فَلَمَّا قُضِيَ زَيْنُهَا وَطَوَّاءُ﴾: جب زین نے زینب سے اپنی غرض پوری کر لی۔ آیت حضرت زینب کے ساتھ خاص ہے، مگر حکم ہر لے پاک کو عام ہے، ایسی مثالیں قرآن میں کم ہیں، اور ایسی مثالیں بکثرت ہیں کہ آیت میں دلیل خاص کے ضمن میں عام بات آتی ہے، اُس جگہ اگر عام کے ضمن میں جو خاص ہے اس کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو استدلال واضح نہیں ہوگا، جیسے مذکورہ

آیت میں: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ أَزْوَاجًا﴾: عام بات ہے کہ اللہ نے انسانوں کی جوڑیاں (نرو مادہ) بنائیں، اور اس کے ضمن میں یہ بات ہے کہ ایک مادہ سے کبھی لڑکا اور کبھی لڑکی بناتے ہیں، اسی طرح نوما تحمل اور نوما یعمر عام ہیں، لیکن اگر ان کو عام لیا جائے گا تو استدلال سمجھ میں نہیں آئے گا۔

تیسری دلیل: معبود برحق کے شئون اور مورتیوں کے احوال

میں غور کرنے سے اندازہ ہوگا کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ ہیں

شئون: اہم معاملات، شأن کی جمع: ﴿كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾: اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی نہ کسی اہم کام میں ہوتے ہیں [الرحمن ۲۹] اس کے بعد جاننا چاہئے کہ زمین کا تین چوتھائی زیر آب ہے، اس میں سمندر اور جھیلیں ہیں، جھیلوں کا پانی میٹھا ہوتا ہے، جیسے ملاوی کی جھیل (افریقہ میں) اور شکاگو کی جھیل (امریکہ میں) اور اون ٹریو کی جھیل (کناڈا میں) یہ اتنی بڑی جھیلیں ہیں کہ سمندر معلوم ہوتی ہیں، یہ دو دریا یکساں نہیں، جھیل کا پانی شیریں، پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوش گوار ہوتا ہے، اور سمندروں کا پانی شور تلخ ہوتا ہے، پینے کے قابل نہیں ہوتا، مگر مچھلیاں دونوں سے نکلتی ہیں، اور لوگ تازہ گوشت کھاتے ہیں اور سمندر سے مچھلی کے علاوہ موتی مونگے بھی نکلتے ہیں، جن سے زیور بنتے ہیں اور لوگ پہنتے ہیں۔

علاوہ ازیں: کشتیاں سمندروں کو چیرتی ہوئیں ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچتی ہیں، ان کے ذریعہ لوگ بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں اور خوب نفع کماتے ہیں، غور کرو! پانی پر ایک ڈھیلہ نہیں رکھا، یہ لاکھوں ٹن کے جہاز کیسے پانی پر دندنہ رہے ہیں، بلکہ اب تو اللہ نے فضا کو بھی مسخر کر دیا ہے، اس راہ سے ایسی بڑی تجارتیں ہو رہی ہیں جن کا پہلے انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نعمت کا بھی شکر واجب ہے۔

اور خشکی کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موسم بدلے ہیں، کبھی رات چھوٹی ہو جاتی ہے تو کبھی دن، جب دن بڑا ہو جاتا ہے تو موسم گرم شروع ہوتا ہے، اور جب رات بڑی ہوتی ہے تو موسم سرما کا آغاز ہوتا ہے، اور دونوں موسموں میں الگ الگ فصلیں اگتی ہیں (عرب میں بارش کا سیزن نہیں) — علاوہ ازیں: اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے، سورج کی تابانی پھل اور غلہ لپکاتی ہے، اور چاند کی چاندنی رنگ اور مٹھاس پیدا کرتی ہے، بارہ گھنٹے سورج کا راج رہتا ہے، پھر وہ چھپ جاتا ہے، پھر چاند نمودار ہوتا ہے اور وہ اپنا کام کرتا ہے، ہر ایک کے لئے مدت کار مقرر ہے، اگر یہ نظام ٹھس و قمر نہ ہوتا تو انسان کو خشکی سے رزق کیسے میسر آتا؟

یہ اللہ کے شئون ہیں، پوری کائنات پر ان کی سلطنت ہے، وہ جس طرح چاہتے ہیں کائنات میں ہیر پھیر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ سے کم رتبہ مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں: وہ بتائیں! ان کے خدا ان میں سے کیا کام کرتے ہیں، وہ

کائنات کی حقیر و معمولی چیز کے بھی مالک نہیں، اور پجاری ان سے جو التجائیں کرتے ہیں: اول تو وہ ان کو سنتے نہیں، اور سنیں تو ان کے اختیار میں مطلب برآری نہیں، اور قیامت کے دن وہ اپنی بھاگی داری کا صاف انکار کر دیں گے، پس مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہو کر رہ جائے گا — اور صورتوں کے یہ احوال اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بخوبی واقف ہیں، ان سے بہتر کون بتا سکتا ہے!

دلیل کا خلاصہ: اللہ تعالیٰ کے ان شکون و معاملات میں غور کرو جن کا انسانوں سے تعلق ہے، خشکی اور تری میں روزی کے کیا کیا اسباب پیدا کئے ہیں، اور معبودانِ باطل کا انسانی حاجات سے کیا تعلق ہے؟ اس کو بھی دیکھو، وہ اول تو انسانوں کی پکار سنتے ہی نہیں، اور سنیں بھی تو کچھ کر نہیں سکتے، ان دونوں میں موازنہ کرو گے تو اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ معبود اور پروردگار ایک اللہ ہیں، وہی سلطنت کے مالک ہیں، باقی سب نقشِ بر آب ہیں۔

آیاتِ پاک: — اور یکساں نہیں دو دریا: یہ شیریں، پیاس بجھانے والا، جس کا پینا خوش گوار ہے، اور یہ شور تلخ ہے، اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو — یعنی مچھلی! یہاں کسی فقیہ نے تعیم نہیں کی — اور زیور نکالتے ہو، جس کو پہنتے ہو — اس کا ومن کل سے تعلق نہیں — اور آپ کشتیوں کو دریا میں دیکھتے ہیں: پانی پھاڑتی ہوئی — چلی جا رہی ہیں — تاکہ تم اللہ کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر گزار بنو!

اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں — پس دن بڑا ہو جاتا ہے اور گرمی شروع ہو جاتی ہے — اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں — پس رات بڑی ہو جاتی ہے اور موسم سرما شروع ہو جاتا ہے — اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے، ہر ایک چلتا ہے مقررہ وقت تک — دن میں سورج کام کرتا ہے، رات میں چاند — یہی اللہ تمہارے پروردگار ہیں، انہی کے لئے سلطنت ہے!

اور جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ کھجور کی گٹھلی کی جھٹی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے! — اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار سنیں گے نہیں، اور اگر سن لیں تو تم کو جواب نہیں دیں گے — اور قیامت کے دن وہ تمہارے شریک ٹھہرانے کا انکار کر دیں گے — اور آپ کو خبر رکھنے والے کی طرح کوئی نہیں بتا سکتا!

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَهِ اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِهْلِهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ إِنَّمَا تُنذِرُ

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ، وَمَنْ تَزَكَّى فَإِنَّمَا يَتَزَكَّى لِنَفْسِهِ
وَالِىَ اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ ۝
وَلَا الظُّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ
يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۚ إِنَّ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا
وَنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۖ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ
كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝

۱۵

یَا أَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو!	مخلوق	اے جنہاں	اس بوجھ کو اٹھانے کیلئے
أَنْتُمْ	تم ہی		لَا يُحْمَلُ	(تو) نہیں اٹھایا جائے گا
الْفُقَرَاءُ	محتاج ہو		مِنْهُ	اس میں سے
إِلَى اللَّهِ	اللہ کی طرف	عَلَى اللَّهِ		کچھ بھی
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	بِعَزِيْزٍ		اگرچہ ہو وہ (مدد)
هُوَ	ہی	وَلَا تَزِرُ	۱۵ فَرْبِی	رشتہ دار
الْعَنَىٰ	بے نیاز	وَأَزْرَةً	إِنَّمَا	صرف
الْحَمِيدُ	ستودہ ہیں	وَزُرَّ	تُنْذِرُ	ڈراتے ہیں آپ
إِنْ يَشَاءُ	اگر وہ چاہیں	أُخْرَىٰ	الَّذِينَ	ان کو جو
يُنْذِرُهُمْ	لے جائیں تم کو	وَلَنْ تَذَعَ	يَخْشَوْنَ	ڈرتے ہیں
وَيَاتِ	اور لائیں	مُثْقَلَةً	رَبَّهُمْ	ان کے رب سے

(۱) لا تذر: مضارع منفی، صیغہ واحد مؤنث غائب، فاعل وازرة (مؤنث) ہے (۲) وازرة: ای نفس وازرة..... آخری:
ای نفس آخری: دوسری ذات..... وَزَرَ يَزِرُ (ض) وَزَرًا: بھاری بوجھ اٹھانا، گنہگار ہونا (۳) تَذَعُ: مضارع، واحد مؤنث
غائب، ان: شرطیہ کی وجہ سے آخر سے واحد حذف ہوا ہے..... مثقلة: (اسم مفعول) فاعل ہے۔

بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَمِمَّنْ تَرْكُوكِ فَانْتَبَا يَتَزَكَّى لِنَفْسِهِ وَاللَّهُ الْمُصِیِّرُ وَمَا يَسْتَوِ الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظُّلُ وَلَا الْحَرُورُ ^(۱) وَمَا يَسْتَوِی	بغیر دیکھے اور اہتمام کرتے ہیں نماز کا اور جو سہرا ہوا تو بس سہرا ہوتا ہے اپنے نفع کے لئے اور اللہ کی طرف لوٹتا ہے اور نہیں یکساں ناپینا اور پینا اور نہ تاریکیاں اور نہ روشنی اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور نہیں یکساں	الْأَحْيَاءِ وَلَا الْأَمْوَاتِ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ	زندے اور نہ مردے بے شک اللہ تعالیٰ سناتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور نہیں آپ سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں نہیں آپ مگر ڈرانے والے بے شک ہم نے بھیجا آپ کو سچے دین کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور نہیں ہے کوئی امت	إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ وَلَنْ يُّكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِّنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ	مگر گزرا ہے اس میں کوئی ڈرانے والا اور اگر جھٹلاتے ہیں وہ آپ کو تو یقیناً جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے لائے ان کے پاس ان کے پیغامبر واضح دلیلیں اور صحیفے اور کتاب روشنی پھیلانے والی پھر پکڑا اس نے ان کو جنہوں نے انکار کیا پس کیسا تھا میرا انکار!
--	---	---	---	--	---

توحید کے تعلق سے چند اہم باتیں

۱۔ اللہ پر ایمان لاؤ، ورنہ کوئی دوسری قوم تمہاری جگہ لے لیگی

مکہ والوں سے خطاب ہے کہ تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو، اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہیں، اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ قادر ہیں، وہ تم کو ہٹا کر کسی دوسری قوم کو اپنے حبیب ﷺ کی امت اجابہ بننے کے لئے کھڑا

(۱) الْحَرُورُ: آفتاب کی تپش، دھوپ۔

کر دیں گے، اور تم بیک بنی و دو گوش ہٹا دیئے جاؤ گے، مثلاً: فارس کے لوگ تمہاری جگہ لے لیں، ایک موقعہ پر نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”اگر علم/ دین ثریا پر ہوتا تو بھی فارس کے کچھ لوگ وہاں سے اس کو لے آتے“ ارشاد فرماتے ہیں: — اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز تعریفوں والے ہیں، اگر وہ چاہیں تو تم کو لے جائیں، اور کوئی نئی مخلوق لے آئیں، اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں!

۲- جو ایمان نہیں لائے گا وہ آخرت میں اپنے گناہ کا خود ذمہ دار ہوگا

اے مکہ والو! آخرت کے تعلق سے ایک قاعدہ سنو! — اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور اگر بلائے کوئی بوجھ کا لد اس کے اٹھانے کے لئے تو بھی اس میں سے کچھ نہیں اٹھایا جائے گا، اگرچہ وہ (مدعو) رشتہ دار ہو — یعنی آخرت میں سب کو نفسی نفسی پڑی ہوگی، کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوگا، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو — اور یہ جواب بھی ہے کفار کے اس قول کا جو سورۃ العنکبوت (آیت ۱۲) میں آیا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا مَسِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ﴾ اور کفار: مسلمانوں سے کہتے ہیں: تم ہماری راہ پر آ جاؤ، ہم تمہارے گناہ کے ذمہ دار ہیں! — وہ جھوٹے ہیں، قیامت کے دن کوئی کسی کا معمولی گناہ بھی اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا — پس اے مکہ والو! اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو آخرت میں اپنے گناہ کے خود ذمہ دار ہوؤ گے!

۳- نبی ﷺ کا کام صرف انداز و تبشیر ہے، اور ایمان اسی کو ملتا ہے جس

میں بالقوۃ اس کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس کا صلہ آخرت میں ملے گا

انداز: ڈرانا، نتائج اعمال سے آگاہ کرنا، تبشیر: خوش خبری سنانا، جو لوگ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ پر پڑ جائیں، ان کو آخرت میں اچھے انجام کی خبر دینا۔ بالقوۃ: فی نفسہ صلاحیت کا ہونا، اس کا مقابل بالفعل ہے یعنی درست صلاحیت کا ہونا۔

فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے پاس کوئی پاور (طاقت) نہیں کہ لوگوں کو زبردستی منوادیں، یہ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے، اور وہ اسی کو دولتِ ایمان سے مالا مال کرتے ہیں جس میں ایمان کی بالقوۃ صلاحیت ہوتی ہے، وہ اللہ پر مشاہدہ کے بغیر ایمان لا سکتا ہے، اور نماز اور زکات کا اہتمام کر سکتا ہے، اور ایسے بندوں کو ان کے ایمان کا صلہ آخرت میں ملے گا۔

آیاتِ پاک: — آپ صرف ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں، اور جو شخص پاکیزہ ہوتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے پاکیزہ ہوتا ہے — یہ زکات کا تذکرہ اس کے فائدے

کی شکل میں کیا ہے — اور اللہ کی طرف لوٹنا ہے — ان کے پاس پہنچ کر ایمان و اعمال کا صلہ ملے گا — جاننا چاہئے کہ زکات و خیرات سے مال اور مالدار: دونوں سترے ہوتے ہیں، مال کا میل زائل ہوتا ہے اور مال والے کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور ذیلہ بکّل زائل ہوتا ہے، یہ انفاق کا فائدہ ہے، اس فائدے کے ذریعہ زکات کا ذکر کیا ہے۔

۴- آخرت میں صلہ کی طرف اشارہ

کافر: دین قبول نہ کرنے والا نابینا ہے، اور مؤمن: دین قبول کرنے والا بینا ہے، تاریکیاں: گمراہی جس کی مختلف شکلیں ہیں، اس لئے ظلمات: جمع لائے، اور روشنی: یعنی ہدایت جو ایک ہے، اس لئے النور مفرد لائے، اور سایہ: آخرت میں ایمان کی برکات ہیں، اور دھوپ: آخرت میں کفر کی نحوست ہے، اور زندے: یعنی بال بصیرت لوگ، مؤمنین، اور مردے: یعنی بے بصیرت، کافر — یہ دو دو آخرت میں یکساں نہیں، نابینا اور بینا برابر نہیں ہوتے، نہ گمراہیاں اور ہدایت کی روشنی یکساں ہے، نہ سایہ اور دھوپ، اسی طرح مردے اور زندے کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ اس سے آخرت کے صلہ کو سمجھ لو، مگر سمجھے گا وہی جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کی بات سنائیں گے، نبی ﷺ مردوں کو نہیں سناسکتے، جن میں صلاحیت ہی نہیں ان کو کون سناسکتا ہے؟ نبی ﷺ کا کام صرف نتائج اعمال سے آگاہ کرنا ہے، قبول کرنا نہ کرنا لوگوں کا کام ہے۔

آیات پاک: — اور (آخرت میں) یکساں نہیں نابینا اور بینا، اور نہ تاریکیاں اور نہ روشنی، اور نہ سایہ اور نہ دھوپ، اور یکساں نہیں زندے اور مردے، بے شک اللہ تعالیٰ سناتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، اور آپؐ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں، آپؐ صرف ڈرانے والے ہیں!

۵- رسولوں کو بھیجنے کا سلسلہ زمانہ قدیم سے جاری ہے، اور تکذیب

بھی، اور تکذیب کرنے والوں کو ہمیشہ سزا ملتی رہی ہے

نبی ﷺ کی رسالت آج کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ ہی اللہ کے نمائندے دین حق لے کر آتے رہے ہیں، وہ ماننے والوں کو اچھے انجام کی خبر سناتے ہیں اور نہ ماننے والوں کو برے انجام سے ڈراتے ہیں، ہر امت میں نذیر (نبی یا اس کا قائم مقام) ضرور آیا ہے — اور تکذیب کا سلسلہ بھی قدیم سے جاری ہے، آج یہ لوگ آپؐ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں، اور ہمیشہ تکذیب کرنے والوں کو سزا ملتی رہی ہے، پس ان مکذبین کو بھی سزا مل سکتی ہے، وہ چوکنہ ہو جائیں۔

آیات پاک: — بے شک ہم نے آپؐ کو بھیجا ہے دین حق کے ساتھ، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر — نبی کا اتنا ہی کام ہے — اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو — رب کی

ذمہ داری ہے کہ مربوب کو سنبھالے — اور اگر یہ لوگ آپؐ کو جھٹلاتے ہیں تو بالیقین اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے گذرے، اُن کے پاس ان کے پیغامبر واضح دلائل کے ساتھ، اور صحیفوں (چھوٹی کتابوں) کے ساتھ، اور روشنی پھیلانے والی (بڑی) کتاب کے ساتھ پہنچے — پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑا جنہوں نے نہیں مانا، پس کیسا رہا میرا اعتراض! — خوب رہا! جھٹلانے والے کیفر کردار کو پہنچے!

فائدہ: بعض انبیاء کو چھوٹے مختصر صحیفے دیئے گئے، اور بعض کو بڑی مفصل کتابیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی جو بڑی اور اہم کتاب تھی، اور داؤد علیہ السلام کو زبور اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی جو چھوٹی اور مختصر کتابیں تھیں۔

الْمُتَرَاتِنَ اللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً، فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا،
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۖ وَمِنَ النَّاسِ
وَالْدَوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ، كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ
الْعُلَمَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝

اور گہرے	وَعَرَابِيبُ ^(۳)	طرح طرح کے ہیں	مُخْتَلِفًا	کیا نہیں دیکھتا	الْمُتَرَاتِنَ
کالے	سُودٌ	ان کے رنگ	أَلْوَانُهَا	کہ اللہ نے	أَنَّ اللَّهَ
اور لوگوں میں	وَمِنَ النَّاسِ	اور پہاڑوں میں	وَمِنَ الْجِبَالِ	اتارا	أَنْزَلَ
اور جانوروں میں	وَالْدَوَابِّ ^(۴)	خطے ہیں	جُدَدٌ ^(۱)	آسمان سے	مِنَ السَّمَاءِ
اور چوپایوں میں	وَالْأَنْعَامِ	سفید	بَيَضٌ ^(۲)	پانی	مَاءً
طرح طرح کے ہیں	مُخْتَلِفٌ	اور سرخ	وَحُمْرٌ	پس نکالے ہم نے	فَأَخْرَجْنَا
اس کے رنگ	أَلْوَانُهُ ^(۵)	طرح طرح کے ہیں	مُخْتَلِفٌ	اس کے ذریعہ	بِهِ
اسی طرح	كَذَلِكَ ^(۶)	ان کے رنگ	أَلْوَانُهَا	پھل (میوے)	ثَمَرَاتٍ

(۱) جُدَدُ: الجُدَّة کی جمع: کسی چیز کا وہ حصہ جو باقی ماندہ سے رنگ میں الگ ہو، پورا پہاڑ سفید نہیں ہوتا، اس کا کچھ حصہ سفید ہوتا ہے (۲) بَيَضٌ: البَيَضَاء کی جمع: الأَبْيَضُ کا مؤنث (۳) الغرابیب: اسم صفت: بہت کالا، یہ سود کی صفت ہے جو مقدم لائی گئی ہے، یہ الغراب (کوا) کی جمع نہیں، اس کی جمع الغربان آتی ہے (۴) الدواب: زمین پر ریگنے والے کیڑے (۵) ألوانہ کی مذکر ضمیر کل واحد محذوف کی طرف لوٹتی ہے۔ (۶) كذلك پر وقف تام ہے۔

لَا تَمْنَا يَخْشَى اللَّهُ	بس ڈرتے ہیں اللہ سے	مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ^(۱) إِنَّ اللَّهَ	اس کے بندوں میں سے جاننے والے بے شک اللہ تعالیٰ	عَزِيزٌ عَفُوفٌ	زبردست بڑے بخشنے والے ہیں
-----------------------------------	---------------------------	--	---	--------------------	------------------------------

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بوقلموں (رنگارنگ) بنائی ہے، اسی میں سے ہیرے نکلتے ہیں

یہ دو آیتیں ایک سوال کا جواب ہیں۔ سوال: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، کافروں کو منوا کیوں نہیں دیتے، بار بار ان کو سمجھانا کیوں پڑتا ہے؟ جواب: یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے صدر رگی بنائی ہے، تم دیکھو! بادلوں سے ایک طرح کا پانی برستا ہے، خطہ بھی ایک ہوتا ہے، اور اس سے مختلف رنگوں اور مزوں کے میوے پیدا ہوتے ہیں، اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ خطے ہیں، اور ان کے بھی رنگ مختلف ہیں، اور بعض کالے بھجنگے ہیں، اسی طرح انسانوں کے، جانوروں کے اور چوپایوں کے رنگ مختلف ہیں، اور رنگ کے علاوہ جسامت اور شکل و صورت میں کتنا اختلاف ہے؟ رنگ رنگ سے ہے زینت چمن!

غرض: اللہ تعالیٰ نے یہ بوقلموں دنیا بنائی ہے، یہاں خیر و شر، ایمان و کفر اور نیکی بدی ساتھ ساتھ ہیں، آنے والی دنیا یک رنگی ہوگی، اس میں مومن و کافر جدا کر دیئے جائیں گے، اس دنیا میں وہ رلے ملے ہیں، انہیں میں اللہ سے ڈرنے والے بندے (مومن) بھی ہیں، یہ وہ بندے ہیں جن کو اللہ کی معرفت حاصل ہے، انہی بندوں کو چھانٹنے کے لئے یہ عالم بنایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، وہ اس دنیا کو بھی یک رنگی بنا سکتے تھے، مگر ان کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ یہ دنیا بوقلموں ہو، اور وہ بڑے بخشنے والے ہیں، اگر مومنین سے کچھ کوتاہی ہو جائے گی تو وہ بخش دیں گے، خردہ گیری نہیں کریں گے۔

آیات پاک: — کیا تو نے اس پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف

رنگوں کے پھل نکالے، اور پہاڑوں میں سفید خطے ہیں اور سرخ، جن کے رنگ مختلف ہیں، اور نہایت گہرے کالے، اور لوگوں میں اور جانوروں میں اور چوپایوں میں اسی طرح مختلف رنگ ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو ان کو جانتے ہیں — یعنی ان پر ایمان لائے ہیں وہ ان کے احکام کی خلاف ورزی سے بچتے ہیں — بے شک اللہ تعالیٰ زبردست بڑے بخشنے والے ہیں۔

فائدہ (۱): خشیت: معرفت کی فرع ہے، ایک طالب علم آتا ہے، دور سے باادب ہو جاتا ہے، وہ مجھے جانتا ہے، دوسرا سگریٹ پیتا ہوا آتا ہے، اور میرے منہ پر دھواں نکال کر جاتا ہے، یہ عدم معرفت کی وجہ سے ہے۔

فائدہ (۲): معروف علماء اور اللہ کی معرفت رکھنے والوں میں من و چہ کی نسبت ہے، وہ عامی جو اللہ کی معرفت رکھتا

(۱) العلماء: العالم کی جمع: جاننے والے، مولوی مولانا مراد نہیں، وہ بعد کی اصطلاح ہے۔

ہے۔ وہ اللہ سے ڈرتا ہے، اور گناہوں سے بچتا ہے (یہ مادۃ افتراقی ہے) — اور وہ مولوی جو موالی (یار دوست) ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے، حالانکہ وہ سند یافتہ ہے (یہ بھی مادۃ افتراقی ہے) اور عام طور پر علماء صالحین سے بہتر ہوتے ہیں (یہ مادۃ اجتماعی ہے) جن کو اللہ کی معرفت بھی حاصل ہے اور وہ سند یافتہ بھی ہیں، ان کا مقام بہت بلند ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۚ لِيُؤْفِقَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	رَزَقْنَهُمْ	دوزی دی ہم نے ان کو	أَجُورَهُمْ	ان کا بدلہ
يَتْلُونَ	تلاوت کرتے ہیں	سِرًّا ^(۱)	پوشیدہ طور پر	وَيَزِيدَهُمْ	اور زیادہ دیں
كِتَابَ اللَّهِ	اللہ کی کتاب کی	وَعَلَانِيَةً ^(۲)	اور برملا	مِّنْ فَضْلِهِ	اپنے فضل سے
وَأَقَامُوا	اور اہتمام کرتے ہیں	يَرْجُونَ	امید رکھتے ہیں وہ	لَّنْ تَبُورَ	بے شک وہ
الصَّلَاةَ	نماز کا	تِجَارَةً	ایسی تجارت کی	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے
وَأَنْفَقُوا	اور خرچ کرتے ہیں	لَّنْ تَبُورَ ^(۳)	جو ہرگز ہلاک نہیں ہوگی	شَكُورٌ	بڑے قدر دان ہیں
وَمِمَّا	اس میں سے جو	لِيُؤْفِقَهُمْ ^(۴)	تاکہ پورا دیں ان کو		

مؤمنین کا کام اور ان کا انجام

علماء: یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں، اور ان پر ایمان لائے ہیں، ان کے مہتمم بالشان کام تین ہیں:

۱۔ قرآن کی تلاوت کرنا۔ تلاوت: قراءت سے خاص ہے، وجوب عمل کے اعتقاد کے ساتھ پڑھنا تلاوت ہے۔ اور مطلق کوئی چیز پڑھنا قراءت ہے، اسی لئے تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص ہے۔

۲۔ نماز کا اہتمام کرنا، پابندی سے پڑھنا، اور آداب و ارکان کی رعایت رکھنا۔

۳۔ حلال و طیب آمدنی سے وجوہ خیر میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرنا، رزقنا میں اضافت سے حلال کی شرط نکلتی ہے اور وجوہ خیر کی قید دالالت عقل سے نکلتی ہے، اور کبھی پوشیدہ خرچ کرنا افضل ہوتا ہے، جبکہ ربا کا احتمال ہو، اور کہیں علانیہ خرچ

(۱) سرا و علانیۃ: انفقوا کے فاعل کے احوال ہیں (۲) جملہ یرجونہ ان کی خبر ہے (۳) تبار (ن) بُورًا: ہلاک ہونا

(۴) لیؤفقہم: لام: لام عاقبت ہے۔

کرنا افضل ہوتا ہے، جبکہ نمونہ عمل بننے کا موقع ہو۔

یہ تین کام ایسی تجارت ہیں جو کبھی گھائے میں نہیں جاتی، اور اس کا صلہ آخرت میں ملے گا، اور مزید برآں بھی، اور ان کی معمولی کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی، اور ان کے اعمال کی قدر افزائی کی جائے گی۔

آیات پاک: — بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب (قرآن) کی تلاوت کرتے ہیں، اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں: وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ہلاک نہیں ہوگی، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی اجر میں دیں، اور اپنے فضل سے زیادہ بھی دیں، بے شک وہ بڑے بخشش والے بڑے قدر دان ہیں!

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْبَادُهُ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝

وَالَّذِي	اور جو	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	فَمِنْهُمْ	پس کوئی ان میں سے
أَوْحَيْنَا	وحی کی ہم نے	يَعْبَادُهُ	اپنے بندوں سے	ظَالِمٌ	نقصان کرنے والا ہے
إِلَيْكَ	آپ کی طرف	لَخَبِيرٌ	پورے باخبر	لِّنَفْسِهِ	اپنی ذات کا
مِّنَ الْكِتَابِ ^(۱)	یعنی قرآن	بَصِيرٌ	بالبصیرت ہیں	وَمِنْهُمْ	اور کوئی ان میں سے
هُوَ	وہی	ثُمَّ أَوْرَثْنَا	پھر وارث بنایا ہم نے	مُّقْتَصِدٌ ^(۲)	میانہ رو ہے
الْحَقُّ	برحق ہے	الْكِتَابِ ^(۳)	قرآن کا	وَمِنْهُمْ	اور کوئی ان میں سے
مُّصَدِّقًا ^(۲)	تصدیق کرنے والی	الَّذِينَ	ان کو جن کو	سَابِقٌ	آگے بڑھنے والا ہے
لِّمَا	ان کتابوں کی جو	اصْطَفَيْنَا	چن لیا ہم نے	بِالْخَيْرَاتِ	نیکی کے کاموں کے ذریعہ
بَيْنَ يَدَيْهِ	اس سے پہلے ہیں	مِّنْ عِبَادِنَا	اپنے بندوں میں سے	بِإِذْنِ	توفیق سے

(۱) من الكتاب: من بیانیہ (۲) مصدقا: الكتاب کا حال (۳) الكتاب: اور الذی: موصول صلیل کر مفعول ثانی (۲) مقتصد: اسم فاعل، مصدر اقتصاد: سیدھے راستہ پر قائم رہنا۔

اللہ	اللہ کی	ہُوَ	ہی	الْكَبِيرُ	بڑی
ذَلِكَ	یہ	الْفُضْلُ	مہربانی ہے		

قرآن برحق کتاب ہے، اور قرآن کے تعلق سے امت کی تین قسمیں

تلاوت قرآن کا ذکر آیا، اس لئے اب بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پر جو کتاب نازل کی گئی ہے وہ برحق کتاب ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، کیونکہ سب کتابیں ایک سرچشمہ سے نکلی ہوئی نہریں ہیں، پس ایک دوسری کو جھٹلا نہیں سکتی۔ ارشاد فرماتے ہیں: — اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے: وہ برحق ہے، اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں (کے احوال) سے پوری طرح باخبر سب کچھ دیکھنے والے ہیں — اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس کتاب کو کس وقت نازل کرنا بندوں کی مصلحت سے ہم آہنگ ہے۔

اور نبی ﷺ کے بعد قرآن کریم کی وارث آپ کی امت بنے گی، یہ امت مجموعی حیثیت سے چنیدہ ہے یعنی تمام امتوں سے بہتر ہے، مگر اس کے سبب افراد یکساں نہیں، تین طرح کے لوگ ہیں: کچھ مؤمن ہیں، مگر گناہوں میں مبتلا ہیں، فرائض کے تارک ہیں، یہ اپنے پیروں پر گلباڑی مارنے والے ہیں، آج امت کی اکثریت ایسی ہی ہے، ایمان کے ساتھ گناہوں کو مضمر نہیں سمجھتے، اور ترک فرائض ان کے نزدیک معمولی بات ہے، پھر بھی وہ جنت کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائیں — اور کچھ میانہ رو ہیں، نہ گاڑی والے نہ بچھاڑی والے ایہ وہ لوگ ہیں جو ارکانِ اربعہ (نماز، زکات، روزہ اور حج) پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں، اور سات ہلاک کرنے والے گناہوں (شرک، جادو کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود لینا، یتیم کا مال کھانا، مذبھیر کے دن پیٹھ پھیرنا اور مسلمان گناہ سے بے خبر پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا) ان گناہوں سے کفلی طور پر بچے ہوئے ہیں، یہ مؤمنین کا درمیانی طبقہ ہے، اور یہی صالحین (نیک لوگ) ہیں — اور کچھ کامل اور اعلیٰ درجہ کے مؤمنین ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی توفیق سے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے ہیں، نوافلِ اعمال کے ذریعہ جنت کے بلند درجات حاصل کرتے ہیں، خوب تلاوت کرتے ہیں، نفل نمازیں پڑھتے ہیں، اور زکات کے علاوہ بھی خیر خیرات کرتے ہیں، یہی اللہ کے ولی (دوست) ہیں، انہی لوگوں کی آگے جزاء بیان کی جائے گی۔

آیاتِ پاک: — پھر ہم نے قرآن کا وارث بنایا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا — اس میں مسلمانوں کی تینوں قسمیں آگئیں، وہ کفار کے اعتبار سے چنیدہ ہیں، ان کو ایمان کی دولت ملی ہے، اس لئے سب درجہ بہ درجہ جنتی ہیں — پھر بعضے ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں — ترک فرائض اور ارتکابِ کبائر میں اپنا ہی نقصان ہے، اللہ کا کیا نقصان ہے! — اور بعضے میانہ رو ہیں، اور بعضے بہ توفیقِ الہی نیکیوں میں آگے بڑھنے

والے ہیں — مستحبات پر بھی عمل کرتے ہیں، اور مکروہ تنزیہی سے بھی بچتے ہیں — یہی بڑی فضیلت ہے —
اے اللہ! ہمیں بھی نیکیوں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرما (آمین)

جَنَّتٍ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝
الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ ۖ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا
لُغُوبٌ ۝

جَنَّتٍ ^(۱)	باغات	وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	أَحَلَّنَا	اتارا، ہمیں
عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے کے	الْحَمْدُ	سب تعریف	دَارَ	گھر میں
يَدْخُلُونَهَا	داخل ہونگے وہ ان میں	لِلَّهِ	اللہ کے لئے ہے	الْمَقَامَةِ ^(۲)	رہنے کے
يُحَلَّوْنَ ^(۲)	زیور پہنائے جائیں گے وہ	الَّذِي	جنھوں نے	مِنْ فَضْلِهِ	اپنی مہربانی سے
فِيهَا	ان میں	أَذْهَبَ	دور کیا	لَا يَمَسُّنَا	نہیں چھوتی، ہمیں
مِنْ أَسَاوِرَ ^(۳)	کچھ کنگن	عَنَّا	ہم سے	فِيهَا	ان میں
مِنْ ذَهَبٍ ^(۴)	سونے کے	الْحَزْنَ	غم	نَصَبٌ	مشقت
وَلُؤْلُؤًا ^(۵)	اور موتی	إِنَّ رَبَّنَا	بے شک ہمارا رب	وَلَا	اور نہیں
وَلِبَاسُهُمْ	اور ان کی پوشاک	لَغَفُورٌ	یقیناً بڑا بخشنے والا	يَمَسُّنَا	چھوتی، ہمیں
فِيهَا	ان میں	شَكُورٌ	بڑا قدر دان ہے	فِيهَا	ان میں
حَرِيرٌ	ریشمی ہے	الَّذِي	جنھوں نے	لُغُوبٌ	تھکن

سابقین کی جزائے خیر

اب سابقین کی جزاء بیان فرماتے ہیں، باقی دو قسموں کی جزاء بیان نہیں کی، یہ قرآن کا خاص اسلوب ہے، تاکہ ان

(۱) جنات: مبتداء، یدخلونہا: خبر (۲) یحلون: مضارع مجہول، جمع مذکر غائب، تَحْلِیة مصدر: زیور پہنانا (۳) مِنْ أَسَاوِرَ: میں من جعیفیہ یا بیانیہ (۴) مِنْ ذَهَبٍ: میں من بیانیہ (۵) لَوْلُؤًا کا من أساور کے محل پر عطف، وہ درحقیقت نائب فاعل ہے جو منصوب کی جگہ میں ہے۔ (۶) المقامة: مصدر میسی، بمعنی الإقامة۔

کے طریقہ کی حوصلہ افزائی نہ ہو، سورۃ الاعراف (آیات ۱۶۳-۱۶۶) میں بھی یہی انداز ہے، بار کے دن مچھلی پکڑنے کا حیلہ کرنے والے ذلیل بندر بنادینے گئے، ان کو منع کرنے والے عذاب سے بچ گئے، اور خاموشی اختیار کرنے والوں کا تذکرہ نہیں کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”انھوں نے بھی نجات پائی“ — مگر ان کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ ان کے طرز عمل کی حوصلہ افزائی نہ ہو، یہاں بھی یہی انداز ہے۔

آیات پاک: — ہمیشہ رہنے کے باغات: جن میں وہ داخل ہونگے، ان کو جنت میں کچھ سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، اور ان کی پوشاک وہاں ریشم کی ہوگی، اور وہ کہیں گے: اللہ کالا کھلا کھلا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور بڑا قدر دان ہے! جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا، جہاں ہمیں نہ کوئی کلفت پہنچتی ہے، اور نہ ہمیں کوئی تھکن محسوس ہوتی ہے!

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۚ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۖ فَمَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۚ وَلَا يُزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يُزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ۝

وَالَّذِينَ	اور جن لوگوں نے	فَيَمُوتُوا	پس مرجائیں وہ	وَهُمْ	اور وہ
كَفَرُوا	انکار کیا	وَلَا يُخَفَّفُ	اور نہیں ہلکا کیا جائے گا	يَصْطَرِخُونَ ^(۱)	چلاؤں گے
لَهُمْ	ان کے لئے	عَنْهُمْ	ان سے	فِيهَا	دوزخ میں
نَارُ	آگ ہے	مِّنْ عَذَابِهَا	دوزخ کا عذاب	رَبَّنَا	اے ہمارے رب
جَهَنَّمَ	دوزخ کی	كَذَٰلِكَ	اسی طرح	أَخْرِجْنَا	نکالیں ہمیں
لَا يُقْضَىٰ	نہیں فیصلہ کیا جائے گا	نَجْزِي	بدلہ دیتے ہیں ہم	نَعْمَلْ	کریں ہم
عَلَيْهِمْ	ان پر (موت کا)	كُلَّ كَفُورٍ	ہر کفر منکر کو	صَالِحًا	نیک کام

(۱) یصطرخون: باب المعتال، اضطرأخ: چلاؤ، شور مچانا، چیخیں مارنا، باب المعتال کی تاء کو طاء سے بدلا ہے۔

عَبِيدَ الذِّنِّ	علاوہ ان کے جو	مِنْ نَّصِيْرٍ	کوئی بھی مددگار	فَمَنْ كَفَرَ	پس جس نے انکار کیا
كُنَّا نَعْمَلُ	کیا کرتے تھے ہم	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	فَعَلَيْكُمْ	تو اسی پر ہے
اَوَّلَهُ	کیا اور نہیں	عَلِمَ	جاننے والے ہیں	كُفْرُكُمْ	اس کا انکار
نُعْمِرُكُمْ	زندگی دی ہم نے تم کو	غَيْبٍ	پوشیدہ چیزوں کو	وَلَا يَزِيدُ	اور نہیں بڑھایا
مَّا	اتنی کہ	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کی	الْكٰفِرِيْنَ	منکروں کو
يَتَذَكَّرُ	یاد کرے	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	كُفْرُهُمْ	ان کے انکار نے
فِيْهِ	اس میں	اِنَّهٗ	بے شک وہ	عِنْدَ رَبِّهِمْ	انکے پروردگار کے پاس
مَنْ تَذَكَّرْ	جو یاد کرے	عَلَيْكُمْ	خوب جاننے والے ہیں	اِلَّا	مگر
وَجَاءَكُمْ	اور آیا تمہارے پاس	بِذٰلِكَ الصُّدُوْرُ	سینوں کی باتوں کو	مَقْتًا	شدید ناراضگی کو
النَّذِيْرُ	ڈرانے والا	هُوَ الَّذِيْ	وہی ہیں جنہوں نے	وَلَا يَزِيدُ	اور نہیں بڑھاتا
فَذُوْقُوْا	پس چکھو تم	جَعَلَكُمْ	بنایا تم کو	الْكٰفِرِيْنَ	منکروں کو
فَمَا	پس نہیں ہے	خَلَقَ	جائیں	كُفْرُهُمْ	ان کا انکار
لِلظٰلِمِيْنَ	نا انصافوں کے لئے	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	اِلَّا خَسَارًا	مگر گھائے کو

قرآن کریم کا انکار کرنے والوں کی سزا

قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ مومنین کے بعد منکرین کا تذکرہ کرتا ہے، چنانچہ قرآن پر ایمان لانے والوں کا ذکر آیا تو اب منکرین کی سزا بیان فرماتے ہیں — اور جن لوگوں نے (قرآن کریم کو) نہیں مانا ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، (اس میں) نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں، اور نہ دوزخ کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا — کہ کچھ راحت ملے — ہم ہر کٹر منکر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

دوزخیوں کی ایک درخواست: — اور وہ دوزخ میں چلا آئیں گے — یعنی پکار کر درخواست کریں گے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے دور کئے ہوئے ہونگے — اے ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے نکال — یعنی ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دے — ہم نیک کام کریں گے ان کاموں کے علاوہ جو ہم کیا کرتے تھے — یعنی ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں گے، اور فرمان بردار بن کر حاضر ہونگے۔

جواب: — ایک ہزار سال بعد دیا جائے گا — کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جو سمجھنا چاہتا سمجھ جاتا؟ —

ساتھ ستر سال کی زندگی دی تھی، اتنے طویل عرصہ میں جو نیک و بد کو سوچ کر سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہتا کر سکتا تھا — اور تمہارے پاس نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والا پیغمبر بھی پہنچا تھا — مگر تم نے اس کی ایک نہ سنی، اب بتاؤ قصور کس کا! — پس مزہ چکھو، اب ظالموں کا کوئی مددگار نہیں — یعنی کسی کی طرف سے مدد کی امید مت رکھو، دوزخ میں پڑے سڑتے رہو اور عذاب کا مزہ چکھتے رہو!

ایک سوال: اگر دوزخیوں کی درخواست قبول کر لی جائے، اور ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دیا جائے اور وہ حسب وعدہ سنور کر آجائیں تو کیا حرج ہے؟ ان کا بھلا ہو جائے گا!

جواب: ایسا کرنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ قیامت کا منظر یاد ہوتے ہوئے ان کو لوٹایا جائے گا تو امتحان کیا ہوگا، اور سب کچھ بھلا کر بھیجا جائے گا تو کتنے کی دُم نکلی سے ٹیڑھی نکلی گی، پھر وہی عناد اور شرارتیں ہوں گی، پس آزمائے ہوئے کو بار بار آزمانے سے کیا فائدہ؟ ارشاد فرماتے ہیں: — بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو خوب جانتے ہیں، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جاننے والے ہیں — یعنی اللہ تعالیٰ کو بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جو لوگ درخواست کر رہے ہیں وہ اپنے وعدے میں جھوٹے ہیں، اگر ستر دفعہ لوٹائے جائیں گے تب بھی شرارت سے باز نہیں آئیں گے، پس لوٹانا لا حاصل ہے!

علاوہ ازیں: درخواست کرنے والے زمین میں پہلی امت نہیں تھے، ان سے پہلے اور امتیں گزری ہیں، جو تکذیب کے نتیجہ میں تباہ کی گئیں، یہ تو ان کے جانشین تھے، پھر انھوں نے گذشتہ امتوں کی بربادی سے سبق کیوں نہیں لیا؟ ارشاد فرماتے ہیں: — وہی ہیں جنھوں نے تم کو زمین میں جانشین بنایا — یعنی ہلاک شدہ امتوں کی جگہ تم کو زمین میں بسایا، ان سے سبق لیتے! — اب آخری بات سنو! — پس جس نے انکار کیا اس کے انکار کا وبال اسی پر پڑے گا، اور کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے پروردگار کے نزدیک شدید ناراضگی کا باعث ہوگا، اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی کا باعث ہوگا!

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَمْ آتَيْنَهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْهُ، بَلْ إِنَّا نَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَغْرُورًا ۝ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝

قُلْ	پوچھو	أَمْ أَسْأَلُكُمْ	یاد دی ہم نے ان کو	يُمْسِكُ	تھامے ہوئے ہیں
أَرْيَاكُمْ ^(۱)	کیا دیکھا تم نے	كِتَابًا	کوئی کتاب	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو
شُرَكَاءَ كُفُّوا	اپنے شریکوں کو	فَهُمْ	پس وہ	وَالْأَرْضِ	اور زمین کو
الَّذِينَ	جن کو	عَلَىٰ بَيِّنَاتٍ	کسی واضح دلیل پر ہیں	أَنْ تَزُولَا ^(۲)	ٹل جانے سے
تَدْعُونَ	تم پکارتے ہو	مِنْهُ	اس (کتاب) سے	وَلَكِنْ	اور بخدا اگر
مَنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے ورے	بَلْ إِنْ ^(۳)	بلکہ نہیں	زَالَتَا	ٹل جائیں دونوں
أَرْوُنِي ^(۲)	مجھے دکھاؤ	يَعِدُ	وعدہ کرتے	إِنْ أَمْسَكْتُمَا	(تو) نہیں تھام سکتا ان کو
مَاذَا خَلَقْنَا	کیا پیدا کیا انھوں نے	الظَّالِمُونَ	ظالم (مشرک)	مِنْ أَحَدٍ	کوئی بھی
مِنَ الْأَرْضِ	زمین سے	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	مِنْ بَعْدِهِ	اللہ کے بعد
أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے	بَعْضًا	بعض سے	إِنَّهُ كَانَ	بے شک وہ ہیں
شِرْكًا	سا جھا ہے	الْأَعْرُورًا	مگر دھوکے کا	حَلِيمًا	بڑے بردبار
فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	عَفُورًا	بڑے بخشنے والے

ابطال شرک اور اثبات توحید

۱۔ شرک کی نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی، مشرکین کے بڑے: چھوٹوں کو فریب ہی دیتے آرہے ہیں

مشرکین اپنے معبودوں کے احوال میں غور کریں، اور بتائیں: زمین کا کونسا حصہ انھوں نے بنایا ہے؟ یا آسمانوں کے بنانے/تھامنے میں ان کی حصہ داری ہے؟ ہرگز نہیں! یا ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے: جس سے کوئی سند رکھتے ہیں؟ کچھ نہیں! اور آسمانی کتاب میں شرک کا جواز کیسے ہو سکتا ہے؟ غرض: عقلی یا نقلی دلیل کوئی نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ بڑے چھوٹوں کو دھوکہ دیتے آرہے ہیں کہ یہ مورتیاں اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گی، اور ہمیں اللہ سے قریب کریں گی، اس لئے ان کی پوجا کرو، یہ خالص دھوکہ اور فریب ہے۔

(۱) اَرَاَيْكُمْ: کا محاورہ میں ترجمہ ہے: بتلاؤ (۲) اَرَوْنِي: اَرَاَيْكُمْ کا اعادہ ہے، فاصلہ ہو گیا ہے اس لئے لفظ بدل کر مکرر لایا گیا ہے (۳) إِنْ: نافیہ ہے، اور اثباتِ اِلَّا آگے ہے، دونوں نے حصر پیدا کیا ہے (۴) اَنْ: مصدریہ، من حرف جزم حذف، اور مَنْ اَنْ تَزُولَا: یمسک کا مفعول ثانی۔

۲- آسمانوں اور زمین کو اللہ نے تھام رکھا ہے، اگر وہ اپنی جگہ چھوڑ

دیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو تھام نہیں سکتا، پس وہی معبود ہیں

آسمانوں اور زمین کو ان کے مراکز میں اللہ تعالیٰ نے تھام رکھا ہے، وہ ان کو ان کے مقام و نظام سے سرکنے نہیں دیتے، اگر خدا نخواستہ یہ کرات اپنی جگہ چھوڑ دیں تو کون طاقت ہے جو ان کو قابو میں کر لے؟ کوئی نہیں! پس وہی معبود برحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ: بڑے بردبار ہیں، لوگوں کے کفر و عصیان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس نظام کو تہ و بالا کر دیا جائے، مگر ان کی بردباری سے یہ نظام برقرار ہے — اور وہ بڑے بخشنے والے ہیں: ایماندار بندے آس نہ توڑیں، اللہ تعالیٰ خردہ گیری نہیں کریں گے، وہ معمولی گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

آیات پاک: — آپ پوچھیں: بتاؤ! تمہارے وہ شریک (مورتیاں) جن کو تم پوجتے ہو اللہ سے ورے: مجھے بتاؤ! انھوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے یا ان کا آسمانوں میں کچھ سا جھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے، پس وہ اس سے کسی واضح دلیل پر ہیں؟ (نہیں) بلکہ ظالم (مشرک) ایک دوسرے سے فریب ہی کا وعدہ کرتے ہیں! یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہیں، اس سے کہ وہ ٹل جائیں، اور اگر وہ اپنی موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو اللہ کے سوا ان کو کوئی تھام نہیں سکتا — بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بردبار بڑے بخشنے والے ہیں!

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنَ الْإِحْدَىٰ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۚ اسْتَكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ۚ

وَأَقْسَمُوا	اور تمہیں کھائیں انھوں نے	لَئِنْ	بجدا! اگر	أَهْدَىٰ ^(۲)	زیادہ راہ یاب
بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی	جَاءَهُمْ	آیا ان کے پاس	مِنْ الْإِحْدَىٰ ^(۳)	ہر ایک امت سے
جَهْدًا ^(۱)	زور لگا کر	نَذِيرٌ	کوئی ڈرانے والا	الْأَمَمِ	پس جب
أَيْمَانِهِمْ	اپنی قسموں میں	لَّيَكُونُنَّ	(تو) ضرور ہونگے وہ	فَلَمَّا	

(۱) جہد: مفعول مطلق، جہد: انتہائی کوشش (۲) اہدی: اسم تفصیل: مضاف (۳) احدى: احد کا مؤنث: مضاف الیہ مضاف۔

جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَا زَادَهُمْ إِلَّا نِفُورًا اسْتَكْبَارًا ^(۱) فِي الْأَرْضِ وَمَكْرٌ ^(۲)	آیا ان کے پاس ڈرانے والا نہیں بڑھایا (اس نے) ان کو مگر نفرت میں گھمنڈ کرتے ہوئے زمین میں اور چال چلتے ہوئے	السَّيِّئِ وَلَا يَحِثُّ الْمَكْرُ السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ	بری اور نہیں گھیرتی چال بری مگر چلنے والوں کو پس نہیں انتظار کرتے وہ مگر دستور کا	الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا	اگلوں کے پس ہرگز نہیں پائے گا تو اللہ کے دستور کو بدلتا اور ہرگز نہیں پائے گا تو اللہ کے دستور کو مٹتا
--	---	--	--	---	--

رسالت کا بیان

لوگ رسول کے منتظر تھے، پھر جب وہ آئے تو لوگ بدک گئے، اور لگے بری بری چالیں چلنے! قریش جب سنتے کہ یہود نے اپنے نبیوں کو ستایا تو وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے: اگر ہم میں کوئی نبی آئے تو دنیا دیکھے گی: ہم کیسی اطاعت کرتے ہیں! پھر جب اللہ نے عظیم الشان نبی کو بھیجا تو وہ بدک گئے، ان کے تکبر نے اجازت نہ دی کہ گردن جھکائیں، اور اطاعت کے بجائے عداوت پر کمر بستہ ہو گئے، اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں کرنے لگے، تاکہ اسلام کو بڑھنے اور پھیلنے سے روک دیں — حالانکہ دستور ہے: چاہ گن را چاہ در پیش: جو کچھ کھودتا ہے وہی اس میں گرتا ہے، قریش کے داؤ گھات انہیں پرالٹ جائیں گے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں: وہ اس کے منتظر ہیں کہ گذشتہ مجرموں کے ساتھ جو معاملہ ہوا اُن کے ساتھ بھی ہو، سو وہ ہو کر رہے گا، اللہ کا دستور نہ بدلتا ہے نہ مٹتا ہے!

آیات پاک: — اور کفار نے زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھائیں — مشرکین مورتیوں کی قسمیں کھاتے تھے، لیکن اگر مومن کو قسم کھانی ہوتی تو اللہ کی قسم کھاتے تھے — بخدا! اگر آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا — یعنی پیغمبر — تو ضرور ہونگے وہ زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہر کوئی امت سے — یعنی ہم دوسری قوموں سے بہتر نبی کی اطاعت و رفاقت کا ثبوت دیں گے — پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو انہیں بڑھایا اس نے مکران کی نفرت کو، زمین میں گھمنڈ کرتے ہوئے اور بری چالیں چلتے ہوئے — اور بری چال نہیں گھیرتی مگر چلنے والوں کو — پس نہیں منتظر ہیں

(۱) استکباراً: زادہم کا مفعول لہ (۲) مکر: استکباراً پر معطوف۔

وہ مگر اگلوں کے دستور ہی کے — پس ہر گز نہیں پائیں گے آپ اگلوں کے دستور میں کوئی تبدیلی — اور ہر گز نہیں پائیں گے آپ اگلوں کے دستور کو ملتا! — یعنی مجرموں کو سزا دینے کے بجائے ان کا انعام و اکرام کیا جائے: ایسا نہیں ہوگا — اور مجرموں کی جگہ دوسرے مجرموں کو یا غیر مجرموں کو دھریا جائے، ایسا بھی نہیں ہوگا۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝ وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ۝

۵۶۲

آوَلَمْ يَسِيرُوا	کیا اور نہیں	وَمَا كَانَ اللَّهُ	اور نہیں ہیں اللہ تعالیٰ	بِمَا كَسَبُوا	ان کی کمائی کی وجہ سے
يَسِيرُوا	چلے پھرے وہ	لِيُعْجِزَهُ	کہ عاجز کرے ان کو	مَا تَرَكَ	(تو) نہ چھوڑیں
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	مِنْ شَيْءٍ	کوئی چیز	عَلَى ظَهْرِهَا	زمین کی پیٹھ پر
فَيَنْظُرُوا	پس دیکھتے وہ	فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں	مِنْ دَابَّةٍ	کسی ہلنے چلنے والے کو
كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	وَلَا فِي الْأَرْضِ	اور نہ زمین میں	وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ	مگر مؤخر کرتے ہیں وہ انکو
عَاقِبَةُ	انجام	إِنَّهُ كَانَ	بے شک وہ ہیں	إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى	ایک مقررہ مدت تک
الَّذِينَ	ان کا جو	عَلِيمًا	ہر چیز جاننے والے	فَإِذَا جَاءَ	پھر جب آئے گی
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	قَدِيرًا	بڑی قدرت والے	أَجَلُهُمْ	ان کی مدت
وَكَانُوا أَشَدَّ	حالانکہ وہ زیادہ تھے	وَلَوْ يُوَاخِذُ	اور اگر پکڑیں	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بے شک اللہ تعالیٰ
مِنْهُمْ	ان (مکہ والوں) سے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	كَانَ بِعِبَادِهِ	ہیں اپنے بندوں کو
قُوَّةً	طاقت میں	النَّاسِ	لوگوں کو	بَصِيرًا	خوب دیکھنے والے

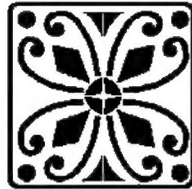
منکرین رسالت کو فہمائش

آخر میں مکہ والوں سے کہا جا رہا ہے کہ سرزمین عرب میں نکلو، اور دیکھو: بڑے بڑے زور آور عاد و ثمود وغیرہ اللہ کی

گرفت سے بچ نہ سکے، تمہاری ان کے سامنے حیثیت ہی کیا ہے؟ اور خوب سمجھ لو کہ آسمان وزمین کی کوئی چیز اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی، ان کا علم محیط اور قدرت کامل ہے، مگر وہ تمہیں مہلت دے رہے ہیں، کیونکہ اگر وہ بات بات پر انسانوں کی داروگیر کرنے لگیں تو زمین میں کوئی پنپ نہیں سکتا، اس لئے وہ ایک مقررہ میعاد تک بندوں کو ڈھیل دیتے ہیں، پھر جب تمہارا وقت موعود آجائے گا تو یاد رکھو! تم ان کی نگاہ میں ہو، وہ تمہارا تیاپا نچا کر دیں گے!

آیات پاک: — اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے: اُن لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے ہوئے، حالانکہ وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں کہ کوئی چیز ان کو عاجز کرے آسمانوں میں اور زمین میں، بے شک وہ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں — اور اگر اللہ تعالیٰ پکڑنے لگیں لوگوں کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے تو روئے زمین پر کسی تنفس کو نہ چھوڑیں، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہے ہیں، پس جب ان کی میعاد آئے گی تو بالیقین اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہے ہیں!

﴿اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایتوں سے بروز اتوار ۲۸ رزی قعدہ ۱۴۳۶ھ = ۱۳ ستمبر ۲۰۱۵ء کورات میں ڈیڑھ بجے سورۃ الفاطر کی تفسیر پوری ہوئی، یہ جلد اسی پر ختم ہے، اگلی جلد سورۃ یس سے ان شاء اللہ شروع ہوگی﴾



تفسیر ہدایت القرآن کی تفصیلات

پارہ ۴	از حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی رحمہ اللہ
جلد اول پارہ ۱ تا ۴	از حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی رحمہ اللہ
جلد دوم پارہ ۵ تا ۸	از حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی رحمہ اللہ
جلد سوم پارہ ۹ تا ۱۱	از حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
جلد چہارم پارہ ۱۲ تا ۱۴	از حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
جلد پنجم پارہ ۱۵ تا ختم سورۃ المؤمنون	از حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ
جلد ششم از سورۃ النور تا ختم پارہ ۲۲	از حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

(۱) تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: یہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کے دروس ترمذی کا مجموعہ ہے، آٹھ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے، جو ترمذی شریف مع شمائل ترمذی کی شرح پر مشتمل ہے، شرح کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مدارک اجتہاد بیان کئے گئے ہیں، نیز ترمذی شریف کی عبارت صحیح اعراب کے ساتھ دی گئی ہے، شروع میں کتاب العلل کی شرح بھی ہے، جو ایک قیمتی سوغات ہے۔

(۲) تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری: یہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کے درس بخاری کا مجموعہ ہے، بارہ جلدوں میں طبع ہو کر منظر عام آچکا ہے، شرح کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں خاص طور پر ابواب کو حل کیا گیا ہے، بخاری شریف کی عبارت صحیح اعراب کے ساتھ دی گئی ہے۔

(۳) رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ — حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت پر شرعیہ کتاب ”حجۃ اللہ البالغہ“ اپنی نظیر آپ ہے۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ نے نہایت محنت کے ساتھ اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔ یہ شرح پانچ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ کتابت روشن اور واضح ہے، کاغذ نہایت اعلیٰ اور قیمتی ہے، طباعت بھی بہت عمدہ ہے۔

آسان صرف تین حصے	آسان خود دو حصے	الفوز الکبیر	سنت کی عظمت	فیض المنعم
ڈاڑھی انبیاء کی سنتیں	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے	آسان منطق	آسان فارسی دو حصے	معین الفلفہ
عصری تعلیم اور تقاضے	طرازی شرح سراجی	محفوظات تین حصے	آپ فتویٰ کیسے دیں؟	گنجینہ صرف

ملنے کا پتہ: **مکتبہ حجاز** اردو بازار نزد جامع مسجد دیوبند، ضلع سہارن پور، یو، پی